فتبارک اللہ احسن الخالقین

للہ الحمد کہ درین ایام خجستہ فرجام تاریخ شاہ آباد دیرینہ بنیاد

موسوم بہ

نامۂ مظفری

۱۳۲۶ھ

از تالیف لطیف ناظم اقلیم نکتہ دانی صدر ایوان تحقیق بیانی

جناب منشی محمد مظفر حسین خان صاحب سلیمانی

باہتمام مولوی محمد عبد اللہ مالک مطبع

مطبع مجتبائی لکھنؤ مطبوع گردید

۱۹۱۷ء

فہرست تصاویر مندرجہ کتاب نامۂ مظفری

فہرست مضامین تاریخ نامۂ مظفری جلد اول

فہرست اُن اشخاص کے اسما کی جن کے حالات نامۂ مظفری جلد دوم مین درج ہین

غلط نامہ و صحت نامہ کتاب نامۂ مظفری جلد اول

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	
نظم	نطر	۲	۱۷	جلال خان پیا در بہادر خان			
دریاخان کو	دریاخان	۷	۱۰	بعنایت آپ سرشتہ		۹	
افتخار یافت	افتخاربافت	۷	حاشیہ سطر آخر	صفحہ (۳۹۵ و ۳۹۶) بادشاہنامہ	حاشیہ	۹	سطر اول
لودی کے	لودی سنے	۸	۲	عبدالحمید لاہوری			
بیٹے	بنیٹے	۸	۶	کو	لو	۱۰	
پاسخاطر تھا	پاسخاطر	۸	سطر آخر	مطابق [illegible]	سطر ۱۶	۱۰	حاشیہ سطر آخر

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صفحہ (۳۱۲)	صفحہ (۳۱۳)	۱۱	حاشیہ ۶
وہ کیسا عاقل و منتظم	وہ کیسا عاقل و منتظم	۱۴	حاشیہ آخر
شاہان نتوانند	شاہا نتوانند	۱۵	حاشیہ ۲
بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبدالحمید لاہوری مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال واقع کلکتہ	بادشاہ نامہ	۱۵	حاشیہ ۳
داراشکوہ	مشکوک	۱۷	حاشیہ ۵
باپ	باپ	۱۸	حاشیہ سطر آخر
پڑگئی	پڑگئی	۱۹	حاشیہ سطر ۶
بہانہ	بہانہ	۱۹	حاشیہ سطر ۶
مفسد	مفسید	۱۹	حاشیہ ۱۶
دوسرے	مشکوک	۲۱	حاشیہ ۱۹
جہانپنکے	مشکوک	۲۲	حاشیہ سطر آخر
پای بند زندان	پاے زندان	۲۵	حاشیہ ۳
بمنصب	مشکوک	۲۵	حاشیہ ۷
دارالسلطنت سے	دارالسلطنت	۲۶	۳
بہ دلیر خان	مشکوک	۲۶	حاشیہ سطر اول
متعین بود	مشکوک		
عالمگیر نامہ (۶۲۳)	صفحہ ندارد	۲۶	حاشیہ سطر آخر
بادشاہ تھا	مشکوک	۲۷	حاشیہ ۵
روز	مشکوک	۲۸	حاشیہ ۸
شاہجہان	ساہجہان	۲۹	حاشیہ ۱۱
اخبارات	اختیارات	۲۹	حاشیہ سطر اول
پہردن	مشکوک	۳۰	حاشیہ ۴

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
اولی الامر	اولوالامر	۳۰	حاشیہ ۱۳
نوردید	مشکوک	۳۳	حاشیہ سطر آخر
ہریک	بریک	۳۴	حاشیہ سطر آخر
لشکر	لسکر	۳۷	۳
وبعد ازو	مشکوک	۳۷	حاشیہ ۲
خوب	خوف	۳۸	۳
میربخشی داراشکوہ	میربخشی میر داراشکوہ	۳۸	حاشیہ سطر اول
غم	علم	۴۰	حاشیہ ۲
مواخذہ	مواحنذو	۴۰	حاشیہ
باونبرڈے	باونبرڈے	۴۶	حاشیہ سطر اول
نصرت	نصرف	۴۷	حاشیہ ۴
گرفتہ	گرفستر	۴۹	حاشیہ ۵
توپ	نوپ	۴۹	حاشیہ ۳
گشت	گشید	۵۱	حاشیہ سطر آخر
ایستادہ	السادہ	۵۱	حاشیہ سطر آخر
بآب زد	باذو	۵۲	حاشیہ ۴
فیل ستے	فیل ستے	۵۲	حاشیہ ۴
کے لیے	کیلیے	۵۳	۱۴
یہ ہی	یہ بھی	۵۴	۱۲
رعب	اعب	۵۸	۱۱
آبیسی	مشکوک	۵۸	۱۰
نہ کرسکا	کرسکا	۵۸	آخر سطر
پل	پل	۶۲	۳
بلاجنگ	ملاجنگ	۶۲	۳
روز	رور	۶۲	۱۸

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
لشکر	بشر	۶۲	۱۸
توپخانہ	توپجانہ	〃	۱۹
ہمہم	ممم	۶۳	حاشیہ سطر آخر
پڑا	پرا	۶۴	۱۳
مصئون	مصون	〃	حاشیہ سطر اول
جنوب	جبوب	〃	حاشیہ
دلو	لو	〃	حاشیہ سطر آخر
شرارہ ریز	شرارہ زیر	۶۸	حاشیہ ۱۱
روے	دوسے	〃	حاشیہ ۱۰
ہرکولش	مرکولیش	〃	حاشیہ ۱۴
بند	بد	〃	حاشیہ ۱۶
میگزید	میگرید	۷۳	
ضلالت	صلالت	۷۳	حاشیہ ۵
چالیس گز	چالیس	۷۸	۶
عالمگیرنامہ	مشکوک	۷۹	حاشیہ سطر آخر
پیشخانہ	تبخانہ	۸۰	حاشیہ ۵
خبر	جرا	۸۰	حاشیہ ۶
دلیر حسان	مشکوک	〃	〃
گروہ	کردہ	〃	〃
دندکا	رندکا	۸۱	حاشیہ ۳
ر استون	ریاستون	۸۲	۷
صفحہ ۸۰ عالمگیرنامہ	عالمگیرنامہ	۸۴	حاشیہ سطر آخر
جمرا	جبرا	۸۶	حاشیہ ۹
بیٹھے	بیبے	۸۹	۴
جس نے	مشکوک	〃	۶

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
بجز	بجبر	۸۹	۱۸
تھے	نہے	۹۰	۱۸
اچھی جگہ	جگہ	۹۲	۷
بودہ	لود	〃	حاشیہ ۴
ماچی	باپچی	۹۳	۵
برج	مشکوک	۹۴	حاشیہ ۴
ملاقی	ملائی	〃	حاشیہ ۳
فرقہ	مشکوک	〃	〃
صفحہ ۳ ۸۹ عالمگیرنامہ	.	〃	حاشیہ سطر آخر
صفحہ ۴ ۸۹ عالمگیرنامہ	.	۹۵	حاشیہ سطر آخر
جس سے	سے	۹۷	۱۱
عزیز	عزنیز	〃	۱۴
دہ	دو	〃	سطر آخر
بجد	لحد	۹۸	
فیروزمند	فیرومند	〃	حاشیہ
نیروے	یروے	〃	حاشیہ ۵
تیغ سرافگن	تیغ تیرافگن	〃	حاشیہ ۶
جیفہ وفیل	صیفہ وقیل	۱۰۰	حاشیہ آخر
سیوارا	سشیوارا	۱۰۰	حاشیہ ۱
مرصع دو نقو نہ از نفائس اتمشہ	مشکوک	۱۰۰	حاشیہ ۲
سیوا از راہ پختہ کاری	سیوا از نزاد پختہ کاری	۱۰۰	حاشیہ ۲
بے براق	بے براق	۱۰۰	حاشیہ ۳
سپاہیوں سے	سپاہ ونسے	۱۰۴	۸
افغان	افعان	۱۰۵	۱۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
حالانکه	حالانکه	۱۰۶	۱۵	موضع سهری	موضع سحری	۱۲۶	۸
تنبیه کے	تنبیه نے	۱۰۹	آخر	او بادراک	ابادراک	۱۲۸	حاشیه
مانند سیلاب کوه ربا	مانند سیلاب کوه ریا	۱۱۰	حاشیه	با پرسش	یا پرسش	۱۲۸	حاشیه
دلیرخان	د لیرخان	//	//	نزدیک بیر	یه بیر	۱۲۸	// سطر آخر
محمد هاشم خافی خان	محمد هاشم وخافی خان	//	۳	نیتاجی	نیتاهی	۱۲۹	۸
انگیخته شد	انگیخته شد	//	// آخر	اصفهان	هفقان	۱۳۰	۷
رایگڑه برلو نی راجه	مشکوک	۱۱۳	۱۱	نایره	ناره	۱۳۰	حاشیه
نهایت شجاعت	مشکوک	۱۱۳	۱۳	گرائید	گرائند	۱۳۰	حاشیه
غنیم کے لشکر کا	غنیم کا لشکر	۱۱۴	۱۱	فرخ آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲
پرسینده	پرسنده	۱۱۴	۱۴	بمقام	نه مقام	۱۳۱	حاشیه
صفحه ۱۰۰۱ عالمگیرنامه	۱۰۰۰ عالمگیرنامه	۱۱۴	حاشیه سطر آخر	ملا د	ملا د	۱۳۴	حاشیه
قراول	قمراول	۱۱۵	۸	بگوشند	گشند	۱۳۴	حاشیه ۵
بنده هاے	بنده یاے	۱۱۶	حاشیه ۲	تقبل	بقبل	۱۳۴	حاشیه ۹
استیلاے اعدا و هجوم	مشکوک	۱۱۶	حاشیه ۴	آیا	یا	۱۳۷	حاشیه
از مقابله فوج دلیرخان	مشکوک	//	حاشیه ۵	سپرد	سیر	۱۳۷	۱۹
صفحه ۱۰۰۴	صفحه ۱۰۴	۱۱۶	حاشیه ۶	می ورزید	ورزید	۱۳۸	حاشیه ۲
دکنیون	دکیتون	۱۱۷	۹	روپیه	مشکوک	۱۳۸	// ۸
تین	مین	۱۱۷	۱۳	دیوگڑه رسیده	مشکوک	//	//
دلیرخان ازین معنی	دلیرخان ازمعنی	۱۱۹	حاشیه سطر اول	سازد ومن بعد	مشکوک	//	//
پاره	پارچه	۱۲۰	حاشیه ۲	بان	بال	۱۴۰	حاشیه ۱
روانه	مشکوک	۱۲۰	حاشیه ۳	عادل خان	مشکوک	۱۴۰	حاشیه ۲
خیل ادبار	مشکوک	۱۲۰	حاشیه ۳	وجهه	مشکوک	۱۴۰	حاشیه ۳
رسیده بطلمه	مشکوک	۱۲۰	حاشیه ۳	جهات	م	۱۴۰	حاشیه ۴
یکین	مین	۱۲۶	// سطر آخر	پنجهزاری	سهاری	۱۴۰	حاشیه ۱
زمیندار	زمیندار	۱۲۵	تمام حاشیه	یکهزار و سوار از تابینان	مشکوک	۱۴۰	[illegible]

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
محمد امین سے لکھایا	محمد امین سے یعنی لکھایا	۱۴۲	۳
ترتیب وار	ترتیب دار	۱۴۳	۱۳
پیدا ہوئی	پیدا	۱۴۴	حاشیہ ۲
فرزند	فیرزند	۱۴۵	۱۳
راجپوتونپر	راجبوتونپر	۱۴۵	۱۷
بعرض والا سیدہ	بغرض والا سیدکہ	۱۴۷	حاشیہ ۱
تبقدیم	بقدیم	"	حاشیہ ۳
والی جے پور کے	والے جے پور	"	حاشیہ ۱۲
گوشمالی کو	گوشمالی	"	حاشیہ ۹
لڑنے مین	لڑنیمین	۱۴۹	۱۱
مرہٹے	مرہٹے	۱۴۹	۱۲
گوداوری	گوداوری	۱۵۰	۴
صوبہ برار	صوبہ برابر	۱۵۴	۱۰
بکوشش فراوان	بکوشش مراوان	۱۵۵	حاشیہ ۲
نااتفاقی	نااتفاقی	۱۵۶	۸
ہوتی رہین	ہوتی مین	۱۵۷	۲
نہ تفوز	سر تفور	۱۵۸	حاشیہ ۱
پسر	مشکوک	"	حاشیہ ۲
ایک اربسی	ایک اربسی	۱۵۹	۹
ناٹا لمبہ راجستان مین	راجستان	۱۶۰	۹
درہ لیسوری	درہ لیسوڑی	۱۶۰	۱۱
ماڑوار	ماڑواڑہ	۱۶۰	۱۲
ملاقات	ملاقات	۱۶۰	آخر
جھنڈا	چھنڈا	۱۶۱	۱۶
معلوم ہوسکتے	معلوم نہ ہوسکے	۱۶۲	۱۴
ہاتھ	ہاسہ	۱۶۳	حاشیہ ۶
غازی الدین خان	غازی الدیحان	۱۶۳	حاشیہ ۹
کوکہ	گوکہ	۱۶۳	حاشیہ ۱۲
نمک اودھ سے	ملک اودھ	۱۶۵	۱۶
گڑھیون	گڑھون	۱۶۶	۲
کہیٹرہ	کیٹرہ	۱۶۶	۸
چڑھائی	چھ ہائی	۱۶۶	۸
تاریخی واقعات مین	تاریخی واقعات سے	۱۶۶	۱۷
ٹھٹھرونپر	مشکوک	۱۶۶	آخر
بروار	سردار	۱۶۶	آخر
پانڈے بروار ونکے	مشکوک	۱۶۷	۸
پڑاؤ لشکر	پیشکر	۱۶۷	۹
پیشہ ور رعایا	پیشہ ور رعایا	۱۶۷	۱۳
بدفتر استفسار	مشکوک	۱۶۷	حاشیہ
خجستہ شمیم ہر دو زوجہ نیا	خجستہ سم	۱۶۸	آخر حاشیہ
نذر ناظرین	نذر حاضرین	۱۸۰	۴
صدد وئی	صدولی	۱۸۳	۱۴
ودہ نیمی	دوہ نیمی	۱۸۳	۱۴
مہند	مہمنڈ	۱۸۶	۲
تھے	تھی	۱۸۶	۱۴
اور بانی وسرگروہ	اور محلہ کے بانی وسرگروہ	۱۸۶	۱۷
مولاگنج کے بانی تھے	مولاگنج کے تھے	۱۸۶	آخر
اہلخانہ یا والدہ نواب	اہل خانہ نواب	۱۸۹	۳
دلیرخان	دلیرخان		
غزل ونصب	غسل ونصب	۱۹۵	۱۴

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہرگروہ	ہرگردہ	۱۹۶	۳	پرتاب بلی	پرتابت سبلے	۲۵۲	
بسیار	لبسبار	۱۹۸	حاشیہ۶	فقرہ	فقرۃ	۲۵۰	حاشیہ
بروز	بزور	۲۰۰	حاشیہ۲	امیدوار بود بدانند	امیدوار بود ندانستند	۲۶۰	۴
قبائل	قبایل	۲۰۰	حاشیہ	نفاذ	نفاد	۲۶۰	۵
فروگذاشت	فروگراشت	۲۰۱	حاشیہ	بنابر دلیرخان	بنابر دلیرخان	۲۶۴	حاشیہ
شہباز خان	شہنازخان	۲۰۱	حاشیہ۱	انکی اجازت سرکار سے	انکی اجازت وسرکار سے	۲۶۵	۱۴
ہرسال	برسال	۱۱۰	حاشیہ۱	بارا خان	مشکوک	۲۶۷	۳
مشید	مشبد	۱۱۱		تشکی	مشکوک	۲۶۸	۱۳
چنانچہ قنوج میں	مکرر ڈیڑھ سطر غلطی سے لگ گئی	۲۱۳	آخر	اپنے	اسے	۲۶۸	۱۷
روایت بھی	روایت سبھی	۲۱۷	۲	مسلمانان	مسلمان	۲۷۴	۱۰
کرلیتا	کرلیتا	۱۱۹	۸	پیش امام	مشکوک	۲۷۴	۱۰
ماثر عالمگیری	ماثرالامرا عالمگیری	۲۲۲	۱۶	متصرف	متصرف	۲۷۵	۱۱
غری خیل	عزی خیل	۲۲۷	۱۵	قلیل الرقبہ	فلیل الرقبہ	۲۷۹	۱
بازید خیل دوہزار سوار	بازید خیل دوسو سوار	شجرہ ۲۲۹	متعلق غزی خان سطر ۳	بن بابر بادشاہ	بن ابر بادشاہ	۲۸۰	مہر مندرجہ
لکھواتا ہے	لکھتا ہے	۲۳۳	۹	پیر غلام	پُر غلام	۲۸۰	۴ در فرمان
سید نظام ساکن پھلانی	سید نظام خان پھلانی	شجرہ	سطر ۵	بن بابر بادشاہ	بن ابر بادشاہ	۲۸۴	مندرجہ مہر فرمان
نواب محمد خان جانشین	نواب محمد خان	شجرہ		آرودی	ارلوی	۲۸۶	۳
نواب اعزاز خان	جانشین	شجرہ		اراضی کا جو پیر محمد کو	اراضی پیر محمد کو	۲۹۳	۱
نواب مقصود علیخان	نواب مقفود علیخان	شجرہ		خصایص الحبیب	حضایص الحبیب	۲۹۷	۹
جو شنیدہ اند	سشنیدند	۲۴۰	حاشیہ	آنبے فرم سین بھرکر	آنبے فرم سے سین بھرکر	۳۰۲	۳
جو دو چھوڑ جاکر	جو چھوڑ کر	۲۴۲	۹	قبرسے	قبروں سے	۳۰۴	۱۶
اندرز ونصیحت	اندز ونصیحت	۲۴۲	۶	اصل ہوتا	اصل تھا	۳۰۶	۱۵
مقبرہ نہ تھا	مقبرہ پتا	۲۴۵	حاشیہ۱	عالی ہمتی	عالی ہمتی	۳۰۶	۶
طاہر خان	طاہر خان	۲۴۵	حاشیہ۲	سلیم خان	مشکوک	۳۰۸	۱۳
پابوس	ماہوس	۲۴۶	۱۳	اصریا	اصریا	۳۱۱	۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پچھوہا	مشکوک	۳۱۱	۵	نواب دلیرخان	نواب سردارخان	۳۱۵	۳
نواب سردارخان	نواب دلیرخان	۳۱۴	۹	صندول ہوائی	صندول ہوائی	۳۶۱	۵
تحریر	مشکوک	۳۱۶	۵	استشہادامہ	مشکوک	۳۶۸	حاشیہ
دیوڑھی	ڈیوڑھی	۳۲۲	۱	شاہجہانی	شاہجہان کے	۳۶۹	۲
شہزادہ	مشکوک	۳۲۴	حاشیہ	پہونچے اور	پہونچنے اور	〃	آخر
تحریک	مشکوک	۳۲۵	حاشیہ	اڑا پنچے	ا پنچے	۳۷۱	۱
نمود	نمود	۳۲۹	۸	نوخیز ورثہ	ورثہ	〃	۲
بنگلہ سہاگ	بنگلہ سہاگ	۳۳۱	۱۸	کازراسے	کازرارپے	۳۷۲	حاشیہ ۱
ہدایت خان	بدایت خان	۳۳۲	۲	بدیوا ایست رسیدہ	بدلوا پشت رسیدہ		
واقعات بابری ترجمہ	واقعات بابری زبان ترجمہ	۳۳۵	آخر	متقاہیر	متقاہیر	۳۷۲	حاشیہ ۱
				جمع غفیر	جمیع عنصر	۳۷۲	حاشیہ ۳
اقبال نامہ جہانگیری	اقبال جہانگیری	۳۳۶	۲	بقیۃ السیف	بقیۃ النف	۳۷۲	حاشیہ ۳
کوٹھہ خاص	کورخاص	۳۴۱	۹	ہیچ کس	بقسیم کس	۳۷۲	حاشیہ ۳
پنجون	بیجون	۳۴۴	۲	سرزمین	سرمین	۳۷۳	۴
انھوں نے انکی	ادنھوں انکی	۳۴۴	۷	شرف ملازمت	شرف ملادست	۳۷۴	حاشیہ ۳
زیردست	مشکوک	۳۴۴	۱۵	کولاپور	کولام پور	۳۷۵	۴
عدد	عدد عدد	۳۴۶	۱۰	داد شجاعت	مشکوک	۳۷۸	حاشیہ ۱
قدامت	قدامست	۳۴۷	۶	عبور	مشکوک	۳۸۲	حاشیہ ۱
〃		〃	حاشیہ ۱	خلعت فاخرہ سے	خلعت فاخرہ	۳۸۳	۹
یہ سجع بطفیل احمد وصی علی	یہ سجع مہر میں کندہ کرایا تھا	۳۵۰	۵	ملخص	مخلص	۳۸۳	حاشیہ ۳
کندہ کرایا تھا				آزردہ خاطر ہوکر	آزردہ خاطر فرار	۳۸۴	۹
باقی رہ گئی	باقی رہگئی تھی	۳۵۴	۹	بتعاقب	بتعاقف	۳۸۴	حاشیہ ۱
صوبہ دار و ناظم تھے	ناظم اور صوبہ دار بھی تھے	〃	آخر	ہفتدہ	ہفتد	۳۸۴	حاشیہ ۱
شاہ آباد	ستاہ آہا	۳۶۲	۲	بازلقیاس آفتاب			
زیر اختیار رہے	اختیار رہے	۳۶۴	۳	ہمیر فیتسند	مشکوک	〃	حاشیہ ۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہمت باختند	مشکوک	۳۸۴	۴	جانور	چانور	۴۰۹	آخر
از حضور مورد	خفور مورده	۳۸۴	آخر	مجالست	مجابست	۴۱۵	۸
شبرغان	شیرغان	۳۸۵	۴	بجبل متین	بیجبل متین	۴۱۷	۹
علی خان تاریں	علی تارین خان	۳۸۶	۱۰	مرید	سرید	۴۱۸	۱۰
گذاشت	گذشت	۳۸۷	۴	لیشادرند	لیشاورانند	۴۱۸	۷
برآورد	مشکوک	۳۸۷	حاشیہ آخر	شیخ احمد مجددی	شیخ احمد محقق	۴۱۸	حاشیہ ۱
مصحوب	معجوب	۳۸۹	حاشیہ ۱	مادرزاد ولی تھے	مادرزاد ولی تھی	۴۱۸	۲
زین از اسپ	مشکوک	۳۹۳	حاشیہ ۱	لنگر	لشکر	۴۱۸	۲
سواران لمانی	الحاقی	۳۹۳	حاشیہ ۲	وطن	وطرہ	۴۱۸	۵
راجہ پہاڑ سنگہ	راجہ پہار سنگہ	۳۹۴	۱۰	اس کا	آپ کا	۴۱۸	۸
تعاقب بھی کیا	تعاقب بھی لیا	۳۹۴	۱۵	فتح جنگ خان	فتح خان	۴۲۴	۱۴
دس حصہ زیادہ تھے	دس گنہی سی بھی زیادہ تھے	۳۹۵	۶	دروازہ	درازہ	۴۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید الدولہ	۳۹۷	۱	پانتہاز	پانہاز	۴۲۸	حاشیہ ۳
قطب الدینخان	وقطب الدین خان			نزدیک	نزدباک	۴۲۸	״ آخر
سنہ ۳ جلوس میں	سنہ جلوس			گھوڑے کے	گھوڑون کے	۴۲۹	۲
شاہجہان نے	شاہجہان سے	۳۹۵	حاشیہ	مخالفت	محالفت	۴۳۱	۶
آیندہ زمانہ میں بھی	آیندہ زمانے	۳۹۷		تحاسد	تخاسد	۴۳۳	۹
سرگرم تھے	سرگرم ہو	۳۹۹	۸	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم منتظر	۴۳۴	۸
سادات	سادادات	۴۰۰	۶	کسی امیر کا	کسی امر کا	۴۳۵	۱۲
پیش صد سہ بای فوج	پیش صد بلے فوج	״	حاشیہ آخر	اولاد نواب لبرخان	اولاد نضب لبرخان	۴۳۹	حاشیہ آخر
نوزخم کھاے	نوزخم کھاکر گرے	۴۰۲	۷	گشتہ شد	گشتہ شد	۴۳۹	״ آخر
چغتائی	چختائی	״	حاشیہ ۱	قسمت باخود ها کرده	قسمت باخودها کردم	۴۳۹	حاشیہ ۱۱
معہ ایک	معایک	۴۰۴	۹	بتقریب	بتقرب	۴۵۵	۵
جس میں	جن میں	۴۰۷	حاشیہ ۱۲	فرزندون کو	فرزندنکو	۴۵۶	حاشیہ ۲
مخاطبت	مخاطب	״	حاشیہ ۱	جہانگیر کو لکھکر	جہانگیر لکھکر	۴۶۱	حاشیہ ۱۵

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
آئی تھی	آتی تھی	۴۶۲	حاشیہ ۹
وارث سلطنت	وارت سلطنت	۴۶۲	حاشیہ ۱۲
اُستنے نکالکر	اُستنے نکالکر	۴۶۵	حاشیہ آخر
داود بخش	داد بخش	۴۶۸	حاشیہ ۹
چہرہ ہزار سوار	چہرہ ہزار سوا	۴۷۵	۷
یہ اختلاف	یہ نختلاف	۴۷۷	۱۸
لشکرمین	لشکرمین	۴۷۹	حاشیہ ۱۱
گردانیدہ	گردانیدہ	۴۸۳	حاشیہ ۷
جاچکا	آجاچکا	۴۸۳	آخر
دریاخان کاسر	دریاخان کامزار	۴۸۷	۴

غلطنامہ جلد دوم نامہ مظفری

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مثنوی گل گشتی	گل گشتی	۲	۱۳
ہریک	ہریک	۸	۵
کبھی اُردو بھی	کبھی نثر بھی	۸	۱۲
وہ عیوض اسکے	وہ در	۱۱	۴
چین و تردد	چلین و تردد	۱۴	۱
موظفت	سوظفت	۷	۲
قریب ہی جو ورشت تاڑ ہے بتلاتے ہین	ورشت تاڑ	۱۴	۱۴
محلہ لیرگنج قریب شاہ گدایان	مشکوک	۱۵	۱۶
ہردلعزیزی	ہردلعزیز	۷	۴
بھی	بہی	۲۵	۱۱
فرق	فرق	۲۵	۱۵
اوجیالے	اوجیالی	۳۰	۳

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
زندہ رہے	زندہ ریلے	۳۲	۱۱
ارکان دولت سے	ارکان دولت	۳۳	۳
موروثی	مشکوک	۳۳	۸
قاضی ناصرالزمان صاحب	مشکوک	۳۳	آخر
ارتفاع	ارقطاع	۳۴	۱۵
اوقات	اوفات	۳۴	۱۷
رسانیدہ	مشکوک	۳۴	آخر
قدغن	قدغن	۳۵	۳
سید زندہ	مشکوک	۳۸	۲
محلہ گگیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
عرف مرزا اچھو	عرف مرزا اچھو	۳۸	حاشیہ ۱
محلہ گگیانی	محلہ کلیانی	۳۸	۸
سنہ ۱۲۶۶ ہجری	سنہ ۱۳۲۶ ہجری	۳۹	۳
ذی وجاہت شخص گذرے	شخص گذرے گذرے	۴۲	۲
احمد گیر باعجز	احمد کبریا	۴۶	۱۶
بیاض	یاض	۴۷	۸
سید اعجاز احمد صاحب ابن ظہیر العلما	سید اعجاز احمد صاحب علما	۵۷	۱۷
یہ طبع ہوکر	طبع ہوکر	۵۷	۱۸
از اولاد رسول	مشکوک	۵۸	آخر
سنہ ۱۱۷۵ ہجری	سنہ ۱۲۷۵ ہجری	۶۳	۶
املاک تھی ضبط ہوکر	املاک تھی کاضبط ہوکر	۶۴	۱۴
شیخ داود	شیخ داوُ	۶۷	حاشیہ

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
سعاے ملے لکھے ہین	مشکوک	۶۸	حاشیہ ۳
سرِّ خدا	مشکوک	۶۸	حاشیہ ۵
شکل	ضل	۶۸	حاشیہ ۶
سنہ ۱۲۵۸ ہجری	سنہ ۱۲۶۵ ہجری	۶۸	حاشیہ ۷
نقش	نش	۶۸	حاشیہ ۱۱
ہرزہ	ہرزید	۶۸	حاشیہ ۱۲
ہرے بھرے	ہنر بھرے	۶۹	۱
زوجہ	روجہ	۷۰	۷
امانت	امامت	۷۲	۸
مولوی صاحب	مشکوک	۷۳	آخر
لحاظ	مشکوک	۷۵	۳
مورد	مشکوک	۷۶	۴
عادت	عبادت	۷۶	۱۲
انھین کا	انھین کے	۷۷	۱۴
قدر	خدر	۷۸	حاشیہ ۲
تعلقہ دار	تعلقہ دا	۸۰	۸
استفادہ	استعفادہ	۸۵	۷
حافظہ	حافظ	۸۵	۵
مزار	مرزار	۸۶	۱
کبھی وہ	تو	۸۶	۸
جنکے	اُسنکے	۸۹	۳
مزار	ہزار	۹۱	۶
عالم رؤیا	مشکوک	۹۱	۱۹
متعلقہ صـ۹	متعلقہ صـ۸	۹۲	حاشیہ ۱
دلی خطرات	دلی خطرت	۹۴	۱
آپ کا کلام	کلام	۹۴	۱
مناجاتین وغیرہ تصنیف	مشکوک	۹۴	۱۷
مسرور ہوجاے	مشکوک	۹۵	۱۷
عرض	غرض	۹۹	۱۴
آسمان ستاتی	آسمان اورشاقی	۹۹	۱۴
باہوت	ہاہوت	۱۰۰	۱۷
سلامتی ذات	مشکوک	۱۰۱	۱۱
بشاشت افزا	″	۱۰۱	۱۲
یہ فدوی	بہ فدوی	۱۰۱	۱۲
تشریف لاے	تشریف لے	۱۰۱	۱۴
عرض می نماید	می نماید	۱۰۱	آخر
باین اہتمام	مشکوک	۱۰۲	۵
بہ تعلیم	تعلیم	۱۰۳	۷
بذمہ بندہ	بندہ	۱۰۳	۷
کہ ہے یاد	کہ رہون یاد	۱۰۵	۹
جو ہون	جون ہون	۱۰۵	۱۲
کیا عجب ہے	کیا عجب ہین	۱۰۵	۱۳
اُسنے کچھ ایسا رنگ	اُسنے کچھ اپنا رنگ	۱۰۶	۱۴
سنہ ۱۲۷۸ ہجری	سنہ ۱۲۸۷ ہجری	۱۰۸	۱۵
سنہ ۱۲۹۷ ہجری	سنہ ۱۲۷۷ ہجری	۱۰۹	۳
حکیم صاحب کا	حکیم صاحب	۱۱۱	۱۵
ندوۃ العلما	ندو العلما	۱۱۳	آخر
تردوات	تروات	۱۱۵	۳
ہوا کرتی تھی	ہوا کرتی تھے	۱۱۵	حاشیہ ۱۰
سیرت	سرت	۱۱۶	۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
پڑے	پے	۱۱۶	حاشیہ ۱۵
سروشش	بروشش	۱۱۶	حاشیہ ۱۸
جینے کی صورت ہو	جینے کی خواہش ہو	الف ۱۱۶	۷
تماشاگاہ نیرنگی	تماشا نیرنگی	۱۱۶	۱۱
گہر	کہر	۱۱۷	۵
لگایا ہے	گلتا ہے	۱۱۷	۶
وہ محشر	محشر	۱۱۸	۱۴
ہر قصر وایوان	ہر قصر واون	۱۲۲	۱۴
ثنای مصطفےٰ ین	مصطفےٰ ابن تدن	۱۲۲	آخر
رات دن			
کچھ اور ہی ادا ہے	تلوار ہی ادا ہے	۱۲۳	۱۷
نبیون کو	نبیون لو	۱۲۴	۱۳
بالاپیر	بالاپر	۱۲۵	حاشیہ سطر ۱
تذکرہ دلیرخان	مشکوک	۱۲۶	حاشیہ
مسماۃ جمیلہ	مشکوک	۱۲۷	حاشیہ
رود بدنی مین	رود بدنی کے	۱۳۰	حاشیہ ۴
بی بی نیکبخت	بی بی نیکخت	۱۳۰	حاشیہ آخر
قاسم ولی	قایم ولی	۱۳۹	حاشیہ ۱
زانوار او	زانوادہ	۱۳۹	حاشیہ ۱
غوثیت مآب	غوث مآب	۱۳۹	حاشیہ
ناگزیر از زین بے ادبی	از زین ناگزیر از زین بے ادبی	۱۴۳	۱

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
نہایت نامور	نہایت نامور	۱۴۷	۲
ذریعہ سے بہیج چکے تھے	ذریعہ سے ہوے تھے	۱۴۷	۹
خلفاے شیخ محمد	خلفای شیخ محمد	۱۴۸	۱
مہدی قادری		۱۴۸	۵
اینجانب	اینجانت	۱۵۹	۱۳
پانچسو روپیہ پاتے تھے	پانچ روپیہ پاتے تھے		
نواب کمال الدین خان	نواب کمال الدین	۱۶۳	۵
مزروع کناشیدہ	مزروع کنا یدہ	۱۶۳	۱۲
بالضامنی	بالضامنی	۱۶۴	۱
وصول یافتم	وصول یاقیم	۱۶۴	۳
سرکار خیار	رکار خیار	۱۶۸	۲
مقررہ ضمن	مقررہ ضمن	۱۶۹	۲
فردے مزین	فردے مزین	۱۶۹	۴
قسمتنامہ	قسمت نامہ	۱۷۰	۶
ولوجہے	ولوجہے	۱۷۵	۱
سنہ ۱۰۸۷ ہجری سے	سنہ ۱۰۸۷ ہجری	۱۷۶	
کئی مہینے	کئی مہینے		
نبیرہ مہدی صاحب	مشکوک	۱۷۷	۷
حضرت بالاپیر صاحب	حضرت پیر صاحب	۱۷۸	۱۵
دیگ خرد	دیگ خرد	۱۷۹	۴
پنچایتنامہ	پنچایت	۱۸۰	۱۴
واپس آئے	واپس	۱۸۰	۱۸

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مالکہ مجاز نہین	مالکہ مجاز نہین	۱۸۱	۵
مادری	مادری	۱۸۲	۲۰
وہ ازروی وراثت	وہ مجھے ازروی وراثت	۱۸۲	۴
شریک مقدمہ	شریک مقبوضہ	۱۸۳	۱۸
میان جمیل	میان خلیل	۱۸۴	۱۲
فصل لفصل	فصل تفصیل	۱۸۸	۸
قلائد الجواہر مین بھی	قلائد الجواہر	۱۹۲	۹
[illegible] ہجری	[illegible] ہجری	۱۹۳	۸
اپنے عالی خاندان	اپنی عالی خاندان	۱۹۴	۸
چڑھالی	جڑھالی	۱۹۵	۱۶
نہ ٹھہرے	نہ ٹھہرسکے	۱۹۶	۱۲
ابن رقاصہ نے	لے	۱۹۷	آخر
خانقاہ حماۃ کے	خانقاہ حماۃ کی	۱۹۸	۵
بجز آپکے	بجز آپ	۲۰۱	۲
بنام اہلیہ قدوۃ العارفین	بنام قدوۃ العارفین	۲۰۱	حاشیہ
مستقفہ	متفقہ	۲۰۷	حاشیہ
مورث سادات	سادات مورث		
شاہجہان پور	شاہجہان پور	۲۰۸	شجرہ ۲۵
عالی منزلت	عالی عالیمنزلت	۲۰۹	۷
جن کا نام	حسن کا نام	۲۱۰	۳
آپکے حین حیات	آپکے حین حیات مین	۲۱۰	۴

صحیح	غلط	صفحہ	سطر
چار مواضعات	مشکوک	۲۱۴	۶
دو فرزند تھے	سید غلام حسن فرزند تھے	۲۱۴	۶
نواب علی محمد خان بہادر	نواب علی محمد صاحب بہادر	۲۱۴	حاشیہ
سید حسین	وسید حسین	۲۱۵	۱۱
پچپین کو	مشکوک	۲۱۷	۱
فضل احمد کہ آمد مُہر	فضل احمد کہ آمد مرد	۲۱۷	۱۳
چراغ روشن	چراغ روان	۲۱۷	۱۴
بجز	بجز	۲۱۹	۸
مورد	موری	۲۲۰	۱۲
مگر	اگر	۲۲۲	حاشیہ
طلاقت لسانی	طاقت لسانی	۲۲۲	۶
امیدوار	امید ولد	۲۲۳	۳
نسبت دادے	نسبت رادے	۲۲۳	حاشیہ ۳
شہر حماہ	شہر حماۃ	۲۲۷	۱۷
مشورہ کے بغیر نہین کرتے تھے	مشورے سے نہین کرتے تھے	۲۲۸	آخر سطر
آبائی مراسم ہونیسے نہایت تعظیم و توقیر کرتے	آبائی مراسم ہونے سے آپ رکھتے تھے	۲۲۹	۶
پوشیدہ نہین رکھتے تھے	پوشیدہ نہین رکھتا تھا	۲۲۹	۷
حافظ امام بخش صاحب	حافظ امام بخش صاحب	۲۳۰	[illegible]
[illegible]			

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
صبح سودا زدہ	صبح سودا زدہ	۲۳۲	۳	تہون	سہون	۲۵۵	۱۴
مگر گردش فلکی	کیونکہ گردش فلکی	۲۳۲	حاشیہ آخر	خود آپ	خود آب	۲۵۸	۸
عماد السعادت	اعتماد السعادت	۲۳۳	رر آخر	آئی تھیں	آئی نہیں	۲۶۵	۱۶
ادہر سے شجاع الدولہ	ادھر سے شجاع الدولہ			بھوانی دین ورسب کے رائے	بھوانی دیال ورسب کے را	۲۶۹	۱۶
اودھر سے	ادھر سے	۲۳۶	۱۲	شاہ آباد ضلع ہردوئی	شاہ آباد ضلع ہردوئی		
سید شرف الدین محمد		۲۴۲	حاشیہ	خواتین ہند کی	کے خواتین ہند کی	۲۷۳	۱۰
خود	خو	۲۴۳	۱	سرزمین	سبرزمین	۲۷۵	۲
برہان ساطع	سریان ساطع	۲۴۳	۱۲	خامسہ	نامسہ	۲۷۸	۱
باغ مرہونہ	باغ مرجونہ	۲۴۳	۴	نظم پناہ	نظم و پناہ	۲۷۸	۱۲
آپ کی طرف سے	جن کی طرف سے	۲۴۵	۴	صاحب تحقیق	صاحب توقیر	۲۷۹	۱۱
۱۲۵۷ھ ہجری	۱۵۷ھ ہجری	۲۴۷	۱۳	پہنچاتا	پنچاتا	۲۷۹	۱۵
بست وچارم قضا	بست وچارم قضا شد			در وجواہر تحقیق	در وجواہر و تحقیق	۲۸۰	۱۰
نعشش شد دل غمگین	نعمش شد دل غمگین	۲۴۷	۱۲	رئیس کاکوری	رئیس کاکوروی	۲۸۱	۸
ہر کہ بخواہد کہ بشید وجہان	گر تو بخواہد کہ بشید درجہان	۲۴۸	۹	بوستان بینظیر	بوستان بے نظیر	۲۸۵	۷
گا ہے	نگا ہے	۲۴۹	۹	۱۹۱۵ء			
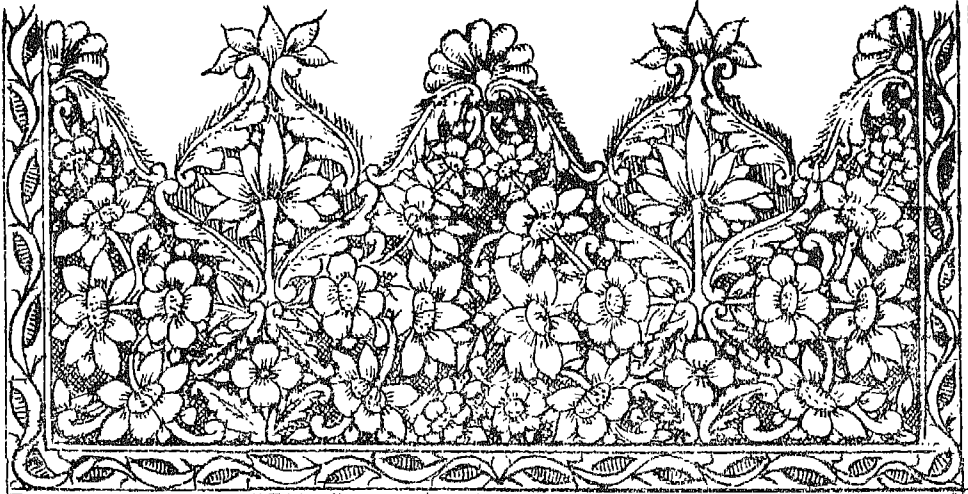
بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند دو جہان کی حمد و ثنا ناچیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس قادر مطلق کی عجیب و غریب قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُسنے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مظہر بنا کر بمصداق اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ عقل و نور کا پتلہ بنا دیا اور اپنی معرفت و تقرب کا رتبہ عنایت کر کے بقولے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ بشر کو ملائکہ سے بڑھا دیا اُس حکیم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس مشت خاک کو وہ زور بازو بخشا کہ جس نے اپنی ذاتی قوت و شجاعت سے شیر نیستان کو مغلوب کر کے اپنی فضیلت کو ثابت کر دیا اُس فیاض ازل کی فیاضی نے اس قطرۂ حقیر کو ایسا فیض و سخاوت کا دریا بنایا کہ جسکی شان چھینٹے ابر گہربار کو بھی شرما دیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ ساز کی نامتناہی توصیف و تشریح سے خاموشی اختیار کر کے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکا کر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفت ہے ظاہر کرنا چاہیے

حمد الٰہی کیطرح نعت رسالت پناہی بھی احاطۂ تحریر مین نہین آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم فخر بنی آدم کی ذات مبدء کائنات عالم ایجاد مین نہ آتی تو بمصداق لولاک لما خلقت الافلاک آفرنیش ہیجدہ ہزار مخلوقات کی وجود مین نہ آتی اور اس حسن و خوبی کے ساتھ وحدت کثرت مین نہ سماتی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز نہوتی تو یہ معرفت الٰہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولین و آخرین کی ذات مجمع الحسنات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی مین یکتا ہو کر خاتم الانبیا ہوئی دنیا مین علم و حکمت کی اعلیٰ تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہونچی اُسکی محبت و اتباع ہر ایک پر فرض ہو کر وسیلۂ نجات قرار پائی۔ اُسکا رخ آئینۂ خدا نما اور خطاب شافع محشر اور نام نامی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اسکی آل و اطہار اور اصحاب کبار جو آسمان ہدایت کے ستارے تھے اِن سب پر ہمارا دل و جان نثار ہے۔

جملہ ناظرین با تمکین کیخدمت مین خاکسار احقر الکونین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض پرداز ہے کہ اس احقر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق ایکبار کتاب ماثر الامرا جو صمصام الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے ہے دیکھنے مین آئی اسکے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امرا اور ارا کین دولت شاہجہانی و عالمگیری سے ہین ایسے قوت بازوے سلطنت اور شیر نیستان شجاعت تھے کہ جنکی دلاوری اورنگ زیب جیسے اولو العزم جری بادشاہ کی نظر مین بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک دکن کے پیر و جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہان کے باشندے بجز چند زبانی روایات کے اپنے مورث اعلیٰ کے حالات سے مطلق آگاہی نہین رکھتے

ان تواریخ مین جو شاہی وقائع نگارون نے بطور روزنامچہ کے لکھی ہین اور عالمگیرنامہ وغیرہ مین جنکو بادشاہ نے حرف بحرف سُنا ہے نواب دلیر خان ایسے گرامی قدر الفاظ سے یاد کیے گئے ہین کہ جنکے دیکھنے سے دل وجد مین آجاتا ہے صمصام الدولہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہجہان نامہ وماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب ہین اخذ کر کے نہایت بیش بہا فقرات مین تحریر کیا ہے۔

درحقیقت خان ممدوح ایسے شجاع وبااقبال سپہ سالار اور گورنر تھے کہ جس مہم پر گئے خدا کی مہربانی سے فتحیاب ہی ہوے بارگاہ صاحبقرانی یعنے دربار شاہجہانی سے ان کو خلعت وخطاب دلیر خانی اور منصب چارہزاری سے سرفرازی اور پیشگاہ اورنگ زیب عالمگیر سے بتیس لاکھ دامی جاگیر اور منصب پنجہزاری سے قدر افزائی ہوئی تھی۔

خلعت واکرام وقتاً فوقتاً جو مرحمت ہوتے تھے وہ مزید بران تھے تعجب وتاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کسینے فراہم نہین کیے شاہی تواریخ مین جابجا اُنکے حالات درج ہین مگر وہ بجز بعض شایقین امرا کے ہرایک کے یہان مجتمع نہین ہین اور بعض قلمی کتابین جو طبع نہین ہوئین ہنوز پردۂ گمنامی مین پڑی ہین اور جلد دستیاب نہین ہوتین مزید بران عدم توجہی اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب سے مفقود ہوئی جاتی ہین۔

اپنے بزرگون کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور فخر روزگار آبا واجداد کے اوصاف

نہ جاننا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سربلند اور ہم چشم گروہ مین ممتاز ہوسکتی
کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات و اعزاز سے بھی ناواقف ہے مشاہیر اجداد کے واقعات
کو پردۂ گمنامی پڑا رکھنا اپنی اصلیت کے جوہر کو خود ہی پوشیدہ کرنا ہے عرصۂ دراز کے
گذرے ہوے واقعات جب تک نہ دُہرائے جائین تازہ نہین ہوتے اسی بنا پر
خاکسار نے کتب کمیاب کا پتہ چلایا اور اس دردسری کا بار اپنے سر لیا ابتک ان
حالات کے فراہم نہونیکی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد مین
جو ذیعلم لائق اشخاص ہوے انکی توجہ واقعات نگاری کیطرف مبذول نہوئی شعر و سخن
کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی تارکھنیالیان اور سراپاے محبوب مین موشگافیان انتہا کو
پہونچا دین حسن و عشق و ہجر و وصل گل و بلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے
ہوے ہین اگر کمر یار کی طرف قلم اٹھایا تو اسکی مثال مین ملک عدم ہی دکھا دیا اور باریکی
اس حد کو پہونچائی کہ کوئی چیز تشبیہ کو نملسکی اسلیے اُسکو معدوم ہی کردیا۔ زلف جانان نے
کہ درازی مین میدان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالون
سے عرش برین کو ہلا دیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھا دیا۔ اگر کثرت گریہ اور
جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھون کے سات پردون سے ساتون طبق آسمان کو ڈبو دیا
اسمین شک نہین کہ زور قابلیت سے اس فن کو معراج پر پہونچا دیا اور مبالغہ کی
آمیزی سے ملمع کو زر کامل بنا دیا لیکن بجز رنگین خیالات کے واقعات ندارد ہین۔
چونکہ آجتک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل مین نہ مجتمع کیے تھے لہذا راقم کو اس
کتاب کی تصنیف مین جو جانکاہی و دماغ سوزی کے اشکال پیش آے ہین انکو راقم ہی کا
دل و دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کاغذات بغور دیکھنا

مفید مطلب وقعات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان مین ترجمہ کرنا گویا
ہفتخوان کے راستہ کاطے کرنا اور ایک دریاے عمیق مین غوطے لگانا تھا۔ اس میدان
بے پایان مین جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنی محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے
پُرانے کاغذات جنمین فرامین شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب
کے متعلق روشنی پڑتی تھی جابجا سے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کرکے ان حضرات کو
جنھون نے بہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دو برس
مین کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات مین پیش آیا اسکی تحقیق کے
لیے معمر و محقق اشخاص سے جاکر ملنا پڑا اور بعض ذی لیاقت صاحبونکی خدمت مین
خطوط بھیجنا پڑے۔ سواے ان فارسی تواریخ کے جنکے نام جابجا مضامین مین آئے ہین
اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب العرض و گزیٹیر وغیرہ کے مدد لیگئی
اور تاامکان تحقیقات حالات مین کوئی کمی نہین کیگئی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے علاوہ
شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقۂ علما شعرا صلحا وغیرہ مین فخر روزگار و مقبول عام ہوے
انکے حالات بھی نہایت تحقیق و تلاش سے مجتمع کیے گئے اور سلسلۂ تحریر مین لائے گئے ہین
راقم نے کوئی طبعزاد قصے نہین لکھے بلکہ جو کتابون مین پاے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ
لوگون نے فرماے وہ راست و بے کم کاست درج کیے ہین۔ اس کتاب کو دو حصون پر
تقسیم کیا ہے پہلی جلد مین بانی شاہ آباد و اُنکے نامور اعزہ و اولاد کے حالات و شاہ آباد
کی آبادی اور اسکے تنزل وغیرہ کے واردات درج کیے ہین۔ دوسری جلد مین دیگر
اہل کمال کے وقعات تحریر کیے ہین اور جو تصویرین کہ اسمین شامل کیگئی ہین وہ بھی
اصلی وصحیح ہین بعض انمین شاہی زمانے کے قلمی مرقع ہین جنپر مصورون کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابونکی مہرین بھی پڑی ہوئی ہین اوران تصویرونکی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی مین مصوری کا فن کمال کو پہونچگیا تھا اور امرامین اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلیے ان نوابونکی تصویرین بھی کھینچی گئین- چنانچہ نواب دلیرخان کی دو تصویرین اتاری گئین ایک مین وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوے ہین اور دوسرے مین صرف درباری جامہ زیب بدن ہے- دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونون عہد شباب مین رحلت فرما ہوے اسلیے ان کی تصویرون مین بھی جوانی کے آثار نمایان ہین اب رہی یہ بات کہ مصور کے ہاتھ مین صلاحیت تصویر بعینہ کھینچنے کی تھی یا نہین بیشک اس صورت مین جاتا رہا کہ نواب عزیز خان بہادر کی تین تصویرین ہین جنمین بعض سواری کی ہے اور بعض نشست کی- مگر ایک تصویر مین جسقدر حصہ کہ سفید بالون کا ہے اتنا ہی دوسرے مین ہے- اور نقش ونگار وخط وخال کے لحاظ سے ہردو تصویرین سرمو فرق نہین ہے-

بعض فارسی اسناد جو کتاب مین درج ہین انسے گو اردو خوان حضرات کو کسیقدر الجھن ہوگی لیکن ان سے دو فائدے خیال کیے گئے ہین ایک یہ کہ جو اہم واقعات بیان ہوے ہین انکا ثبوت ان اسناد سے کماحقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعہ سے کاغذات کے مطالب مضامین کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی- اور اپنے بزرگون کی یادگار ہر وقت پیش نظر رہیگی-

ایک بار محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈھ مین یہ رزولیوشن بھی پاس ہوا تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ وباقی رکھنا چاہیے اسلیے کہ انسے

نواب دلیر خان بانئی شاہ‌آباد

شاہان سلف کی شان وشوکت اور اسناد سے اپنے بزرگون کی زبان و طریقۂ انشاپردازی کا پتہ پایا جائیگا۔

ناظرین باتمکین سے اُمید ہے کہ میری غلطیون کو معاف فرماکر عیب چینی سے درگذر فرمائینگے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات وجانفشانی کے صلہ مین دعاے خیر سے جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائینگے ؎

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم این بماند یادگار

نواب دلیرخان کے مفصّل حالات

اصلی نام جلال خان تھا اور دلیرخان خطابی قوم کے افغان باقرزئی تھے اُنکے والد دریاخان[1] بربرکے باشندہ تھے جو نواح پشاور مین ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور اسکے اطراف کے خان وسردار تھے وہ گھوڑونکی تجارت وزراعت کیا کرتے تھے

[1] دریاخان ہم یکے از سردار قوم افغان باقرزئی بود وریاست کثیر از قسم دیہات وچاہات باغات وجاگیرات بطور رسم بولایت در نواح پشاور بقبض وتصرف خود میداشت ومکان بود وباش متعلقان خاص موسوم موضع بربر بود امیر الامرا خان جہان لودی از حسن اخلاق او بدرجۂ راضی شدہ وسرداری راکار فرمودہ از دریاخان دستار بدل شد واو را ہمراہ خود خواند ہمراہ خود بحضور نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی آوردہ ملازمت کنانیدہ واز حضور اول بمنصب سہ ہزاری وسہ ہزار سوار سرفرازی یافتہ بعد چندے دریاخان متعین ابتادی شاہزادہ مرزا خرم المخاطب بہ شاہجہان شدہ وپسرش بہادرخان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امراے شاہزادہ والاتبار افتخار یافت۔ اخبار محبت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور وضعداری مین نہایت مشہور تھے دریا خان نے
امیر الامرا خانجہان لودی کے توسط سے دربار جہانگیر مین رسائی پیدا کی اور منصب
سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سو اسپہ ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے
بعد وہ متعدد صوبونکے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگذاری سے بہت سی شاہی خدمتین
بجالاسے نور الدین جہانگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو
شاہزادہ خرم عرف شاہجہان کا سپاہگری کے فن مین استاد مقرر کیا اور اُنکے بیٹے
بہادر خان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہجہان
کا مصاحب بنا دیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جہانگیر بادشاہ نے
انتقال کیا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چار ہزاری ذات اور چار ہزار
سوار سے سربلند ہوے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریا خان نے خان جہان لودی کی
شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آئے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادر خان ایام شاہزادگی
سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہجہان کے ہم پیالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی اسکی رکاب سے جدا
نہوے اسی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادر خان نے شاہجہانی دربار مین
بڑا رتبہ ورسوخ پایا۔

الحاصل نواب دلیر خان کو اپنے لائق باپ اور بھائی کیوجہ سے شاہجہان
بادشاہ کے حضور مین باریابی کا شرف حاصل تھا اور انھون نے اپنی ذاتی شجاعت
اور خداداد دلیری سے روز افزون ترقی کی اور ایسی ایسی مہمات سر کین کہ مشہور عالم ہوگئے
اسکے عجیب و غریب کارنامون سے شاہی تواریخ کے صدہا صفحے بھرے ہوے ہین
ابتدا ہی سے بارگاہ شاہجہانی مین دلیر خان کا نہایت اعتبار و پاس خاطر تھا

سنہ ۹ جلوس مین جب انکا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کرکے سربلند کیا تھا اور سنہ ۱۹ ۱۰ میں بیس لاکھ روپیہ دلیر خان کے ہاتھ مع دیگر امرا کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب الحکم بادشاہ کے دلیر خان وہ روپیہ ذوالقدر خان قلعدار کابل کو سپرد کرکے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت جسمین لاکھون روپے تھے کوئی معمولی بات نہین تھی بلکہ خاص اور معتبر اشخاص جو اس کام کے لایق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیر خانکی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی شہنشاہ شاہجہان نے جلال خان معروف بہ دلیر خان کو منصب صدی [۱] ذات اور پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب مین بتدریج ترقی ہوتی رہی ماثر الامرا [۲] مین ہے کہ انکے بڑے بھائی بہادر خان سے بعض خدمات روپے بلخ و بدخشانکی مہم مین شاہجہان کے دل مین ناخوشی پیدا کرائی اور تیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان انکے ذمہ لگایا گیا حالانکہ بہادر خان نے اس مہم مین بڑی کارنمائی اور جانکاہی کو دخل دیا تھا اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر قنوج و کالپی کو جو انکے منصب اور فوجکی سالانہ تنخواہ مین مقرر تھی سرکاری مطالبہ کے معاوضہ مین ضبط کرلی اس محال کی فوجداری اور انتظام دلیر خان کے متعلق کیا اور ہزاری منصب اور ہزار سوار اور خلعت و فیل و خطاب دلیر خان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابی نام اسقدر مشہور ہوا کہ اصلی نام جلال خان چھپ گیا اور دلیر خان

---

[۱] مبلغ بست لک روپیہ کہ تحویلدار دار السلطنت لاہور رسیدہ بود مصحوب سید بہادر و لہ سید لطف علی و جلال خان و بہادر خان و محمد امین و لد شاہ قلیخان روانہ کابل ساختند کہ بذوالقدر خان قلعدار ورانجا سپردہ برگردند بادشاہنامہ صفحہ ۱۰۵ سال ہم حالات شاہجہان بادشاہ سنہ جلال خان برادر بہادر خان منصدی پانصد سوار بادشاہنامہ سلسلہ فہرست منصبداران سنہ

[۲] جلال خان نام برادر بہادر خان ست و سال بست و یکم از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات ہزار سوار و خطاب دلیر خان و مرحمت فیل سرفراز گردید و بتدریج پایۂ اعتبار برافراخته سرکار قنوج و کالپی از بہادر خان با وصف خدمت نمایان ضبط شد و فوجداری آن محال بجلال خان تفویض یافت۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان روہیلہ وال۔

مشہور ہوگئے یہ سرفرازی انکو سنہ ۲۱ ج شاہجہانی مین حاصل ہوئی۔
تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۳۳۶ مین مرقوم ہے کہ کل قنوج و کالپی کی جاگیر بہادر خان سے ضبط ہوکر دلیر خان
کو مرحمت فرمائی گئی اور ترقی منصب و خطاب کو کیساتھ خلعت و سرپیچ مرصع او تلوار
و اسپ و فیل سے سرفرازی ہوئی بعدہ جاگیر کے انتظام کیلیے رخصت کیے گئے چنانچہ دلیر خان
کالپی و قنوج مین پہونچکر تحصیل و وصول اور دیگر ملکی انتظام مین مشغول ہوے ترقی منصب کے متعلق
شاہنشاہنامہ میر ابوالفضل معموری مین مذکور ہے کہ جب سنہ ۲۲ ج شاہجہانی مین قندھار کی مہم پیش آئی
اور بہادر خان نے وہان عالم جوانی مین انتقال کیا تو اس حادثہ کے بعد شاہجہان نے بہادر خان کے
بڑے فرزند دولاور خان کو جنکی عمر اسوقت پندرہ سال کی تھی منصب ہزاری و پانسو سوار کا
اور دلیر خان کو دو ہزار و پانصدی کا منصب عنایت کیا اسکے بعد ایکبار سنہ ۲۴ ج
مین دلیر خان اور فرزندان بہادر خان کو شاہجہان بادشاہ نے بلایا اور حسب الطلب اپنی جاگیر سے
جہان آباد دہلی کے تلیع تھی روانہ ہوکر دارالسلطنت دہلی پہونچے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے تو
اسوقت شاہجہان بادشاہ نے انکو اکیس گھوڑے اور پچاس ہزار روپیہ نقد عطا
کیے اور حسب [illegible] ج مطابق سنہ ۱۰۶۲ھ مین انکی جاگیر پر کسی سرکش اجہنے دست درازی

سلہ سرکار کالپی و قنوج که بجاگیر بهادر خان بود [illegible] جلال خان پسر دریا خان [illegible] منصب [illegible] هزاری
سوار از اصل و اضافه [illegible] دلیر خان [illegible] عنایت خلعت و سرپیچ مرصع و شمشیر و اسپ و فیل سرافراز نموده بنابر مصلحت وقت و چشم نمائی که بحق
شاهزادگان کسے [illegible] ادبی بانها [illegible] نموده برای بند و بست آنجا دلیر خان را رخصت فرموده دلیر خان
در سرکار کالپی و قنوج رسیده مشغول تحصیل شد [illegible] ۱۳۳ سنه ازواقعه قنوج قندهار بعرض رسید که بهادر خان افغان فوت شد دلیر خان
برادر وغیره [illegible] تسلیم مناصب پادشاهی فرموده و اعلحضرت پسر کلان او که پانزده
ساله بود دولاور خان نام داشت [illegible] و پانصد سوار فرموده دلیر خان برادر را دو هزاری و پانصد نموده [illegible]
[illegible] رسانند شاهنشاهنامه قلمی صفحه ۲۸۰ سنه جلال خان
[illegible] دلیر خان و پسران بهادر خان [illegible] بموجب حکم رسیده ملازمت نمودند بست و یک
اسپ و پنجاه هزار روپیه [illegible] مرحمت فرموده شده [illegible] شاهنشاهنامه قلمی [illegible] مطابق سنه ۲۴ جلوس شاهجهانی

اور اس بات پر انسے سخت جنگ ہوئی فریقین کے بہت لوگ کام آگئے باغی راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا
اور وہ بھاگ گیا دلیرخان نے اسپر فتح پائی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنی تو رستم خان
صوبہ دار سنبھل کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلع وقمع کیا جاے چنانچہ حسب الحکم اسکا تعلقہ ضبط
کیا گیا اور چند پرگنے اسکے انکی جاگیر میں شامل کیے گئے دلیرخان اور انکے بھتیجے مورد عنایت ہوئے
بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک تونی مخاطب بہ علامی فاضل خان میں لکھا ہوا ہے کہ جب
شاہجہان بادشاہ سعید آباد میں رونق افروز تھا دلیرخان[۲] کابل سے آئے اور شرف حضوری سے
مشرف ہوکر بیس گھوڑے نذر کیے اور جب ۱۰۶۳ھ میں قندہار کے محاصرہ کی غرض سے شب دوشنبہ
۱۶ ربیع الاول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ دلیرخان بھی بھیجے گئے خانموصوف
کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اسوقت شاہجہان بادشاہ نے دلیرخان کو خلعت و گھوڑا مع
نقرئی زین کے عنایت کیا تھا۔ اس محاصرہ میں اکطرف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خانموصوف
کے چچا بہلنام خان اور یوسف خان و عنایت خان ہر دو برادر بھی معیت میں تھے دلیرخان نے
اپنے فرائض منصبی خوب دل لگا کیے اور پھر دوبارہ جب قندھار پر لشکر کشی کیگئی اور بہت کچھ انتظام ہوا
ستر ہزار سوار و چھ سو امرا و منصبدار اور ہتیار آلات حرب و غیرہ توپخانہ کے تھے ایک کروڑ روپیہ
بطور سلف ہی اہل لشکر کو پیشگی دیا گیا تھا اسمیں بھی دلیرخان بھیجے گئے اور انھوں نے وہاں خوب
جانبازی کو دخل دیا تھا۔ ان دونوں محاصروں میں علامی سعد اللہ خان وزیر اعظم بھی شریک تھے

لہ دیبولا بعرض سید کہ پسران بہادر خان برادر دلیرخان کہ توابع بانس بریلی کہ جاگیر اشتند یکی از زمینداران آنضلع بہ سرکشی کار در ضلع
گوله و کانٹ ترکتاز معرکہ کارزار گرم گردیده جنگ صعب و داد از ہر طرف مردمان بسیار بکار آمدند زمیندار مذکور بعد کشتہ شدن
سپاہیان پسر و بفرار آورده رستم خان کہ جاگیردار سنبھل بود حکم احدار یافت کہ خود در ضلع زمیندار مذکور رساند و تنبیہ او کند و گوشمالی
و جلال خان برادر بہادر خان و پسران را مورد عنایت فرموده تعلقہ راجہ مذکور را ضمیمہ جاگیر آنہا فرموده ۲۱۳ شاہنشاہنامہ قلمی
لہ بست و یکم سعید آباد بمقدم والا فرین گشت دلیرخان از کابل آمده بود احراز شرف ملازمت نمود و بست اسپ از پیشکش گذرانید
دیکھو بادشاہنامہ عرف شاہجہان نامہ مصنفہ فاضل خان قلمی کتبخانہ نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رامپور۔

اسکے بعد جب تیسری بار سنہ ۱۰۶۳ھ مین قندہار کے محاصرہ کیلیے شاہزادہ محمد داراشکوہ نے حسب
منظوری شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو ایکی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ اہتمام
کیا گیا دلیرخان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندہار
پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجروپ نے دلیرخان کے ساتھ قلعہ بست سے جو اس نواح کے مشہور
قلعوں مین تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شاہ ایران کے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا آکر شاہزادہ
داراشکوہ کیخدمت مین حاضر ہوے حسب الحکم قلیچ خان و جعفر خان کی مورچال کے مابین مقرر کیے گئے
اسدہم ایرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی ایکہزار کے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا
داراشکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان و غیرت خان مورچہ آگے بڑھائین اور راجہ اجے
تخت وچپ سے پناہ بنائین اور دلیرخان اور میرے ملازم اور شاہزادہ بیدار بخت کی جماعت حملہ کرکے
اور آج رات ہی قلعہ لیا شوکوہ مین ہی پسپا کرونگا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے
مقابلہ ہوا بڑی جانفشان لڑائی ہوئی دونو طرف کے کثرت سے لوگ تہ تیغ بیدریغ ہوے اور کشتونکے
پشتے لگ گئے القصہ قندہار کی جانکاہ مہم مین دلیرخان نہایت دلیری و شجاعت کو کام مین لاے
جب اس مہم کو عرصہ دراز ہو گیا اور محصورین کی پوری تنبیہ ہو گئی تو شاہجہانی لشکر نے پلٹ
حصار سے کوچ کیا دلیرخان شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت بادشاہ قدردان جوہر
شناس نے انکے منصب مین پانسو سوار کا[1] اضافہ کیا اور ایک گھوڑا معہ نقری زین کے مرحمت
فرماکر کابل کو رخصت کیا۔ اس زمانہ مین انکا منصب دو ہزاری دو ہزار سوار کا تھا۔
بعد ازآن ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۰۶۴ھ کو جب شاہجہان کی عمر کا ۶۵ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

---

[1] دلیرخان باضافہ پانصد سوار بمنصب دو ہزاری دو ہزار سوار و اسپ با زین نقرہ سربرافراخت بکابل مرخص گردید شاہجہان نامہ قلمی
مصنفہ فاضل خان ذریعہ علم ۱۰۶۴ و ابتداء سال شصت و پنجم از عمر ابد قرین جشن انعقاد یافت دلیرخان و ارادت خان بعنایت خلعت
فاخرہ قامت افتخار برافراشتند شاہجہان نامہ مذکور

بھی شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ عنایت کرکے سربلند کیا تھا۔
سنہ ۶۶ھ مین جب بیجاپور کی مہم پیش آئی تو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو معظم خان میر جملہ
کیساتھ دکن بھیجا کہ وہان جاکر تم شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی ہمراہی مین جو اس مہم کیلیے مامور ہین بیجاپور
کو تاراج کرڈالو کیونکہ علی عادلشاہ والی بیجاپور مرگیا ہے اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہین ہے اسکے
غلامون نے جو امیر ہین ایک لے پالک لڑکا جسکا نام سکندر ہے اسکے مسند پر بٹھلایا ہے اور ملک مین
بدنظمی پھیلی ہوئی ہے اس واقعہ کے متعلق ظفرنامہ شاہجہانی مین مرقوم ہے کہ معظم خان و دلیر خان ۱۲
ربیع الثانی سنہ ۱۰۶۷ھ کو شہزادہ اورنگ زیب کے پاس دکن پہونچے اور شاہزادہ کیساتھ بیدر کا قلعہ فتح کیا
اسکے بعد گلبرگہ مین جب بیجاپوری جمع ہوے اور وہان بادشاہی لشکر آیا تو ایک دن دشمن کے سوارون نے
شاہی رسد کے بیلونکو جو چراگاہ مین تھے اپنے آگے رکھ لیا اور اپنے پڑاو کیطرف روانہ ہوے جب بادشاہی
لشکر مین یہ خبر پہونچی تو معظم خان نے دلیر خان سے کہا کہ یہ مویشی چھین لینا چاہیے چنانچہ دلیر خان
اپنی جمعیت کو لیکر دشمنون کے سر پر پہونچ گئے اور انکے ایک بڑے گروہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور سارے
مویشی چھین لیے اس معرکہ مین دشمن افتان و خیزان بھاگے اور دلیر خان مع اپنی جماعت کے اپنی قیامگاہ
کو واپس آئے اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر مین جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک روز شہزادہ اورنگ
زیب نے اپنی فوج کی خود ترتیب کی اور مخالف کی فوج مین بہلول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ
بڑھکر بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوے اسوقت سخت معرکہ آرائی ہوئی تھی دلیر خان
جو مقدمۃ الجیش تھے فوراً آگے لے ئے اور شجاعت کے خوب جوہر دکھائے تلوارونکی کئی ضربین انکے لگین مگر چونکہ
مسلح تھے اور زرہ وغیرہ پہنے ہوے تھے کوئی زخم انکے بدن پر نہین لگا۔ جب خان محمد و فضل و رستم
جو بہلول خان کے فرزند تھے مخالف کیطرف سے قریب بیس ہزار سوارونکو لیکر بادشاہی لشکر
پر ٹوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا منتظم تھا اور ایک فوج کے سردار دلیر خان تھے غنیم کی فوج

دلیرخان کے لشکر کیطرف آئی تو اسنے بان اندازی شروع کی اسوقت بھی دلیرخان نے شجاعت کی
خوب داد دی۔ اسی زمانہ مین دشمن کی فوج جب چارونطرف ملک مین پھیلگئی اور شوخی کرنے لگی تو شاہزادہ
محمد سلطان کیساتھ دلیرخان کیے گئے اور دشمنونکی گوشمالی کو بھیجے گئے اسوقت خانموصوف نے
ہر طرف تھا انفونکو گھیر اور پسپا کیا۔ اسکے بعد جب بادشاہی لشکر گلبرگہ پہونچا تو وہان یہ انتظام کیا
گیا کہ ایک جماعت سید محمد گیسو دراز کے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی
خانہ بربادی کیطرف آمادہ ہوا یہ لشکرکشی ہو رہی تھی کہ غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۶۷ھ کو قلعہ دار قلعہ کی کنجیان
لیکر شہزادہ کیخدمت مین حاضر ہوگیا اور قلعہ فتح ہوگیا۔ غرضکہ ان مہمات مین دلیرخان نے خوب خوب
بہادریان دکھائین اور شاہجہان بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا
اسکے بعد وہانکی طلبی کا حکم گیا اور دلیرخان دکن سے واپس آکر شاہجہان بادشاہ کی حضوری
سے مشرف ہوئے سنہ ۱۰۶۸ھ مین شاہجہان بادشاہ نے دلیرخان کو نقارہ مرحمت

سلہ شاہجہان بادشاہ نے خلقتًا ایسا دل و دماغ پایا تھا کہ جسکی نظیر لایق بادشاہون ملنا مشکل ہے عالی دماغی اور نازک مزاجی کے
ساتھ انکو عمارت و نفاست اور شاہانہ فیاضی ایسی واقع ہوئی تھی کہ اسکی قدردانی و داد و دہش ضرب المثل ہے اسکی بنائی ہوئی عمارتین
ایسی عالیشان ہین جو آجتک عدیم المثال سمجھی جاتی ہین شاہجہان کے عہد مین اہل اسلام کی سلطنت اپنے معراج پر پہونچگئی تھی اور
تیموریہ بادشاہت کا شباب تھا اسکے عہد مین جو صوبے زیر حکومت تھے انمین امن تھا جو کسی بادشاہ کے عہد مین نہین ہوا راجپوتانہ
مین کسی نے سرکشی نہین کی بلکہ راجپوتون نے وہ وفاداری اور جان نثاری کے کام کیے جو دوسرونسے ہونا مشکل ہین دربار کی وہ شان
وشوکت تھی کہ کسیکو نصیب نہین ہوئی توران مین بلخ و بدخشان اور آبائی ممالک ماوراءالنہر فتح کرلیے مگر اسوجہ سے کہ انمین خونریزی
بہت اور انتظام مین روپیہ کا صرف زیادہ ہے اور مصارف سے محاصل کم ہے لہذا انکو چھوڑدیا دکن مین فتوحات نمایان کین احمدنگر
کی مملکت کو فتح کرکے شامل خالصہ کرلیا اور دو ریاستین گولکنڈہ اور بیجاپور کی جو باقی رہی تھین انکو اپنا باجگذار بنایا اور وہانکے
تخت نشین بنانے کا اختیار اپنے ہاتھ مین لینا چاہا اضلاع دکن کی پیمایش کرائی بندوبست دہ سالہ جاری کیا۔
شاہجہان اسلام کا پابند تھا وہ مسلمانون پر مہربانی کرتا تھا اسکے ساتھ ہندوون پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد مین جو ہندوستان
کو اور سلطنت مین عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت مین نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محصول نہین
بڑھایا اور آمدنی کو بڑھا لیا اکبر نے جو ۵۰ سال کی فرمانروائی مین خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ جہانگیر نے بائیس سال کی
حکومت مین خرچ کرڈالا اسکے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنا کسی بادشاہ ماسبق سے جمع نہوسکا اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ وہ کیسا عاقل و [illegible] بادشاہ تھا سنہ ۱۰۴۲ھ سے ۱۰۶۹ھ تک دولت آباد برار تلنگانہ وغیرہ کے قلعجات

کرکے بلند آواز کیا سنہ ۱۰۶۷ھ مین شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جو صوبہ
بنگالہ کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منھ پھیرا اور پٹنہ عظیم آباد پر لشکر کشی
کرکے ملک خالصہ پر دست درازی شروع کی حتی کہ بنارس تک آ گیا جب شاہجہان و دارا شکوہ کو
یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بنگالہ کے حدود سے باہر قدم بڑھایا تو اکبرآباد سے شاہزادہ
سلیمان شکوہ کو جو دارا شکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ - فتح کیے چنانچہ اس فتحیابی کو طالب کلیم نے قطعہ مین نظم کیا جو بادشاہ نامہ مین شاہجہان نے درج کرایا ہے
سہ شاہا بختت کشور اقبال گرفت ۞ تہنیت زعدو ملک و سر و مال گرفت ۞ چل قلعہ بیکسال گرفتن کہ بیش ۞ شاہا تو اند چہل
سال گرفت صفحہ ۱۸۱ (بادشاہ نامہ) اور کئی کروڑ روپیہ کا ملک بڑھایا انعامات مین جو رقم اسنے دی اسکی جو تعداد کبھی کسی
عہد مین نہ دیکھی ساڑھے نو کروڑ روپیہ جسمین نصف نقد اور نصف جنس صرف بیس سال کی حکومت تک اتمام
مین مرحمت کیا - دو کروڑ پچاس لاکھ صیغۂ تعمیرات مین صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کروڑ روپیہ
لاکھ دار الخلافت اکبرآباد کی عمارات مین جسمین پچاس لاکھ تاج محل مین جو بارہ برس کی مدت مین بسعی عبدالکریم
و مکرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہوا اور ساٹھ لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیگر مکانات و باغات
مین صرف ہوئے اور پچاس لاکھ قلعہ معلی کی تعمیر مین اور دس لاکھ جامع مسجد دہلی کی عمارت
مین اور پچاس لاکھ روپیہ عمارات لاہور مین اور بارہ لاکھ عمارات کابل مین اور آٹھ لاکھ عمارات کشمیر مین اور
آٹھ لاکھ حصار قندھار اور بارہ لاکھ عمارات اجمیر و احمدآباد وغیرہ مین خرچ ہوئے ماہ ربیع الاول سنہ ۱۰۰۰ ہجری
مطابق سنہ ۳۶ جلوس اکبری مقام لاہور شاہجہان کی پیدایش ہوئی خرم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ
نے تربیت کی بعد انتقال اپنے باپ جہانگیر کے سنہ ۱۰۳۷ھ مین تخت نشین ہوا (شہاب الدین محمد شاہجہان صاحبقران
ثانی لقب اختیار کیا) بیدل خان نے مصرعہ تاریخ جلوس سے جلوس شاہجہان و ازیب ملت و دین شاہ اور میر صالح
خوشنویس نے سہ شاہجہان بادشہ شاہ جہان - پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تہنیت مین بہتر لاکھ روپیہ اہل
استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پابوسی کا اٹھا دیا سادات علما صلحا کے لیے ملاقات
کے وقت سلام علیکم اور رخصت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود ہمیشہ با وضو رہتا اور عبادت الہی کیا
کرتا اسکے عہد مین اہل کمال ایسے جمع ہوئے کہ دار السلطنت دہلی شیراز و بغداد کا نمونہ بنگیا بائیس صوبہ اسکے تابع
تھے اور بائیس کروڑ سالانہ ملک کی آمدنی تھی فوج مین دو لاکھ سوار آٹھ ہزار منصبدار اور سات ہزار احدی تھے
اور ایک لاکھ پچاسی ہزار سوار شاہزادون اور امرا کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے دس ہزار
کی جماعت بادشاہ کے ہمرکاب رہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات مین رہتی - عاملون و فوجدارون کی جماعت اسکے

روانہ کیا اور دلیر خان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہان جاکر یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادرپور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر ہے اسمین محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیڑہ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی لشکر خیمہ زن ہوا۔ ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصباح کوچ کی خبر مشہور کرکے محمد شجاع کے سر پر جا پہونچا محمد شجاع اسوقت کمال بیفکری سے خواب غفلت مین

بقیہ سابقہ علاوہ تھی علامی سعد اللہ خان اور افضل خان وغیرہ اسکے نہایت لائق وزیر تھے سعد اللہ خان وزیر اعظم اور علی مردان خان امیر الامرا کی تنخواہ مین بارہ کرور دام یعنے تیس لاکھ سالانہ مقرر تھے اور پنجہزاری منصب والے امیر کی تنخواہ معہ مشاہرہ فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ جاگیر کی ہوی تھی جسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۷۴۳) مین مرقوم ہے منصبدار و مین چار شخص ہفت ہزاری اور ستر ہ پنجہزاری اور چودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کرور دام کی جمع کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اسکے جواہر خانہ مین جواہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روے زمین کے کسی بادشاہ کے جواہر خانہ مین شاید اس سے زائد نہ ہونگے دو کرور کے جواہرات شاہزادون مین تقسیم کیے اور پانچ کرور کے جواہرات زیورات مرصع مین استعمال کیے اور دو کرور کے جواہرات ملبوسات مین جڑوالے ایک کرور کی تیاری مین تخت طاؤس بنوایا جو ڈھائی گز چوڑا سوا تین گز لانبا اور پانچ گز بلند تھا جسمین باہر کیطرف لعل و یاقوت و زمرد جڑے ہوے تھے تخت پر دو طاوس مرصع نصب تھے اور دونونکے درمیان ایک درخت لعل و الماس و مروارید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس مین تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی بارہ لاکھ کا جسمین پانچ لعل اور چھبیس درشاہوار جڑے تھے تیار کرایا ایک خیمہ جسکو تین ہزار فراش نصب کرتے تھے اور دس ہزار آدمی اسکے سایہ مین بیٹھتے تھے بنوایا تھا اس خیمہ کا نام دلباول تھا ایک قندیل جو طرح طرح کی گلکاریون اور طلا و جواہرات وغیرہ سے مرصع کرائی تھی مدینہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے روضہ اقدس کے لیے معہ نذرانہ کے بھیجی تھی۔ اس قندیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

مختصر ۲۶ رجب سنہ ۱۰۷۶ھ کو ۷۶ سال کی عمر مین بنظیر فرمانروائی کرکے بمرض حبس بول و رعشہ و اختلاج قلب شاہجہان نے انتقال کیا اور آگرہ مین اپنی پیاری بیگم ارجمند بانو ممتاز الزمانی کے ہم پہلو تاج محل مین مدفون ہوا تاریخ انتقال سے شاہجہان کرد و زعالم سفر کرد شاہجہان ہر ایک مصرعہ سے علیحدہ علیحدہ تاریخ نکلتی ہے مدت سلطنت اکتیس برس و ماہ ہے علیحدگی سلطنت کے بعد ۸ سال گوشہ نشینی عبادت الہی و شغل آیات نویسی و خیر خیرات مین گذرانے بعد رحلت کے فردوس آشیانی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مردم شناس عبادت گذار زاہد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اوسپر عیش پسندی اسدرجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ
سروکار نرکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھکر محمد شجاع نہایت سراسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی
دیر لڑا آخرکار اسپر رعب چھاگیا اور بیساختہ بھاگ کر ایک کشتی مین بیٹھا اور پٹنہ
کیطرف روانہ ہوا یہان بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ توپخانہ ورسد وغیرہ کا سامان
سب لوٹ لیا اور سلیمان شکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر پیکر کے اسکا تعاقب کیا جب
شجاع پٹنہ سے مونگیر پہونچا اور وہان بھی اسکے پاؤن نہ جمنے پاے تو وہانسے وہ
بنگالہ چلا گیا آخرکار پٹنہ سے مونگیر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا
اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو سہ
ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا ماثر الامرا
مین ہے کہ انھین ایام مین ایک ہزار کا انکے منصب مین اور اضافہ ہوا غرضکہ
شاہجہانی دربار سے دلیر خان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا
جب سلیمان شکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطلب اپنے باپ دادا کے
نہایت عجلت سے دار الخلافت کو آرہا تھا پٹنہ سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے
قریب ہے وہ پہونچا تھا کہ وہان ۱۵ رمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ پر[۱]

[۱] شاہجہان کی علالت اور اسکے بیٹون مین باہم خانہ جنگیان ہو کر اورنگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک مدت تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار مین ہمہ تن مصروف رہا آخرکار اس محنت وجانکاہی سے ضعف دماغ اور صحت مین فتور لاحق ہوا ۳۲ سنہ جلوس ۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ ہجری کو حبس بول کے مرض مین مبتلا ہوا شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی چیز حلق سے نہ اتاری اطبا نے ہرچند علاج کیا مگر کوئی تدبیر کارگر نہوئی اسوجہ سے بادشاہ امورات مملکت مین مصروف نہوسکا اور نہ باہر آسکا اسکا دارا شکوہ جو بڑا بیٹا اور ولیعہد تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ مین لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد مین چار بیٹے

مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ چچا یعنے داراشکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دو بیٹیاں ارجمند بانو عرف تاج محل کے بطن سے تھین سلطان داراشکوہ۔ مرزا محمد شجاع
محمد اورنگ زیب۔ مراد بخش جہان آرا عرف بیگم صاحبہ اور روشن آرا۔ شاہجہان نے ان سبکو آداب تعلیم
سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو وسیع ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا
ہر ایک بیٹا کسی نہ کسی لیاقت مین طاق تھا۔ ہر ایک بھائی اپنی بلند نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا
تھا۔ داراشکوہ کی عمر اوسوقت ۴۲ سال کی تھی بادشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہجہانکو کبھی
پسند نہوئی داراشکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان وشوکت کیطرف بالطبع میلان رکھتا تھا اور انتقام
لینے مین بے صبر تھا اور احتیاط کو مکروہ جانتا تھا مگر تصوف مین ڈوبا ہوا تھا کفر و اسلام کو برابر توام جانتا تھا
اپنے پردادا اکبر کے مدرسہ کا طالب علم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بلاکر وید کا ترجمہ سنسکرت
سے فارسی مین کرایا کتاب سر اکبر اور نور الانوار وغیرہ خود اوسکی تصنیفات سے آجتک مجھ جیسے حقیر راقم کی نظر
سے گذری ہین وہ بجاے اللہ اکبر کے پربھو انگشتری پر کندہ کراکے پہنتا تھا فقر کرنیوالے شخص کے مغلوب
کرنے کی فکر مین رہتا تھا اسلیے شاہجہان کہا کرتا تھا کہ یہ (بیرون کے لیے بھلا اور اپنوں کے لیے برا ہے) اس
سے چھوٹا محمد شجاع تھا جسکی عمر اوسوقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار بنگالہ تھا عالی دماغ تھا مگر عیش
پسند تشیع خیال تھا اسکے بارہ مین شاہجہان کہا کرتا تھا کہ (شجاع جز ازسیر چشمی وصفے دیگر نہ دارد) اس سے
چھوٹا اورنگ زیب تھا جو صوبہ دکن کا ناظم تھا بہادر جری نہایت متحمل سوچ سمجھکر بات کہتا اور ملکی جوڑ توڑ مین خوب چست
مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنا لینا اوسکا کام تھا لڑکپن سے وہ زہد و تقویٰ کا اور صوم و صلوٰۃ
کا عادی تھا مذہب کے بڑے بڑے خطرے اٹھانیکو وہ فخر جانتا تھا مہمات عظیم مین بڑی بڑی فوجون کی
سپہ سالاری کرچکا تھا شاہجہان نے اسکے متعلق لکھا کہ (ذی عزم و مال اندیش بنظر می آید اغلب کہ تحمل امر خطیر ریاست
تواند شد) مراد بخش سب سے چھوٹا گجرات کا صوبہ دار تھا عیش دوست مے نوش اسکے متعلق شاہجہان
کا قول تھا کہ (مراد بخش مہول الکیف باکل و شرب ساختہ دایم الخمر است) جہان آرا نہایت عقیل و جیہہ تھی
امورات سلطنت مین دخیل تھی شاہجہان کو کل اولاد مین داراشکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بڑی بیٹی زیادہ
عزیز تھی۔ روشن آرا نہ چندان فرزندانہ باپ کو اسقدر محبوب۔ محلسرا ے شاہی مین وہ جہان آرا

اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہوگئی اور میرے باپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دارا شکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خبرین پہونچایا کرتی تھی
شاہجہان نے ہرچند چاہا کہ بھائیون مین اخوت و محبت رہے مگر سب نصیحتین ضائع گئین فتنہ پردازون
نے رنجشین ڈالدین ایک دوسرے سے بدلا لینے مین مستعد تھا جب شاہجہان علیل ہوا تو اسنے
دارا شکوہ کے ہاتھ پر ارکان دولت کی بیعت کرادی اور دارا شکوہ نے اختیار پاکر اپنے حسب مرضی
معاملات کیے اور شاہجہان کی علالت کی خبر وقائع نگارون کو لکھنے کی ممانعت کرادی ملک مین ہلچل
پڑگئی بعضونکو شک ہوا کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہین رہا جب بھائیون کو یہ معلوم ہوا کہ باپ کا آخر وقت
ہے اور دارا شکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مراد بخش نے گجرات مین تاج شاہی سر پر رکھا اور شجاع
نے بنگالہ مین خودسری کرکے ممالک بادشاہی جو اسکے حدود سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ وہ بنارس
تک آگیا اور دارا شکوہ نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو معہ نواب دلیر خان اور راجہ جے سنگھ کے اسکے
مقابلہ کو بھیجا جسکا مفصل قصہ ابھی اوپر بیان ہوچکا ہے اورنگ زیب نے یہ دانائی کی کہ نہ بظاہر دکن
مین تخت پر بیٹھا مگر درپردہ سب سامان تیار کیا اور باپ کی عیادت کا بہانہ کرکے دار السلطنت کو چلا
شاہجہان کو جب اپنے تینون بیٹون کی سرکشی اور خبرین معلوم ہوئین تو اسکو بجز دارا شکوہ کے اور
کسی کا اعتبار نہ رہا اسلیے جو دارا شکوہ کہتا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجہان دہلی سے آگرہ چلا آیا جب اورنگ زیب
برہانپور کیطرف روانہ ہوا تو اوسنے یہ سوچا کہ شجاع کیطرح اگر مراد بخش بھی دارا شکوہ کے لشکر سے مغلوب
ہوگیا تو اسکو بہت قوت ہو جائیگی لہذا اسکو ملانا چاہیے چنانچہ میل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم تم دونون
باپ کے پاس چلین اور دارا شکوہ مغرور و متکبر کو جسنے باپ کو تکلیف سے مقید کر لیا ہے دور کرین اگر ایسا نہ
کی تو دارا شکوہ کی عداوت سے ہم تم سلامت نہین رہینگے اور اس ملحد کے غلبہ سے کفر کا رواج
ترقی پاکر اسلام جاتا رہیگا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہین تم سلطنت کرنا غرضکہ مراد بخش اور اورنگ زیب
ہمخیال ہوکر ۲ رجب کو اثناے راہ مین دیپالپور کے قریب ہم لشکر ہوکے اورنگ زیب سے آملا
جب دارا شکوہ نے اورنگ زیب کے آنیکی خبر سنی تو اسنے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگھ کو دیکر
سد راہ ہونیکے لیے روانہ کیا اور راجہ نے دونون شہزادون کو اونکا انجام کار قریب اوجین کے جنگ

دارا شکوہ نے شکست پائی اس وحشتناک خبر کو سُنکر شہزادہ نہایت مضطر ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل ہوئی خوبی تقدیر سے اورنگ زیب غالب ہوا اور راجہ کو شکست ہوئی جب دارا شکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سُنی تو نہایت سراسیمہ ہوا اور ایک بڑی فوج جمع کی جسمین ساٹھ ہزار سوار تھے اور نیز خزانہ کا منہ کھولدیا اور خلیل اللہ خان کو سردار کر کے مقابلہ کو بھیجا شاہجہان نے علالت کی حالت مین دونون بیٹون کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ مین جانا چاہا بلکہ خیمہ بھی باہر نکالنے کا حکم دیا کہ دونون لشکرون کے درمیان میرا خیمہ کھڑا کرین مگر دارا شکوہ جانتا تھا کہ باپ کے جانے سے صلح ہو جائیگی وہ راضی نہوا بعض کہتے ہین کہ شایستہ خان نے عالمگیر کی بلند اقبالی اور جوہر ذاتی پر نظر کر کے شاہجہان کو منع کیا غرضکہ دارا شکوہ ۲۹ شعبان کو خود مقابلہ کے لیے گیا اور اکبر آباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جا کر خیمہ زن ہوا اس عرصہ مین جہان آرا کیطرف سے ایک خط اوسکا بخشی محمد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ الحمد للہ اب اعلیحضرت اچھے ہین اور عبادت الہی کر کے بندگان خدا کی رفاہ مین توجہ کرتے ہین اور ملکی انتظام مین مصروف رہا کرتے ہین تمکو اپنے ولی نعمت کے مقابلہ مین مسلمانونکی خونریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صف آرائی بمقتضاے اولی الامر منکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے جہان تک آگئے ہو وہین قیام کرو جو تمہارے دلمین باتین ہون آگاہ کرو تا کہ سب بادشاہ سے عرض کیجائین اور تمہارے کل کام کرا دیئے جائین ادھر خط پہونچا ادھر دارا شکوہ جنگ کو پہونچگئے عالمگیر نے اس خط کے جواب مین اپنا عریضہ قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا بھیجا حضرت ظل سبحانی کی خدمت اشرف مین یہ عرض ہے کہ جب ملکی و مالی اختیارات آنحضرت کے ہاتھ سے شاہزادۂ کلان کے ہاتھ مین آئے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیازمند کے ایذا اور آزار کے درپے ہوا اسوقت مین بیجاپور مین حسب الحکم معرکہ آرائی کر رہا تھا کہ اسنے سب امیرونکو حکم بھیجکر میرے پاس سے ہٹا لیا تا کہ مجھے ذلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہونچتا تو ہفت اقلیم مین کیسی بدنامی ہوتی مینے مصلحت وقت سے غنیم کی گوشمالی کر کے مطلب حاصل کر لیا اور صحیح و سالم نکل آیا دارا شکوہ نے میری طرف سے آپکا دل برا کیا جسونت سنگہ کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور کیخدمت کی حاضری سے مانع ہوا محمد شجاع کو سلیمان شکوہ کے ہاتھون سے ذلیل کرایا اب میرے

جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اجے سنگھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل مقابلہ کو دھولپور آیا ہے مگر مجھ صف شکن کے مقابلہ مین کامیاب نہو گا بہتر ہے
کہ وہ پنجاب مین اپنی جاگیر پر چلا جاوے اور مجھے حضور کیخدمت مین رہنے دے یہ عریضہ بھیجکر اورنگ
زیب اپنی فوج کی آراستگی مین مشغول ہوا۔ ۱۶ رمضان کو سموگڈھ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب
کے ہردو لشکر سامنے آئے اور پہر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد صالح
جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے اور داراشکوہ کے ہودہ
مین ایک آتش فشان بان گرا جس سے وہ گھبرا کر ہاتھی سے اوترا اور حالت اضطرابی مین بے ساز
گھوڑے پر سوار ہوا اس حال مین ایک خدمتگار اسکی کمر مین ترکش باندہتا تھا ایک گولہ کے
لگنے سے اسکا دایان ہاتھ اوڑ گیا اور خدمتگار مر گیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہو کر بھاگا
فوج بھی خالی ہودہ دیکھکر فرار کی فکر مین ہوئی داراشکوہ معہ اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبرآباد آیا اور
وہان اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرفیان لیکر باپ کو بغیر منہ دکھائے اندھیری رات مین
دہلی چلا گیا ادہر اورنگ زیب کی فتح ہوئی مراد بخش کا چہرہ کثرت زخمون سے گلرنگ ہو گیا تھا
اسکی مرہم پٹی کی گئی۔ ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سموگڈہ سے سواد اکبرآباد مین آگیا تمام ارکان
دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت مین حاضر ہوگئے شاہجہان نے اسی حالت مین اورنگ
زیب کو یہ خط لکھا کہ مینے علالت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشرف تمھارے دیکھنے کی آرزومند ہے
تمکو مجھ سے فرزانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت دامنگیر او سپر ایسے نزدیک ہو کر مجھسے نہین ملے۔
ملنے آؤگے تو البتہ دولت دوجہانی سے برخورداری پاؤگے افضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب
کے پاس گئے تو اسنے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قدمبوسی میرے لیے
رحمت پروردگار ہے مدتون سے اسوقت کا منتظر تھا اب مین اپنی مراد کو پہونچا حضور کے دیدار سے
آنکھونکو روشن کرونگا افضل خان خوش و خرم لوٹے باپ بیٹے کی سعادت منشی سے خوش ہوا دوسرے
روز شاہجہان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلوار تیموریہ جسکا نام
عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتین زبانی کہلا بھیجین جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہوئے تو قلعہ پر دارہ دلی

جنکو شہزادہ کا اتالیق بناکر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے علٰحدہ ہو گئے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل سے سمجھا یا کہ شاہجہان کا ارادہ آپکو قلعہ مین قید کرنے کا ہے اورنگ زیب
اوس وقت سے باپ کے بالکل خلاف ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آئے امر زبانی پیغام لائے
مگر یہ باپ سے صاف نہوا خلیل اللہ خان نے بھی جانبکی مخالفت کی اس موقع پر ایک فرمان شاہجہان
نے جو قابل دید ہے مگر بوجہ طوالت کے یہان نہین لکھا جاتا ہے اورنگ زیب کو بھیجا اوس کا جواب
اورنگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کرون تو بجا ہے اور کمال ارادت سے
دوڑ کر آؤن تو زیبا مگر بعض امور سے ایک طرح کا حجاب حضور سے ہو گیا ہے اور آپ کی طبیعت بلکہ ہو جانے
سے مجھے وہم نے مغلوب کیا ہے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھولدین اور میرے آدمیونکو
سپرد کردین تو تلافی تقصیر کے لیے حضور مین حاضر ہون اور کبھی ایسے امر کا روادار نہون جسمین حضرت
کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہونچی تو شاہجہان نے قلعہ کھولدیا اور شہزادہ محمد سلطان
نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان سنہ ۱۰۶۸ھ کو سب کارخانے ضبط کرکے مہرین لگادین اور شاہجہان بادشاہ کو
اپنے باپ کے حکم سے نظربند کرلیا اسحالت مین جہان آرا باپ کیطرف سے یہ پیغام لیکر بھائی کے
پاس آئین کہ حضرت ظل الٰہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ دارا شکوہ کو ملک پنجاب مع مضافات کے
عطا فرمائین اور مراد بخش کو گجرات اور شجاع کے پاس بنگالہ بدستور رہے اور ملک دکن محمد سلطان
کو عنایت کردین اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل ممالک محروسہ کی ولیعہدی کا منصب عالی
آپ کو مبارک ہو آپ اس بات کو قبول فرمائین اور غرضمندونکی بات پر نہ جائین بغیر کسی وسوسہ کے سلطنت
کیطرف تشریف لے چلیے اور اونکے خاطر مشتاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیجیے اورنگ زیب نے دارا شکوہ
کے عداوت کی شکایتین کین اور ان درخواستونکو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخرکار
بعد گفت وشنید کے اورنگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جانیکے لیے سوار ہوا شایستہ خان
اور شیخ میر نے سامنے آکر عرض کیا کہ حضور کا جانا عقل و دوراندیشی سے بعید ہے جب خدا کے فضل
سے قلعہ پر عمل دخل ہو چکا ہے اور اعلیحضرت کا اختیار و اقتدار کچھ نہین رہا تو کیا ضرورت کہ آپ اعمل
خطرمین جاتے ہین اس سمجھانے سے اورنگ زیب واپس چلا آیا بیگم صاحبہ کے جانیکے بعد جعفر خان وزیر

اس حالت کو دیکھکر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوسپر عجیب پریشانی وحیرت
کا عالم چھایا اوسوقت کمال اضطرابی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان
کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلاح ومشورت کرکے دلیر خان سے مدد
وشرکت چاہی دلیر خان نے یہ راے دی کہ الہ آباد سے
دریاے گنگا اوترکر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہوا میرے
بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانون کا ہے وہان
چلکر پٹھانون کو جمع کرکے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد
جو مقتضاے وقت اور مناسب حال ہو اوسپر عمل ہونا
چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہون شاہزادہ
سلیمان شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز اسکے

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل حکیم تقرب خان اور راے رایان راجہ رگھناتھ دیوان سلطنت معہ علاوہ نوابی سے کے
آگئے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا مسند پر شاہزادون کیطرح بیٹھا مگر نذرین شاہانہ طور
پر سب امرا و منصبدار ان سے لین پھر شان وشوکت کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہوکر دارا شکوہ کی حویلی
مین چلا گیا محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانون اور کارخانون توشہ خانون کو مہر کیا
۲۱ رمضان سنہ ۱۰۶۸ھ کو شاہجہان بالکل نظربند ہوگیا۔ اسکی تاریخ عاقل خان نے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار
کہی۔ جو بحساب ابجد بجبے کے تخرجہ سے صحیح آتی ہے۔

سلہ سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیرخان را طلبیدہ در صلاح کار مشورت نمود او موافقت مرافقت
خود را مشروط بر رفتن شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان ووطن افاغنہ است نمودہ متعہد گردیدہ کہ در آنجا سپاہ
از افغانان وغیرہ فراہم آوردہ ہرچہ صلاح باشد بعمل خواہد آمد سلیمان شکوہ قبول این گنگاش نمود راجہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب راجہ جے سنگھ والی جیپور کو جو دلیر خان کے بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو راجہ موصوف انکے پاس آئے اور بہت دوستانہ فہمایش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط رائے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ داراشکوہ عالمگیر پر کسیطرح غلبہ نہین پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلخ وغیرہ کی مہمات مین اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور چالون سے خوب واقف تھے اسلیے اونھون نے ہر طرح سمجھایا کہ سلیمان شکوہ کی شرکت مین بجز خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہین آخر مین فتح عالمگیر ہی کو حاصل ہوگی غرضکہ دلیر خان کو راجہ نے اونکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سلیمان شکوہ نے الہ آباد کیطرف سے شاہجہانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیر خان نے کچھ تمہید اٹھا کر معذرت کی اور راجہ جے سنگھ کے ساتھ اسی منزل مین رہ گئے اور شاہزادہ کے ساتھ کوچ نہ کیا چار ناچار شہزادہ الہ آباد گیا اور دلیر خان وہان سے چلکر

بقیہ حاشیہ صفحۂ ماقبل جے سنگھ چون برین معنے آگہی یافت دانست کہ دلیر خان از خامی و بے تجربگی سود و بہبود را از زیان نشناختہ نرد تدبیر غلط باختہ است بمقتضاے دوستی و مودتے کہ با او داشت با بلاغ نصایح دوستانہ و تذکار مقدمات عاقلانہ خان مذکور را ازین ارادہ فاسد کہ غیر از خانہ خرابی او و قبیلہ اش حاصلے نداشت باز آوردہ و در عزیمت و آوردن عتبہ عالمگیری با خود متفق و ہم داستان خود ساخت چون روز دیگر سلیمان شکوہ بنا بر قرارداد مذکور عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیر خان تمہیدے نمودہ با راجہ جے سنگھ در ہمان منزل ماند و دلیر خان سہ چہار روز پیش از ملازمت راجہ با یمن تسلیم بود و متعاقب بتقبیل عتبہ عالمگیری چہرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزاری ہزار سوار بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار و الا رتبہ گشت۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔ ردیف دال

راجہ جے سنگھ سے تین چار روز پیشتر سلیم پور اور متھرا کے مابین عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ جسمین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جمدہر مرصع تھا مرحمت کیا اور منصب مین ایک ہزار کا اضافہ کرکے پنجہزاری منصب اور پانچہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر ابتدا سے دلیرخان کی شجاعت اور وضعداری سے خوب واقف تھا اور دونون معرکونمین انکا ساتھ رہا تھا اسلیے اوسنے انکو خاص امرامین شامل کیا اسکے بعد دلیرخان اور شیخ میر کو معہ ایک لشکر کے داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا مین عالمگیر نے مرادبخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا خواستگار تھا اور اپنے ساتھ چتر و لوازمات شاہی علیحدہ رکھتا تھا ۴ شوال کو متھرا مین گرفتار کرکے شیخ میر اور دلیرخان کے سپرد کیا کہ سلیم گڈھ کے قلعہ مین پہونچا آو چنانچہ یہ دونون سردار معہ اپنی جماعت شہزادہ مراد کو لیکر شاہجہان آباد پہونچا آئے اور عالمگیر سے جب وہ کوچ کرتا ہوا

لہ چہارم ماہ شوال در قصبۂ متھرا در اوائل روز مرادبخش را دستگیر نمودہ بصواب دید راے صائب بعد از دو پاس شب آن تیرہ روز فتنہ انداز را بہ عمدہ فدویان دولتخواہ شیخ میر سپردہ و دلیر خان را با جمعے ہمراہ کردہ بقلعہ سپہر بنیاد شاہجہان آباد فرستادند کہ آنجا پابند زندان مکافات باشد عالمگیر نامہ ۱۳۸

چہاردہم خضر آباد و مرکز دائرہ اقبال گشتہ در روز دیگر کہ آنجا مقام بود شیخ میر و دلیرخان کہ چنانچہ گذارش یافت برسانیدن مرادبخش بقلعہ شاہجہان آباد متعین شدہ بودند شرف بساط بوس یافتند ۱۴۲ عالمگیر نامہ

سکہ دلیرخان بہادری طالع از بیعت و ہمرہی سلیمان شکوہ تخلف ورزیدہ بودشرف اندوز تقبیل سدۂ اقبال گشتہ بعطاے خلعت فاخرہ و اسپ با ساز طلا و شمشیر و جمدہر مرصع و باضافہ ہزاری ہزار سوار از منصب پنجہزاری پنجہزار سوار مطرح انظار مرحمت شدہ از عالمگیر نامہ صفحہ (۱۳۰)

خضر آباد پہونچا تھا شیخ میر و دلیر خان آکر سے ملے دلیر خان کی خیر خواہی و راستبازی
پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے انکے سپرد کیا۔ ۱۶ تاریخ رمضان کو
خضر آباد سے سندر باڑی کو جو ایک کوس دار السلطنت سے تھی عالمگیر نے کوچ کیا
اُسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ
راجہ جے سنگھ کو جاگیر مرحمت ہوئی اور سرکار لکھنو کی حکومت و فوجداری
ایرج خان سے نکالکر دلیر خان کو دیگئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان
کے فرزند جمال خان [illegible] ہوئی اور اس خدمت کے صلہ مین
جمال خان کو ہزاری منصب اور چارسو سوارون کی سرداری
سے سربلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے
فرائض کو نہایت کارگذاری سے انجام کو پہونچایا شجاعت اور لیاقت مین یہ مثل
اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر ۵ ذیقعدہ سنہ ۵ ج
کو جبکہ عید گلابی کا جشن تھا اور شاہزادون نے صراحیان بادشاہ کی خدمت مین گذرانی
تھین بادشاہ کو یہ خبر سنائی گئی کہ جمال خان پسر دلیر خان جو اپنے باپ کے نائب
تھے اور بسواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جوانمرگ انتقال کر گئے۔
جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو داراشکوہ اوسکے آنیکی خبر سنکر ۲۱ رمضان کو دہلی

سلہ و فوجداری سرکار لکھنو از تغیر ایرج خان به دلیر خان مفوض گشته جمال خان پسر دلیر خان مذکور به نیابت پدر بتقدیم
آن خدمت مامور و بمنصب ہزاری چارصد سوار سربلندی یافت صفحہ ۱۴۶ عالمگیر نامہ
سلہ و بعرض اشرف رسید کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ به نیابت پدر به فوجداری بیسواڑہ تعین یافتہ باجل طبعی روزگار
حیاتش سپری شد عالمگیر نامہ سال پنجم

سے لاہور روانہ ہوگیا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو جو معہ لشکر کے پٹنہ سے
آرہا تھا لکھ بھیجا کہ لاہور یا سرہند آکر مجھ سے ملجاؤ۔ جب عالمگیر دہلی پہونچا تو دارا شکوہ
سے میدان خالی تھا مراد بخش کو قید کرچکا تھا اب تخت نشینی مین اسکے کون حارج
تھا نجومیون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ مقرر کیا مگر اسے
دارا شکوہ کیطرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے
قلعہ مین جاکر حسب آئین خاندان کے مراسم شاہی ادا کرتا لہذا ساعت مقررہ پر اورنگ زیب[1]
عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب وسکہ اور جشن کو تو

---

[1] اورنگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی پیدایش ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ مین ہوئی اور مادہ تاریخ (آفتاب عالمتاب) ہے جب ۴۰ برس کی عمر مین ۱۰۶۸ھ کو تخت نشین ہوا تو ۴۰ عدد کی میم بڑھا کر آفتاب عالمتاب ام خود تخت نشینی کی تاریخ نکالی اور خطاب (ابو المظفر محی الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اختیار کیا۔ عالمگیر ایک تلوار تھی جسکا نام مبارک فال سمجھکر لقب مین شامل کیا گیا۔ اورنگ زیب نہایت دیندار بادشاہ تھا اعمال وعقائد حنفی تھے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریف کے جاری کرتا ہر ہفتہ مین تین دن دوشنبہ جمعرات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے خورونوش کے لیے اپنے ہاتھ سے کسب کرتا ٹوپیان بناکر اور قرآن لکھکر گذر اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد مین آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوۃ شرعی صرف خاص سے دیتا وقرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھکر مدینہ منورہ ومکہ معظمہ بھیجے جسمین ایک ایام شاہزادگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرفہ سے مطلا ومذہب کیا گیا تھا گانا کبھی کبھی سنتا تھا مگر فرط پرہیزگاری سے آخر عمر مین وہ بھی مزامیر کے ساتھ ترک کردیا لباس نامشروع زروجواہر کا بھی نہین پہنتا تھا بدعت اور آئین جہالت مٹانے اور احکام دین کے جاری کرنے مین ہمیشہ کوشان رہتا کوئی لفظ فحش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دیتا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہین کیا جو ممتاز ہندو خوشی سے مشرف باسلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ خود اپنی زبان سے تلقین کرتا تھا۔ اورنگ آباد دکن سے اکبر آباد تک اور لاہور سے کابل تک اسنے امن ورحمت رسانی

جلوس ثانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی مین امرا

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل کیواسطے سڑکین بنوائین اور بادشاہی خزانہ سے مسجدونکا خرچ مقرر کیا
شاہجہان کے عہد مین اونتاسی ہزار روپیہ ایام متبرکہ مین خیرات ہوتے تھے اسنے ایک لاکھ انچاس ہزار
روپے مقرر کیے تمام قصبات مین مدرسے اور اسمین طلباء کے لیے علما و فضلا متعین کیے شیخ نظام
کو میر مجلس مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرف کرکے مسائل فقہ کے رفع اختلاف کے لیے فتاواے عالمگیری
لکھائی خود ہمیشہ کتب حدیث وفقہ اور تصنیفات امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق
و شکستہ خط خوب لکھتا تھا۔ ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت ادا کرتا اعتکاف
کرتا فارسی انشا پردازی مین کمال ملکہ رکھتا تھا چنانچہ اسکے تصنیف مین دفتر دانش کلمات طیبات
دستور العمل آداب عالمگیری رقعات عالمگیری ہین وہ اپنے ہاتھ سے چند سطرین بلاناغہ روز لکھتا
علاوہ فارسی کے ہندوؤن سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ دلچسپی خود نہ لیتا مگر شعرا کے
شعر بہت قدردانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر کہتا اور بیٹونکو بیاض مین اشعار لکھا دیتا تھا چنانچہ یہ
شعر اسی کا ہے ؎ غم عالم فراوانست و من یک غنچہ دل دارم چہ سان در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیابان را
بیٹونکو مذہبی اور فنون سپہگری کی تعلیم دلاکر بیکار رہنے نہ دیتا تھا ہمیشہ با وضو رہتا اور تخت نشینی
کے باوجود کثرت مشاغل حکمرانی کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی تاریخ (لوح محفوظ) نکالی گئی حرم سرا مین
لڑکیون کے لیے عقائد دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم مقرر کی ہر مستغیث کو اختیار دیا گیا کہ بلاخوف بادشاہ
تک آکر فریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالش کر سکتا ہے اطراف ممالک مین کوئی صوبہ دار
و عامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہین دے سکتا تھا اکثر اوقات جرائم پر متحمل ہوتا اور قصور
معاف کر دیتا اور سزا دینے مین تامل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی اسلیے ہمیشہ بیٹون کے حالات
پر نظر رکھتا اور انکے مخفی واقعات خفیہ نویس مقرر کرکے دریافت کرتا جب انکو فوج دیکر بھیجتا تو انکے ساتھ
معتمد اتالیق بھیجتا کہ وہ ہمیشہ قابو مین رہین اور جزئیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے
پوشیدہ نہ رہتی دکن مین بیٹھتا مگر پچھم و پورب کے اطراف کی خبر رکھتا حکام کو احکامات خود لکھتا تمام

کو خلعت و انعام سے مالامال کیا منجملہ اونکے دلیر خان کو خلعت اور اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جزو کل کے اخبارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حرف
بحرف پڑھتا ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چار و نطرف کان لگائے رکھتا استقلال و حمیت کا یہ
عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو خدا کی مدد پر نظر کر کے ثابت قدمی کرتا چہرے سے
خوشی و ملال دونوں کے آثار ظاہر نہوتے ضعیفی کے زمانہ مین دکن کی دشوار گذار پہاڑیون مین لشکر
کشی کرتا گویا جفا کشی کا پتلا تھا کسی تکلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبراتا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے
حکم کے قدم نہ اوٹھا سکتا امیر نذرین دیتے اور بیش بہا خلعت پاتے شاہجہان کے خزانہ مین چھ کروڑ
سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر اورنگ زیب نے تیرہ کروڑ روپیہ چھوڑا آمدنی و خرچ برابر ہی رہا کرتا
تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے صد ہا مہمات اور لاکھون سپاہیون اور امیرونکی تنخواہ
مین خرچ ہو جاتی تھی۔ صبح صادق سے عالمگیر اوٹھتا اور مسجد مین جا کر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و وظائف
مین مشغول ہوتا بعدہ تخت عدالت پر بیٹھکر ستم رسیدون کا انصاف کرتا ولیم ہائینس عالمگیر کی آمدنی
پچاس کروڑ لکھتا ہے شاہجہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بیجاپور و ریاست گولکنڈہ وغیرہ
اسنے فتح کر کے ممالک خالصہ مین داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی تھی ہندوستان
مین جتنے مسلمان گذرے ان سب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا پچاس برس
تک بڑے کروفر اور شان و شوکت سے سلطنت کی اسکو مجبوری باپ سے سرتابی کرنا پڑی اگر
یہ نہ کرتا تو دارا شکوہ اسکو کب چین سے بیٹھے دیتا پہلے اسکی نیت باپ کی نیابت کی تھی اور باپ کو
بدستور بحال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہجہان کے دل سے دارا شکوہ کی محبت نہین جاتی
تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سبکو قتل و قید اور شاہجہان بادشاہ کو معزول کیا اگر دارا شکوہ یا
دوسرے بھائی اسپر غلبہ پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ یہی برتاؤ کرتے جو اسنے بھائیون کیساتھ کیا
یہ اپنی خودکامی اور چالوں پر شرعی حجتین بھی قایم کرتا تھا اسکی عمر کا آدھا حصہ دکن کے فتوحات اور مرہٹوں کے

عـــہ دلیر خان بعنایت خلعت و فیل با مادہ فیل سربلند گردید صفحہ ۵۷۰ عالمگیر نامہ

ساتھ ہاتھی وہتنی عنایت فرمائے جلوس[1] کے بعد عالمگیر نے دارا شکوہ کے استیصال کیطرف توجہ کی پہلے میر ملک حسین خاطب[2] بہ بہادر خان کو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خلیل اللہ خان کو ایک اور لشکر دیکر اور شہد کا سپہ لار

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل قلع وقمع مین صرف ہو گیا اسکے عہد مین راجپوت بگڑے مگر اسنے انکو مطیع کر لیا اسکے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیان تھین جسکا تذکرہ راقم نے کمال الدین خان کے حالات مین بشرکت معرکہ شاہ عالم اور محمد اعظم درج کیا ہے اولاد کا لائق وقابل ہونا اسکی حسن تربیت کا نتیجہ تھا بالآخر ۲ ذیقعدہ ۱۱۱۸ہجری روز جمعہ کو پہر دن چڑھے ۵۰ برس حکومت کر کے ۹۱ برس کی عمر مین اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا حسب وصیت نعش احمد نگر سے اورنگ آباد بھیجی گئی اور شیخ زین العابدین علیہ الرحمہ کے مقبرہ واقع خلد آباد مین اس قبر مین جو اسنے اپنے حین حیات بنوالی تھی دفن کیا گیا اسکی قبر کا چبوترہ سنگ سرخ کا ہے جسکا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہے قبر کے تعویذ مین ریحان بوتے ہین تجہیز وتکفین کے لیے ساڑھے چار روپے ٹوپیون کی سلائی کے جو بچے تھے وہ حسب وصیت خرچ کیے گئے اور آٹھ سو پانچ روپے اجرت قرآن نویسی کے جو حاصل ہوئے تھے مساکین کو تقسیم کیے گئے بعد وفات کے لقب خلد مکان مقرر ہوا (روح وریحان جنت نعیم) تاریخ رحلت نکالی گئی۔

[1] اس جلوس کی خوب خوب تاریخین نکالی گئین چنانچہ سید عبد الرشید نے آیت کریمہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) سے لاجواب مادہ نکالا میر جعفر خراسانی نے (شہنشاہ فلک اورنگ) اور دیگر شعرا نے (سزاوار سریر بادشاہی) لکھین۔

[2] یہ بہادر خان دلیر خان کے بھائی تھے انکا شاہجہان کے عہد مین انتقال ہو چکا تھا یہ خطاب عالمگیر نے راجہ جسونت سنگھ کے معرکہ مین میر ملک حسین کو دیا تھا یہ فدائی خان کے جو میان دوآب کے فوجدار تھے بھائی تھے رفع مغالطہ کے لیے صراحت کر دیگئی۔

* * * * * * * * * * * *

کرکے روانہ کیا کہ بہادر خان کے لشکر سے ملجاؤ اور وہ قوی پشت ہو جا جب
عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہردوار کیطرف آگیا ہے اور اپنے باپ کے
پاس جانیوالا ہے تو اُسنے دلیر خان کو سدّ راہ ہونے کے لیے بھیجا اور اونکے
ساتھ اونکے بھتیجے دلیر ہمت خان جو نواب بہادر خان مرحوم کے بیٹے تھے
اور شیخ میر وصف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سبکو خلعت اور گھوڑے
عنایت کیے اس مہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوے اور اُسی تاریخ
کو خود عالمگیر کرنال گیا اور وہانسے ۲۰ ذیقعدہ کو کوچ کرکے روہرو پہونچا بوجہ
برسات آگے جانیکے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان
سلیمان شکوہ کے قریب پہونچے تو وہ ہردوار کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریاے
گنگ سے اوترنیکی فکر مین تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور کوہستان
سری نگر کیطرف عاجز ہوکر چلا گیا ۲ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ
کی مہم سے فرصت کرکے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہو گئے ادہر عالمگیر تو یہ انتظام
کر رہا تھا اودہر دارا شکوہ دہلی سے لاہور پہونچا اور وہان شاہی خزانہ اور توپخانہ
اسلحہ خانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کرور روپیے کے قریب اسکے پاس دولت
ہو گئی تھی اسلیے وہ سپاہ کی فراہمی مین مصروف ہوا مگر اُسکا یہ خیال تھا کہ جب تک
برسات ختم نہوگی دریاے ستلج حائل ہے عالمگیر یہان نہ آسکیگا لیکن عالمگیر نے
کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اسنے امیرونکو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد
خود پنجاب جانیکا قصد کیا جب دارا شکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو داؤد خان
پانچہزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریاے ستلج کے گھاٹ بند کرکے عالمگیری لشکر کو روک دے

اس ضمن مین دارا شکوہ نے کوئی تدبیر اوٹھا نہ رکھی تمام امیرونکو اپنی طرف رجوع
ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ مین اشتعال دلاکر عالمگیر کے مقابلہ
پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتون کے دارا شکوہ عالمگیر سے شکست کھاکر ایسا
خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد
کرتا تھا بدینوجہ بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہوکر عالمگیر کیطرف آنے لگے
دارا شکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہوگئے تھے باوجودیکہ داؤد خان
سدّ راہ تھے مگر بہادر خان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستلج کے پار اوتر گئے
جب یہ خبر دارا شکوہ نے سُنی تو اُسنے داؤد خان کو بلایا اور دریافت حال کرکے
دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ
خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجین دریاے بیاس کے اسطرف
آگئی ہین اور عنقریب دارا شکوہ بھی لاہور سے آنیوالا ہے عالمگیر نے اُسوقت
دلیر خان اور راجہ جے سنگہ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ
جب تک یہ دونون سردار معہ لشکر کے تم سے نہ آملین تم جس جگہ ہو وہین ٹھہرنا۔
۲۹ ذیقعدہ کو دلیر خان موضع گڈھ سارنگ مین خلیل اللہ خان سے جا کر ملے
جب یہ بادشاہی لشکر پہونچگیا تو دارا شکوہ پر رعب چھا گیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ
کو لاہور سے مع سپہر شکوہ کے ملتان چلا گیا اور داؤد خان کو کشتیان وغیرہ
غرقاب کرنیکے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ دلیر خان اور خلیل اللہ
خان وغیرہ لاہور مین قیام نہ کرین اور بلا توقف دارا شکوہ کا تعاقب کرکے اسکا
قدم کہین نہ جمنے دین یہ حکم سنکر دلیر خان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر مین داخل نہوے اور ۱۱ ذی الحجہ کو ایک روز اور قیام کر کے
آگے روانہ ہوگئے اور خواجہ صادق بخشی کو جو داراشکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا
اُسکی دلجوئی کر کے عالمگیر کے پاس بھیجدیا خزانے اور سامان جو داراشکوہ کے
چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہوگئے اسپر بھی توپین اور اجناس کے علاوہ ایک
کرور سے زائد روپیہ داراشکوہ اپنے ساتھ لیگیا اب اسوقت اسکے پاس چودہ ہزار سوار
تھے داراشکوہ آٹھ روز ملتان مین رہ کر بھکر کیطرف روانہ ہوا۔ ۷۔ محرم کو عالمگیر بھی
دریاے راوی سے اوتر کر جہان سے ملتان تین کوس پرہے جاکر خیمہ زن ہوا دلیر
خان اور خلیل اللہ خان معہ چند دیگر امراکے جو بموجب حکم شاہی ملتان مین ٹھہر
ہوے تھے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر شرف حضوری سے
مشرف ہوے اسی زمانہ مین کابل کے وقائع نگار نے لکھا کہ دلیر خان
کے بھتیجے جنکا نام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بڑے
بیٹے تھے اور صوبہ کابل مین کمکی فوج مین تعینات تھے جوانمرگ
انتقال کر گئے انکا سن جوبین پچیس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے ملال
کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا اور
دارالخلافت کا عازم ہوا صف شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے
بھیجے جاچکے تھے مگر اس خیال سے کہ داراشکوہ توپخانہ و خزانہ و سپاہ بکثرت
رکھتا ہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ داراشکوہ کے

سلہ واز وقائع دار الملک کابل معروض بارگاہ خلافت گردید کہ دلاور خان لہ بہادر خان دہلاز کومکیان
انصوبہ بساط جہان در نوردید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ تیہور کے قلعہ دار بھی رہے تھے۔

تعاقب کے لیے بھیجا اوسوقت دلیرخان کے ساتھ اسکے بھتیجے ہمت
خان اور دوسرے دلیرہمت خان اور دیگر اشخاص قباد خان و شرزہ خان و نگلی
خان و پردل خان وغیرہ تھے روانگی کیوقت دلیرخان کو خلعت مین ایک
ہاتھی اور جمدھر مینا کار مرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال
خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب داراشکوہ ملتان سے بھکر کیطرف
روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیرخان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ جمنے
دیا اثنائے راہ مین صالح گرز بردار اسی ہزار اشرفیان اور دیگر سامان ضروری بادشاہ
کیطرف سے لیکر پہونچا بھکر مین داراشکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان
و شیخ نظام و میر عزیز و سید تاتار و سید جواد بخاری چار ہزار آدمی لیکر اوس سے
علیحدہ ہو گئے اور عالمگیری لشکر سے ملگئے اور داراشکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ
قندھار چلا جائے مگر اوسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہوئے آخر وہ سیوستان
ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہان سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر جگہ
داراشکوہ کے لشکر کو شکستین دین اور کشتیان و سامان چھین لیا ٹھٹھہ مین عالمگیر
کا فرمان[1] دلیرخان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تعاقب کر کے فوراً بدولت
کے حضور مین چلے آؤ یہان دوسرے اہم کام درپیش ہین اس سفر مین دلیرخان

---

[1] یرلیغ لازم الامتثال بنام شیخ میر و دلیرخان پرتو ورود افگند کہ ترک تعاقب نمودہ بر جناح سرعت و استعجال خود
بہ پیشگاہ جاہ وجلال رسانند کہ کارہاے اہم درپیش است بنابرآن شیخ میر و دلیرخان ہشتم ماہ ربیع الثانی
از بھکر کوچ کردہ بر جناح استعجال روانہ پیشگاہ خلافت گردید و بست و پنجم ماہ جمادی الاول اخلاص کیش
شیخ میر و دلیرخان بموکب گیہان ستان پیوستہ سعادت پذیر ملازمت اکسیر خاصیت گردیدند و عاطفت
بادشاہانہ بریک ابطائے خلعت خاص و اسپ باساز طلا اختصاص بخشید۔ ۲۹۵ عالمگیرنامہ

کو بڑی محنت اوٹھاتا پڑی اکثر دشوار گذار جنگل جسمین منزلون آبادی و پانی کا نام نہ تھا طے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپایے ضایع ہوگئے اور لشکر کے خزانہ مین بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نرہا تھا بالآخرہ ربیع الثانی کو دلیرخان اور شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافت آگرہ کیطرف روانہ ہوے اور ۲۵ تاریخ جمادی الاول کو خان شہامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے جبکہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کجھوہ مین شکست دیکر واپسی مین شکار کھیلتا آرہا تھا شرف اندوز ملازمت ہوے بادشاہ نے دلیرخان اور شیخ میر کو الطاف شاہانہ سے خلعت خاص و اسپ معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔

اس عرصہ مین دارا شکوہ نے گجرات مین میدان خالی پاکر اور وہانکے صوبہدار شہنواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہموار کرکے مراد بخش کا ساز و سامان اور دس لاکھ روپیہ اپنے تصرف مین کیے اور ولایت گجرات مین ایک ماہ سات روز رہکر بائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کرلیا اور جنگ کے لیے آمادہ ہوا۔ اسی درمیان مین اُسنے شجاع کے مقابلہ مین عالمگیر کے شکست پانیکی خبر غلط سنی اور اجمیر کا ارادہ مصمم کردیا ادہر عالمگیر دارا شکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کیطرف بڑہا ۱۹ جمادی الثانی کو قصبہ تودہ آگیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری قصبہ تودہ کے قلعہ مین رکھے جائین چنانچہ حسب الحکم راجہ راے سنگہ کو خلعت دیکر قلعہ کی محافظت سپرد کی گئی اسوقت [1] دلیرخان کو خلعت مین گھوڑا معہ ساز طلائی کے

---

[1] درین ہنگام دلیرخان بمرحمت اسپ باساز طلا و بہادل خان بعطاے خلعت دلیرخان ولد بہادر خان روہلہ بمرحمت اسپ سرفرازی یافتند۔ ۳۰۵ عالمگیر نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بھتیجے دلیر ہمت خان کو ایک گھوڑا اور
پردل خان کو خلعت عنایت ہوا۔

جنگ اجمیر میں نواب دلیر خان کا عالمگیر کیطرف سے داراشکوہ کو شکست دینا

داراشکوہ نے اجمیر[1] میں دو پہاڑوں کے درمیان جو ایک درہ تھا اس میں اپنا لشکر ڈالا
اور اسکے ہر دو جانب دیوار اٹھا کر راہوں کو بند کر دیا اور توپوں کو قاعدہ سے لگا کر نہایت
مستحکم پناہ بنائی ادھر عالمگیر جمادی الثانی کو اپنا لشکر جرار لیکر تالاب رامسر پر اترا اور
دوسرے روز موضع دیورائی میں جہاں سے اجمیر تین کوس تھا خیمہ زن ہوا اور لشکر
کو ترتیب دیکر دلیر خان اور راجے سنگہ کو ہراول فوج یعنے مقدمۃ الجیش کیا
جب دونوں لشکر مقابل ہوے عالمگیر نے حکم دیا[2] کہ شیخ میر اور دلیر خان مع
دلیر ہمت اور رنمست اپنے بھتیجوں کے لشکر سے آگے بڑھیں اور توپخانے کے نزدیک
جاکر دشمنوں کے گھات اور حملہ سے خبردار رہیں حسب الترتیب چار روز تک

---

[1] در جنگ اجمیر کہ داراشکوہ سرتاسر دو کوہ دیوار استوار برآوردہ سد سدید و حائلے محکم در پیش دو داشت و جابجا توپ و تفنگ
و سائر آلات نبرد و ادوات جنگ نصب کردہ از سر جمعیت خاطر در پناہ حمایت دیوار ہمت بمدافعت و محاربت
میگماشت جنود عالمگیری را یورش بر مورچالش صورت نمی بست۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیر خان۔

[2] و از کمال دور بینی و حزم بادشاہانہ حکم اشرف صادر شد کہ عمدہ نوئینان عقیدت منش شیخ میر بالشکر التمش
و دلیر خان با دلیر و رنمست پسران بہادر خان روہیلہ از عسکر ظفر قرین پیش رفتہ نزدیک توپخانہ مہیاے رزم
و پیکار از عدو دست برد مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ

برابر لڑائی رہی میدان جنگ میں حرب و ضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک
فریق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیشقدمی نہین کرنے دیتا
تھا چونکہ داراشکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان مین تھے اور قلب لشکر کا مقام
نہایت محفوظ و مستحکم تھا اسلیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہین چلتی تھی اور داراشکوہ
کا پلہ بھاری تھا چوتھے روز یہ حال دیکھکر شب مین اورنگ زیب نے اپنے
جان نثار امیرونکو بلاکر تاکید کی کسیکو غیرت دلائی اور کسیکی خلعت و انعام سے ہمت
بڑھائی غرضکہ ۲۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب سے پہلے دلیرخان
توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوے اور دشمنون کیطرف
اپنی دلیری و جرات سے علم بلند کردیا اسکے بعد شیخ میر مع اپنے ہمراہیون کے بائین
جانب سے سوار ہوکر دلیرخان سے آگے بڑھے دونون سردارون نے باہم اتفاق
کرکے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پہاڑی کیطرف تھا حملہ کیا اور ان دونون
تہمتنون نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفون کے حواس بگاڑ دیے
انتہاے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوے اور کمال مردانگی سے صفین
الٹتے ہوے شیر کیطرح غنیم کے مورچہ مین گھس گئے مخالفت کی فوج دوسرے

سلہ نخست دلیرخان از دست راست توپخانہ با فوج خود سوار شدہ و باستظہار اقبال دشمن مال عدو جان لواے جرات
و دلیری بجانب آن جسارت کیشان برافراخت و بعد از دو بدہ نوبیان عقب تمند شیخ میر با ہمراہان خویش از دست
چپ سوار شدہ باو پیوست باتفاق شیخ میر و دلیرخان بمیامن ہمت اخلاص پرور باتفاق یکدیگر بر مورچال
شاہنواز خان کہ بسمت کوکلہ پہاڑی بود حملہ آور گشتند و بازار کارزار گرمی پذیرفت این دو تہمتن بقدم
شجاعت و مردانگی داخل مورچال شدہ تیغ خون آشام بقصد دشمنان بدفرجام از نیام
قہر و انتقام کشیدند شیخ میر بکار آمد و دلیرخان کوششہاے مردانہ و تلاشہاے دلیرانہ کردہ زخم تیرے
بر دست خورد ۔ ماثر الامرا تذکرۂ دلیرخان ۔

مورچون سے شہنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو مہلت نہین دیتے تھے اور وہ اسحالت کو دیکھکر قدم آگے نہین بڑھا سکتے تھے۔

داراشکوہ کے لشکر مین زلزلہ پڑگیا بالآخر شہنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہوگئی اور خود دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ مین آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برسائی اور جدال و قتال مین نہایت کوشش کی اس ہنگامہ مین شیخ میر مارے گئے اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اوسوقت اونھون نے ایسی جنگ مردانہ اور حملہ دلیرانہ کیے کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیر انکے ہاتھ سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اوسکے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے نکلگیا اور وہ اسی کاری زخم سے مرگیا اور شاہنواز خان بھی اسی معرکہ مین ایک تیر کے نشانہ ہو کر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اور شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نرہے تو انھین نے میدان لیا تھا اس[1] جانستان مہم مین بجز دلیر خان و شیخ میر کے

---

[1] وچنانچہ گذارش یافت از جنود نصرت طراز سوای فوج شیخ میر و دلیر خان لشکرے دیگر بجنگ نہ رسیدہ محمد شریف میر بخشی داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے بشکم رسیدہ از پشت گذر کرد بہمان کاری زخم در گذشت و دو سپہداران موکب کیہان ستان کسیکہ مصدر خدمت شایان و جانفشانی نمایان گشتہ توفیق اداے حق عبودیت دریافت آن دو سردار دلیر شہامت آثار بودند و بعد از اتمام جنگ و پیکار کہ نسیم فیروزی بر شقہ اعلام مبارزان ظفر اعتصام و در زیدہ اقدام ثبات خصم تیرہ سر انجام لغزش پذیرفتہ راجہ جے سنگہ از عقب رسیدہ ضمیمۂ آن فوج منصور گردید صفحہ ۴۲۳۔ عالمگیر نامہ

کوئی بادشاہی لشکر سے مقابلہ کو نہ نکلا جب فتح ہو چکی تو راجہ جے سنگھ آئے اور امیر الامرا اور اسد خان اور ہوشدار خان اپنے لشکر سے سوار ہوئے چنانچہ خود تاریخ شاہی موسومہ بہ شاہنشاہ نامہ و عالمگیر نامہ وغیرہ مین مفصل حال لکھا ہوا ہی اس معرکہ کے متعلق تلوار کی تعریف مین بادشاہی منشی محمد کاظم مصنف عالمگیرنامہ یون لکھتا ہے ؎

چنان تیغ را بود شوق مصاف
کہ چون برق جستی ز ابر غلاف

غضب آنچنان کرد در مرد کار
کہ رگ شد بہ تن فتیلۂ تابدار

چو سر پنجہ از دست میشد رہا
ز کین دست گشتی پرو سے ہوا

پلارک بہ دوشے نہ پیوستہ بود
کہ برقش ز ابر بغل جستہ بود

دارا شکوہ[۲] اپنے محلات اور بیٹے سپہر شکوہ اور کچھ خزانہ اور سامان ضروری لیکر ہمرہ

---

[۱] آخر کار اثر فتح و وزیدن نسیم فتح از جان نثار نمودن شیخ میر و جلادت دلیر خان افغان بود کہ باظہار جلادت در مقابل صدمات بہادران مورچال دارا شکوہ کہ متصل گولہ توپ و بان و حقہ آتش دآاستہ جان ستان می بارید باوجود جمع کثیر از جان بازان ہردو امیر بکار آمدند اصلا ملاحظہ جان خود نمودہ در مقابل آمدہ سیدہ وار بوش رسیدہ تا لب ہائے توپ از ہر شگاف کہ با صدا کوہ دہل شکافتہ باعث تزلزل دل از اہل مصاف گردیدہ بود از ہجوم مبارزان پیش قدم پر شدہ و چندان سر و تن پامال سم سمندان دلاوران گشت کہ نشان از سر مورچال آنہا پیدا نبود تا آنکہ دو زخم گولی و تیر بر دست دلیر خان رسید دست از دست رفت اور از ترددیا زداشت یا زہر جرم آمدہ بر آمد کوتاہی ننمود دست از جنگ باز نہ داشت ؎ ز نگیخت ز رہ چو بارندہ میغ ہ تگرگش ز پیکان و باران تیغ ہ بر آمد ز قلب دو لشکر خروش ہ رسید آسمان را قیامت بدوش ہ در آمد دو دریا بجوشش چو ابر ہ زہر پشتہ سر برون زدہ ہزبر صفحہ ۲۸۴ و ۲۸۶۔ شاہنشاہ نامہ قلمی

[۲] دارا شکوہ کی باقیماندہ سرگذشت یہ ہے کہ بعد شکست جنگ اجمیر کے وہ گجرات پہونچا اور وہان سے قندہار جانا چاہتا تھا مگر ملک جیون جو اسکا احسانمند تھا اسنے اپنی جاگیر دادر مین اسکی پیشوائی کرکے

فیروز میواتی کے چھکے سے احمد آباد کیطرف مفرور ہوا اور بھیرز و سرداروں کے کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اپنے یہان جہان ٹھہرایا انھین ایام مین اسکی بیوی نادرہ بیگم دختر خسرو پرویز جو اسکی
تباہی کے الم مین مسلول ہو کر مری تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نعش لاہور مین میان میر اپنے
پیر و مرشد کے مزار کے قریب دفن ہونیکو بھیجی اور یہ غلطی کی کہ اپنے کل بہتر سوار معہ جان نثار گل محمد کے
اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھیجدیے چند خدمتگار اپنے پاس رہنے دیئے ملک جیون مہمان کش
احسان فراموش نے طمع دنیا سے دارا شکوہ کو مقید کرکے عالمگیر کے پاس بھیجدیا جب دارا شکوہ
اور ملک جیون دہلی پہونچا تو اہل دہلی نے ملک جیون بے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر
اسکو اینٹ پتھر سے مارا اور بڑا ہنگامہ پیش آیا بالآخر حسب الحکم عالمگیر کے دہلی کہنہ موسومہ خضر آباد
مین سیف خان اور نظر بیگ چیلہ کے ہاتھون سے دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ ہجری کو قتل ہوا اور اسکا
نعش ہمایون کے مقبرہ مین دفن ہوا اسکا بیٹا سپہر شکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور ۱۰۷۰ھ مین سلیمان شکوہ
سری نگر سے مقید ہو کر آیا اور مراد بخش کے پاس قلعہ گوالیار مین وہ بھی بھیجا گیا دارا شکوہ کی عمر ۴۴ سال چند
ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدایش ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ کو اجمیر مین ہوئی تھی۔ اسکے بعد مراد بخش نے جب
قلعہ سے پھاندنا چاہا تو حسب ایماء عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعوے
پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراد بخش نے دیوان علی نقی کو قتل کیا تھا اسکے
فرزند نے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراد بخش نے اورنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی
پیر و مرشد جہان و جہانیان سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہود و پیمان بعید در نظر داشتہ
از خون این نامراد در گذشتند نقصان بدولت سلطنت والا نداشت اگر خواہ نخواہ توجہ اشرف مصروف
برین است کہ وجود بے سود این ضعیف در میان نباشد مواجہ این قسم مردم کم مایہ چہ لطف
دارد ہرچہ خواہند بکنند۔ مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت مین اسکا کچھ خیال نہ کیا۔ آخر کار مراد بخش قصاص مین
قتل ہوا تاریخ قتل یہ ہے ع اے وائے بیرحمانہ کشتند ۱۰۷۲ھ۔ ششم جلوس مین شاہجہان
کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ مین کوئی دعویدار سلطنت باقی نہ رہا اور وہ دلجمعی سے حکومت
کرنے لگا۔

اور بڑا سردار اوسکے ساتھ نہ جاسکا۔ غرضکہ ماہ جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ مین عالمگیر کو
یہ فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے
مقتولون کی تجہیز و تکفین سے فرصت کرکے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔
۹ تاریخ کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیرخان جو تیر کا زخم ہاتھ پر
کھائے ہوے تھے اس منزل مین بادشاہ کی خدمت مین آکر
حضوری سے مشرف ہوے بادشاہ نے کمال عنایت سے[1]
دلیرخان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے
اور انکے منصب مین جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار
دو اسپہ سہ اسپہ کیے۔
انکے بھتیجون کو بھی جنمین رستم خان و دلیرہمت خان تھے گھوڑے اور خلعت سے
سرفراز کیا اور دلیرہمت خان[2] کے جنکا منصب ہزاری و ہزار سوار کا تھا دو سو سوار
دو اسپہ سہ اسپہ ہوے۔

---

[1] نہم موکب جلال از قصبۂ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آنجا مقام درین منزل دلیرخان کہ در جنگ زخم
تیر برداشتہ بود عزبوس دریافتہ بعنایت خلعت و شمشیر و انعام پنجاہ ہزار روپیہ نوازش یافت و منصبش کہ پنجہزاری
پنجہزار سوار بودہ یکہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۳۷۔

[2] دلیرہمت خان ولد بہادر خان روہلہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب داشت دو صد سوار از تابینان او
دو اسپہ سہ اسپہ شد عالمگیر نامہ دلیرہمت خان بعد تبدیلی عبدالعزیز کے نرہار کے فوجدار ہوے اور بوقت
تقرری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوے افغانان یوسف زی کے معرکہ مین انہون نے
خوب معرکہ آرائی کی تھی سنہ ۱۰ جلوس مین یہ خلعت فوجداری مرادآبادی سے سرفراز ہوے انکیا بادشاہ نے
انکے ہاتھ راجہ جے سنگہ کو خلعت خاص بھی بھیجا تھا۔

جب اورنگ زیب کوچ کرتا ہوا دہلی پہونچا تو جملہ مراسم جشن وخوشی کے جو جلوس
ثانی پر ملتوی رکھے گئے تھے ۲۴ ماہ رمضان سنہ ۱۰۶۹ ہجری کو تخت سلطنت پر
جلوس کرکے ادا کیے اس جلوس کی تاریخین فضلائے[51] پائے تخت نے
نکالین امرا و شعرا انعام و اکرام سے مالا مال ہوے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی
کے جشن مین دلیرخان[52] کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چندان ہار
مرواریدی مرحمت کیا دلیرخان[53] نے اشیائے نفیس و جواہرات
بادشاہ کے حضور مین گذرانے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔
انھین ایام مین[54] دلیرخان کو انکی جاگیر پر جانے کی رخصت دیگئی۔
اور اُسکے ساتھ دلیرخان کو چالیس گھوڑے جنمین دس عراقی اور تیس
ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

۵۱ چنانچہ عزیز اللہ خلف ملا ہاتفی مجلسی اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یوتیہ من یشاء
اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ و تاج بادشاہان۔ لکھی

۵۲ و بہ دلیرخان خلعت و شمشیر با ساز مرصع با علاقہ مروارید مرحمت شدہ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۹۵

۵۳ و محمد امین خان میر بخشی و دلیرخان و اصالت خان و مرتضی خان و امیرخان و اسد خان و فیض اللہ خان و
جمعے دیگر از امرائے عظام و عمدہائے بارگاہ سپہر احترام پیشکشہا از نفایس جواہر و دیگر رغایب و نوادر گذرانیدند
عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۰۔

۵۴ درین ایام دلیرخان رخصت جاگیر یافتہ بمرحمت دہ اسپ عراقی و سی اسپ ترکی سربلند شد۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۳۔

نواب دلیر خان کا ملک بنگالہ کو فتح کرنا[1]

جب میدان کہجوہ مین شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست کھاکر صوبہ بہار و بنگالہ کیطرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک لشکر دیکر جسمین بہت نامی سردار اور دلیر خان کے عزیز و اقارب فتح جنگ خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ بھے اسکے تعاقب مین روانہ کیا اسکے بعد معظم خان میر جملہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچگیا تو وہ بنگالہ پہونچا مگر ۲۷ رمضان سنہ ۲ جلوس کو معظم خان کی نااتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری لشکر سے نکلکر محمد شجاع کے پاس چلاگیا اس سے عالمگیری لشکر مین خلل پیدا ہوا جب آخر ربیع الاول مین برسات کا موسم ختم ہوگیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین صف آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیان ہوئین کبھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا کبھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دارا شکوہ کی مہم سے بھی فرصت کرچکا تو اوسنے دلیر خان کو کمک کے لیے تجویز کیا

---

[1] چون دلیر خان از پیشگاہ عز و جلال بکومک معظم خان میر جملہ کہ در اخراج شجاع از ولایت بنگالہ مساعی جمیلہ بروئے کار آورد تعین گردید دلیر خان کہ دران ہنگامہ کہ آزمونگاہ دلیری و دلاوری بود بذات خود تہلا تہلے مردانہ بجا آورد کہ ناسخ داستانہائے رستم و اسفندیار است چون انتظار رسیدن نیز اوی برد در اثنائے راہ خبر رسید کہ دلیر خان در گذر دودہ کہ بکدم تلی نیز اشتہار دارد دشمن شہر حال بنوارہ داود خان عبور نمودہ ذوالفقار ورود زدوئے جوہر اکبر دید صفحہ ۳۳۰ عالمگیر نامہ۔

جب انکے آنے کی خبر معظم خان خانان کو پہونچی تو دلیر خان[1] کے آنے تک لڑائی ملتوی کر دیگئی۔ ۸۔ جمادی الاول کو جب لشکر بادشاہی اکبر نگر کو روانہ ہوا تو اثنائے راہ مین خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے ۱۶ تاریخ ماہ مذکور کو داود خان کے بیڑے سے عبور کیا ہے دو روز مین لشکر تک آجائینگے اس اثنا مین بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ سے ہٹ جائین تو معظم خان انکا تعاقب کرین اور اسلام خان اکبر نگر جا کر دریا کے دوسری طرف کا انتظام کرین چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان کو معہ فتح جنگ خان وزبردست و دلاور خان ولنکنام خان وغیرہ کے دس ہزار سوارون کی جماعت سے اکبر نگر رخصت کیا۔ جب[2] دلیر خان دریا کے اوسپار آگئے تو معظم خان خانان کو اُنکے آنیکا انتظار ہو رہا تھا جسوقت دلیر خان لشکر بادشاہی مین آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہوگئی۔ ۱۲ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگا تین حصہ ہو گیا ہے پار اوترا اور وہان ایک جزیرہ مین جو دریا کے درمیان مین تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے مہاندی پر پڑا ہوا ہے اور اسنے شاہزادہ محمد سلطان کو توپخانہ و لشکر دیگر داؤد خان اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن اب خوف سے جو

---

[1] ودرہمین ایام خبر عنقریب پیوستن دلیر خان کہ از بہادران و دلاوران مشہور آن عہد بود و او را از حضور بکومک معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لہذا معظم خان صلاح صوابدیدہ کاردران دانست کہ تا رسیدن آن سردار نامدار دست از کارزار کشیدہ بدفعہ پردازد۔ تاریخ محمد ہاشم خافی خان قلمی ۲۹۵۔

[2] دلیر خان کہ آنطرف آب رسیدہ انتظار عبور معظم خان میکشیدند آمدہ با معظم خان ملحق شدند و فوج بادشاہی را تقویت تازہ بہم رسید۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۱۲۴۔

پل باندہا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داؤد خان جو دریا کے اسطرف اپنے
لشکر لیے ہوے پڑے تھے آخر دن مین جریدہ دریا کے اسپار آے اور معظم خان
سے ملاقات کی اور صلاح و مشورت کرتے رہے اور پہر رات گئے اپنے لشکر
گاہ کو واپس چلے گئے معظم خان نے دلیر خان اور داؤد خان کے اتفاق
سے مہاندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دونون خان شجاعت نشان مہاندی
کے غنیم کے برابر مورچے لگائین اور اونپر توپخانہ جماکر دشمن کیطرف گولہ باری شروع
کردین چنانچہ ادہر لشکر نے کشت و خون شروع کر کے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا
اور اودہر دلیر خان اور داؤد خان نے آسانی سے دریاے مہاندی کے کنارہ
مورچے باندہ دیے اور اعدا کے برابر دمدمہ بناکر توپخانہ لگادیا جب مورچون کا
استحکام ہوگیا تو دونون طرف سے رات و دن توپ و بندوق چلتی رہی ۸ تاریخ
کو معظم خان نے فرہاد خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریا کے کنارہ کا انتظام کرین
اور ذوالفقار خان و فدائی خان و لودیخان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع
آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادرون کو جسجگہ کہ نالہ پچاس گز چوڑا اور
نہایت گہرا تھا اور اوسکے گرد جنگل نہایت دشوار گذار تھا اوترنیکو لیگئے پہلے
بند و قچیون اور بیلدارون کو معہ چند توپون کے اوتر وادیا اوسکے بعد محمد آغر کو معہ دیگر
قراولون کے کشتیون مین بٹھا کر اوتارا اور گھوڑونکو تیرادیا قراولون نے نہایت
چستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندہ دیے جب فریق ثانی نے یہان کے لوگون
کو روکا تو ادہر کے لوگ مصلحتاً پیچھے ہٹے اور انکو دریا کیطرف بڑھا لاے اور گولون کی
زد پر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داؤد خان نے نہایت کارگذاری سے

دوسرون پر سبقت کرکے اپنے آدمیون کو اوتروادیا تمام رات آدمی گھوڑے
اوترتے رہے اور یہ دونون خان شہامت نشان بھی دریا سے اوترکر اپنے
لشکر کو پہونچے چونکہ دریا کے اوسپار دلیرخان اور داؤد خان کی مورچالین خالی
تھین اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اسلیے اسکی خبرداری عبداللہ
خان وغیرہ کے سپرد کیگئی مگر فریق مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے
سوم جمادی الثانی کو دلیرخان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کرکے نالہ
کے کنارہ جسجگہ کہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس عرصہ
مین شاہزادہ محمد سلطان بھی معہ اہل حرم کے محمد شجاع کے یہان سے بادشاہی لشکر
مین آگیا اب لشکر بگلہ گھاٹ سے جو مالدہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہان پر مہانندی
پایاب تھی اوترنیکو آیا اور توپخانہ پیشتر دریا کے کنارہ بھیجدیا محمد شجاع نے یہ خبر سنکر
اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو معہ توپخانہ کے بگلہ گھاٹ
اور مالدہ کیطرف بھیجا کہ سد راہ ہون اور خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر
کے برابر پڑا یہ حال دیکھکر دلیرخان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوے معظم
خان گنگا کے دو تین نالون کے درمیان جو جگہ ہے وہان ایک ماہ سے قیام
گزین تھے اب وہ کوچ کرکے اور مہانندی سے اوترکر مالدہ کو جا رہے تھے کہ دلیرخان
کا نوشتہ[1] آیا جو انھون نے بگلہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس مین تحریر کیا تھا

[1] در اثناے راہ نوشتہ دلیرخان از بگلہ گھاٹ رسیدہ بوضوح پیوست کہ در سیتل گھاٹ دلیرخان باو بہ نبرد
و جنگے دلیرانہ روے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آویزش بسیار ہزیمت فاحش
خوردہ راہ فرار سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم تفنگ و یک زخم نیزہ بر داشتہ با ہفت سوار نیمجان از ان
مہلکہ بر آوردہ و خواہر زادہ او و دیگر رسا و مقہوران دران دار و گیر دستگیر سرپنجہ اقبال عدو بند دشمن شکار

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فوج لیکر جسمین قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے قصد سے آئے اور سیتل گھاٹ پر مجھسے اور اونسے نہایت سخت جنگ ہوئی میرے آدمیون نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ کرکے انکو پسپا کردیا اور وہ شکست فاش کھاکر بھاگ گئے مرزا بیگ مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ بیجان ہوکر معہ سات سوارونکے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روساجنمین سرانداز خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل شہنشاہ روزگار گشتہ وگروہے انبوہ ازان جسارت کیشان طعمۂ تیغ سرافشان مجاہدان فیروزی نشان شدہ برخے ہنگام گریز ازان رستخیز وستیز در آب مہاندی بغرقاب عدم فرو رفتہ اند وان خان جلادت نشان دلیرخان بعد ازین فتح بہ بنگلہ گھاٹ رسیدہ بر کنار مہاندی مورچال بستہ وسید عالم با توپخانہ برابر نشستہ معظم خان زین لطیفہ نصرت کہ نیرنگی طالع والاے خدیو جہان چہرہ افروز دولت گشتہ بود بہجت قرین و مسرت افزود گشتہ صفحہ ۵۰۲ عالمگیرنامہ

ــہ دلیرخان بدان فوج مقابلہ رو داد دلیرخان باوجود کہ آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند اکثر را کشتہ و بسیار را اسیر نمودہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دلیرخان تحسین و آفرین نمودہ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۱۴۰ ــہ دلیرخان کہ از پردلان یکہ بہادر روزگار آنعہد می شمردند بدان سپہ سالار دو جنگ و تردد غریب رو داد اول معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ دلیرخان بطریق ہراول مقرر ساختہ بود دلیرخان ابن فتح مقابلہ و مقاتلہ غریب رو داد باوجود آنہا در پناہ مورچال بسیار قلب باستظہار نوارہ بودند دلیرخان بحملہ پاے سردریا چنان کار برا عدا تنگ آورد کہ بیشتر آنہا طعمۂ تیغ و سنان افغان جلادت نشان گردیدہ و جمع کثیر زخمی و غریق بحر فنا گشتند و بسیارے اسیر شدند معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان شکر این عطیہ الٰہی بجا آوردہ بر دلیرخان آفرین و تحسین زیادہ نمودہ۔ تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۲۹۸۔

سے مینے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بدحواسی سے بھاگنے
مین مہاندی کے اندر غرقاب ہو گئے اور بڑا حصہ لشکر کا تلوار کے
گھاٹ اوتار دیا گیا خانخانان دلیر خان کی یہ فتح سنکر نہایت مسرور ہوا اور
دلیر خان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کا ہے مگر خافی خان
نے اس فتحیابی مین دلیر خان کو اور بھی با وقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیر خان
اس فتح کے بعد بگلہ گھاٹ پہونچے اور وہان مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دوسری
طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس پر
بگلہ گھاٹ سے ہے وہان بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کیطرف
سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہو کر بگلہ گھاٹ گئے اور وہان
کے مورچون کے دیکھنے کو دلیر خان کے لشکر مین آئے دلیر خان نے دمدمہ
باندھکر اوسپر توپین نصب کردی تھین اور رات دن دشمنون پر گولے مارتے تھے چونکہ
یہان سے خشکی کے راستہ سے تین راہین جہانگیر نگر کو جاتی ہین ایک مالدہ ہو کر
جہان سید سالار خان و جمال دلزاق لشکر لیے ہوے نہایت محافظت سے پڑے
ہوے تھے اور دوسری راہ بگلہ گھاٹ سے جسپر دلیر خان قبضہ کرچکے تھے
تیسری شیرپور ہجراپور ہو کر مہاندی کے پیچھے سے اور بگلہ گھاٹ وہان سے آٹھ
کوس پر تھا اور ابتک کوئی فریق اوسپر قبضہ کرنیکو نہین گیا تھا لودی خان معہ لشکر
اور توپخانہ کے اوسکی محافظت کو معین ہوے معظم خان نے محمود آباد مین ایک مہینہ
قیام کیا رات دن دشمن کے استیصال کی فکر اور دریاے مہاندی سے اترنیکی
کوشش مین مصروف رہے اس عرصہ مین بگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سُنا گیا اور اس سے

اوترنے کی تدبیر ہوئی۔ غرضکہ ۴ شعبان سنہ ۲ جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر
بادشاہی بنگلہ گھاٹ سے[1] اوترنے کے لیے روانہ ہوا جب بنگلہ گھاٹ پر لشکر
پہونچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اوسنے فوج و توپخانہ
دفعیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غنیم نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی توپ و گولہ کی
آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر آگ برسا رہا تھا
سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی مین ڈالدیا اسکے بعد اور
فوج بھی داہنے بائین جانب سے روانہ ہوئی اوسوقت مخالفون نے توپ و
بندوق و تیرون کے برسانے مین کوئی کمی نہ اوٹھا رکھی کچھ فوج تیرونکی نشانہ ہوگئی
اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کر سکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جوانمردون نے
جنکو اپنی سپاہگری کی غیرت دامنگیر تھی رُخ نہ پھیرا چونکہ گھاٹ کے دونون طرف
پانی غرقاب تھا اسلیے نالہ کے درمیان دونون جانب سے لکڑیان گاڑدی تھین
کہ آدمی اسکے ادھر اودھر نہ جائین اور پایاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ مین

[1] در شعبان دوم سال جلوس معظم خان از محمود آباد بعزم عبور از جهاندی که از انجا دو کروه است و از بنگلہ گهاٹ پایان تو گذر پایابے بهم رسیده بود بر کنار آن ناله رسید فوج مخالفت که آنطرف آب بترک و استحکام توپخانه پرداخته مستعد مدافعت بود دست باندا ختن توپ و تفنگ بر کشود نخست دلیر خان بمیامن همت و جلادت با سران دیگر فیل سوار آب زده روان گردید آنها در میان ناله بهادران را زیر تیر و تفنگ در گرفته آتش پیکار برافروختند برخے از بسالت کیشان هدف ناوک تقدیر گشته و بسیارے زخم بر داشتند و جمعے از صدمهٔ پیکان بر گردیدند چون هر دو طرف گذر غرقاب بود در میان ناله از طرفین معبر چوبها بزمین فرو برده بودند که نشان پایاب باشد و درینوقت بسبب عبور لشکر آب تلاطم در آمده ریگ زمین بدر رفت و بعضے از مواضع پایاب شده و چوبها منقلع شده نشان پایاب هر جاسے خود نمانده بدین سبب سوار و پیاده بسیار لطمهٔ امواج قضا بحر هلاکت گشتند

آیا تو یکبارگی تلاطم پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیان گر گئین اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ
پانی آنے کیوجہ سے غرقاب ہو گئی قریب ایکہزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے
فتح خان دلیر خان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان
مین فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاءاللہ
صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیر خان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہو کر
دلاورون کے ساتھ یورش کے لیے روانہ ہوے اونھون نے کمال جانبازی و
غیرت چشمی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ مین اپنے لشکر کو دریا مین ڈالدیا اسی حالت
مین فتح خان دریا کے تموج سے معہ گھوڑے کے اس گرداب بلا مین ایسے ڈوبے
کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملا یہ سب کچھ ہوا مگر دلیر خان نے
اپنے رخ کو نہین پھیرا جب دلیر خان دریا کے کنارہ پہونچ گئے اور غنیم
قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیم نے توپخانہ کے بھروسہ پر مقابلہ کیا لیکن دلیر خان
نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنون کا منھ پھر گیا اور ٹھہرنے کی تاب
نہ لاے انھون نے اونکا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی
کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچون کے قریب پہونچے تو بادشاہی لشکر نے
اونکا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیگر اسطرف مقرر کیا تھا وہ
بھی دور سے نمایان ہوے مگر اسقدر مرعوب ہوے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ
گئے غنیم کی یہ ایسی گوشمالی ہوئی کہ اسنے ٹانڈہ مین بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحہ ما قبل - فتح خان پسر دلیر خان دران میان رخصت حیات بسیلاب اجل داد خان شہامت نشان بعد گذشتن
از آب بساحل مقصود رسیدہ و بکوشش دلیرانہ اعادی آوارہ راہ دشت ادبار ساختہ مجموع آنہا را بدست آوردہ از مآثر الامراء ملخص عالمگیر
نامہ جنگ بنگالہ

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اسنے اپنا دل ملک بنگالہ سے اوٹھا لیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس دیرسالہ حکومت کو چھوڑ کروہ تردی پور گیا اور وہان سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان جسمین جواہرات و اشرفیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیون مین بھر کر ۵ شعبان ۲ سنہ جلوس عالمگیری کو مع بلند اختر و زین الدین و زین العابدین ہرسہ پسران اور حرم سرا و خدام و خواجہ سرا و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی جماعت تھی جہانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا لودی خان جو شیر پور اور ہجراپور مین تھے اونھون نے تیس کشتیان شجاع کی گرفتار کین ۵ شعبان کو محمد شجاع کے نامی سردار مثل سراج الدین و اسفندیار معموری و میر مرتضے و ابن حسین داروغہ توپخانہ و محمد زمان میر سامان و قاسم کوکہ و داراب پسر فاضل خان مع اہل و عیال کے بادشاہی لشکر مین آ گئے ۹ تاریخ کو دلیر خان معہ خانخانان کے تردی پور سے کوچ کرکے ہجراپور و جہانگیر نگر کو روانہ ہوے ۔

۹ رمضان ۳ سنہ جلوس کو محمد شجاع معہ ہرسہ فرزندان و سرداران کے بنگالہ سے جزیرہ رخنگ کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا

۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگ زیب کے حضور مین یہ خبر پہونچی کہ شجاع

سلہ نوزدہم شعبان از وقائع بنگالہ بمسامع حقائق مجامع رسید کہ ناشجاع فساد انگیز فساد پرور کہ در ٹانڈہ پاے جسارت فشردہ حتے المقدور در مراتب مدافعت کوشش می نمود بمساعی جمیلہ و ترددات شایستہ معظم خان و دلیر خان و داود خان قواعد ہمت و ثباتش اختلال فاحش یافتہ بجا لیکہ سزاوار اعداے بدسگال باشد از انجا بر کشتی نشستہ روانہ جہانگیر نگر شد از ورود خجستہ خبر السیادہ پاے بساط سلطنت و بندہ ہاے آستان

ٹانڈہ مین ٹھہر سکا اور بادشاہی بہادرون نے اوسے ملک بنگالہ سے نکال دیا اس
خبر سے شاہی دربار مین شادیانے بجے اور امرا مبارکباد بجالائے بادشاہ عالمگیر نے
دلیر خان اور خانخانان وغیرہ کو خلعت بھیجے۔

مہم بنگالہ مین اگرچہ اور سردار بھی موجود و شریک تھے مگر آخری جنگ جسپر لڑائی کا
خاتمہ اور فتح کا دارمدار تھا۔ دلیر خان ہی کے نصیب مین لکھی گئی تھی۔

کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ یہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منھ نہین موڑتا تو اوسنے
اپنا غالب ہونا امر محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور جوانمرد آدمی کی قدردانی کے ثبوت مین ایک
حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثر الامرا تاریخ خافی خان شاہنشاہ نامہ تاریخ
ہندوستان ہر ایک مستند کتاب مین درج ہے یہان تحریر کیجاتی ہے اور وہ یہ ہے
کہ دلیر خان کے ہاتھی کے آگے آغر خان[1] تھا اور وہ غنیم کے سوار و پیادہ سے نکے

بقیہ صفحہ ماقبل خلافت مراسم تہنیت بجا آوردہ تسلیم مبارکباد نمودند و نقارہ ہاے نشاط بنوازش آمد و عاطفت خسروآ
بعنایت معظم خان و دلیر خان و داؤد خان و چندے دیگر عمدہ ہاے کمکیان لشکر ظفر اثر بنگالہ را بمرحمت ارسال
خلعت نواخت۔ عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

[1] آغر خان پیش پیش دلیر خان ہراول میرفت اسپ آبا زدہمین کہ بالاے آن کنار برآمدہ چپقلش عظیم رو داد فیل مست
کہ پیش روے خصم آمدہ او را با اسپ بخرطوم برداشتہ بر انداخت نامبردہ در ہمان گرمی بضرب شمشیر کار فیلبان را ساختہ
بجاے او نشست درین ضمن دلیر خان این ماجرا بچشم خود دید و از باعث غرق شدن پسرش فتح خان عالم در چشم او
تاریک بود فیل خود را برابر فیل آغر خان رسانید از عقب سید تحسین گویان برگرد وے گردید آغر خان بان بشکر قدردانی
دلیر خان کشادہ گفت کہ این فیل در سرکار قبول افتد براے آنحضرا وند گرفتہ ام من اسپے از اسپان کوتل مرحمت شود
دلیر خان گفت فیل ہم بشما مبارک و دو اسپ خوب جست وسے فرستاد ہر چند گفت کہ فیل نیز از شما باشد آغر خان قبول
نمود از فیل فرود آمدہ بید دلیر خان داد۔ ماثر الامرا صفحہ ۷۵ جلد اول و شاہنشاہ نامہ صفحہ ۱۴۔

ہجوم کو تلوار سے مارتا اور پچھاڑتا ہوا چلا جاتا تھا تا گہان غنیم کے فیلبان کے اشارہ
سے آغر خان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سونڈ پر تلوار
ماری ہاتھی نے آغر خان کو معہ گھوڑے کے سونڈ مین لیکر اوپر اوٹھایا اور آبشار پر
ایسا ٹپکا کہ راکب و مرکب دونون جدا ہو کر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے
سے جا گرے دونونکے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغر خان پھر
گھوڑے پر سوار ہو کر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے مین قوت نہ تھی
اسلیے یہ سمجھکر کہ اس بلائے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رائگان کرنا ہے ہاتھی
کے پیچھے سے آکر فیلبان کی گردن تلوار سے اڑا دی اور اسکو نیچے گرا دیا اور گھوڑے کی
پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس مین
نہ رہا اب حیران تھا کہ کیا کرون شیخ محمد فاضل خانساماں نے کہا کہ کمر سے خنجر نکالکر
ہاتھی کے بناگوش پر سہلائی اگرچہ بباعث غرق ہونے فرزند فتح خان
کے دلیر خان کی آنکھون مین دنیا اسوقت تاریک تھی مگر اس بہادر
کا رستمانہ کام دیکھکر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لائے اور تحسین و آفرین کرتے
ہوئے ہاتھی کے اردگرد پھرنے لگے آغر خان نے کہا کہ مینے یہ ہاتھی سرکار کیلیے
گرفتار کیا ہے مین امیدوار ہون کہ آپ فیلبان کو حکم دین کہ اسکو فیلخانہ مین داخل
کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا کوتل گھوڑونمین سے مرحمت ہو دلیر خان
نے اسکا دل بڑھانیکو تحسین کر کے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑے
ترکی و عراقی اُسکو مرحمت کیے آغر خان ہاتھی سے اوترآیا اور باصرار تمام
ہاتھی دلیر خان کو دیدیا۔

نواب دلیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جاکر فتح کرنا

آسام کی مہم سخت مشکل تھی اور اس کی فتح نہایت حیرتناک ہے جب سے کہ یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار و اولوالعزم بادشاہ کو اسکی فتح نصیب نہین ہوئی تھی اس ملک کی پامالی و کشائش نواب دلیر خان کے نام لکھی گئی تھی باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کرا دینا انھین کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادّہ جو قدرت نے انکی طبیعت مین خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فتحمندی کے ساتھ رحمدلی اور تحمل کا وصف جو انکی ذات مین سرایت کیے ہوے تھا اسکے ثبوت مین یہ آسام ہی کی مثال موجود ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دلیرخان کا دامن پکڑا اور پناہ مانگی تو انہون نے اسکی خطا بادشاہ سے معاف کرادی اسکے بعد خانخانان علالت کیوجہ سے وہان سے چلا آیا تو یہی ملک آسام مین ٹھہر گئے بادشاہی پیشکش اور نذرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہونچایا اگرچہ وہان لشکر مین اور بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر[1] منصب اور شجاعت مین انھین کو فوقیت حاصل تھی انھین کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھین کو راجہ نے نذ بھی دی

[1] و پس از آوارگی شجاع ہمراہ معظم خان در تسخیر مملکت آسام بالش آن گردہ نافرجام دلیرخان سعیہاے شایان نمودہ ہمہ جا شریک تھالب بود ماثرالامرا تذکرہ دلیرخان۔

اور انھین کے توسط سے بادشاہی پیشکش ادا کی جب خانخانان کا ملک بنگالہ مین اس مہم کی وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہین تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری انھین کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب الطلب لشکر لیکر دار الخلافت دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوئے اوسوقت دوبارہ خلعت سے سرفراز ہوے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب سنہ ۱۰۶۸ ہجری مین شاہجہان کی علالت کیوجہ سے سلطنت کے انتظام مین خلل پیدا ہوا اور باہم شہزادون مین لڑائی چھڑ گئی اس زمانہ مین سرحد بنگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ مین کیے بھیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ سے مطیع و فرمانبردار تھا اور پیشکش ادا کرتا تھا۔ مگر اب اوسنے بھی گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر جسمین اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک مین لے گیا ولایت کامروپ جس سے مراد گواہٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہین قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ مین شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولاناتھ کو بھیجکر اسے بھی اپنے تصرف مین کرنا چاہا اسوقت آسام مین راجہ جے دھج سنگھ حکمران تھا جو وسعت ملک افزونی لشکر کثرت توپخانہ وسامان حرب و مضبوطی قلعجات اور فیلان جنگی مین دیگر راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اوسنے جب شجاع کی شورانگیزی کا حال سُنا اور بھیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کرنیوالا ہے تو اوسنے اسامیون کا ایک لشکر عظیم معہ توپخانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ شیرازی بادشاہ کیطرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جب اسنے دیکھا کہ دونون طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ مین مقابلہ کی تاب نہین اور کمک امید نہین تو
وہ ازراہ دور اندیشی جنگی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا بھولا ناتھ ذریہ
بھیم نراین جو یہ جانتا تھا کہ مین اسامیون سے کبھی غالب نہین ہو سکتا جب آسام
والون کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون
کا کوئی مانع نرہا ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہو گئے محمد شجاع اپنے حال مین گرفتار
تھا وہ اسکا کچھ علاج نہ کر سکا اسامیون نے دلیری کر کے آگے اور قدم بڑھایا اور
بغیر کسی مانع کے پرگنہ کری باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل
ہے متصرف ہوے اور موضع مست سلہ مین جو پرگنہ کری باری کے قریب
ہے اپنا تھانہ جمایا اور جماعت کثیر کو وہانکی محافظت کے لیے مقرر کیا جب سنہ ۲
جلوس عالمگیری مین محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب
مین عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہو کر
اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخانان کے پاس بھیجا اور اسمین لکھا کہ
بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کر کے ولایت کامروپ کو جو مالک
بادشاہی سے ہے لینا چاہا تھا مگر مینے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے
اپنے انتظام مین لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھین متعین کر دین چنانچہ اسکی
معذرت قبول کی گئی اور وکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ
کو اسامیون کے اقرار کے بموجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا
گیا اس اثنا مین راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا وکیل قید کیا گیا اور راجہ
سبھا سنگھ بندیلہ اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

نے سُنا کہ رشید خان معہ فوج کے کامروپ کو روانہ ہوے ہین تو انھون نے اول پرگنہ کری باری کو معہ چند پرگنون کے خالی کیا اور اوسکے بعد دریاے بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیون کی اس پُر فریب حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جاکر ٹھہر گئے انکی مدد کو یوسف خان اغر خان بھی پہونچ گئے اور وہان جاکر جو مقامات خالی ہوے تھے وہ قبضہ مین کیے جب رشید خان زنگاماٹی کیطرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوے اور اونھون نے دوبارہ کامروپ کے تصرف مین لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامان نبرد بھیجا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ زنگاماٹی مین ٹھہر گئے اور خانخانان کو حقیقت حال لکھی خانخانان اس حال سے آگاہ ہوکر معہ کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور مین اس امر کی عرضداشت لکھ بھیجی عالمگیر کیطرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امرا اور سرداران لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوے ہین وہ سب خانخانان کے ساتھ موافقت کرکے اسکی صلاح اور راے پر چلین چنانچہ حسب الحکم بادشاہی لشکر سعد ج مطابق ۱۸- ربیع الاول ۱۰۷۲ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہ راے قرار پائی کہ اثناے راہ مین کوچ بہار ہے وہانکے راجہ کا بھی قلع وقمع کرتے جانا چاہیے پیشتر بادشاہی لشکر ہری تلہ کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہان سے اس راستہ سے جسطرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہین کی تھی روانہ ہوا جنگل نہایت خطرناک و دشوار گذار تھا جب جنگل کی مسافت طے کر چکے تو ایک بند

آگے آگیا جسکو راجہ نے شہر کی حفاظت کے لیے بنوایا تھا اس بند پر بڑی بڑی
توپین اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر
پہونچ گیا تو اوسپر جو راجہ کی فوج محافظت کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے
مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کوچ بہار کے قریب
بادشاہی لشکر پہونچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان
و آبرو بچا کر بھاگا اور کوہ بھوٹان پر جا کر چھپا اوسنے اپنے وزیر بھولانا تھ کو پانچ چھ ہزار
فوج دیکر کوہ مورنگ اور جنگل مین رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے
بند کرنیکی غرض سے بھیجا۔ ۲ ماہ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر کوچ بہار مین داخل
ہوکر خیمہ زن ہوا اور اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دلجوئی سے
انصاف اور احسان کیا گیا جو رعایا کہ رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہرہ
سنکر اپنے مکانون مین آبسی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے ناراض
تھا لشکر بادشاہی مین حاضر ہوکر بکمال رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور خلعت
سے سربلند ہوا۔ ایک سو چھ توپین۔ ایک سوچبیس زنبورکین ورامچنگی اور بہت
سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے شاہی لشکر نے بھولانا تھ وزیر
کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ مین جا کر مع زن و فرزند
کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن وہراج زمیندار کوہستان کی حمایت سے
دامن کوہ مین پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ
بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اسلیے لشکر تعاقب
نہ کر سکا زمیندار کوہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکالدو۔

کوچ بہار[1] بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع ہے پچپن کوس طول اور پچاس کوس کا عرض اوس عہد مین تھا ملک کی آب و ہوا پورب کے شہروں مین نہایت لطیف تھی۔ چونکہ کوچ بہار کی فتح سے اصلی غرض آسام کی تسخیر تھی لہذا دھرات کی گو شمالی آیندہ پر موقوف کرکے اسفندیار کو حسب الحکم بادشاہ سے چار سو سوار اور ایکہزار پیادے دیکر وہانکا فوجدار مقرر کیا اور کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس انتظام سے فرصت کرکے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا اور دھورا گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا ۲۸ تاریخ کو لشکر دریاے برھما پتر پر پہونچگیا اور دو کوس رنگامائی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہان رشید خان بھی آگئے دریا کے کنارے جنگل و نالے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس نواح کے زمیندار اگرچہ آسان راستہ سے چلنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپہ سالار ازراہ دور اندیشی دریا کا کنارہ نہین چھوڑتا تھا اور تکلیف و سختی کو گوارا کرتا تھا کہ مبادا یہ قوم دھوکا دے اور راستہ گم ہوجاے لشکر کی روانگی کا انتظام اس صورت سے قرار پایا کہ دلیر[2] خان مقدمۃ الجیش یعنے فوج کے ہراول ہوکر آگے آگے چلین اور میر مرتضے داروغہ توپخانہ اونکے ساتھ رہے غرضکہ اسی طریق سے

---

[1] اب کوچ بہار کی ریاست کا حال شاہی عہد کے برابر نہین ہا موجودہ رقبہ (۱۳۰۷) میل مربع اور آبادی تقریباً چھ لاکھ ہے آمدنی گیارہ لاکھ سلامی ۱۱ توپ راجہ صاحب کا نام مہاراجہ سری نریندر نارائن بھوپ بہادر جی سی ایس آئی۔ والی کوچ بہار اینڈ نکانگ پرنس آف ویلز بہادر ہے راجہ صاحب ولایت بھی گئے ہین دہلی دربار بھی تشریف لاے تھے۔

[2] و مقرر ساخت کہ دلیر خان با فواج ہراول و میر مرتضے با توپخانہ منصورہ آن ناحیہ سمت مقصد منتہی میشود سرگروہ پیش پیش افواج قاہرہ رہ نورد نصرت و فیروزی گردید عالمگیرنامہ صفحہ ۷۹۵۔

روانگی ہوئی ہاتھیونکے ذریعہ سے دشوار گذار جنگل صاف کیا گیا اور تبرداروں سے
ناہموار راستہ برابر کروایا جسجگہ نالے دلدل آئی اونمین درختون کی شاخین اور بانس
کے دستہ اور گھاس کے پشتارے بھرکرانسے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور دشوار
گذار ہونے سے ایک دن مین دو ڈہائی کوس سے زیادہ لشکر نہین چل سکتا تھا غرضکہ
۶۔ جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچگیا یہان سے گواہٹی جو ممالک بادشاہی کی
سرحد پر ہے چالیس کوس تھی گرگاؤن جو راجہ آسام کا راجدہانی تھا ایک ماہ کی راہ
تھی جوگی گھپہ پر آسامیون نے پہاڑ کے دامن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت
مستحکم قلعہ بنایا تھا جسکے حصار کی دیوار ایک کوس لانبی تھی اور برج نہایت مضبوط
تھے دیوار سے ایک گولی کے ٹپہ پر گرھے کھودکر اونمین تیز بانس کی میخین جسکو بھالچہ
کہتے تھے گاڑی تھین اور تین گز کی چوڑی خندق کھودی تھی اسمین بھی بھالچہ گاڑے
تھے دریاے برہماپتر اوس سے دکن کیطرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف
دریاے بناس پاے کوہ سے گذر کر دریاے برہماپتر سے ملگیا تھا اور اوتر کیطرف
خندق و پہاڑ و جنگل نہایت انبوہ کے ساتھ واقع ہوے تھے اس قلعہ کے پیچھے
ایک اور پہاڑ تھا جسے پنج رتن کہتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسیطرحکا ایک حصار اور قلعہ
بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ مین پندرہ ہزار فوج معہ توپخانہ کے موجود تھی تین سو
بیس کشتیان معہ سامان و آلات حرب کے تیار تھین کہ اگر شاہی لشکر غالب ہوجاے
تو دریا کیطرف سے بذریعہ ان کشتیون کے کوہ پنج رتن کے قلعہ مین پہونچکر مقابلہ کرین
اور جب لشکر وہانسے آگے بڑھے تو گھاٹ پر بیٹھکر انپر چھاپہ مارین اور رسد بند
کردین اس قلعہ مین بھی چھ ہزار اسامی معہ توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے

یہان پر دریا کی دو شاخین ہو گئی تھین جنکے درمیان خشک زمین تھی جسپر اونھون نے
مورچے بناکر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ لشکر
بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے توپ و بندوق سے اوسپر آگ برسائین اور
آگے نہ جانے دین۔ دریا کے متصل سپہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سید
نصیر الدین و یادگار خان و میانہ خان و جمال خان وغیرہ کو دریا کے پار اوتار دیا تاکہ
دریا کے دوسری جانب قیام کرین اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہو۔ ایک
جماعت کو جوگی گھپہ کے پیچھے مقرر کیا کہ دریاے بناس کے کنارہ سے پہاڑ تک راستہ
بند کردے تاکہ ان گمراہون کے بھاگنے کا گمان باقی نرہے جب یہ سب انتظام
ہوگیا تو آسامیون نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہوگئی خوف کے مارے وہ حصار
مین نرہے اور رات کیوقت دونون قلعچون کو خالی کر دیا اور کشتیون مین بیٹھکر
بادشاہی بیڑون سے مقابلہ کو آمادہ ہوگئے جب جنگی بیڑے حصار کیطرف روانہ ہوے
اسامی لڑنے کو بڑھے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لاے اور بدحواس
ہوکر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیان چھوڑکر جنگل مین
پناہ لی اور بہت سے پانی مین غرقاب ہوگئے بعض زخمی ہوے اور بعض گرفتار ہوے
ایکسو اڑتالیس ١٤٨ کشتیان اور چونسٹھ ٦٤ توپین چھوٹی بڑی اور ہتھیار بالچ اور سیسہ
و باروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو قلعچے بلا جنگ کے قبضہ مین آگئے یہ
پہلی فتح نہایت مبارک فال سمجھی گئی اگر اسامی محصور ہوکر مقابلہ کرتے تو انکی تسخیر مین
بہت دن صرف ہوجاتے کیونکہ دریاے برہماپتر و دریاے بناس و جنگل و پہاڑ
حائل تھے اور دیوار مین صلاحیت نقب لگانیکی نتھی دو گز زمین کھودنے سے پانی

نکلتا تھا الغرض وہان عطاء اللہ خان کو تھانہ دار مقرر کرکے بادشاہی لشکر گواہٹی کو
چلا اور دریاے بتاس پر پل باندھکر اوترگیا اور ۲۱ تاریخ کو گواہٹی سے دو کوس
آگے بڑھکر لشکر خیمہ زن ہوا وہان آسامیون کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہوا تھا
اور جنگ پر آمادہ تھا اور اوسجگہ آسامیون نے دو قلعے نہایت مستحکم بناے تھے ایک
قلعہ موضع ہری گھاٹ مین تھا اور اسکا حصار پانچ پہاڑونکو گھیر کر بنایا گیا تھا اور دوسرا کوہ
مانڈو پر ایک طرف اسکے دریاے برہماپترا اور دوسری طرف اسکے مقابل ہری
گھاٹ تھا اور تمام کشتیان آسامیون نے ان دونون قلعون کے درمیان مین جمع
کی تھین اور ان دونون قلعونمین ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہان اوترنیکے
بعد سپہ سالار نے رشید خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اوترکیطرف قلعہ کے جو راہ ہے
وہان جاکر محصورونکی راہ بند کردو جب آسامیون نے راہ فرار مسدود دیکھی گھبرا کے
اور رات کیوقت قلعہ کو خالی کردیا کچھ کشتیونمین آبیٹھے اور کچھ دریا سے اوترکر بھاگ
گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہان سے کوچ کرکے ہری گھاٹ ہوتا
ہوا قلعہ مین داخل ہوا قلعہ مانڈو اور قلعہ کجلی بن کے محافظون نے دوسرے قلعہ
کا یہ حال دیکھکر بلا جنگ اپنے قلعے بھی خالی کردے القصہ گواہٹی جو قدیم سے شاہی
سرحد تھی وہان تک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کرلیا اور آسامیون کو نکالدیا
محمد بیگ کو گواہٹی کا فوجدار اور حسن بیگ کو کجلی کی حراست پر تعینات کیا
اور ۲۵ تاریخ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہٹی سے آسام کی تسخیر کو چلا شبانہ
روز سپاہ ہتھیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زین سے جدا نہوتی لشکر کے آگے
قراول یعنی بندوقچی اور ان کے پیچھے توپخانہ اور اوس کے بعد لشکر کے

پشت وپناہ[1] دلیرخان تھے اور اونکے ساتھ انکی کل فوج ہراول مین تھی اس عرصہ
مین ولایت دہنگ کا زمیندار حاضر ہوکر بادشاہی لشکر سے ملا اور ہاتھی نذر دیے
اسکے بعد زمیندار ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اوسنے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور ہاتھی
نذر کیا خانخانان نے ان دونون کی دلجوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا اسجگہ دریاے
برہما پتر پر آسامیون کا ایک قلعہ جمدھرا نام کا تھا جو وہانکے بہت بہت اور مشہور
قلعون مین تھا حصار اوسکا نہایت مضبوط اور برج اسکے نہایت بلند اور وہ قلعہ پہاڑ پر
بنایا تھا اور پہلو پہاڑ کے کاٹکر اسکو مضبوط کیا تھا ایک طرف اسکے دریاے مذکور
واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چوڑا تھا محاذ مین اسکے ایک قلعہ
عظیم الشان جسکا نام سیملہ گڈھ[2] تھا بنا ہوا تھا چونکہ گرگانون راجہ آسام کا دارا
لسلطنت اور مسکن تھا اور وہ دریاے برہما پتر پر واقع تھا اسلیے بادشاہی لشکرنے بدہر کی
تسخیر کا ارادہ فتح کرکے سیملہ گڈھ کیطرف رخ کیا کہ پہلے اس قلعہ کو فتح کرکے راجدہانی
لینا چاہیے اس غرض سے ۱۰ رجب کو بادشاہی لشکر جو ہشیار رہتا دو روز مین اس
طویل و عریض دریا سے اوترا اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا تھا سے راہ
مین آندھی کا سخت طوفان آیا اور اسقدر بڑے اولے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی
ضایع ہوے اور کثرت سے چوپاے و گھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لاے
اور بھاگ کر دریا مین گرے انکو وہان کے تھپیڑون نے غرقاب کردیا ۱۱ رجب کو
لشکر سیملہ گڈھ پہونچلیا اور دو گولیونکے فاصلہ پر قلعہ سے لشکر نے پڑاو ڈالا سیملہ گڈھ

---

[1] در عقب توپخانہ دلیرخان با فوج ہراول فرود آمدہ سد راہ مقہوران باشند ۷۰۳ عالمگیرنامہ

[2] قلعہ سیملہ گڈھ آن حصنے است متین آسمان رفعت محاصرہ آن از نیروے قدرت و طاقت بشر

کا قلعہ ایسا وسیع اور عالیشان تھا کہ بلندی مین آسمان سے باتین کرتا تھا دیوار اسکی
نہایت بلند و چوڑی بنائی تھی جو دکن کیطرف پہاڑ تک کھنچی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس
قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لانبی تھی اور دوسری دیوار شمال کی
تین کوس کی لانبی تھی جو دریائے برہما پتر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونون دیوار وپر
پانچ برج اتنے بڑے بنے ہوئے تھے کہ ہر برج کا چار سو تیس گز کا تھا اور چھوٹے
چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بنائے تھے اور ہر ایک دیوار کے درمیان مین
دیوار کنگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونون جانب ایک ایک
خندق عمیق کھودی تھی اور اوسمین بجائے پانی کے خاک نرم مثل توتیا کے بھری تھی
تاکہ اوسکی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیوار وںپر توپین اور بادلج اور تمام آلات
جنگ و پیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ کے جنگجو آسامی اسمین
لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اسکی مضبوطی و کثرت سامان پر ایسے
مطمئن تھے کہ انکو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ
کے دکن جانب ایک نالے کے کنارہ پر جو پچھم کیطرف گیا ہے پڑا ہوا تھا لشکر کے
سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے اردگرد گشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ مکا

بقیہ صفحہ ما قبل عالیہ افزون و ساکنانش از سنگ باران حوادث از آسیب منجنیق فلک مصئون از دو جانب آن قلعہ دیوار عریض استوار رفیع کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کروہ منتہی میشود بکوہے سر بچرخ کشیدہ ودار از شمال تا سہ کروہ بدریائے خطار مذکور رسیدہ و آن ہر دو را بدستور قلعہ و برج و کنگر ساختہ درون و بیرون خندق بزمین پر کردہ اند و ہمہ جا بہ توپ و بادلج و تفنگ و سائر آلات [illegible] جنگ مستحکم کردہ قریب سہ لک اسامی جنگجو وران بقدم ثبات در مقام مدافعت ایستادہ۔ ماثر الامرا

بہرہ ور چون حصار چرخ برین		گشتہ [illegible]
نور چشمش بجائے گاو زمین		[illegible] آسمان بپیش

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکیداری پر مقرر ہوا تھا تمام
قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان[1] اپنی فوج ہراول
لیکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آتنے فاصلہ پر کہ بندوق
کی گولی کارگر نہو مورچے باندھ دیے اور دمدمے بناکر انپر بڑی بڑی توپین لگا کر
قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سرنگ وغیرہ قلعہ کی دیوار
تک پہونچاے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کرتے
اور علے الاتصال برج دبارہ سے توپ وبندوق کے گولے اور گولیان برساتے
مگر بادشاہی بہادر گولیونکے مینھ کو اپنے بدن پر جسطرح کہ ابر باران کے قطرات
فصل بہار مین سبزہ پر گرتے ہین تصور کرتے اور ایک دم سعی سے باز نرہتے
بعض راتون مین آسام والے موقع پاکر شبخون بھی مارتے اور غلبہ پانیکی تاک مین
اہل مورچال پر حملے کرتے اودھر سے شاہی لشکر کے جوانمرد بھی اون ظالمونکو پسپا
کرتے اور اپنی تلوارین انکے خون سے رنگین کرتے بقیۃ السیف بھاگ کر قلعہ کے
حصار مین پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبۂ شہادت سے
فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیون کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر جسمین خانخانان
کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو صدمہ
عظیم پہونچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے مکر سے غافل پڑی تھی وہ یکبارگی

[1] وبصوابدید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول و میر مرتضی با اہل توپخانہ از معسکر فیروزی لوای پیش
رفتہ در جائیکہ بندوق از قلعہ نمیرسید برابر یکے از برجہاے کلان مورچال بستہ و توپہاے بزرگ بر دمدمہ
برآوردہ بر قلعہ میزدند صفحہ ۷۰۶ عالمگیر نامہ

آکر اونپر ٹوٹ پڑے مگر اوسوقت دلیر خان[1] کے افغان آگاہ ہوکر نہایت جرات و دلاوری سے اونکے سر پر آ گئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہونچ گئے ان شیرونکے حملہ کی تاب آسامی نہ لائے اور روباہ کیطرح بھاگ گئے اور ناکام پھرے چند روز اسیطرح محاصرہ مین گذرے۔ شاہنشاہ نامہ[2] مین ہے کہ چوتھی شب آسامیون نے سخت چھاپہ مارا اس رات مین دلیر خان سے نمایان جنگ کی اس معرکہ مین بہت سے آدمی خانموصوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امرسنگھ اور دلیر خان کے سپاہیونکے ہاتھوں سے مارے گئے۔

شبانہ روز قلعہ شکن توپونکے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اوس سے گرد تک نہین گرتی تھی جسجگہ یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر پڑا ہوا تھا وہ سرزمین[3] نہایت خطرناک تھی شبخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زمانہ مین دوبار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکارونکے

---

[1] تا بنیان دلیرخان بر جسارت و چیرگی آنہا آگہی یافتہ بکومک پرداختند مقہوران حملہ تاب آن شیر دلان نیاوردہ بصفت گریزان شدند و کارے نساختند۔ ۲۰۷ عالمگیر نامہ

[2] و شب چہارم شبخون عظیم آوردند و دران شب از دلیرخان تردد نمایان گردید و بسیار مردم دلیرخان بکار آمدند و آسامیان نیز از مردمان دلیرخان و راجپوتان امرسنگ کشتہ گردیدند۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۴۸۔

[3] و سرزمینے بود قلب و خطرناک کہ و رسوابق از منہ و دہین مکان لشکرہائے عظیم ہندوستان کہ بعزیمت تسخیر آندیار رفتہ بودند بکید آنقوم غدار و تنخولش ہلاکت و پائمال خرابی شد کسے جان بسلامت ازان ورطہ نیاورد لہذا رائے قرار گرفت کہ در کشائش انحصار سرعت و تعجیل بکار برد۔ ماثر الامرا عالمگیر نامہ۔

س دلیرخان بلوازم قلعہ کشائی ہمت بربست و از درون و بیرون جنگ درپیوست و چون ہر توپے کہ ببرج و بارہ میرسید از کمال استواری حصار جز گردے ازان بر نمی خاست و اثرے از شکستن دیوار و افتادہ کنگرہ مرتب نمیشد۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیرخان

شبخون وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہونچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ سے بچکر نہ آیا پہلا
حسین شاہ جو سلاطین بنگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُسنے
لشکر کشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ تغلق نے ایک لاکھ سوار جرار
اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا
مگر ایک شخص بھی اس طلسم سے بچکر نہ آیا تھا۔ جب اسکے
بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کیطرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہونچا مگر آگے بڑھنے
کی ہمت نہ پڑی ناچار فسخ عزیمت کرکے واپس آیا۔
جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی
مکر و فریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو رعایا گھر پھونک کر
کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی تو سب جمع ہو کر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی
چارو نطرف سے رسد بند کردیتی۔ وہان کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آہین
لشکر مجبور و محتاج ہو کر ہلاک ہو جاتا اسحالت مین یہ رائے قائم کی کہ ان دو دیوارون
مین سے ایک پر یورش کیجائے اور نہایت جلد یہ مہم سر کیجائے دیر کرنے مین ہزارون
آفتون کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرہاد خان یورش کے موقع دیکھنے گئے
ہر طرف جنگل اور آدمیون کی کثرت تھی آسامی ہر طرف سے خبردار اور لڑائی کے
لیے مستعد و ہوشیار بیٹھے تھے لیکن دکن کیجانب جنگل کم تھا اسلیے اسطرف یورش
کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار[1] پایا کہ دلیر خان اپنے لشکر کو لیکر اُسطرف

---

[1] مقرر گردید کہ دلیر خان با جمیعے از دلیران و ابطال جنود اقبال بان سمت شتافتہ از انجا یورش نماید

جائین اور جسوقت خانموصوف یورش کرین تمام لشکر یکبارگی جنبش مین آجاے اور
حملہ کرکے محصورونکو ہر طرف سے مضطرب کیا جاے لہذا ۱۵ رجب شب کے
وقت دلیر خان معہ اپنے لشکر کے جنمین انکے بھتیجے رنمست خان اور راجہ نرسنگہ

بقیہ صفحۂ ماقبل وسائر عساکر قاہرہ نیز از معسکر فیروزی طراز با ہتزاز آمدہ از پیش روے خود حملہ آور شوند محصوران
را از ہمہ سو مضطرب ساختند تزلزل در بناے ثبات ورخنہ در اساس حیات آن بیدینان افگنند در شب پانزدہم
ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیر خان با راجہ نرسنگہ و فرہاد خان و رنمست خان وغیرہ باین سمت
معین شد اتفاقاً یکے ازان قوم کہ از مدتہا در ممالک پادشاہی بسر میبرد و در نیولا در احاد لشکر منتظم بود
بکرامذوزی در مقام کینہ توزی شد و بصورت دولتخواہی اظہار نمود کہ بر حقیقت این بوم و بر کماہی آگاہی دارم
اگر براہبری من عمل نمایند افواج فیروزی را بموضعے ببرم کہ ازانجا یورش بآسانی آید وہمان دم بمحصوران
پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن حدود است جمعیت ہجوم نمودہ مترصد باشند
و دلیر خان برہنمونے آن نابکار او اسط شب بدگراے مقصد گردید ہنگام ظہور تباشیر صبح بمکانے آوردہ راہ
یورش نمود کہ خندق پر آب داشت صعوبت طریق اجتماع مقہوران بیش از دیگر جوانب بود اہل حصار
یکبار چندین ہزار توپ و تفنگ و ادوات آتشبازی رہا کردہ روے ہوا را از ابر دود تیرہ ساختند
و حقہاے باروت از بالاے برج و بارہ بشرارہ ریز و زمین و زمان از صوت تو پہا زلزلہ انگیز شد
دلیر خان از فور جلادت و تہور رخ تافتن ازان آشوبگاہ کہ از و بجاے جوہر مردی و مردانگی بود تجویز نہ نمودہ
فیل سوارہ از کمال جلادت بآب خندق راند ہمراہان چون چنین دلاوری از سردار مشاہدہ نمودند غرق
جرأت حرکت نمودہ دران رستخیز بلا کہ پردلان روزگار را ہمت میلغزید یورش کردند مرتبے صعب در
پیوست اکثرے از عساکر اسلام راتن از آسیب زخم فگار و جمعے را در ان بذل کوشش نقد جان نثار شد
پنج تیر بہ دلیر خان رسید و بسبب صلاح مجروح نہ شد و تیر بسیار بر فیل مرکوبش و حوضہ آن بند شد خان دلاور
با جوقے بپاے حصار رسیدہ بدستیاری شجاعت ببالاے دیوار برآمد و با اہل ضلال برزم و قتال درآویخت
و پس ازان جانب دروازہ و دیگر اطراف نیز مردم داخل حصار شدہ لواے استیلا برافراشتند کفار مغلوب رعب
ہراس گشتہ بدر فرار زدند - از ماثر الامرا صفحہ ۱۱۷ -

وفرہاد خان ویاد گار خان وسرانداز خان وجمال خان ومیانہ خان وآغر خان و
قراول خان وغیرہ اور ایکہزار پانسو جوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر مرتضے
داروغہ توپخانہ تھا روانگی پر تیار ہوے اتفاق سے ایک آسامی جو مدت سے بادشاہی
لشکر مین ملازم تھا اوسنے اپنی بدطینتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات
کہی کہ مین اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہون اگر آپ میری رہنمائی پر عمل
کرین تو مین ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤنگا کہ جسجگہ دیوار بھی بلندی مین کم ہو اور خندق بھی
زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکر وکینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ
لشکر بھیجنے کا وعدہ کردیا اس مکار نے اسیوقت آسامیونکو جو قلعہ مین محصور تھے
کہلا بھیجا کہ فلان جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہون تم سب اپنی فوج کو مجتمع
کرکے میرے آنیکا انتظار کرو مین ان سبکو تمھارے تیرون کا نشانہ بناؤنگا
دلیر خان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب مین قلعہ کیطرف روانہ ہوے
جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار مین تھا پہونچے تو میر مرتضے کو معہ میانہ خان
وجمال خان کے وہانپر چھوڑا کہ دشمنونکو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کرکے
یورش سے غافل رکھین چنانچہ میر مرتضے نے دلیر خان کے حکم کے بموجب توپخانہ
لگادیا اور گولے مارنا شروع کیا وہ بدنہاد آسامی اپنی بدنیتی سے خان شجاعت
نشان کو صبح صادق کے وقت جو جگہ کہ اوسنے تجویز کی تھی لیگیا وہان جاکر دیکھا
تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہا پانی سے لبریز راستہ سے
ہر طرف نکلنا دشوار آسامیون کا ہر جگہ سے وہان پر ہجوم زیادہ جب دلیر خان
اس جگہ پہونچے تو اکبارگی اہل قلعہ نے ہزارہا توپ وبادلج وبندوق وآتشبازی

کے آلات چھوڑ کر جہان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت دھوئین سے ہوا مثل ابر
سیاہ کے ہو گئی توپونکا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین و
زمان مین اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حقے مجاہدین کے سر و پیر گر کر شرارے
برساتے تھے اور بندوق کی گولیان برق کی طرح چمک کر غازیون کے گریبانون
مین پہونچتی تھین حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس اسامی کے
جو دھو کا دیکر لشکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر مین تھا اس سینے
اُسکو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوا۔ اور بمصداق ولا یحیق المکر
السیئ الا باھلہ نتیجہ ظہور مین آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیرخان نے اپنی
وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اُس میدان قیامت ناک
سے رُخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی
اور دلاوری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیرخان نے حمایت الٰہی پر تکیہ
کر کے اپنا ہاتھی جسپر وہ سوار تھے خندق کے پانی مین ڈالدیا
یہ واقعہ اگرچہ ہم عالمگیر نامہ اور ماثر الامرا سے لکھ رہے ہین مگر خافی خان و شاہنشاہنامہ
وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہین مضمون سبکا ایک ہے مگر بعض کتاب مین صراحت
زیادہ ہے تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۱۷۲ مین شمس العلما خان بہادر مولوی ذکاءاللہ
صاحب دہلوی لکھتے ہین کہ صحیح نہین ہوئی کہ وہ آسامی دلیرخان کو خندق
پر لیگیا جسکے پانی کی انتہا نہ تھی اور ادھر سے آسامیون نے طرح طرح کے
جانفستان حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے
حقے اور پتھر برسنا شروع ہوے باوجود اس مرگ بے امان کے دلیرخان

نے اس برستی آگ مین اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند دلیر خان [1] کو افغانون نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہین ہے اگر بحر خونخوار کے غرقاب ہونے سے بچ گئے تو پتھر و نیز سر پٹکنے اور رائگان جان دینے سے کیا فائدہ ہوگا رائے صائب کا مقتضا یہ ہے کہ ابھی قابو سے وقت باقی ہے اپنے لشکرگاہ کو مراجعت کرین پھر قلعہ کی تسخیر کرین دلیر خان نے تمام عمر منھ نہین پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور شہادت کو سعادت دارین سمجھا فیلبان کو ہیبت ناک آواز سے

[1] دلیر خان فیل را در ان آب بے پایان رانده و از باریدن آتش بالا نه اندیشیده بعضے افغانان دلباختہ فہمانیدند کہ کار ان گذشتہ کہ امید نجات از میان آتش باشد مشعر از گرداب برآمدم سوائے سر بسنگ زدن و جان رائگان دادن فائدہ نخواہد شد مناسب آنست کہ قابوے وقت باقیست بہ لشکرگاہ مراجعت نمودہ باز بکار قلعہ باید پرداخت دلیر خان قبول نہ نمودہ آتش غیرت عار فرار برخود گوارا نہ نمودہ و سعادت شہادت سرمایہ نجات دارین دانستہ بر فیلبان بانگ بہ ہیبت زد کہ فیل را پیش بران افغانان و بہادران جانفشان دیگر مثل قراول خان معدود چند بہ تبعیت دلیر خان تکبیر گویان در آب زدند ہر کہ گولہ اجل بہ او رسید با آب سر فرو بردہ باز سر بالا نتوانست نمود جمعے کثیر در آب فرو رفت سہ چار گولی را جنگی بر جوشن آغر خان و دلیر خان رسید و کارگر نہ شد آخر برفاقت چند شیر دلان بپائے حصار رسیدند دلیر خان بزور بازوے خود و بدو ہمدمان جان باز بالاے دیوار کوہ تمثال شکوہ برآمد و آسامیان بمقابلہ درآمدند با وجود ہجوم آن قوم شوم و قلت دلیران جان نثاران بجبر دیوار البوارپیوستن و جمعے رو بفرار آوردند خانخانان از وقوع چنین فتح نمایان بسمت خود در قلعہ آمدہ دلیر خان را آفرین گویان در بغل گرفتہ ہمراہان را تحسین نمودہ و در کعت شکرادا نمود شاہنشاہ نامہ صفحہ (۴۵۰) و تاریخ خافی خان صفحہ (۳۰۰) قلمی۔

ڈ الا کہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔
جب یہ حُسن دلیری اُنکے جانباز بہادرون نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی تو انکی رگ جرات وغیرت بھی حرکت مین آئی اور اونھون نے اپنا پیر بھی آگے بڑھایا اور سب نے ملکر یورش کی۔
عالمگیر نامہ مین ہے کہ وہ موقع ایسا پرخطر اور میدان قیامت اثر تھا کہ بڑے بڑے پُردلان روزگار کے قدم ہیبت سے لرزتے تھے اور رُوئین تنون کی روحین خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھین دلیرخان نے اعدا سے وہ جنگ عظیم کی جو لابیان ہے خان ممدوح کے ہمراہیون نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسامیون نے قابو پاکر ایسا حربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہونچا بہت لوگ زخمی اور بڑی جماعت شہید ہوئی تین چار گولیان رامچنگی اور پانچ تیر دلیرخان کے لگے مگر چونکہ وہ زرہ چلتہ بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور کثرت سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے جو ضعہ اوسکا بند ہو گیا دلیرخان اپنے چند پہلوان لیکر قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور تائید الٰہی ایسی شامل ہوئی کہ دلیرخان کمال قوت اور انتہاے شجاعت سے جست کرکے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اونکے پیچھے اُنکے بہادر بھی پہونچے

ران موقف خطر قیامت نمونہ عرصہ قیامت اثر پردلان روزگار را قدم ہمت از نہیب آن سیلغز بدور روان تہمتن روح رُوئین تن از خوف اشوبش برخویش می لرزید با عداے نابکار داد گیر داوند و جنگ عظیم در پیوستہ حرب بے صد بے دادہ صفحہ (۱) عالمگیرنامہ

اور اہل ضلالت سے جدال و قتال کرنے لگے۔

اس معرکہ کو خافی خان جو اکثر دلیر خان کو دیو نبرد کے خطاب سے مخاطب کرتا ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب مین نہایت قدر افزا الفاظ سے یون لکھتا ہے کہ اس شب مین دلیر خان سے ایسی کارنمائی ظہور مین آئی جسکی شرح نہین ہوسکتی۔ بہت سے آسامی دلیر خان کے افغانون کے ہاتھون سے ہلاک ہوے۔ چند پتھر و گولیان انکے جوشن پر لگین مگر دلیر خان اپنے زور بازو اور کمند جرات و حملہ شجاعت سے جسطرح کہ شہباز جست کرکے شکار پر پہونچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر جو آسمان سے باتین کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ بہادری کی[1] اور داد تہوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک شمہ انکی اس شجاعت کی داستان سے سنتا تو زبان انصاف سے تعریف کرکے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

---

[1] دران شب از دلیر خان تردد سے کہ بشرح و بیان راست نیاید بعرصہ ظہور آمد و از مردمان نیز از دست افغانان دلیر خان جمع کثیر از ابیوار پیوستند سہ چار گولہ تفنگ و سنگ بر جوشن دلیر خان سید دلیر خان بزور بازوے خود و ہمدان جان بازو کمند جرات و حملہ شجاعت مانند شہبازے کہ خود را بقصد صید زند بالاے دیوار کوہ آسمان شکوہ بر آمد و بعد برآمدن نیز چنان داد تہوری داد کہ اگر رستم دستان شمہ ازان داستان می شنید زبان بانصاف کشاد اسم رستمے بر خود نمی پسندید و اگر افراسیاب آن جرات و جلادت را دیدہ مشاہدہ می نمود انگشت حیرت بدندان میگزید از منتخب اللباب قلمی و مطبوعہ جنگ اسام۔ ز تیغ نہنگے برافروختہ ز تیغ از نہنگان سر افراختہ چنان خواست رزمے ز بالا و پست فتادہ یلان ہمچو از بادہ مست ۱۲

اگر افراسیاب وہ جرأت و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے
اونگلی اپنے دانتون مین دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر مرتضے
اور دوسرے لوگ بھی حصار مین داخل ہوئے اور جو مورچون مین تھے وہ بھی یاوری
ہمت سے خندق پھاند کر پہونچے۔ آسام والے جو محصور تھے۔ رعب کے مارے
بدحواس ہوگئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کیطرف آمد
اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیابر جو شملہ گڈہ کے حصار کے اندر ایک نہایت مضبوط
قلعہ تھا اور اوسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہیبت سے خالی ہوگیا بادشاہی بہادر اسکے
اندر بھی پہونچگئے محمود بیگ بخشی فوج لیکر ان مفرورون کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گروہ
کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا اور کچھہ آدمیون کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ جدھر مین مقیم
تھی وہ بھی شملہ گڈہ کے فتح ہوجانیکی خبر سنکر بھاگ گئی تاریخ اخبار محبت وخافی خان
وشاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۰۷ مین ہے کہ خانخانان اس
فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور
دو رکعت نماز شکرانہ کی اداکی بعد ازان یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رعایا
کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت و اطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ وحشی اپنے
گھرونمین آباد رہین اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوئے تھے انکو جہانگیر نگر کو بھیجا کہ بارود
کوٹین اور توپخانہ اور بعضے دیگر کارخانون کے کام کرین۔ کہتے ہین کہ خانخانان اور دلیر خان
اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جو اہل آسام ولایت کامروپ سے مسلمانون
کو گرفتار کر کے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے یار و دیار سے دور پڑے ہوئے مبتلائے
عذاب تھے وہ رہائی پاکر اپنے مکانکو واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی وبلندی

ووسعت اور کثرت سامان کو دیکھکر متحیر تھا پانچ روز معہ لشکر کے قلعہ کلیابر مین قیام کیا
بعد اوسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیکر قلعہ کلیابر کا فوجدار مقرر کیا اور سید مرزائے
سبزواری اور سید تاتار اور کشن سنگہ کو قلعہ جدہبر کا تھانہ دار مقرر کرکے لشکر شاہی نے
کوچ کیا اور دو منزل تک دریاے برہماپتر پہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اسلیے دریا کے
کنارے سے گذر نہوسکا اور دریا کے کنارہ سے دور ہوکر پہاڑ کے پیچھے سے روانہ ہوا
جب لشکر سولہ گڈہ مین پہونچا تو راجہ کے مدار المہام نے جسکو وہانکی زبان مین بھوکن کہتے تھے
ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی
یعنے گواہٹی سے جسقدر راجہ وہانکی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی توپخانہ لیگیا ہے وہ
کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو ہاتھی ہین بھیجے تو صلح ہوسکتی ہے ورنہ عنقریب شاہی
لشکر اسکی راجدہانی کرگاؤن مین پہونچتا ہے۔ چونکہ یہ نامہ و پیام آسامیون کا صرف
فریب اور لشکر کے غافل کرنیکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اسلیے سپہ سالار
نے لشکر کو ہوشیاری و بیداری کی تاکید کی اور کرگاؤن کے فتح کے ارادہ سے ۲۱ جمادی
کو لشکر چلکر لکھو گڈہ مین ٹھہرا یہان گیارہ ہاتھی راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے اور
آجکہ ایک برہمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کیطرف سے ایک پاندان اور پیالہ طلائی
اور دو گھوڑے نقرئی اور کچھ اشرفیان اور ایک مکتوب جسمین ندامت کا اظہار اور صلح کی
درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی مکر و فریب کی تھی خان معظم نے جواب دیا کہ بالفعل
لشکر بادشاہی کرگاؤن آتا ہے وہان پہونچکر جیسا مقتضاے مصلحت ہوگا عمل مین لایا
جائیگا۔ کرگاؤن دریاے دکھو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریاے دہنگ سے ملا ہوا ہے
مگر اوسمین اسقدر پانی نہین ہے کہ بڑی کشتیان چل سکین اسلیے لکھو گڈہ مین جمیع

دریاؤن کا ہے وہان بڑی کشتیان چھوڑنے کی راے تھی دلیر خان نے کہا کہ چھوٹی
کشتیان بناکر ہمراہ لیجائین اور بعض ضروری چیزونکو انپر رکھکر کام مین لایا جاوے چنانچہ
ابن حسین جو جنگی بیڑون کا داروغہ تھا معہ منور خان وجمال خان وزمینداران بنگالہ کے
بیڑونکی حفاظت کو چھوٹا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غرہ شعبان کو لشکر کوچ کر کے
جسجگہ کہ راجہ کے بیڑونکا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیان راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئین
جو بادشاہی کارخانہ مین داخل کی گئین یہانپر ایک بڑا بتخانہ راجہ نے اپنے ایک برہمن
کے لیے بنوایا تھا یہان بھی تھانہ بٹھلایا گیا اسجگہ ایک نوشتہ ان مسلمانون سے کہ جو
ممالک بادشاہی سے کرگاؤن مین قید کر کے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ
نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آگیا ہے تو وہ اپنے اہل وعیال وزر وجواہرات ونفیس
اشیاء کو لیکر کوہستان کامروپ کیطرف بھاگ گیا ہے جو یہانسے چار کوس کی مسافت
پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل مین چھوڑ گیا ہے اور شہر معہ جملہ سامان کے بلا کسی
محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سنکر ۴ شعبان کو لشکر موضع لکھیو رہین پہونچا اور وہانسے
فرہاد خان وسید محمد دیوان لشکر معہ چند سپاہیون کے نہایت جلد پیشتر سے روانہ ہوے
اور راجہ کے مال وسامان کے ضبط کرنے مین مصروف ہوے اسروز لشکر موضع ترمہانی
مین جسجگہ دریاے دیکھو اور دریاے دہنگ ملا ہے جاکر ٹھہرا اس نواح مین ۱۶ ہاتھی
راجہ کے دستیاب ہوے اور ایک جماعت فوج کی لکھیو رو ترمہانی اور موضع لام دنگ
مین انتظام کے لیے مقرر ہوئی ۶ شعبان سنہ ۴ جلوس کو شہر کرگاؤن یعنی دار الملک
آسام لشکر اسلام کے قبضے مین آگیا۔ کرگاؤن مین عرصے سے جو مسلمان کہ قید ہوکر آئے
تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہا کیے گئے انکی خوشی وشادمانی کا اندازہ حد بیان سے

باہر ہے گویا اونھون نے دوبارہ حیات پائی اور جو توپین کہ راجہ نے تالاب مین غرق
کرادی تھین نکالی گئین چنانچہ دوسو اسی توپین اور ایکسو سے زائد تعداد مین ہاتھی اور
تین لاکھ کے تخمیناً سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آئے اسکے علاوہ چھ سو چھہتر
توپین منجملہ انکے ایک توپ تین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین
اور ایکہزار دوسو رام چنگی یعنے بڑی بندوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بندوقین
اور دو ہزار صندوق باروت جسمین ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار
اٹھائیس سپر اور لوہا و سیسہ و شورہ و گندہک حد حساب سے زائد اور ایکہزار
سے زیادہ کشتیان جنگی اور ایکسو بجرے آراستہ نہایت بڑے اور ایکسو بہتر انبار
چانول کے جسمین ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا غنیمت غلہ کی
تھی اگر یہ رسد غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش مین یقینی ہلاک ہوجاتا ان چیزون
کے علاوہ بہت سی چیزین آسامیون نے چلتے وقت آگ لگا کر برباد کرڈالی تھین
غرضکہ ۱۰ شوال سنہ ۱۰۷۲ ہجری کو یہ فتح حاصل ہوئی جسکے متعلق یہ شعر ہے ؎ کم واقع
میشود بیک سال ؎ یا کوچ بہار فتح آسام ؎ یہان جو مسلمان قید تھے انپر
طرح طرح کے جور و ستم ان بیدینون نے کیے تھے اور انمین سے ایک جماعت کثیر کو
راجہ مار کر چلا گیا تھا ان باقیماندہ مسلمانون کو خان معظم نے کشتیون پر بٹھلا کر انکے وطن کو
روانہ کردیا اور ایک سال تک ادائے مالگذاری اور دیگر تکلیفات سے معاف کردیا
کرگاؤن کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مزروعہ موضع سیملہ گڈھ سے
کرگاؤن تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہان سے وہانتک ہر جگہ باغات میوہ دار ایسے
مسلسل لگے ہوئے تھے کہ گویا ایک باغ ہو جنکے درمیان رعایا کے مکانات اور ان

باغات مین رنگین وخوشبودار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا پھلونمین کیلہ کٹھل ترنج لیمو
اناناس املہ بکثرت تھا باشندے وہانکے قوت وجرات ونشانہ لگلنے مین طاق راجہ
کے مکانات کے گرد ایک باندہ اوسکے بعد بانس کی دیوار اور اوسکے چارونطرف ایک
خندق پرآب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس جونہایت وسیع اور بلند لکڑی
وگھاس سے بنائے تھے منجملہ اونکے ایک دیوان خانہ جسکا طول ایکسوپچاس گز اور عرض
چالیس جسکے چھیاسٹھ ستون اور دورہر ستون کا چار گز جنپر لکڑیان بہنبت کار اور تختیان تختی
صیقلکار جنپر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی وچمک پیدا ہوجاتی تھی اسکی تعمیر مین تین ہزار
نجار اور بارہ ہزار مزدور دوسال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل مین اکثر
بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے ڈھول وتاس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی
خوابگاہ کی محافظت مین تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا معتمد میر غصب
تھا راجہ کثرت حشم وخدم پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ اولوالعزم کو خراج دیتا نہ انکی
اطاعت وفرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور دلیر خان معہ لشکر کے چندروز
گرگاؤن مین رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھرونمین آباد رہی انھون نے وہان
عالمگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال وسامان کو ضبط کیا اور کل بندوبست
ملکی ومالی سے فرصت حاصل کرکے اطمینان سے بیٹھے اور اس فتح کی عرضداشت بادشاہ
کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب مین بادشاہ نے ایک فرمان
مرحمت عنوان معہ خلعت کے بھیجا۔

اس اثنا مین برسات کا موسم آگیا وہان کی بارش ممالک ہندوستان سے مقدار مین
زیادہ ہوتی ہے اسیے ہوا کا چلنا اور پانی برسنا شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی جنگل و پہاڑ سے مور و ملخ کی طرح نکل پڑے اور وہ مفسد بید غدغہ
پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر موقع پاکر آتے اور حربے کرتے بارہا مقابلہ ہوا مگر
وہ ہر بار مغلوب ہوئے ایکبار جب سر انداز خان اور محمد مراد بیگ کو کجپور کی تھانہ داری
اور وہان کے مفسدوں کی گوشمالی کو بھیجا گیا اور ان دونون مین باہم نااتفاقی پیش آئی اور
مراد بیگ اپنی خود رائی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیون کا بیڑا آگیا اور اسنے بادشاہی
بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور معہ اپنے ہمراہیون کے کشتیون سے اوتر کر کنارہ
پہونچا اور وہان سے ترہانی چلا گیا اس اثنا مین دلیر خان کے افغان بغیر چند
کشتیون کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنون کیطرف دوڑے اور ان کشتیون نے
جو قبضہ مین کر لی تھین دشمنون کے بیڑے سے ٹکراتے ہوئے باہر نکلے اور دیولگانو پہونچے
مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے جسمین سامان رسد
وغیرہ تھا آسامیون کے قبضہ مین آگئے اور انھون نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کر لیا اور بادشاہی
لشکر کے قبضہ مین صرف کرگاؤن اور متھراپور کے کچھ نہ رہا یہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا
اسکے علاوہ رسد اور غلہ کے نہ رہنے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب
جسکو بیدلی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکر عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل
ملک کے باشندون کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے سرتابی

سلہ چون میر منزل پشنجانہ طرف مسکن راجہ بر آوردہ از انتشار این خبر اسامیان چون مور و ملخ جوق جوق فراہم آمدہ شروع بشوخی
زیادہ از حد نمودند و دلیر خان بتنبیہ آنجماعہ پرداختہ ہزارہا ازان قوم شوم قتل و اسیری ساخت و خانخانان مقرر نمود
کہ سر مقتولان را بر گردن اسیران بستہ در لشکر تشہیر نمایند ۱۲ صفحہ ۷۰۳ تاریخ محمد ہاشم خافی خان ۔

سلہ و بغیر چند کشتی از افغانان دلیر خان کہ بمجرد ظہور نوارہ غنیم ان پردلان بنیروے بازوے جلادت ان سفاین مہیان نوارہ
مخالفان زدہ بدر رفتند و بہ دیولگاون رسیدند ۱۲ منتخب نامہ

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کامروپ سے اوترا اور قصبہ شولاکوری جو کرگاون سے چار منزل ہے اسمین آکر ٹھہرا اور بھوکن بھی نہرولی کے کنارہ جو قریب متھراپور کے دریاے دہنک سے ملی ہے اور برسات کے موسم مین وہان ایک دریاے عظیم الشان ہوجاتا ہے آکر ٹھہرا اور تمام اس دیار کے لوگونکو طلب کیا اور وہان میدان حشر کیطرح مجمع اکٹھا ہوا اور نہایت بلند ایک دیوار بہت چوڑی و مضبوط تیس کوس تک بناکر تیار کی جسکا ایک کنارہ پہاڑ سے لگاکر دوسرا دریاے دہنک تک ملادیا تھا آسامیون نے کئی مرتبہ بڑی بڑی جمعیتین اکٹھا کین اور دریا سے اوترکر دلیرخان کے لشکر پر شبخون مارنا اور نہایت سخت حملہ کرنا شروع کیے[1] ایکمرتبہ دلیرخان خود سوار ہوکر ان ظالمون کے سر پر پہونچ گیے اور ایسی دلیری کو دخل دیا کہ بڑی بھاری جماعت کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا جس سے دوبارہ آسامیون کو دلیرخان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نرہی[2] بعض مرتبہ کالی گھٹائین ابر کی اوٹھ کر اس شدت سے برستین کہ پانی سوارونکے رکاب تک آجاتا اور جس طرح کثرت اشکباری سے عاشقونکی آنکھون کو کھولنے کی فرصت نہین ہوتی ہے پانی ایکدم کو

---

[1] دوران شب تار دلیرخان کہ بذات نفس خود بدان تیرہ روزان مقابلہ کارزار افتاد و تردد رستمانہ و سعی بہادرانہ بظہور آمد بعدہ آسامیان رو بفرار آوردند دلیرخان تا سہ گروہ میان آب و گل تعاقب پرداختہ بسیارے را بقتل رسانید و مراجعت نمود صفحہ ۲۳۰ خافی خان

[2] مقاہیر شقاوت فرجام چندین نوبت بجمعیت و ہجوم تمام از آب گذشتہ بر لشکر دلیرخان شبخون آوردند و آویزشہاے صعب کردند نوبتے آن خان شہامت شعار خود سوار شدہ بر آن مخذولان تاخت و جمعے کثیر را طعمہ صمصام انتقام ساختہ دیگر بارہ بہ لشکر او جسارت نہ نمودند ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۸۰۸ ۔ چون بنخانہ لشکر شاہی بطرف مسکن راجہ بر آوردند از انشا این خیرہ آسامیان جوق جوق فوج ہم آمدہ شوخی زیادہ از حد نمودند دلیرخان بہ ایرانیان آنقوم قتل و اسیر ساخت شاہنشاہ نامہ صفحہ ۶۳ بفوج سپہ سالار چند بار شوخی نمودند و از ہر دو طرف کشتہ شدند و آسامیان بعد کشتہ و اسیر گردیدن فرار نمودند و یکبار بسر نمودہ حال دیرخان ریختند و بسیار کشتہ گردیدہ و فرہاد خان دو زخم برداشت و دلیرخان تا سہ کردہ دران لا و گل تعاقب نمود ۱۲ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۵۷ ۔

مہلت نہ دیتا اس عرصہ مین بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپ و لرزہ اور ہیضہ
کی وبا پیدا ہوگئی صدہا آدمی لشکر کے مریض ہوکر مرنے لگے حتے کہ ایک بڑی جماعت
بادشاہی لشکر کی ہلاک ہوگئی اور دو لاکھ تیس ہزار آسام کے لوگ بھی مرگئے اس
آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑگیا راستے کے بند ہوجانے سے
جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہوگیا لشکر مین نہایت مصیبت و مشکل کا سامنا
ہوا۔ ایکسو تہتر انبار غلہ کے تھے منجملہ انکے سولہ انبار لشکر شاہی کے قبضہ مین سے باقی
آسامی شبخون مار کر لے گئے اس زمانہ مین اوقات بسری کو یہی چاول تھے اور دیگر جنس
غلہ تھی عرصہ تک لشکر کی گائین ذبح کر کے گذر اوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار
مین لیموں و نارنگی زیادہ پیدا ہوتے ہین وہ بھی کھا گئے۔ ابتک بھوکن صلح کی استدعا
کرتا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور وبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی اسنے دیکھی مخالفت
پر آمادہ ہوا متھرا پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھکر وہانسے لشکر نے کوچ کیا اور ۲۳ محرم
سنہ ۵ جلوس کو کرگاون آیا اسامی اسبات سے اور بھی شرارتین کرنے لگے اور لشکر کو
عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارتے بادشاہی لشکر مین رات بھر کوئی
شخص آنکھ نہ جھپکاتا برابر بیدار رہتے ایکمرتبہ آسامیون نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات
مین دلیر خانؔ[1] اور راجہ سجان سنگہ کے مورچہ پر آکر جدال و قتال کرنے لگے

[1] نوبتے مقاہیر اجتماعے عظیم نمودہ در مہتاب شبے بمورچال دلیر خان و راجہ سجان سنگہ آمدہ نائرہ جدال و قتال برافروختند و تیغ
کشیر طعمہ صمصام انتقام مبارزان فیروزی مآل گشتہ خیرہ سران ذکال حاصلے مید و ختند دلیر خان رہا از خیرگی و جرات آنہا عرق
غیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمودہ تیما قب آن جسارت کیشان پرداختہ و تنا الم و ند کا فرستہ تیغ جلادت
بخون بسیارے از ملاعین رنگین ساخت و پس از وقوع این معنی اسامیان ضلالت کیش سراز ہوائے شبخون برداشتہ
دیگر قدم جسارت بنزدیکی کرگاون نگذاشتند ۱۲۔ ۸۰۱ عالمگیرنامہ

دلیر خان کو اوسوقت شجاعت کا جوش آگیا خود اونکے تعاقب کو
اوٹھ کھڑے ہوے اور نالہ دند کا تک آسامیون کو بھگاتے اور انکو اپنی تلوار سے
ٹکڑے کرتے ہوے لے گئے اور ان شریرون کو ایسی گوشمالی دی کہ دوبارہ انکو پھر
شبخون کی جرات نرہی اور گرگاون کے نزدیک قدم نرکھا جب گرگاون مین بھی امراض
وبائیہ پیدا ہوگئے تو بجز صبر وشکر کے کوئی چارہ نرہا وسط ماہ صفر مین بارش کم ہوئی
اور مخالفین جنگل اور درون مین بھاگ گئے غلہ وغیرہ کی رسد بھی آنے لگی راجہ جاکر کوہستان
کامروپ مین چھپا لشکر بادشاہی نے راستون کے کھلجانے سے آسامیون کو چار ونطرف
سے نکالدیا اب پھر عنایت الہی سے اہل اسلام کا پیر مصیبت کی دلدل سے نکل آیا
اور مخالفونکے امید کی کشتی خشکی مین آگئی ۱۴ ربیع الثانی کو بادشاہی لشکر شہر گرگاوں سے
نالہ دند کا جو پایاب ہوچکا تھا اور تھوڑی سے کہ وہ بھی پایاب تھی اوترکر بیدلی پھوکن کے
سرپر پہونچ گیا وہ ایک بڑا مجمع لیے ہوے پڑا تھا گر خائف ہوکر بھاگا اور اوسکی
مورچال جو نہایت مضبوط تھی لشکر کے قبضہ مین آئی اور یہ نہایت عظیم فتح حاصل ہوئی
اسکے بعد آسامیونکو مایوسی ہوگئی اور ہمیشہ تک انکو اپنی کامیابی کی امید باقی نرہی ہر طرف
سے رعایا اطاعت وفرمانبرداری کرنے لگی اسکے بعد بیدلی پھوکن جو نامی سردار اور
اس ملک کے بہادرون کا سرغنہ تھا راجہ سے رنجیدہ ہوکر معہ اپنے تین بھائیوں کے
بادشاہی لشکر مین آگیا خانخانان نے اسکو خلعت عنایت کیا جسمین دہکدہگی وخنجر مرصع اور
گھوڑا تھا وہ نہایت خوش ہوا پھوکن کیوجہ سے چار ہزار جنگی اسامی لشکر مین آگئے اب
راجہ بہت گھبرایا اور اسکو اپنے سردارون کا اعتبار نرہا اکثر سردارونکے اہل وعیال
آسامی شبخون پر پھنچکر ہلاک کیے پھوکن کی نشاندہی سے راجہ کے اکثر ہاتھی دستیاب ہو

اس عرصہ مین راجہ کے نکل لینے کے لیے بادشاہی لشکر کامروپ کیطرف بڑھا مگر اتفاق سے خانخانان مرض الموت مین مبتلا ہو گیا اور اسکا آزار روز بروز بڑھتا گیا راجہ ہمیشہ صلح کے لیے اپنے سفیر بھیجکر عاجزی کرتا تھا مگر اوسکی استدعا قبول نہین ہوتی تھی اب راجہ[1] نے جانا کہ مین عنقریب گرفتار ہوجاونگا تو اُسنے دلیرخان کا توسل ڈھونڈھا اور اونکا دامن پکڑا دلیرخان نے راجہ کی عرضداشت پر توجہ کی اور خانخانان کو راضی کر دیا ۲ جمادی الثانی کو لشکر موضع تپام مین پہونچا تپام درہ کامروپ کے برابر ہے وہان کا راجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا اسی جگہہ راجہ آسام کے وکیل صلحنامہ کی شرطین طے کرنیکو آئے بعد گفتگوے دراز کے یہ امور[2] قرار پائے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ تپام کی لڑکی اور بیس ہزار تولے سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس ہاتھی بادشاہ کو پیش کرے او

---

[1] راجہ ضلالت آئین کہ ہموارہ بارسال سفرا وسیلہ ابرا التماس صلح و طلب عفو می نمود و بقبول مقرون نمیشد درینوقت کہ گرفتاری و استیصال خویش قریب الوقوع میدید بہ دلیرخان توسل جستہ ورا التماس مصالحت و اظہار عجز و مسکنت مبالغہ کرد و آن خان شہامت نشان بنابر صلاح وقت خانخانان را باین معنی راضی ساخت ۱۲-۷۰۴ عالمگیرنامہ

[2] و پس از گفتگوے بسیار چنین قرار یافت کہ راجہ بالفعل صبیہ خود با دختر راجہ تپام و بست ہزار تولہ طلا و یک لک و بست ہزار تولہ نقرہ و بست زنجیر فیل برسم پیشکش و پانزدہ زنجیر فیل براے خانخانان و پنج زنجیر فیل بجہت دلیرخان بفرستد و متعاقب در عرض دوازدہ ماہ سہ لک تولہ نقرہ و نو زنجیر فیل بسرکار بادشاہی واصل سازد و ہرسالہ بست زنجیر فیل بطریق پیشکش می فرستادہ باشد و تا وصول تتمہ پیشکش کہ اداے آن در مدت دوازدہ ماہ مقرر شدہ بود چہار کس از عمدہ ارکان دولت و حکومت خود برسم گروگان ہمراہ لشکر ظفر پناہ بہ بنگالہ فرستد و فرزندان و عیال بدلی پھوکن با برخے از رعایاے ولایت کامروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جبال محبوس بودند بہ لشکر ظفر اثر رساند و نیز مقرر شد کہ از سمت اودر کول ولایت درنگ کہ یکطرفش گوہاتی و طرف دیگرش بدیاے الی بہرا دمی کہ از حوالی قصبہ ہم

پندرہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کرے اور ایکسال
کے اندر تین لاکھ تولے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی مین داخل کرے
اور ہر سال بیس ہاتھی پیشکش سالانہ کے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور تا ادائے رقم
پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹونکو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر مین حاضر
رکھین اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہین اور بدلے بیوکن کے اہل وعیال
اور کچھ رعایا ے کامروپ جو ولایت کامروپ مین قید تھی لشکر بادشاہی مین پہونچا ئی
جاے اور یہ امر بھی قرار پایا کہ اوتر کول سے ولایت درنگ تک جسکے ایک طرف
گواہٹی ہے اور دوسری طرف اسکے دریاے آلی بھاری ہے جو حوالی قصبہ جدہر سے
گذرتا ہے اور دکن کول سے ولایت بیل تلی دڈومریہ کبھی بادشاہی قبضہ مین نہ تھی
ممالک محروسہ مین داخل کیجاوے چنانچہ ان امور کا عہد نامہ راجہ کیطرف سے اور قبولنامہ
خانخانان کیطرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع
ہوا امیر مرتضیٰ کو لکھا گیا کہ توپخانہ اور دیگر اشیا جو کر گاؤن مین ہین اور وہ رعایا جو مسلمان
و ہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار ہے انکو لیکر لشکر گاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر
ہوا کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھا لیکر کر گانو سے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے وکیل
پیشکش معینہ یعنی سونا و چاندی اور راجہ آسام اور راجہ تپام کی لڑکیاں اور ارکان دولت
کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائین اپنے ہمراہ لاے محصل

نتیجہ بقیہ ماقبل میگردو متصل ستہ از جانب کول و لایت بیل تلی دڈومریہ کہ ہیچگاہ در تصرف بندہای بادشاہی نبودہ داخل پیشکش و
تعمیم ممالک محروسہ باشد و حد فاصل میان مملکت بادشاہی و ولایت آسام در جانب گوہاٹی دریای کلنگ و در اطراف
کول دریای آلی ابھاری قرار یافت و عہد نامہ مشتمل بر تعہد این امور از جانب آسامیان و تولا ازقبل خانخانان
نوشتہ ... عالمگیرنامہ

۱۰ ماہ مذکور سنہ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھوگڈھ پہونچا وہان میر مرتضے تمام اشیا اور ایک خلقت کثیر لاکر موجود ہوا اور آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم برسات کا سر پر آرہا تھا اور کل اہل لشکر وہانکے قیام سے گھبراکر بھاگنے کو تیار تھے اسلیے خانخانان معہ لشکر کے پیشتر بنگالہ کو روانہ ہوا اور دلیر خان معہ لشکر اور جنگی بیڑون کے بعرض وصول پیشکش جس مین ہاتھی وغیرہ رکھے گئے تھے ٹھیر گئے خانخانان حدود بادشاہی کو جو ابھی مقرر ہوے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو مین جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے اکر ٹھیرا وہان شاہی فرمان صادر ہوا کہ رشید خان کو ولایت نامروپ کا فوجدار مقرر کیا جاے چنانچہ حسب الحکم وہ وہان مقرر کیے گئے دوسرے روز دلیر خان آٹھ ہاتھی پیشکش کے لیکر آگئے اور وہان سے کل لشکر کوچ بر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دوبارہ تسخیر کے لیے عسکر خان مقرر ہوے ۲ رمضان سنہ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور رہا تھا کہ خانخانان نے انتقال کیا بنگالہ کے وقائع نگار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

ملہ دلیر خان را با اکثر لشکر و نوارہ بانتظار رسیدن بقیہ از فیلان پیشکش کہ ہنوز نرسیدہ بود در لکھوگڈہ گذاشتہ ۱۲ عالمگیرنامہ

ملہ روز دیگر دلیر خان از لکھوگڈہ رسیدہ ہشت زنجیر فیل کہ راجہ آسام از جملہ فیلان پیشکش بتعاقب ارسال داشتہ بود رسانید ۱۲ عالمگیرنامہ ۸۱۲

ملہ اسموقع پر دلیر خان کے دوست خانخانان کا مختصر حال لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خانخانان کا نام میر محمد سعید اور خطابی میر جملہ معظم خان خانخانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبالمند سردار تھا اصفہان کے اردستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش سے اسکو پرورش کیا تھا اسنے اسکی کل املاک پاکر اپنی حسن لیاقت سے بادشاہی درباروں مین رسائی پیدا کی سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ نے اسکی لیاقت و دولت دیکھکر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر جملہ دیا اسنے عرصہ تک دکن کا خوب انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن برہم ہوا تو یہ آزردہ خاطر ہوکر اورنگزیب کے توسل سے شاہجہان کے دربار مین

لاہور مین ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ
وہ نہایت کارگذار اور خیر خواہ سلطنت تھا ہر طرح سے اوسکی روح کو ثواب پہونچایا گیا او

حاشیہ صفحہ ماقبل چلا آیا شاہجہان نے اسکے استقبال کو دانشمند خان کو بھیجا اسنے نذر مین ایک الماس قیمتی دو لاکھ کا اور ہاتھی وغیرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجہان نے شش ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کرکے معظم خان خطاب و پانچ لاکھ روپیہ اور قلمدان مرصع وزارت کا مرحمت کیا اور اوسکے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ مین سعد اللہ خان کا انتقال ہو گیا تھا اسلیے بادشاہ نے راجہ رگھناتھ جسمین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر تہا اور چندر بہان جو فاضل خان کا تربیت یافتہ تھا مقدمات وزارت پر مددگار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی مہم پر مقرر ہوا اور وہان اسنے کارنمائی کی اور جاگیر پائی۔ جب اورنگ زیب نے باپ کی علالت مین اسے مصلحتاً نظر بند کیا تو شاہجہان نے اسکے بارہ مین بیٹے کو لکھا (کہ از بازپرس روز جزا اندیشیدہ) اس بیگناہ کو قید کیا جنگ کھوہ مین عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے پیچھے خاصہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فتح مین ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور وہان فتحیابی حاصل کرکے خطاب خانخانان و جاگیر پائی بعدہ آسام کی مہم سر کی وہان کی رداءت آب و ہوا سے علیل ہوا اور ربیع الثانی کو بیدرپا دہنگ کے پاس آسامیون کا مورچہ دیکھنے گیا یکبارگی اسکو غش آگیا گھوڑے سے اوترکر تکیہ لگایا اور ایک گھنٹہ بیہوش رہا بعدہ خیمہ گاہ کو آیا اس حالت مین فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر آسام سے نہ جانے پایا تو ہم خود جدا ہو کر یہان سے بنگالہ چلے جاینگے اس دل آزار فقرے سے اور روحانی صدمہ ہوا آخرکار واپسی لشکر مین وہ ۲ رمضان بروز چہارشنبہ ۱۰۷۳ ہجری مطابق ۶ جلوس کو انتقال کر گیا۔ یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار دور اندیش اہل قلم اور صاحب علم تھا دونون جوہر اسکے ہاتھ مین تھے کوئی امیر قریب العہد اسکا مقابل نہ تھا اور کشورکشائی مین نہایت فتح نصیب تھا قصبہ تلنگانہ دکن مین اسکی یادگار ہے حیدرآباد مین اسکے نام کا تالاب باغ و حویلی مشہور ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہونچا اور وہان دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہونچا اور وہ حسب الطلب بنگالہ سے دار السلطنت کو آئے اوسوقت دلیر خان نے بادشاہ کو ہاتھی اور نو گھوڑے ٹانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت پہنوایا اور انکو اپنے ہمچشمون مین نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا اسکے بعد دلیر خان کو اونکی جاگیر پر جانے کی اجازت دیگئی اور رخصت کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا ساز طلائی تھا انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ عالمگیر کے ساتوین سال جلوس و اڑتالیسوین برس عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ ۱۰۷۴ھ تھے

نواب دلیر خان کا معہ راجہ جے سنگہ کے دکن جاکر سیواجی مرہٹہ کی مہم فتح کرنا

سیواجی نے جب ملک دکن مین قزاقی کا پیشہ اختیار کرکے لوٹ مار مچائی اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اوسکے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اسنے اعلانیہ غارتگری کرکے اپنے ملک کے حدود وسیع کرلیے اور بہت سے قلعے چھینکر راجہ بن بیٹھا ایک بڑی جماعت اُسکے پاس ہوگئی اور چونکہ اسکی ولایت دریا

سلہ دلیر خان بموجب حکم طلب از بنگالہ رسیدہ بدولت زمین بوس تاجر گردیدہ یک زنجیر فیل و نہ اسپ ٹانگن بر سم پیشکش گذرانیدہ بعطاے خلعت کسوت افتخار پوشیدہ ۱۲ صفحہ ۸۶ عالمگیر نامہ

سلہ دلیر خان بعنایت اسپ با ساز طلا مباہی گشتہ رخصت جاگیر یافت ۸۶۰ عالمگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اسلیے بعض بندر جو اسکے قریب اور تصرف مین تھے وہان جو جہاز لیجاتا اسکو موقع پاکر غارت کر لیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان مین پڑ جانیسے کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسمین جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان تھے سیواجی نے ان سبکو قید کر لیا اور طرح طرح کی انکو ایذائین پہونچائین چنانچہ اسکے ثبوت مین علاوہ فارسی تاریخونکے مسٹر ڈی لافوزام اے ہسٹری انڈیا مین جو بزبان انگریزی انٹرنس کورس مین داخل ہے یون لکھتے ہین کہ ۱۶۶۴ء مین شہر سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیواجی نے اپنے آپ کو راجہ کہلانا شروع کیا چونکہ اسکو کی غارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہو گئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت اور زیادہ بڑھ گئی اسلیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد غارتگری شہر سورت کے حاجیونکے جہازونکو جو بندر سورت سے روانہ ہوا کرتے تھے غارت کیا یہ ایسی بات نہ تھی کہ عالمگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کر دیتی اسلیے اسنے ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی لڑائی کے بعد سیواجی نے شکست پائی اور مغلوب ہو کر صلح کی عہد نامے کے یہ شرائط قرار پائے کہ بیس قلعے وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجاپور کے مقابلہ مین معہ اپنی فوج کے مغلونکی شرکت کرے اسکے عوض مین چند اضلاع سے اسکو چوتھ لینے کی اجازت دیگئی اور اسکے لڑکے کو فوج پنجہزار سوارون کا افسر بنایا گیا انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخونسے بھی کچھ مختصر حال سیواجی کا یہان پر لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے سیواجی کی حالت کچھ عجیب مکر و فریب کی تھی کبھی وہ عالمگیر سے لڑ رہا ہے اور کبھی عالمگیر کیطرف سے وہ عادل شاہ کے قلع قمع کرنے مین

مصروف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاکی سے نکل گیا۔عجیب بہادر و چالاک آدمی
تھا مگر محض ناخواندہ اپنا نام بھی نہین لکھ سکتا مسلمانون سے سخت تعصب رکھتا
تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی اوس قوم کا
ایک شخص تھا جو دیوگڈہ عرف دولت آباد مین رہتا تھا اسکے بیٹے مالوجی کے کوئی
اولاد نہ تھی احمد نگر مین ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالوجی کے بیٹا پیدا ہوا
جسکا نام فقیر کیوجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔مالوجی ایک چالاک سلحدار تھا جسنے حسن
خدمتگذاری سے جادورا ے کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کرلی اس بیوی سے شاہ جی
کے گھر سیواجی پیدا ہوا جب سیواجی کی مان شاہ جی سے ناراض ہوکر کہ اسنے
دوسری شادی کرلی تھی اپنے میکہ پونہ چلی آئی تو سیواجی ساتھ تھا۔سیواجی کی پیدائش
کا زمانہ سنہ ۱۶۲۷ع ہے اسوقت مین تین سلاطین کا تخت دکن مین ڈگمگا رہا تھا
اور مغلون کے ہاتھ سے اوسکی مان ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ مین لیے پھرتی تھی
آخر کو وہ گرفتار ہوگئی سیواجی کو سپاہگری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے
سیواجی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لٹیرون کی صحبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا
اسکے بعد ایک جماعت پیدا کرکے شہر اور قلعون پر حملہ کرنا شروع کیا۔مرہٹون کی ترقی
کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹونکو بطور کمک کے ملازم
رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بیقاعدہ فوج کے انسے مدد لیتے تھے جب سیواجی نے
بیجاپور کی سلطنت مین جو پہاڑی قلعے تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہونیکی وجہ سے
اکثر بیجر قلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ مین کیا اسپر والی بیجاپور نے
سیواجی کے باپ شاہ جی کو قید کردیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ مار خاموش

بیٹھا رہا باپ کی رہائی کے بعد اوسنے افضل خان میر لشکر بیجاپور کو دھوکے سے مار لیا اور
راجگڈہ کو اپنا راجدھانی بنایا اوسوقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اسنے اسکے قلعے
اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیواجی اسکے مقابلہ کی تاب نہ لایا اورنگزیب
اس عہد مین دکن کا ناظم تھا سیواجی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہجہان کی
علالت سے شاہزادونمین باہمی جنگ وجدال ہوا اور اورنگزیب دکن سے
دار السلطنت دہلی چلا آیا تو اسنے مہلت پاکر شاہی حدود مین دست اندازی شروع
کی اور رات کے وقت قلعہ جنیر کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کرکے خوب لوٹا سیواجی نے
اورنگزیب کے معاملہ مین بڑی غلطی کی اوسکی زور وقوت وعقل وسپاہ کا ٹھیک تخمینہ
نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے ماموں شایستہ خان امیر الامرا کو سیواجی کی تنبیہ کو بھیجا
چنانچہ سنہ ۱۰۷۰ ہجری مین امیر الامرا نے قصبہ سوپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کرلیا اور سیواجی
امیر الامرا کے خوف سے بھاگتا پھرا۔ امیر الامرا قصبہ پونہ مین اس حویلی مین جو سیوا
کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا مگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی بارات لیکر سے لایا اور امیر الامرا
پر چھاپہ مارا امیر الامرا زخمی ہوا اور اوسکا فرزند ابو الفتح ہلاک ہوا سیواجی نے شہر
سورت کو جسے اس زمانہ مین باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیون کے جہاز کو
غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اسلیے عالمگیر کے آتش غضب کا
شعلہ بھڑک اوٹھا اور اسنے پیشتر راجہ جسونت کو سیواجی کے استیصال کو بھیجا
جب اونسے خاطر خواہ یہ مہم سر نہ ہوسکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگھ اور دلیرخان
کو اوسپر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگھ نہایت تجربہ کار وہوشیار سردار تھے انکے پاس
پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیرخان شجاعت اور دیانت مین امرا

نامدار سے تھے منتخب کیے گئے اور چند امرا بھی اس مہم کے لیے انکے ساتھ مامور
ہوے اوس زمانہ مین دلیر خان اپنی جاگیر پر تھے انکے نام بادشاہ
نے فرمان بھیجا کہ سیوا جی کی گوشمالی ما بدولت کو منظور ہے تم اپنی جاگیر سے
جدا ہو کر اس مہم کیطرف روانہ ہوا اور راجہ جے سنگہ سے مل لو چودہ ہزار سوار اس
مہم کے لیے مقرر کیے گئے اس عرصہ مین بادشاہ کے وزن کا جشن منعقد ہوا
دلیر خان کو خلعت و ہاتھی بھیجا گیا القصہ حسب الحکم دلیر خان اپنی جاگیر
سے دکن کو روانہ ہوے جو لشکر کہ سیوا جی کی مہم کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ۱۹ ربیع الاول
سنہ جلوس کو دار الخلافت سے دکن کو روانہ ہوا اور ۴ شعبان کو اورنگ آباد دکن
پہونچگیا وہان شاہزادہ محمد معظم جو ناظم دکن تھا اوسکی خدمت مین حاضر ہوا چار روز وہان
قیام کرکے ۸ ماہ مذکور کو وہان سے پونہ کو روانہ ہوا اور ۲۵ تاریخ کو قصبہ پونہ مین پہونچگیا
اور مہاراجہ جسونت سے حسب الحکم بادشاہ کے مہاراجہ جے سنگہ نے کل سامان و
اختیارات کا چارج لیا اسکے بعد وہان کا انتظام شروع کیا گیا قطب الدین خان کو سات
ہزار سوار دیکر قلعہ جنیر کیطرف بھیجا گیا اور قلعہ لوہ گڈہ مین تھانہ بٹھلایا گیا اور تین ہزار سوار
وہان تعینات کیے گئے اور جہان جہان کہ غنیم کے غلبہ کا گمان تھا وہان لشکر مقرر
کیا گیا احتشام خان کو چار ہزار سوار پونہ کی حراست کے واسطے دیے گئے ان سب

حاشیہ صفحہ ما قبل ؎۱ راجہ جیسنگہ و چندے از امرائے نامدار و عمدہ ہائے آستان سپہر مدار مثل دلیر خان داؤد خان زبردست خان
و راجہ سجان سنگہ و راے سنگہ وغیرہ قریب چار دہ ہزار بودند تبقدیم این خدمت تعین نمودہ و بدان صوب مرخص کردند۔
؎۲ یرلیغ گیتی مطاع بنام دلیر خان و احتشام خان و برخے دیگر کہ در محال تیول خویش بودند بفرصدور پیوست
کہ ازانجا عازم مقصد گشتہ براجہ پیوستند ۱۲-۸۶۸ عالمگیر نامہ
؎۳ بجہت دلیر خان خلعت و یک زنجیر فیل و براے احتشام خان خلعت مرسل گشت ۸۸۱ عالمگیر نامہ

انتظامات کے بعد یہ راے قرار پائی کہ قلعہ پورندھر اور رودرمال جو سب سے بڑے قلعے سیواجی کے ہین پہلے فتح کیے جائین یہ دونون قلعے ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع تھے ۲۲ رمضان المبارک کو یہ لشکر جسجگہ سے کہ ساسور یک منزل کے قریب تھا پہونچا دلیرخان جو مقدمۃ الجیش فیروزی تھے اپنی فوج و توپخانہ لیکر قلعہ کیطرف سب سے پیشتر روانہ ہوے چونکہ زمین کتل دار و دشوار گذار تھی اسکو طے کرکے ساسور مین پہونچے اسکے بعد بھی آگے بڑھے اور اوتر نیکے خیال مین تھے انکے سوار کھڑے ہوے اچھی پڑاؤ کیلئے جگہہ تلاش کر رہے تھے کہ غنیم کی فوج نمودار ہوئی اور قریب آکر لڑنے لگی دلیرخان نے پہلے اپنی فوج کو ترتیب دیا جب کل فوج درست ہوگئی اسکے بعد مرہٹہ کی فوج پر حملہ کر دیا وہ اُنکے حملہ اور مقابلہ کی تاب نہ لائی اور پہاڑ

---

[1] و در سال ہفتم دلیرخان ہمراہی راجہ جیسنگہ باستیصال سیوا بھونسلہ کہ ریشۂ استقلال در سرزمین دکن فرو بردہ بتاخت و تاراج غبار شورش برانگیختہ بود دستوری یافت و چون راجہ در سال ہشتم بانتزاع قلاع سیوا ہمت برگماشت و از قصبہ پونہ بکشایش قلعہ پورندھر و ردمال روانہ گردید دلیرخان کہ مقدمۃ الجیش فیروزی بود با فوج ہراول و توپخانہ منصور پیشتر روانہ شد از کتل ساسور گذشتہ نزدیک بدان مکان در صدد نزول بود کہ ناگاہ فوجے از اعادی نمودار گشتہ غبار انگیز پیکار شد آن خان شہامت پرور سپاہ ظفر اثر را توزک کردہ بر آن جسارت کیشان حملہ آور شد آنہا بحملہ بہادرانہ تاب مقاومت نیاوردہ جنگے بگریز کردہ بجانب کوہے کہ آن ہر دو قلعہ بر فراز ان بود کشید دلیرخان جنگ کنان و خصم افگنان بدان کوہ برآمد و بسیارے را طعمۂ شمشیر گردانیدہ و معمورہ کہ در کمر کوہ بود و آنرا ماچی گویند آتش زدہ بعزم محاصرہ پیش رفت چون مردم ہر دو حصار برق افروز توپ و تفنگ گشتہ خان مذکور پاپیے ہمت نکشیدہ بپاوری شہامت و بسالت متصل حصن پورندھر رسیدہ بجا للہ مورچال بست و چون چندے در محاصرہ ہر دو حصار بہ نبرد آرائی و ہنگامہ افزائی گذشت یک برج قلعہ ردمال بصدمات متواتر توپہا بانہدام یافت۔۔ از مآثر الامراء و عالمگیر نامہ

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

کیطرف جدہر قلعے تھے جنگ فرار آمیز کرتی ہوئی بھاگی دلیر خان اس فوج
کو مارتے اور پسپا کرتے ہوے دامن کوہ تک پہونچے بہت سی جماعت دلیرخان
نے اور اونکے بہادرون نے قتل کرڈالی کچھ لوگ قلعہ کے حصار مین جاکر پناہ گزین
ہوے اور جو باقی تھے وہ ادہر اودھر بھاگ گئے دلیر خان معہ اپنی فوج کے پہاڑ
کی بلندی پر چڑھ گئے اور کمر کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہانکے لوگ باچی کہتے تھے
اوسمین آگ لگادی اور قلعہ کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دونون قلعون مین
جو لوگ محصور تھے اونہون نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ
برسانا شروع کی مگر دلیر خان نے اپنی خداداد ہمت سے اوس جلتی ہوئی آگ
سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہر کے نزدیک پہونچ گئے اور
نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر دوڑکر دلیر خان کے
لشکر کیطرف آیا دلیر خان نے اپنی سپاہ اور دونون بھتیجے غیرت خان و مظفر خان
اور دوسرے افغانون کو لیکر قلعہ رودمال کے پاس مورچال باندھی اور آتش خان
میر آتش کو معہ توپخانہ کے لیکر دونون حصارون کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیسنگہ دوسرے
روز جسجگہ کہ ٹھہرے تھے وہان سے کوچ کرکے ساسور آے اور قلعہ سے دو کوس کے
فاصلہ پر پڑاو ڈالا اور مورچے دیکھکر اپنے قیامگاہ کو واپس گئے کمک کی خبر گیری اور
دیگر انتظام مین مصروف ہوے اس عرصہ مین احتشام خان جو نہایت کارگذار اور بہادر
سردار تھے اور پونہ کے تھانہ داری پر معہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے وقائع نگار
نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجاے اونکے قباد خان پونہ کے محافظ مقرر ہوے رات
دونشاہی لشکر اور مرہٹون سے لڑائی برپا ہتی تہی ادہر سے بہادر ٹہنکی اور اودہر سے

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اسی تلاش مین ایک برج قلعہ رومال کا جسپر
برابر گولہ باری ہو رہی تھی ٹوٹ گیا دلیر خان اپنی فوج کو ترغیب دیکر ۲ شوال کو
اس قلعہ کے برج پر چڑھا لے گیے جو لوگ کہ اس برج کی محافظت کرنے متعین تھے وہ اسکے
مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور گھبرا کر اس برج کے مقابل ایک گھر تھا اسکے اندر گھس گئے
دلیر خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر گاڑ دیا محافظون نے
پناہ مانگی اس یورش مین چار آدمی دلیر خان کے زخمی ہوے اور سات آدمی مخالف
کے جان سے مارے گئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوے جب راجہ جے سنگہ کو یہ معلوم ہوا
تو اونھون نے اپنے بیٹے کیرت سنگہ کو ایک بڑی جماعت راجپوتون اور پٹھانون کی
دیکر بھیجا کہ دلیر خان کے لشکر مین پہونچکر اونکے افغانون کے ساتھ ہو کر حصار کی تسخیر
مین کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال و قتال رہا کرتا تھا اور توپخانہ کے آلات سے
اہل قلعہ کو تنگ کیا جاتا تھا جب محافظون نے دیکھا کہ ہم مین محافظت اور مقابلہ کی تاب
نہین ہے تو اونھون نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر آکر
دلیر خان کے پاس حاضر ہوے اب یہ قلعہ فتح ہو کر بادشاہی بہادرون
کے ہاتھ آگیا دلیر خان نے اس گروہ کے دو سردارون کو جو قلعہ
دار تھے خلعت دیا اور انکو معہ دیگر ہمراہیون کے راجہ کے پاس بھیجدیا راجہ
نے بھی چند شخصونکو خلعت دیکر اور انکے ہتھیار لیکر سبکو انکے وطن چلے جانیکے لیے

دلیر خان مردم خود را تحریص یورش نمودہ بر فراز آن برج بر آوردہ محافظان بزینہار در آوردہ ند ۱۲

در ین یورش و آویزش چہار کس از تابینان دلیر خان بکار مردمی بزخم آراستہ شدہ ۱۲

دانشمند وز محصوران از قلعہ بیرون آمد دلیر خان ملاقی شدند و از فرقہ مذکور دو سردار را دلیر خان خلعت دادہ با دیگر
ہمراہانش پیش راجہ فرستاد ۱۲

رخصت کر دیا اس قلعہ کی فتح مین کل پچاس سوار اور تیس پیادے بادشاہی لشکر کے
کام آے اور تیس سوار اور ستر پیادے زخمی ہوے اس فتح کے بعد داود خان
کو معہ چند سرداروں کے سات ہزار سوار دیگر سیواجی کے ملک کی تاراجی کے لیئے
بھیجا گیا قطب الدین خان نے جنیر سے اور لودیخان نے تلوکن سے غرضکہ سب نے
ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوون کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے مویشی گرفتار کیے تاکہ
سیواجی ہر طرف سے عاجز آکر پناہ مانگے اور وہ رعایا کہ تمام بدچلن اور بدطریقہ تھی
گوشمالی پاے۔ بندگان خدا کو اسیری اور غارتگری سے نہ ستاے ایک رات مخالفین
نے دوسرے قلعہ سے نکلکر بادشاہی لشکر پر چھاپہ مارا کیرت سنگھ معہ اپنے لشکر کے
ہوشیار تھے وہان انکی نہ چلی رسول بیگ معہ ہمراہیون کے غافل پڑا ہوا تھا مرہٹون
نے اسکے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چودہ شخصونکو زخمی کیا جب شور وغل کی آواز بلند
ہوئی زبردست خان اور محمود ملازم دلیرخان کا اور دلیرخان کے دوسرے
افغان پہونچگیے اور اون سے لڑنے لگے چار آدمی مخالف کے قتل کر ڈالے اور بہت
سے مرہٹے زخمی کیے باقی اپنی جان بچاکر بھاگے اور قلعہ مین جاکر دم لیا اسکے بعد پھر
ایک گروہ اوسی فریق کا اپنے مقتولون کی نعشین اوٹھانیکو قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر اس طرف
مورچہ پردل خان اور سوبھکرن بندیلہ کا تھا اونھون نے انکو بھگا دیا اس چپقلش مین آٹھ آدمی
مخالف کے زخمی اور چار آدمی جان سے مارے گیے اور بہت سے زخم کھاکر بھاگے داود خان
و راجہ راے سنگھ جو ملک کی خرابی کے لیئے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو نواحی لوہیرہ اور

سلہ زبردست خان از نوکران خود و محمود ملازم دلیرخان با جمعے از افغان شہامت نشان رسیدہ دست بکشتن و خستن آن [illegible]
صمصام انتقام ساختہ بسیارے مجروح و خستہ گردانیدند لقیۃ السیف نیم جانے بر آوردہ بہ پناہ قلعہ در رفتند ... [illegible]

قلعہ راجگڈھ کے قریب پہونچگئے پچاس گاؤن اون موذیون کے برباد کیے اور چار موضع جنکے باشندے ڈنکو آتے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعہ کنڈواری اور قلعہ لوہ گڈہ وغیرہ کیطرف بھی جاکر تاخت وتاراجی کیگئی اوراس نواح کے شریر رعایا کی گوشمالی کرکے قریب قصبہ پونہ کے جاکر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب اس اطراف کو خراب کرچکے تو ۴ ذیقعدہ کو لشکرگاہ واپس آئے کچھ باغی لوہ گڈہ کی چوٹی پر جمع ہوکر لڑائی کو آمادہ ہوئے قطب الدین خان نے وہان پہونچکر خوب انکی سرکوبی کی کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید مین آئے وہ تعداد مین تین سو مرد وعورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کرکے لائے گئے قلعہ رودمال تو فتح ہوچکا تھا اب قلعہ پورندھر باقی تھا اوراسپر دمدمہ بنایا جاتا تھا چنانچہ ۲۴ ذیقعدہ کو دمدمہ بنکر تیار ہوگیا اور سفید برج کے مقابلہ مین دمدمہ پر توپخانہ لگایا گیا اور اوسپر سے لڑائی شروع ہوئی اودہر سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دفعہ کرنے پر آمادہ ہوئے پہلے دلیرخان کی سپاہ معہ اور بہادرون کے مورچال پر پہونچگئی اور انکے پیچھے زبردست خان برادر دلیرخان اور آتش خان داروغہ توپخانہ پہونچے اونہگامہ جدال وقتال کا گرم ہوا طرفین سے ماردھاڑ کی خوب کوشش ہوئی اس جنگ مین دلیرخان کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگہ کا ایک عمدہ ملازم بھوبت سنگہ جو پانسو آدمیونکا سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالف کے مارے گئے اسوقت[1] دلیرخان دمدمہ کے پاس کھڑے ہوئے اپنی فوج کو تاکید جنگ کی کررہے تھے اور آگے انکو

[1] دلیرخان متصل دمدمہ ایستادہ تاکید جنگ وکارزار و قیام پیش برد کار میکرد بصدمات توپخانہ در برج سفید شکست و ریخت بسیار راہ یافتہ مبارزان نصرت نشان یورش کردند دخود را بپایہ برج رسانیدہ شروع در کاوش آن نمودند ۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۸۹۰

برپا تے تھے اور قاعدے سے لڑاتے تھے توپخانہ کے صدمے سے سفید برج
ٹوٹ گیا اور اوسمین بہت سے سوراخ پڑگئے اس حالت مین بہادرون نے یکریورش
کی اور برج سفید کے پاس پہونچگئے مرہٹون نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج
کے درمیان مین باروت بچھادی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پاکر برج سیاہ کیطرف آئین
تو باروت مین آگ لگاکر اونکو اوڑادین لیکن اونہی آدمی آئین خود اونکے اوڑگئے بادشاہی
لشکر چاہتا تھا کہ برج سیاہ بھی اسیوقت لے لین مگر شام ہوگئی اور دونون برج کے
درمیان کچھ نشیب تھا وہان جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بچکر سفید برج کے پاس مورچہ
باندھا مخالف برج سفید سے مایوس ہوکر ہٹگئے اور برج سیاہ مین چلے گئے اب برج سفید
بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگیا اور توپین برج سیاہ پر لگائی گئین اور دونون برج کے
درمیان جو نشیب تھا پاٹنا شروع کیا مٹی اور پتھر سے پانچ چھہ روز مین وہ نشیب پاٹ دیا
گیا اور اوسکو بلند کرکے اوسپر توپین لگادی گئین اور برابر اوسپر گولہ باری کیجاتی تھی جس
اس برج مین بھی سوراخ ہوگئے اہل قلعہ نے اوس برج کو معہ ایک دوسرے برج کے
جو اسکے قریب تھا خالی کردیا اب یہ دونون برج بادشاہی لشکر کے قبضہ مین آگئے یہ حال
دیکھکر سیواجی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورندھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے اور بہت سے عزیز
واقارب اور دیگر آدمی میرے اوسمین جو محصور ہین وہ سب قید ہوجائینگے اور اسکے بعد
راجگڈھ جسمین میرے اہل وعیال وسامان ومال ہے وہ بھی جبر وقہر سے بادشاہی بہادر
چھین لینگے اسوجہ سے اوسنے راجہ جے سنگھ کے پاس عاجزی سے آدمی بھیجنا شروع کیے
اور آخر مین ایک پنڈت جسکا وہ بہت معتقد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور امن کا مستدعی
ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وہ براستی وعاجزی سے بے ہتیار مجرمون کیطرح یہان آ

تو امان دیجائیگی ۷ ذی الحجہ کو سیواجی معہ چند آدمیونکے جسطریقہ سے کہ آنا قرار پایا تھا
راجگڈہ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبر رات کو پہونچگئی کہ کل [1] سیواجی آنیوالا ہے
راجہ نے علی الصباح **دلیر خان سے** جو عرصۂ کارزار مین پیش قدم اور حصار کے
بہت قریب پہونچگئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلیغ کر کے آگے بڑھنا چاہیے
دلیر خان نے اوسوقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوئے آگے بڑھگئے
دشمن یہ حال دیکھکر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فوج کے ہٹانیکی کوشش
کرنے لگے **دلیر خان** نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوئے قلعہ کے
دروازہ کے پاس ہٹا لیگئے اور ساٹھ آدمی تلوار سے **قتل کیے گئے** اور
اور بہت سے زخمی ہوئے اس ہنگامہ مین کچھ آدمی دلیر خان کے
بھی زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اسوقت راجہ کا لڑکا کیرت سنگھ بھی دلیر خان کے
ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اس حال مین کہ ہنگامہ
جدال و قتال کا گرم تھا راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کہانتک پہونچی اتنے
مین مخبر خبر لائے کہ سیواجی موضع سیواپور مین آگیا ہے وہان سے سرفراز خان تھانہ دار

---

[1] چون سیوا بر جد و جہد کوشش کارطلبان آگاہ گشتہ دانست کہ عنقریب حصن پورندھر کہ بسیاری از اقربا و مردم کاری او درآن
محصور بودند مسخر خواہند گشت براجہ طرح آشتی انداخت۔ راجہ بہ دلیر خان کہ از پیش قدمان عرصہ پیکار بودند و سینہ آنہا بحصار
بسیار نزدیک رسیدہ بود پیغام نمود کہ مورچال خود پیشتر بردہ تدبیر یورش بر حصار نمایند خان مذکور بجد و اہتمام
تمام شروع و پیش برد کار کرد از مشاہدۂ این حال محصوران بجمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ بعزم مدافعت پرداختند
مبارزان فیروزمند حملہ ہای متواتر دلیرانہ آن جسارت نشان را از پیش راندہ بدروازہ قلعہ رسانیدند
و سہ صد مردانہ روی دادہ قریب شصت تن از آنہا از تیغ شیرافگن دلیران دشمن شکن سر از ہوای ہستی پرداختند
و بسیاری مجروح گشتند و چندی از تابینان راجہ و دلیر خان و کیرت سنگہ پسر راجہ مردی بتکاپو نمودند زخم آبرو برداشتند و چندی جان سپردنی
در راہ عبودیت دریافتند۔ انتخاب مآثر الامرا و عالمگیر نامہ ۹۱ ـ

کے ہمراہ جو وہان تعینات تھے یہان آرہا ہے راجہ جے سنگھ نے اپنے منشی
اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا معہ گرگ سین کچھواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھکر سیواجی
کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان و مال و آبرو کی امن چاہتے ہو تو کل
قلعے بادشاہی لشکر کے سپرد کردو اور ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہو تو آؤ ورنہ کچھ کام
تمھارا یہان آنیکا نہین ہے اودیراج کے پیام کے جواب مین سیواجی نے کہا کہ یہان
تک مین آگیا ہون جو دولتخواہی اور بندگی کا مقتضا ہوگا وہی عمل مین لاونگا اتنے
مین وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فوج کو حکم دیا
کہ تم جاکر اسکو خیمہ مین لاؤ جب وہ خیمہ مین آیا راجہ جے سنگھ نے اوس سے ملاقات
کی معانقہ کیا سیواجی نے بہت عاجزی و خوشامد سے کہا کہ مین معافی کی امید پر
بہت سے قلعے نذر کرتا ہون راجہ نے یہ سنکر اوسکو جان و مال کی امان دی اور
غازی بیگ میر توزک کو اشارہ کیا کہ سیواجی کا آدمی لیجاکر دلیر خان سے کہو
کہ سیواجی نے اپنی خوش نصیبی سے فرمانبرداری و اطاعت بادشاہ کی قبول
کرلی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ مین محصور ہین انکی جان سے متعرض
ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام دلیر خان کو پہونچایا اور سیواجی کے آدمی
نے حصار کے دروازہ پر جاکر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کھٹکے قلعہ سے نکل آؤ
اونھون نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی مہلت چاہی سیواجی چونکہ
جریدہ طور پر تنہا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ مین ٹھہرایا اور بہت خاطر کی دوسرے
روز بموجب امر قرارداد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جنمین چار ہزار جنگی
آدمی تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیون نے قلعہ مین جاکر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اوسنے قلعہ مین جاکر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جو وہین موجود تھا ضبط کیا سیواجی نے پانچ قلعے اور اوسی روز موسومہ لوہ گڑھ۔ ایسا گڑھ۔ سنگی۔ تکونہ رد ہیرہ بادشاہی پیشکش مین نذر کیے اور ان قلعونکے انتظام و قبضہ کے لیے بعض افسر فوج کے بھیجے گئے ابھی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہین اوٹھایا تھا راجہ جیسنگھ نے سیواجی کو راجہ رائے سنگ کے ساتھ کرکے دلیر خان کے پاس بھیجا لانکے پاس جاکر ملاقات کرو جب سیواجی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے اونسے ملاقات کی اور اُسکے بعد دو گھوڑے عربی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جمدھر معہ ساز مرصع اور دو خلعت نو نو پارچہ کے جسمین نہایت نفیس و بیش بہا کپڑے تھے سیواجی کو عنایت کیے۔ اسکے بعد دلیر خان سیواجی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لائے اور اسکا ہاتھ پکڑکر راجہ کے سپرد کیا راجہ نے بھی سیواجی کو خلعت و گھوڑا صنعہ و ہاتھی بخشا۔

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے پرچہ الندوہ مین جو اورنگ زیب کی بے تعصبی کے بیان مین ہے لکھا ہے اور وہ چھپکر شایع ہو چکا ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیواجی مین دلیر خان ہراول فوج تھے اور راجہ جے سنگھ سربراہ تھے بعد مصالحت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانیکے متعلق پیام کیا

لہ وچون دلیر خان ہنوز بپاے حصار اقامت داشت راجہ شیوارا نزد خان مذکور فرستاد و او بعد ملاقات دو سر اسپ با ساز طلا و یراق با ساز مرصع و ملبوس از نفایس اقمشہ اورا داده رخصت بخود نزد راجہ آورده دست او گرفتہ سپرد راجہ نمود و راجہ نیز خلعت بسہ صنعہ و فیل بخشید از سر نو عہد و پیمان جان آورده اقامت سنت سیوا رو نزا داز پختہ کاری سلیقے بشمشیر بست با زواکرده گفت بے براق خدمت خواہم کرد صفحہ ۴ ۳ ۲ ۴ شاہنشاہ نامہ۔

اور سیواجی کو دلیر خان کے پاس بھیجا دلیر خان نے سیواجی کو دو عربی گھوڑے اور تلوار وجیغہ مہر عنایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ مین دیا اور اوسکے کمر مین تلوار اپنے ہاتھ سے باندھی مگر اوسنے ایک ساعت بخیتہ کار سیسے باندہکر تلوار خانموصوف کے آگے رکھدی کہ مین بے ہتیار خدمتگذاری کرونگا۔

یہی بیان تاریخ ہندوستان مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب دہلوی کا بھی ہے الغرض جب سیواجی نے راجہ کی بہت منت وسماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت مین اوسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اسکے لئے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اسکے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا فرمان گرزبردار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیواجی کو وہ نہایت عنایت کے ساتھ پہنچایا اور صلحنامہ کے یہ شرائط طے پاے کہ منجملہ پینتیس قلعونکے جو سیواجی نے ولایت نظام الملکیہ سے اپنے قبضہ مین کر لیے ہین تئیس قلعے بادشاہ کے نذر کرے اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ ماحصل ہوا اسقدر ملک بھی بادشاہی آدمیون کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جنکے متعلق ایک لاکھ ہون ہو اتنی آمدنی کا ملک اپنے قبضہ وتصرف مین رکھے اور اسکا بیٹا سنبھاجی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہوکر راجہ کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مہم اس حدود مین پیش آے تو اسمین مدد کرے غرضکہ سنبھاجی اسکا بیٹا پنجہزاری منصبدار ونمین منسوب کیا گیا اسکے بعد راجہ نے سیواجی کو رخصت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرصع اور ایک ہتنی عنایت کی تفصیل قلعجات مفتوحہ کی جو سیواجی نے بادشاہی آدمیونکو دیے تھے یہ ہے۔ پورندھر۔ رودرمال۔ کسدانہ کھند کلہ لوہ گڈہ۔ السیاگڈہ۔ تنکی۔ تکونہ۔ روہیرہ۔ ناردرک۔ ماہولی۔ بھنڈارورک

پلس کھول۔ روپ گڈھ۔ بکڈ گڈھ۔ مورنجن۔ مانک گڈھ۔ سروپ گڈھ۔ ساگر گڈھ۔ مرک گڈھ
انکول۔ سون گڈھ۔ مان گڈھ۔

اسکے بعد پھر ایک بار سیواجی راجگڈھ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آے راجہ نے تلوار وجمدہر معہ ساز مرصع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۹ ذی الحجہ کو قلعہ پورندھر کی فتح اور سیواجی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے ساعت مین آئی تھی اسوقت فتح کے شادیانے بجاے گئے تھے اور راجہ کو اور عمدۃ الجیش[1] دلیر خان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیر خان کے دو اسپہ سہ اسپہ مقرر کیے گئے اور اصل منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوے اور چند سردار اونکے لیے بھی خلعت ارسال ہوے جنکے نام داؤد خان اور راجہ رایسنگھ وکیرت سنگھ ہین۔

شاہنشاہ نامہ مین ہے کہ اس فتح کے صلہ مین دلیر خان اور انکے ہمراہین کا نمایان اضافہ بادشاہ نے فرمایا اور بعد بغاوت خانجہان لودی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان کو پنجہزاری منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیر خان اس منصب پر سرفراز ہوے اور باعث فخر قوم کے ہوے۔

[1] عمدۃ الجیش مسعود دلیر خان بمرحمت خلعت قاست مباہات افراخت و یکہزار سوار تابینان دلیر خان دو اسپہ سہ اسپہ مقرر شد کہ منصبش از اصل و اضافہ پنجہزاری پنجہزار سوار بود از انجملہ دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ باشد صفحہ ۹۰۔ عالمگیر نامہ
دلیر خان و ہمراہان او اضافہ نمایان عطا فرمودند بعد از استیصال خانجہان لودی اعلیحضرت افاغنہ را بمنصب پنجہزاری سرفراز نفرمودہ بودند مگر دلیر خان را باین مرتبہ فائز گردانیدند و باعث فخر قوم گردید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۲۳ و ۲۴۔ تاریخ محمد ہاشم خافی خان

خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۲۳
حکومت عالمگیر مین لکھتے ہین کہ کرنل ڈف صاحب تاریخ مرہٹیین رقمطراز ہین کہ کوہ
پورندھر کا سب سے بلند مقام جو سترہ سو فٹ نیچی سطح سے بلند ہے اسپر دو قلعے
تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑا کر قلعہ لے لیا محصورون نے قلعہ سے باہر آکر
حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ مین مقیم ہو گئے اور جب محصورین اوپر جا بیٹھے
لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جاکر اونکے گھرونکو تاراج کر دیا اسوقت مرہٹے اپنے
سردار کو لیکر مغلوبین پر حملہ آور ہوے اور اونکو مارا اور پہاڑ سے نیچے اوتارا اوسوقت
دلیر خان ہاتھی پہ بیٹھے ہوے اپنے آدمیون کو دیکھ رہے
تھے کہ کسطرح قدم اوٹھاتے ہین جب اونھون نے اپنے آدمیونکو ہٹتے ہوے
دیکھا تو دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کرکے پٹھانونکو اپنے
پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھاگنے والون کو للکارا اور
اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہوکر دلیر خان کے آدمیون کے قریب آ گئے
اور سخت کوشش افغان بھی اونکی تلوار سے چکرا گئے مگر دلیر خان نے اونکے
سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بناکر مار ڈالا سردار کے مرتے
ہی مرہٹے ایسے بھاگے کہ اونھون نے قلعہ بالا پر جاکر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے
کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوے کہ اونھون نے سیواجی کو اطلاع دی
کہ اب ہم قلعہ مین نہین ٹھہر سکتے۔
خافی خان لکھتے ہین کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ دمدار سے آرام نہ ملی بہادر
کیسے سیواپور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا اگر عجز و انکساری کیوجہ سے سیواجی کو

معافی دیگئی اوسنے اپنا بیٹا خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافت دہلی مین حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی- دوسرے روز سیواجی **دلیرخان** سے ملنے گیا جو پورندھر کے محاصرہ مین مصروف تھے چونکہ وہ اسوقت کی صلاح مین شریک نہ تھے اسلیے خان ظفرمند سیواجی پر خفا ہوے اور اسکو دہمکایا کہ جبتک مین ایک ایک آدمی مار نہ لونگا پورندھر کے قلعہ کا پیچھا نہ چھوڑونگا مگر انکو یہ خالی دہمکی دینا منظور تھی سیواجی نے خود کنجیان **دلیرخان** کے حوالہ کردین اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہین مین تقصیر کی معافی چاہتا ہون تجربہ نے مجھے بتلادیا کہ ایسی سپاہ سے جنکے سپاہی تمسے اور نگ زیب کو فخر ہو لڑنا بیوقوفی ہے مجھے امید ہے کہ مین بادشاہی ملازمو مین داخل ہونگا-

تاریخ ہندوستان مین ہے کہ مرہٹونکی ناگہانی تاخت اور نمایان دستبرد اور تاریک راتونکے شبخون سے اور دشوار راستونکے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلون کے جلانے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپایے تلف ہوے مگر آخرکار دشمن بیشمار مارے گئے اور مرہٹون نے راہ فرار اختیار کی مرہٹون نے اپنے امکان بھر کوئی ڈاکوانہ ہتھکنڈے اوٹھا نرکھے مگر دلیرخان کی بے روک تلوار نے اونکے ٹکڑے اوڑادیے اور انکی ایک نہ چلنے دی ورنہ اونھون نے بڑے بڑے سردارونکو دھوکا دیکر سخت حملون سے مجبور کردیا تھا یہ دلیرخان کی غیرمعمولی شجاعت اور سخت ہاتھ کا اثر تھا کہ اوسنے مرہٹونکو سر نہ اوٹھانے دیا اس مہم کی فتح کے بعد عرصہ تک سیواجی بادشاہ اورنگزیب کا مطیع رہا اور بیجاپور کے محاصرہ مین بادشاہی لشکر کیطرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی عادت

اور لوٹ کی چاٹ سے مجبور تھا حاجیون کے لوٹنے کے بعد پھر اوسکی گوشمالی کی ضرورت ہوئی تو پھر دلیرخان بادشاہ کیطرف سے بھیجے گئے جسکی سرگذشت بالترتیب اسے جلوس مین لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ وار حالات لکھتا ہون انگریزی مورخ عالمگیر اور سیواجی کے معاملات کو اسطرح بیان کرتے ہین کہ عالمگیر سیواجی کو حقارتاً موش کوہی کہا کرتا تھا مگر دبی بلی چوہے سے کان کترواتی ہے جس سے اس کوہی موش کے پکڑنے مین اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسرون پر شبہ پیدا ہوا خود دکن جا نہین سکتا تھا سلطنت کو غصب کیا تھا باپ زندہ تھا صوبہ دکن مین شاہزادہ جو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہو جاے لشکر دیتا نہ تھا اسلیے اسنے اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالارون کو روانہ کیا جنہین ایک راجپوت جے سنگہ اور دوسرا افغان دلیرخان تھے یہ دونون پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہو کر لڑ چکے تھے اسلیے وہ انکا پورا اعتبار نہین کرتا تھا اسنے ان دونون کو بہت دور دکن مین بھیجا جہان بادشاہ کے جاننے والے بہت تھے اور ان دونون کے واقفکار کم تھے اور دلیرخان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے بہکانے سے انکے بگڑنیکا خوف بھی کم ہو گیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانونکی تاریخین شہادت نہین دیتین مگر اسوجہ سے کہ ان معاملات مین یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھدینا مناسب سمجھا گیا۔

نواب دلیرخان کا ملک بیجاپور کو جاکر قتل و غارت کرنا

جب دلیرخان سیواجی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہونچا کہ ما بدولت کو والی بیجاپور کی گوشمالی منظور ہے تم جاکر ولایت بیجاپور کی تاراج کر ڈالو۔ والی بیجاپور سے بادشاہی مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اسنے حسب معاہدہ ایک کرور روپیہ پیشکش کا جو اوس سے چاہیے تھا نہین ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت مین جب اورنگ زیب صوبہ دکن کا ناظم تھا اور ملک بیجاپور مین طایف الملوکی سے نہایت بدنظمی پھیلی ہوئی تھی تو اورنگ زیب نے بیجاپور پر لشکرکشی کرکے قلعہ بیدر اور قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے اور قریب تھا کہ ولایت بیجاپور پر بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے منت و عاجزی کرکے ایک کرور روپیہ دینے کا وعدہ کیا اورنگ زیب نے جان و مال اور نام و ناموس کا احسان رکھکر اپنا لشکر اوسکے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اوسکے بعد شاہجہان بادشاہ کے علالت کا واقعہ پیش آگیا اورنگ زیب تخت و تاج کے لیے دکن سے دارالسلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک مدعیان سلطنت کے ساتھ جنگ و جدال کرتا رہا اس وجہ سے والی بیجاپور کو عرصہ تک آزادی کا موقع ملگیا اور زر معاہدہ کے ادا کرنے مین تساہل و بے پروائی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکید کا جاتا وہ بیجا بہانے بناتا جالانکہ سلاطین سلف کے اندوختہ اسکے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے ناداری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتون کے ساتھ جب سیواجی نے اسکے ملک پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جنین قلعہ پنالہ کہ بہت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی لے لیا تو عادلشاہ بہت گھبرایا اور اوسنے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامد

عاجزی سے لکھی اور سابق وحال کے پیشکش کے ادا کرنیکا وعدہ کیا چنانچہ اورنگ زیب
نے سیواجی کی تنبیہ وتادیب کے لیے فوج قاہرہ بھیجی اور اُسکی ایسی گوشمالی کی کہ
اُسنے پناہ مانگی اور والی بیجاپور اُسکے پنجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ
والی بیجاپور نے مکر وشرارت سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیواجی کی لڑائی کے وقت جب
اورنگ زیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیواجی کے
استیصال مین کوشش کرے اور دوسری طرف سے بیجاپور کا لشکر اسکا قلع وقمع کرے
عادلشاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سیواجی کے حدود مین تعین کیا
جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن مین وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیواجی کے فساد
کا مٹنا میری خرابی حال کا مقدمہ ہے گا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بیجاپور
کے درمیان مین سیواجی حائل رہے اسلیے مصلحت کار کے لیے سیواجی کے
پاس دلی موافقت کے نامہ وپیام بھیجے اور اسکے ساتھ ہمداستان ہو کر اسکی مدد
کی زر نقد اور رسد اسکے پاس بھیجی اور قطب الملک والی گولکنڈہ حیدرآباد کو اسکی
کمک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو عرضیان
برابر بھیجتا رہا اور اپنا رسوخ جتاتا رہا جب بادشاہ کو اسکے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا
اور سیواجی کی مہم سے لشکر فارغ ہوا تو راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کو حکم بھیجا کہ
بعد بندوبست قلعجات مفتوحہ اور ولایت سیواجی کے تم بیجاپور جاکر وہان کا محاصرہ
کرو اور خاص بیجاپور کے پایہ قلعہ تک پہونچکر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور
بربادی مین اوٹھا نہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تقصیرات کی اچھی طرح سزا پاکر خواب
غفلت سے بیدار ہو۔

القصہ ۳ جمادی الاول سنہ ہجری کو بادشاہی لشکر قلعہ پورندہر سے کوچ کر کے بیجاپور کیطرف روانہ ہوا راجہ جے سنگھ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیواجی بھی بموجب اپنے معاہدہ کے کہ جب کوئی مہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہونگا ساتھ ہوا سیواجی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے تھے لشکر کے **مقدمۃ الجیش دلیر خان** تھے دلیر خان کے تابع قریب سات ہزار سوار کے تھے جنمین انکے بھائی بند افغان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانونمین زبردست خان لودیخان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان ٹپرول خان حیات نثار خان فتح جنگ خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان وغیرہ اور اونکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردارونمین دتا جی رستم راؤ سید نجابت پورنمل بندیلہ نرسنگھ کور چتر بھوج چوہان آتش خان داروغہ توپخانہ معہ پانسو برق انداز کے موجود تھے بادشاہی منشی **دلیر خان** کی تعریف مین یہ لکھتا ہے کہ ہراول فوج دلیر خان سے تھے جنمین دلیری و شجاعت کا جوہر چمکتا تھا ایک طرف فوج کا حصہ داؤد خان کے ہاتھ مین دیا گیا اور دائین جانب فوج کے سردار فتح جنگ خان جو دلیر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

اسیطرح لشکر کے دوسرے حصے انکے اور نامور افسر مقرر کیے گئے دو منزلین بادشاہی لشکر نے طے کی تھین کہ ابو محمد جو بہلول خان کا نبیرہ تھا اور عادلشاہ والی بیجاپور کا ایک نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر مین چلا آیا راجہ جے سنگھ نے اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر سنکر اوسکو پنجہزاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

سلہ دسہ گردگی ہراول بجوہر دلیری و شجاعت دلیر خان ہنوز گشتہ ۹۰۹ عالمگیر نامہ

اور خلعت بھیجا۔ جمادی الآخر کو جب قلعہ ملٹن جو سرحد بیجاپور پر ہے اور دس کوس رہا تو
سیواجی کے لشکر کا سردار نیتاجی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا
گیا۔ خافی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تئیں ہزار سوار قلمی
اور پچیس ہزار سوار موجودی تھے نیتاجی لشکر کے ساتھ جب اس قلعہ کے نیچے آیا تو اہل
قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک
زمیندار حاضر ہوا اور مورد عنایت ہوا بعدہ قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے
اسکے بعد نیتاجی قلعہ منگل بیدہ کی فتح کو بھیجا گیا یہ قلعہ بیجاپور سے سولہ کوس تھا
اور سیواجی کو قلعہ ناتھورہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ ملٹن سے تھا بھیجا گیا
اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کر کے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی
آدمیون کے قبضہ مین آگیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کر کے بڑی شان و شوکت سے منزلین طے کرتا ہوا
آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کہادن بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ مین آگیا اور قلعہ منگل بیدہ
جو نہایت پرانا اور وہان کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق عمیق تھی پتھر چونہ سے تعمیر
کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ہاتھ آگیا۔ ۲۵ تاریخ کو اثنائے راہ مین مخالف کے قراول دور
سے نمودار ہوے اور رات کے وقت لشکر کے قریب حسب عادت چند بان چھوڑے
چونکہ بادشاہی بہادر اپنے مورچون مین مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوے اور انکو دفع
کر دیا۔ اس عرصہ مین جاسوس خبر لائے کہ پانچ کوس پر یہان سے غنیم کا ایک بڑا لشکر پڑا
ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز اوسی جگہ مقام کیا دلیر خان معہ راجہ رائے سنگھ
و قطب الدین خان و قباد خان و کیرت سنگھ و فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تنبیہ کے

لیے روانہ ہوے مخالفین اسکے آنیکی خبر سنکر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہان پہونچا تو میدان خالی پایا مگر اسکے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑہا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جسمین بارہ ہزار سوار تھے اور اسکے سردار شرزہ[1] مہدوی و ابو المحمد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوے یہ دیکھتے ہی فوراً دلیر خان[2] جھپٹے اور اونکے سرون پر پہونچگئے اور کمال شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو اسکے خون سے رنگین کر دیا دشمن اُنکے مقابلہ کی تاب نہ لاسے اور منھ پھیر کر تو ک دم بھلگے بعدہ وہ اپنی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈہونڈہنے لگے۔ اب مخالفین کی فوج چار حصون پر تقسیم ہو گئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قراولون پر حملہ کیا مگر بازی نہ لیگیا اس زد و کوب مین یاقوت حبشی جو ایک نامی سردار ان سیہ باطن کا تھا مارا گیا اور پندرہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آے اور چتر و علم گھوڑے ہتیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے اور اس جنگ مین دلیر خان[3] اور دیگر

---

[1] شرزہ خان مہدوی دو دوازدہ ہزار پیادہ کرناٹکی بشیار بعد فوج سابق بیجاپور پیوستہ اطراف فوج ہراول فرو گرفتند وجلوریز مانند سیلاب کوہ ریا بر فوج بادشاہی زدند دلیر خان شیر نبرد در مقابل آنہا استقامت ورزیدہ حملہ ہاسے پیاپے رستمانہ شرزہ خانرا ہزیمت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرف بعرض تلف آمدند ۱۲ صفحہ ۱۰۳ تاریخ محمد ہاشم وخافی خان۔

[2] بمجرد دیدن فوج اعادے دلیر خان و راجہ رائسنگہ و کیرت سنگہ کہ درمین و یسار آن خان شہامت شعار بودند بنیروے شجاعت و دلیری جلوریز بر مخالفان تاختند و صمصام انتقام و تیغ کین بخون آن مخذولان ادبار آئین را رنگین ساختند مقاہیر تیرہ روز خیرہ رو بمشاہدہ نیروے بازوے سطوت و جلادت بہادران شہامت خوے تاب ثبات در خود ندیدہ روے ہزیمت از عرصہ نبرد برتافتند ۹۹۳ عالمگیر نامہ

[3] دلیر خان و دیگر بہادران کار طلب پیکار جو از ہر سو بازوے جلادت کشودہ با عدا درآویختند و حملات متواتر بر آنہا نمودہ بضرب تیغ آبدار و سنان آتشبار گروہ ما را از روزگار شان انگیختند۔

بادشاہی بہادرون نے ایسے حملے دشمنوںپر کیے کہ اونکو تلوارون نیزونپر رکھ لیا اور ہلاک کردیا[1] **دلیرخان** جسطرف اپنی کمال دلیری و دبدبہ سے رخ کرتے تھے اوسطرف دم بھرمین غلبہ کے جھنڈے گڑھ سے کردیتے تھے اور انکی جمعیت کو منتشر کردیتے تھے غرضکہ اک بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر ہوگیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ و جدال کرتا ہوا مسافت طے کرچکا تو اسکے بعد سردارون نے دشمنون کا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور اپنے لشکرگاہ کو واپس آئے جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوے تو چارونطرف سے اکٹھا ہوے اور جیساکہ شیوہ دکنیونکا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوے اور شوخی کرنے لگے پہلے چندبان شاہی فوج پر ڈالے اب لشکر بادشاہی نے اونپر بھی حملہ کیا تو انکا پیر نہ جما بادشاہی بہادرون نے اپنی باگ اسطرف سے موڑی جب مخالفین نے نیتاجی پر ہجوم کیا اسوقت کیرت سنگ و فتح جنگ خان اوسکی مدد کو پہونچگئے اور نہایت شایستہ کارنمائی کی اور مخالفونکو دفع کردیا اس ہنگامہ مین جادون کلیانی جو عمدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آے دوسری بار دشمنون نے راجہ رائسنگھ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگھ مدد کو پہونچگئے اور وہ بھاگ گئے شام کیوقت **دلیرخان** معہ اپنی فوج کے لشکرگاہ کو آگئے اسی تاریخ کو قلعہ دارنگل بیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفرازخان جو وہان کے فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اونپر ٹوٹ پڑے اور اونھون نے تھوڑی جمعیت

---

[1] خصوصًا دلیرخان کہ روے صولت و دلیری بہرطرف کہ می آورد ودردم لواے غلبہ و استیلامی افراخت وسلک جمعیت دشمنان را متفرق و پراگندہ می ساخت بالجملہ بعد از تردد بسیار و آویزش بسیار مخالفان مردود رہگراے فرار گشتہ بودند ۹۹۴ عالمگیرنامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جہانتک جرات بہادری
کی انتہا تھی ظاہر کی آخرکار معہ اپنے ساتھیوں کے زخمی ہوکر ہلاک ہوگئے مگر منہ نہ موڑا
غرہ رجب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ
و دلیرخان مقابلہ کو روانہ ہوئے آدہ کوس لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی
سیاہی نمودار ہوئی ابو المحمد نبیرہ بیجاپور اور شرزہ مہدوی اور نبیرہ بہلول اور خواص وغیرہ معہ
دوسرے سردارونکے ایک فوج عظیم لیے ہوئے آرہے تھے جب مخالف نزدیک
آئے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہوگئے اور دونوں طرف سے بان چھوڑنا شروع
کیے اور بندوق کی باڑھ مارنے لگے راجہ جیسنگہ نے دلیرخان سے کہا کہ آپ معہ
اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھکر لشکر پادشاہی کے داہنے طرف جو دشمن ہین انکو دفع
کردین اور مین غنیم کے قول پر جسطرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہون غرضکہ راجہ موصوف
نے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان و سیواجی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنون
نے اپنی عادت کے موافق منہ پھیرا اور اونکے تعاقب کو ادہر کا لشکر روانہ ہوا او
وہ پلٹے دونون لشکر مل گئے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخرکار دشمن بھاگے
قریب سو آدمیونکے دشمن کے جانسے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے کچھ راجہ
کے راجپوت بھی کام آئے ان بہادرون نے انکو تین کوس بھگایا داود خان بھی معہ
اپنے ہمراہیونکے جو دشمن کے مقابلہ مین تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا
اور راجہ سجانسنگہ نے جو انکے ہراول تھے خوب کارنمائی کی دلیرخان نے داہنے
طرف فوج کے دشمنون پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہوگئے تھے قریب تھا کہ تیر و گولی
سے لڑائی گذر کر نیزے و تلوار کی نوبت پہونچے مگر دشمنون کے پیر اوکھڑ گئے اور وہ

بھاگ گئے ۲۳ رجب کو بادشاہی لشکر نے جاکر بیجاپور سے پانچ کوس پر پڑاو ڈالا اور
سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی بیجاپور قلعہ مین محصور ہو گیا بیجاپور کا قلعہ بلندی
و وسعت و مضبوطی مین مشہور روزگار تھا اور اوسمین بڑی کثرت سے فوج و آلات
حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تین ہزار کرناٹکی اسمین جمع کیے تھے اور تالاب
نورس پور و شاپور کو خالی کر دیا اور کنوئین اور باولیان خاک و خاشاک سے پاٹ دیے
اور تمام عمارتین و آبادی جو حصار کے باہر تھی سب کھود کر زمین کے برابر کر دی غرضکہ
جو بادشاہی لشکر اُس شہر کی بربادی کرتا اُسنے اپنے ہاتھ سے خود کر والی وحسب دستور
اہل دکن کے محصور ہو کر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج مقرر کی اور اسی حالتمین
شرزہ مہدوی اور سیدی مسعود و عزیز وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت مین جاکر
شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اُٹھائے
ایک روز رسد کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیم کی راجہ رائسنگہ پر ٹوٹی راجہ
نے نہایت جرات و بہادری سے انکو پسپا کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان
کیطرف رخ کیا جنمین دو سو تلوارین کھینچے ہوے تھے خانموصوف بھی نہایت شجاعت
سے اُنکے دفع کرنے مین مصروف ہوے اور نہایت مردانہ کوشش کی اور چند
اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ جے سنگہ نے دلیر خان اور داود خان
و کیرت سنگہ کو انکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاو سے باہر نکلکر معہ لشکر کے
جنگ کے انتظار مین کھڑے ہوے بادشاہی لشکر سے اشخاص مذکور دشمن کی
طرف جا رہے تھے مگر راستہ مین راجہ رائسنگہ و قطب الدین خان و دیگر اور سپاہ
غنیم کو دفع کر کے فتمند واپس آرہے تھے ملگئے اور سب لشکر پڑاو کو روانہ ہوا

قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکرگاہ مین داخل ہوگئے چونکہ قلعہ
بیجاپور کا محاصرہ لشکر شاہی کے مدنظر نہ تھا اسلیے توپخانہ سنگین جو اس مستحکم قلعہ کے
لائق ہوا اور دیگر آلات قلعہ کشائی کے ہمراہ نہین لیے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ
بیجاپور تک کوئی دقیقہ بادشاہی لشکر نے خرابی کا اوٹھا نہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا
نشان اس اطراف مین نہین باقی چھوڑا تھا اور لشکر مین پانی دغلہ وغیرہ کی رسد کی
بھی نہایت قلت تھی اسلیے صلاح وقت یہی مین دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر
کی جسنے شاہی حدود مین غبار شورش کا اوٹھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا ۹ رجب
کو نواح بیجاپور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل بیدہ کیطرف روانہ ہوا ۱۵ تاریخ
کو دریاے بھیرہ پر قیام کیا اسدن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہونچے اور ابھی فوج صف
بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر اپنی عادت کیموافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار
ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کا دلیر خان کیطرف بڑھا دلیر خان نے ایسا مردانہ حملہ کیا
کہ اونکو ہلاک کر دیا ایک گروہ داؤد خان کیطرف بڑھا اور دوسرا گروہ سبحان سنگھ
کے مقابل ہوا مگر شاہی بہادرون کے مقابلہ مین کچھ نہ چلی اور آخر کار وہ مفرور ہوگئے
اسی زمانہ مین سکندر خان جو قلعہ پربندہ سے لشکر شاہی کو آرہے تھے چھ ہزار دشمنون
نے اونپر نرغہ کیا اور خان مذکور نے تنہا اے شجاعت سے مقابلہ کر کے جان دی
اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان مین
بیان ہوچکا ہے۔

القصہ جو غنیم کی فوج لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے اسکے دفع کرنیکے لیے

لے جسنے بطرف دلیر خان شد جسارت آورد خان مذکور بحملہ مردانہ گرد ہلاک از روزگار شان برآورد (۱۰۰۲) عالمگیرنامہ

چند روز قیام کیا دیانت راے جو عادلشاہ کا بڑا معتمد تھا وہ اوسکی طرف سے راجہ کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مرصع آلات بھی جو اوسنے بھیجے تھے دیے یہان سید عبد العزیز بخاری کو قلعۂ منگل بیدہ کی قلعہ داری اور محافظت پر مقرر کرکے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر شولاپور اور پرینڈہ کے درمیان قیام کرے اور وہان سامان رسد وغیرہ چھوڑکر جریدہ طور پر دوسری بار ولایت بیجاپور کو روانہ ہوا اسی ضمن مین سیواجی کے فوج کا سپہ سالار نیتاجی سیواجی سے جدا ہوکر مخالفون سے جاکر ملگیا ۲۶ تاریخ کو شاہی لشکر موضع لوہری پرگنہ پرینڈہ مین آیا اور دشمن کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان حسب معمول[۱] ایک منزل پہلے پہونچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاو کے آگے صفین باندہ دین اسوقت لشکر کے داہنے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے اشارہ سے نالہ سے اوترکر اسطرف کھڑے ہوے[۲] دلیر خان جس جگہ تھے وہانسے اسقدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہونچ سکتا تھا وہان پہونچکر ٹھہر گئے راجہ نے قطب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ رائسنگہ کو بائین جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ لشکر کو نالہ سے اُتار کر پڑاو کی محافظت کرین اور خود نہایت جلد نالہ سے اوترکر دلیر خان اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہوگئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج سے جدا ہوکر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوے اور مابقی[۳] دلیر خان کیطرف

---

[۱] دلیر خان با فوج ہراول بر رسم معہود پیشتر بمنزل رسیدہ بدستور ہر روزہ دپیش لشکر گاہ صف بستہ بود صفحہ ۱۰۰ عالمگیرنامہ

[۲] دلیر خان از جاے کہ بودہ پیشتر آمدہ بجاے کہ بان اعداوے میرسید قرار گرفت

[۳] مابقی فوج رو بسوے دلیر خان نہادند و از جملۂ این ہفت ہزار سوار کہ در برابر راجہ و داؤد خان بودند بیشتری بسمت دلیر خان شتافتہ بردہجوم آوردند و کیپاس از روز ماندہ مقہوران با فوج دلیر خان بکارزار در آمدند آن خان

پچھلے راجہ نے کیرت سنگہ اور فتح جنگ خان کو معہ ایک لشکر کے دلیر خان کی مدد کو بھیجا اسکے تھوڑی دیر کے بعد منجملہ ان سات ہزار سوارون کے کہ جو راجہ اور داؤد خان کے برابر تھے اونمین سے زیادہ تر دلیر خان کیطرف دوڑے اور اونپر ہجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جا کر ملگیا ایک پہر دن باقی تھا کہ دشمنون نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا دلیر خان اوس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کرنیکو اوٹھے ایسی تلاش مردانہ اور حملے دلیرانہ کیے کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور دشمنون کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کر کے خاک پر ڈالدیا غیرت خان اور مظفر خان خانموصوف کے دونون بھتیجے ساتھ تھے اونھون نے بھی اپنے چچا کے ساتھ ہو کر خوب خوب بہادریان دکھائین دلیر خان کا یہ حال تھا کہ مثل شیر کے جھپٹتے تھے اور جسطرف اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ پاتے فوراً وہان پہونچ جاتے اور دشمنون کو مغلوب کر دیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہامت شعار بدفع آن تیغ نابکار درآمدہ تیلاشہاے مردانہ و حملہاے دلیرانہ سلک جمعیت آنہا را از ہم گسیختہ و جمعے از گروہ ادبار پژوہ را بہ تیغ الماس گون چون تجاک معرکہ برآمیخت غیرت و مظفر برادرزادہ او و دیگر مبارزان جانفشان و بندہ ہاے اخلاص نشان کہ دران فوج بودند دستبردہاے نمایان نمودند در ہر طرف کہ بر سپاہ نصرت پناہ از اشقیاے تیرہ روز ہجوم تصمیم کار تنگ میشد دلیر خان خود را رسانیدہ دشمنان منکوب را مغلوب میساخت چون مخالفان مقاومت دیرتاب طرفے نہ بستند ناسرونا کام ازان سمت عنان ہمت برتافتہ بفوجیکہ مقابل راجہ و داود خان بود ملحق شدند صفحہ ۴۰ ۱ عالمگیر نامہ

در ہر طرف کہ بر فوج ہاے پادشاہی غلبہ دکنیان میشد دلیر خان خود را میرسانید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۸۴۔

عمل مین آئی کہ دشمنون کو سنبھلنے نہ دیا اور اونکی صفین نہ بندھنے
دین جب مخالف دلیرخان کی فوج کے مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہوکر
اسطرف سے باگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اور داود خان کے مقابلہ مین
تھی شامل ہوے راجہ جے سنگہ نے اسوقت نواب دلیر خان کو اپنے پاس
بلایا اور بائین جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان وغیرہ کو اپنے
آگے کرکے ان ظالمون سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ مین مخالفون نے اور بھی
شوخی شروع کی شرارت سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفون پر
حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب ولاوری کو دخل دیا دکنیون کا جسقدر
مقدور تھا اونھون نے کوئی کوشش لڑائی کی اوٹھا نرکھی مگر آخر مجبور ہوکر ناکام بھاگے
لشکر شاہی نے دس کوس اونکا تعاقب کیا اور فتحمند واپس آیا ایکسو نوے بادشاہی
بہادر کام آے اور دوسو پچاس آدمی زخمی ہوے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ
لوگ قتل و زخمی ہوے بعض زخمی آدمی دشمنونکے جو گرفتار ہوے انسے معلوم ہوا
کہ خواص خان و شہباز خان سرداران فوج مخالف بھی زخمی ہوے لشکر شاہی نے تین
منزلین طے کرکے غرۂ شعبان کو قلعہ پرنیدہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چھبیس روز قیام
کیا یہان معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدرآباد نے عادلشاہ سے اتفاق کرلیا
ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شرزہ کے ہمراہ پہلے بھیجے
تھے اور اب اپنے خواجہ سرا رضا قلی کو جو نیکنام خان مشہور ہے اُسکو چھ ہزار سوار اور
پچیس ہزار پیادے دیکر والی بیجاپور کی مدد کو بھیجا ہے ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر
نواحی پرینده سے اس قصد سے کہ عادلشاہ کی ولایت کو دوبارہ جاکر جہانتک ممکن ہو

برباد کرے روانہ ہوا ۔ رمضان سنہ جلوس کوتلجاپور لشکر پہونچ گیا پھر وہان سے جاکر قلعہ کنجوتی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلنگہ فتح کرکے قیام کیا اس عرصہ مین نیتاجی بھی دشمنون سے جدا ہوکر بادشاہی لشکر مین آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے دہلی کو روانہ ہوا سنبھاجی اسکا بیٹا اور پانسو سوار اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ تھے سنہ ۱۰۷۶ ہجری کا زمانہ تھا راجہ جے سنگہ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دار الخلافت کے قریب پہونچا تو بادشاہ نے رام سنگہ ولد جے سنگہ اور مخلص خان کو اسکے استقبال کو بھیجا اسنے پندرہ سو اشرفیان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گذرانی بادشاہ کے اشارہ سے وہ پنجہزاری منصب والون مین بٹھلایا گیا سیواجی ہفت ہزاری منصب کا متوقع تھا افسردہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت وجہالت کا اثر بادشاہ کو محسوس ہوا عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے ناراض تھا اور بھی ناخوش ہوا اسکے لیے خلعت وجواہرات وہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیماری کا بہانہ لایا اور ایک کونہ مین علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائین معروض ہوئین وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ جے سنگہ کے مکان کے پاس شہر کے باہر ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگہ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول وقرار ہوے ہین اور وہ مجرے سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا مجرا کو برابر حاضر ہوتا رہا فولادخان کوتوال کو نگرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگہ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھسے ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کرکے گیا ہے اگر فضل وکرم بادشاہانہ اسکے جرم سے درگذر کریگا تو مین احسانمند ہونگا بادشاہ نے راجہ کی سفارش سے

پہرہ اوٹھادیا سیواجی موقع پاکر ۲۷ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سنبھاجی کے
بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیواجی کے فرار ہوجانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے
راجہ جے سنگ کو لکھ بھیجا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اسکی فوج کا افسر ہے
اسکو گرفتار کرکے دلیر خان کے ہمراہ بھیجدینا چاہیے اور جملہ صوبہ داران
کے نام گرز برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیواجی جسجگہ ملجاوے اسکو گرفتار کرکے
ہمارے حضور مین روانہ کرنا چاہیے۔

القصہ جب سیواجی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ مین بادشاہی لشکر کے قریب شہزادہ
صدوی معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکتاز خان و دوتاجی پر ترغہ کیا بادشاہی
بہادروں نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قلت سپاہ سے اونپر میدان تنگ
ہوا بہت سے لوگ کام آے آخر دنمین[1] دلیر خان کو اسبات کی خبر ہوئی تو وہ
خان شہامت نشان فوراً بلا توقف معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوے جسجگہ
لڑائی ہوئی تھی وہان پہونچے رات کے وقت وہان قیام کیا اور قریب ڈیڑہ سو آدمیوں
کے جو کام آے تھے انکی لاشین اوٹھانے کا حکم دیا کہ لاشین خاک سے اٹھاکر
جو مسلمانونکی ہین وہ دفن کیجائین اور ہندؤنکی جلائی جائین راجہ رائسنگہ بھی لشکرگاہ
سے کوچ کرکے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے روز

---

[1] آخر روز دلیر خان را ازین معنی آگہی داد آن خان شہامت نشان بلا توقف با فوج ہراول روانہ صوب شد بجائیکہ
جنگ واقع شدہ بود رسید شب آنجا توقف گزید و قریب صد و پنجاہ تن از مبارزان کہ بجان نثار شدہ بودند اشارہ
کرد کہ لاشہاے آنہارا از خاک برداشتہ مسلمانان را دفن کردند و ہندوان را سوختند و راجہ رامسنگہ نیز باشارہ
راجہ اوا آخر شب رفتہ باو پیوست خانخان روز دیگر بدفع اعادے کہ بمسافت کروہ از جنگگاہ اقامت گزیدہ
روان شدہ و مخالفان از استماع خبر آمدن او در وادی فرار نہادند ۱۱-۱ عالمگیرنامہ

دشمنون کے دفع کرنے کے لیے جو اوسجگہ سے تین کوس کے فاصلہ پر قیام رکھتے
تھے روانہ ہوے مخالفون نے **دلیرخان** کے آنیکی خبر سنی
تو بھاگ گئے ۵ شوال کو نیلنگ سے لشکر بادشاہی اوسہ کیطرف پلٹا اور ۷ کو
مقام کیا جب یہ معلوم ہوا کہ لشکر بیجاپور و گلکنڈہ کا سواے ابوالمحمد اور رضاقلی کے
جو پیچھے ہین تین فوجون پر تقسیم ہوگیا ہے اور ایک حصہ فوج کا سردار شرزہ مہدوی
اور دوسرے حصہ کا سردار خواص حبشی اور تیسرے حصہ کا سردار نبیرہ بہلول ہے
اس خبر کو سنکر بادشاہی لشکر ہوشیار اور مستعد کارزار بیٹھا تھا اتنے مین سہ پہر کو خبر آئی
کہ شرزہ اپنی فوج لیکر شاہی رسد لانیوالونکے سر پر آگیا اور تھوڑے اونٹ جو لشکر سے
دور تھے اوسنے لے لیے ہین اور دونون فوجین آکر داود خان و قطب الدین خان سے
جو رسد لانیوالونکی خبرگیری کے لیے مقرر ہوے تھے مقابل ہوئی ہین اور انھون نے
اونکو آگے رکھ لیا ہے اور لڑتے ہوے آرہے ہین جب راجہ کو یہ خبر معلوم ہوئی
تو اوسوقت [1] **دلیرخان** معہ اپنی ہراول فوج کے جہانتک جلد ممکن تھا اوسجگہ پہونچکے لیے

---

[1] دلیرخان با فوج ہراول بتعجیل ہرچہ تمامتر بکومک سیدہ خانہ کو بسیجیدہ کہ داود خان و قطب الدین خان با غنیم لئیم آویزش داشتند روان شد و چون پارۂ راہ رفت اتفاقاً فوجی از اعدا بقصد آنکہ از عقب فوج داود خان و قطب الدین خان درآیند از جنود مخالف جدا شدہ باین سمت کہ خان مذکور میرفت آمدہ بود آنخان جلادت پرور بران روباہ صفتان حملہ آور شدہ آنہا را متفرق ساخت و از انجا پیشتر رفتہ در حالتیکہ داود خان و قطب الدین خان [illegible] از تعرض معاندین [illegible] عسکر نصرت قرین بودہ از جمعیت خاطر با غنیم خویش معرکہ آرای نبرد بودند با نہا پیوست و دیگر خان غیرت پرداز دہ دلیرخان کہ پیش روی او بودند مرکب جلادت برانگیختند دلیرانہ بر مخالفان تاختند و رایت غلبہ و استیلا افراختہ بسیاری را بر خاک ہلاک انداختند و چون فوجی دیگر از ان خیل ادبار بکومک رسیدہ دلیرخان از فیل [illegible] فرود آمدہ بر اسپ سوار شدہ و جلو ریز بر سر ان [illegible] ہمت و دلیری [illegible] جرات و جسارت شان از عرصہ کارزار برتافت و بسیاری را طعمۂ صمصام انتقام ساختہ تا دو کروہ در پے آن مدبران شتافت
پژدہ تا صفحہ ۱۰۱۲ عالمگیرنامہ

دلیر خان جسطرف داؤد خان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑرہے تھے بڑھے تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤد خان اور قطب الدین خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کرین اپنے لشکر سے جدا ہو کر آرہی تھی دلیر خان نے ان روباہ صفتون پر حملہ کیا اور اوسکو متفرق کر دیا دلیر خان اوسجگہ سے فرصت کر کے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤد خان و قطب الدین خان رسد کے چوپایہ دشمنون سے چھین کر اپنے لشکر گاہ کو روانہ کر چکے ہین اور نہایت اطمینان سے دشمنونکے ساتھ معرکہ آرائی کر رہے ہین دلیر خان اونسے جا کر ملے لودیخان اور غیرت خان دلیر خان کے بھتیجے جو اونکے سامنے تھے اونھون نے اپنے گھوڑے اوٹھلے اور نہایت شجاعت سے مخالفون پر بہادرانہ حملے کیے اور انکو پسپا کر کے خاک پہ ڈالدیا جب مخالفون کی فوج اور کمک کو آگئی دلیر خان ہاتھی سے اوتر کر گھوڑے پر سوار ہوے اور جلوریز اونکے سر پر پہونچگئے اور اپنی خداداد شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھاے کہ مخالفونکا منھ میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شیر پر تہ تیغ بیدریغ کیے دو کوس تک دشمنون کو بھگاتے لے گئے دلیر خان کی روانگی کے بعد راجہ جے سنگھ نے کچھ بندوقچیون اور افسرونکو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور فوج غنیم کی جو دا ہنے جانب نمودار ہوئی تھی اونپر حملہ کیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح جنگ خان اور کیرت سنگھ بھی لشکر سے بڑھکر خوب لڑے آخرکار دشمن مغلوب ہو کر بھاگے راجہ دلیر خان کیطرف جانیکے لیے بڑھے مگر سُنا کہ دلیر خان مظفر و منصور ہو کر آرہے ہین پھر رات گئے کل فوجین بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آگئین اس لڑائی مین دوسو

آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چارسو پینسٹھ زخمی ہوے دشمن کے لوگ اس سے دو چند قتل و زخمی ہوے اور الیاس مہدوی معروف بہ شرزہ خان جو رکن اعظم ملک دکن کا تھا اور فنون سپہگری مین کامل سردار تھا اوسکے ہاتھ مین گولی کا زخم اور مونڈھے مین نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گرپڑا لوگ اُسکو اٹھا لیگئے اسکا چھوٹا بھائی بھی زخمون سے چور ہوگیا اس معرکہ مین بائیس ہزار سوار بیجاپور اور گلکنڈہ کے تھے ۵ ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر تلجاپور سے کوچ کرکے قریب قلعہ تیمر کے جو پرگنہ دہوکی متعلقہ بیجاپور کے ہے پہونچا اور پڑاو ڈالا ابھی کل لشکر نہین آنے پایا تھا کہ بیجاپور گلکنڈہ کے لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا چاہا راجہ[۱] یہ خبر سنکر فوراً دشمن کیطرف روانہ ہوے اور دلیر خان اور بعض عمائدین لشکر کو کہلا بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو جلد آئین دلیر خان

۱ راجہ بدلیر خان و دیگر سرداران فیروزی نشان پیام داد کہ خود را زود تر برسانند و آنہا نیز در راہ براجہ پیوستند چون بغنیم نزدیک رسیدند دلیر خان پیش روے راجہ شد راجہ رایسنگہ در دست خان مذکور قرار گرفت و از غنیم عاقبت رخیم خواص و شرزہ مہدوی و دیگر بیجاپوریان و حیدرآبادیان قطب الملکی باقریب ہفت ہزار روپیہ و داؤد خان و قطب الدین خان صف آراگشتند و نبیرہ بہلول با تمام افغانان بیجاپوری و انکوی بھو نسلہ و مانک جی کھوا پرہ و دیگر مرہٹہاے بیجاپور و شرزہ حیدرآبادی کہ فوجے گران بودند بدلیر خان مقابل شد باسنے چند انداختند آن خان شہامت نشان بجنگ توپخانہ مقید ناشدہ دلیرانہ سمند جلادت بدفع مخالفان برانگیخت و نزدیک بآنہا رسیدہ بہ تیغ تیز و سنان خونریز بان گروہ باطل ستیز درآویختند و چون اشتعال نیران حرب و قتال شدت پذیرفت اعداے بدسگال سطوت و صولت مجاہدان جیش اقبال را تاب نیاوردہ روے ہمت از مقابلہ برتافتند و دلیران عرصہ نبرد و شیران بیشہ نبردان رو بہ صفتان شقاوت کیش را پیش انداختہ بتعاقب درآمدند غیرت و نعمت برادرزادہاے خانزاد کہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوششہاے مردانہ بجاے آوردند و حمید برادرزادہ دیگرش زخمہاے کارے برداشتہ از مرکب فرو افتاد و دلیر خان ہر جا غلبہ از سپاہ مخالف مشاہدہ میکرد و با پُردے شہادت دمردانگی خود را رسانیدہ بدفع آنہا می پرداخت راجہ نیز کہ در مت آن خان بسالت آئین بود مساعی شایان و جدہاے نمایان بتقدیم رسانید صفحہ ۱۰۱۵ عالمگیر نامہ

یہ سنکر فوراً بڑھے اور راہ مین راجہ سے ملگئے جب غنیم کے نزدیک پہونچے دلیر خان راجہ کے آگے بڑھے اور راجہ رانسنگھ دلیر خان کے ایکطرف ہوگئے دشمن کی فوج سے خواص اور فرزند شرزہ مہدوی اور دیگر بیجاپوری وحیدرآبادی قریب سات ہزار سوار کے قطب الدین خان وداود خان کیطرف بڑھکر صف آرا ہوے اور بہیرہ بہلول معہ تمام افغانان بیجاپوری اور دانکوی بھونسلہ ومانجی کھواہرہ اور دیگر مرہٹے بیجاپوری وشرزہ حیدرآبادی جو کے ساتھ عظیم الشان فوجین تھین دلیر خان کے مقابل ہوئین آے پہلے انھون نے چندبان حسب عادت چھوڑے اوسوقت خان شہامت نشان دلیر خان توپخانہ کی جنگ کے پابند نہوے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمند اوٹھایا اور مخالفون کے سرونپر پہونچگئے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سنان خون ریز سے ان نابکارون کو خونمین ڈبونے لگے نہایت سخت مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا انتہاے حد پر پہونچکر بھڑک اوٹھا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لاے اور اس شیر شجاعت کے سامنے سے مثل روباہ کے بھاگے اور اونھون نے انکا تعاقب کیا غیرت خان ونعمت خان دلیر خان کے بھتیجے جو پیشقدمان معرکہ کارزار سے تھے اونھون نے بھی خوب بہادری کی اور رحیمداد خان دلیر خان کے تیسرے بھتیجے جنھون

سے چور ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جوانمردون نے
اس جنگ مین کاری زخم کھاے دلیر خان جسجگہ مخالف کی
فوج کا غلبہ مشاہدہ کرتے تھے اپنی کمال دلیری و شجاعت سے
وہان پر فوراً پہونچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ نے
بھی جو اسوقت دلیر خان کے داہنے ہاتھ کیطرف تھے خوب بہادری و مردانگی دکھلائی
دشمنون نے موقع پاکر جادون راے پر جو فوج سے کسیقدر دور تھا ہجوم کیا اسنے
بھی معہ اپنے ہمراہیون کے دشمنون کے ہٹانے پر نہایت جرات سے کام لیا
کچھ اسکے ہمراہی کام آے اور کچھ زخمی ہوے راجہ رائسنگہ اسکی مدد کو پہونچ گئے
جب مخالفونکی کیسی طرح کچھ نہ چلی مجبور ہو کر بھاگے سات کوس تک بادشاہی لشکر نے
مخالفین کا تعاقب کیا پالکی و چتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان و آلات حرب
غنیم کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے راجہ جیسنگہ داود خان
و قطب الدین خان کو خواص اور پسر شرزہ مہدوی وغیرہ کے مقابلہ مین چھوڑ کر دلیر خان
کی خبر اور کمک کو روانہ ہوے ایک کوس پہونچے ہونگے دیکھا کہ یہ گروہ غنیم کا اس
قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کرین داود[1] خان و قطب الدین خان کے مقابلہ

---

[1] داود خان قریشی بھیکن خان کے بیٹے تھے یہ حصار فیروزہ کے شہزادے تھے انکے باپ خان جہان خان لودی
کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ دھولپور مین مارے گئے شیخ داود شہزادہ داراشکوہ کے ملازم ہوے اور متھرا مین و جلیسر
مین فوجدار رہے انھین ایام مین حسب استدعاے شہزادہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے سربلند ہوے
بعد محاربہ داراشکوہی و عالمگیری کے بھکر سے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوے عالمگیر نے خلعت بھیجکر انکو بلوایا بنگالہ مین
سلطان شجاع سے عالمگیر کیطرف سے یہ خوب لڑے اور چہار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے

سے منہ پھیر کر آرہا ہے مگر اسجگہ سے پھر گیا اس حال مین خبر آئی کہ دلیر خان کے
ہمراہی دشمنون کو بھگا کر دور لے گئے ہین اور اونکے تعاقب مین متفرق ہو گئے
ہین اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہین راجہ یہ سنکر فوراً ایک پہاڑی
جو اونکے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کر کے دلیر خان کے نزدیک آئے
کیرت سنگہ و فتح جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے
پاس پہونچ گئے مگر بوجہ اسکے کہ مخالف کی بڑی فوجین گوشمالی پاکر بھاگ چکی تھین اور دن
آخر ہو چکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دلیر خان سے پیام کیا کہ آپ
اپنی باگین کھینچلین اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کر لین اور لشکر گاہ کو روانہ ہون اسی ضمن مین
فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اوسکو پکڑنا چاہا جسپر فتح جنگ خان
و راجہ نے دشمنون کو بھگایا ہے جسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان مین ہم نقل
کر چکے ہین۔ جب شام ہو گئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہو گئی تو خوشی کے
نقارے بجاتے ہوے اپنی قیام گاہ کو واپس آے اس جنگ مین حیدر ترکمان
جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ بیجاپور اور گلکنڈہ
کی فوج ماری گئی جسمین موسیٰ افغان و نبیرہ بہلول اور ماتکوجی پسر نایک کرارہ اور دیگر
مخالف کے سردار مارے گئے اور قریب ایکہزار کے غنیم کے آدمی زخمی ہوے اور

بقیہ صفحہ ماقبل سرفراز ہوے پٹنہ کے صوبہ دار رہے اسکے بعد زمیندار پلاون کی گوشمالی کی اور دار السلطنت اسکے
دار الخلافت مین حاضر ہو کر سیواجی کی گوشمالی کے لیے حسب الحکم شاہی دکن گئے اسکے بعد خاندیس کے
صوبہ دار کیے گئے اسکے بعد صوبہ برار کے صوبہ دار ہوے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہتے ہین
اور خوب خوب بہادریان کی ہین بڑے کارگذار اور بہادر شخص تھے اونکے بیٹے حمید خان تھے سنہ انتقال
سنہ ۲۵ عالمگیری مین ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایکسو پنتیس آدمی کام آئے اور سات سو چرانوے زخمی ہوے بادشاہی لشکر نے تین روز وہان قیام کیا اور ۱۵ تاریخ کو دو منزلین کرکے دس کوس پر دریاے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دہارورمین پڑاؤ ڈالا یہان یہ آکر راے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیا ہے اسلیے بادشاہی لشکر سامان لشکرگاہ مین چھوڑ دے اور سبکبار ہوکر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ ذیقعدہ کو اسیطور پر دریاے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دہار اسیون کیطرف جہان دشمن کے موجود ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اثناے راہ مین یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج نے بادشاہی لشکر کے آنیکی خبر پاکر فرار کیا اور تلجاپور چلی گئی ۲۷ تاریخ کو موضع کھری مین جو پرگنہ پرینڈہ مین ہے دریاے سین سے گذر کر دریاے بھیرہ کے کنارہ قیام کیا وہان مخبرون سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالف کی شولاپور کیطرف جمع ہوئی ہے اور عادل شاہ نے یہ امر یقین کرکے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ مین میری فوج کو کامیابی نہین ہوسکتی مسلحتاً لڑائی کا ارادہ ترک کردیا اور اپنے سردار ابوالمحمد نبیرہ بجتر کہ معہ اس لشکر کے جو ناس خیل مشہور ہے بلالیا اور دیگر سردارونکو ترک جنگ کا حکم بھیجدیا اور یہبھی لکھدیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود مین رہے تم شولاپور کیطرف پڑاؤ رکھو اسیطرح قطب الملک نے اپنا لشکر جو بیجاپور کی کمک کو بھیجا تھا حیدرآباد بلوالیا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالف کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر ہوا تھا اور اوسنے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھانہ رکھا اور تمام محالات بیجاپور کو مکرر تاراج کرڈالا اور جتنی مرتبہ صف آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنون پر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اورنگ آباد چلا جاوے اور موسم برسات کا وہین گذارے اور بعض سردار اپنی جاگیرونپر جائین تاکہ وہ وہان آرام پاکر آسودہ حال ہوجائین۔

تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ مین خان بہادر شمس العلما لکھتے ہین کہ جب بادشاہی لشکر بیجاپور کو برباد کرچکا اور کوئی کسر خرابی نہ اوٹھا رکھی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت مین دشواری ہوگئی اسلیے راجہ جیسنگھ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتا ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیون کے علاج کے لیے اور باروت وغیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کیواسطے قصبہ دھارور کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن مین دکنیون کا یہ حال ہوگیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہوگیا کمانین بیکار ہوگئین تیر دنکے پر اوڑ گئے تلوارونکی دھارین کند ہوگئین ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آگئے دونون طرف کے سردار مصلحت کے لیے بہانہ جو ہوے اہل بیجاپور المفلس فی امان اللہ کا اظہار کرکے امان طلب ہوے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اوسے حکم بھیجدیا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا جاوے اور برسات وہین گذارے اور بعضے امراء و سردار اپنی جاگیر پر جائین اور دلیر خان میرے پاس آئین۔

عالمگیر نامہ مین ہے کہ قلعہ منگل بیدہ جسمین شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط نہ تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانیکے بعد دشمن نہ لے سکتا لہذا راجہ جیسنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہان جاکر توپخانہ اور دیگر جو سامان ہے اوسکو لیکر قلعہ خالی کرادین دلیر خان ماہ ذیقعدہ کی چاندرات کو معہ قباد خان اور راجہ رائسنگھ کے قلعہ منگل بیدہ کو گئے

اور قلعہ مین جسقدر باروت و سیسہ تھا بندوقچیون اور بیلدارون وغیرہ کو تقسیم کیا
کہ لشکرگاہ کو لیجائین اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جسقدر موجود تھے اسکے بابت لشکر
والونکو حکم دیا کہ جہانتک ممکن ہو خرچ کرین اور جو کچھ بچے آگ لگادین اور قلعہ کے
کنگرونکے گرانے کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جہانتک ممکن ہوسکے منہدم کردین
غرضکہ بعد فراغت ان کامون کے دلیر خان نے جتنے کہ آدمی قلعہ مین تھے سبکو
اپنے ساتھ لیا اور ۱۲ ذی الحجہ کو لشکرگاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر
نے دریاے بہرہ کے کنارے سے کوچ کیا اور پرینده کے نواح مین جاکر قیام کیا اور
اور وہان سے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیر مین آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اسطرف قیام رہا
اسی زمانہ مین سیواجی نے دار الخلافت سے فرار کیا اور راجہ جیسنگہ کے نام[1] شاہی
حکم پہونچا کہ نیتاجی جو سیواجی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کرکے
دلیر خان کے سپرد کرو اور خان مذکور اسکو اپنے ہمراہ لیکر ہمارے حضور مین آئین
راجہ نے نیتاجی کو جو فتح آباد مین تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیجدی اور
وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہوکر لشکر شاہی مین آگیا راجہ نے اسکو مع اسکے بیٹے
کے دلیر خان کے سپرد کردیا اور اسکے دوسرے روز دلیر خان قریب
بیر کے راجہ سے جدا ہوے اور حسب الطلب بادشاہ کے دار السلطنت کیطرف روانہ ہو

[1] برلیغ ہمایون براجہ جیسنگہ صادر شدہ کہ نیتوے خویش سیوا را دستگیر نمودہ بدلیر خان سپارد و خان مذکور را ہمراہ گرفتہ
بجناب خلافت آرد راجہ جمعے بجہت آوردن نیتو کہ در فتح آباد بود تعین نمودہ آن جماعہ او را پنجم جمادی الاولے
بلشکر ظفر اثر رسانیدند و راجہ آن مسعود العاقبت را کہ حقیقت رسیدنش بمبدء سپہر احترام و شرف
اندوزی او را کہ شرف اسلام سبق ذکر یافتہ پاپسرش حوالہ دلیر خان نمودہ و آن خان بسالت نشان روز
دیگر بہ بیر از راجہ جدا شدہ بموجب فرمان طلب روانہ درگاہ معلی شد۔ صفحہ ۱۰۲۱ عالمگیر نامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کو راجہ جے سنگھ وہان سے چلکر ۸ جمادی الثانی کو اورنگ آباد پہونچگئے جب نیتاجی دہلی مین آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہوگیا اور عالمگیر نے اوسکو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے محمد قلیخان کا خطاب مرحمت کیا۔

نواب دلیرخان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لیے طلب کرنا

جب دلیرخان بیجاپور کی مہم سر کر چکے اور حسب الطلب دار السلطنت آرہے تھے نیتاجی مقید انکے ہمراہ تھا اس عرصہ مین کہ نوان سال جلوس کا تھا شاہ عباس کا ہنگامہ پیش آگیا یعنے اوسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کر کے عالمگیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر پہونچی تو بادشاہ نے دلیرخان کے نام فرمان بھیجا کہ جہانتک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیرخان کمال عجلت سے آرہے تھے اور دریائے نربدہ سے اوتر چکے تھے کہ خبر پہونچی کہ تقدیر سے شاہ ایران خناق کے مرض مین مبتلا ہوگیا اور مرگیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹھنڈا ہوگیا اس جنگ کے ہونیکی وجہ ایک یہ بھی مورخون نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانروائے ایران نے سنہ ۴ جلوس عالمگیری مین اپنے سفیر بوداق بیگ کو معہ تہنیت نامہ کے ہندوستان بھیجا تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت مین معہ نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب نے اوسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد سنہ ۶ مین اورنگ زیب

نے اپنے یہان سے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ
تحفہ جات اور تہنیت نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہونچا تو شاہ ایران
کچھ مکدر خاطر نکلا اور سفیر مذکور کے ساتھ نہایت کج ادائی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ
کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوجکشی کا ارادہ ظاہر کیا
جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرح آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد
کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فوج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان مین
متعین کیا اور خود فرح آباد سے اصفہان مین آکر سامان جنگ مین مصروف ہوا جب
سفیر مذکور یہ حال دیکھکر ہندوستان کے حدود مین پہونچا تو اوسنے اس امر کی عرضی
اورنگ زیب کے حضور مین روانہ کی اورنگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت بادشاہانہ
دامنگیر ہوئی اور اوسنے ایران پر فوجکشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد معظم کو
معہ راجہ جسونت سنگہ کے بیس ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کرکے کابل کو بھیجا اور کہا کہ
تمھارے پیچھے شاہی خیمہ بھی آتا ہے شاہزادہ موصوف فورا روانہ ہوگیا اس مہم کے
لیے اورنگ زیب نے اکثر لشکر کے سرداروں کے نام طلبی کے احکام جاری کیے
اس ضمن مین دلیر خان[۱] کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب الحکم منزل مقصود

---

[۱] چون دلیر خان تاراج ولایت بیجاپور پرداختہ عادلشاہ [illegible] بالتہاس [illegible] بعد و [illegible] برہنگامہ شاہ عباس ثانی کہ بعزم سپاہ کشی و رزم آزمائی داعیہ فرستادن لشکر بسرحد ہندوستان اظہار میکرد از جانب عالمگیر با اکثر سرداران سپہداران و حکام طلب عزم [illegible] یافت دلیر خان نیز در سال نہم حسب الطلب بر جناح سرعت و استعمال روانہ گشت از دہلی نرسید گذشتہ بود کہ از نیرنگی تقدیر حیات مستعار شاہ ایران سپری گردید و نائرہ آشوب بالطفا گرائید دلیر خان بوصول بلیغ باستیماع ازمرا بادشاہی کہ ہمراہ داشت عطف عنان بجانب چاندہ و دیوگڈہ نمود ماثر الامرا [illegible] از عالمگیر نامہ

[۲] ارشاد حلیلہ بطلب دلیر خان و بہادر خان و داود خان و دیگر سرداران سپہداران کہ از پایہ سریر دور بودند نفاذ یافتہ حکم شد کہ بر جناح سرعت و استعجال خود را بسایہ چتر اقبال رسانند ۰۰ عالمگیر نامہ

کی طرف راہی ہوئے اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے
چلکر ملتان اور قندھار کے زمینداروں کی عرضیاں آئین کہ شاہ ایران جب فرح آباد
سے اصفہان کی طرف چلا تو راہ مین اسکو خناق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے
عرصہ مین عارضہ نے اسقدر ترقی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور وہ ماہ ربیع الاول مین
اس دار غرور سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے یو دلاق بیگ لشکر
ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہونچا اور وہاں امرا و ارکان
دولت کے اتفاق سے اوسنے صفی مرزا کو جو بڑا بیٹا شاہ ایران کا تھا تخت نشین
کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے جا کر مل گیا عالمگیر کو شاہ ایران کے مرنیکی
خبر سننے سے خوشی نہوئی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شاہ زندہ رہتا تو فیما بین
میرے اور اوسکے صف آرائی کا مزہ تھا اور اب تقاضائے مروت نہین ہے
کہ ایران پر لشکر کشی کیجائے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیجدیا۔ اور اس معرکہ
کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

نواب دلیر خان کا دیوگڈہ[1] و چاندہ پر لشکر کشی کرنا اور وہاں کے راجاؤں سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت چاندہ اور دیوگڈہ کے راجاؤں نے سرکشی کر کے بغاوت

[1] دیوگڈہ اورنگ آباد دکن کے متصل واقع ہے اسکو محمد شاہ تغلق نے دہلی او جاڑ کر آباد کیا تھا اور اُس کا نام دولت آباد رکھا تھا اکثر اولیاء اللہ بھی دہلی سے لیجا کر آباد کیے تھے جو وہاں مدفون ہوئے اوسنے وسط ہند مین مقام واقع ہونیسے شہر بسایا اور دار السلطنت بنایا تھا ۱۲

اختیار کی تو اورنگ زیب[1] کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے اوسنے دلیر خان کو
سپہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اونکے نام فرمان[2] بھیجا دلیر خان بیجاپور کی سرکوبی کرکے
حسب الطلب بادشاہ کے حضور مین آرہے تھے کہ اسی اثنا مین ایران کی مہم کا
مقابلہ پیش آگیا اور اونھون نے حسب الحکم اودھر کو رخ کیا تھا مگر شاہ ایران کے
انتقال سے وہ مہم معطل ہوگئی یہ ہنوز دو منزل دریاے نربدہ سے گذرنے پائے
تھے کہ وہان پر بادشاہی فرمان انکو ملگیا اوسمین لکھا ہوا تھا کہ جسجگہ پہونچے ہو وہان
سے فوراً واپس ہوکر چاندا اور دیوگڈہ کی ولایت کو روانہ ہو جانا چاہیے اور وہان
کے باغی راجاؤن کی واجبی سزا کرنا چاہیے دلیر خان فرمان کے پہونچتے ہی اسطرف
کو روانہ ہوے اوسوقت اونکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر افغانون کا تھا اور اوسکے
علاوہ دیگر سرداران مین قادرداد خان و زبردست خان و آتش خان برق انداز خان
بندولہ خان راجہ سجان سنگہ بندیلہ راو بہاو سنگہ ہاڈہ راو کرن بہورتیہ راجہ نرسنگہ

---

[1] درین ہنگام تعین افواج بہا لکشا است بسرکردگی دلیرخان بر سرزمین باندہ و بیدار گشتن او از خواب غفلت و دادن پیشکش شائستہ باولیاے دولت

[2] بنا بر تنبیہ آن و گوشمال آن خسران مال پیش نہاد ہمت خسروانہ گشتہ فرمان قہرمان جلال بدلیرخان که با برخی از عساکر منصور دکن بعد فراغ از تاخت و لایت بیجاپور بہ پیشگاہ حضور طلب شدہ بود صادر گشتہ که بہ جا که رسیدہ باشد بجرد ورود منشور لامع النور برگشتہ با ہمراہان بر سر ولایت آن مقہور رود آن خان مذکور دو منزل از دریاے نربدہ گذشتہ بود که بوصول یرلیغ کرامت نشان مباہی گشتہ باندولہ خان و راجہ سجان سنگہ بندیلہ و راو بہاو سنگہ ہاڈہ و راو کرن سنگہ بہورتیہ و راجہ نرسنگہ گور و جگت سنگہ ہاڈہ و قادرداد خان و زبردست خان و آتش خان و برق انداز خان و گروہے دیگر از مبارزان نصرت نشان و آخر جمادی الآخر عازم مقصد گشت ۲۳-۱ صفحہ عالمگیرنامہ

کورجگت سنگ وغیره سب اسکے تابع وہمراه تھے آخر جمادی الآخر مین دلیرخان منزل

سنه ۵ اواسط شعبان دلیرخان بافواج قاهره بحدود ولایت چانده رسیده مانجی ملاو زمیندار بسطوت عساکر ظفر قرین
خوف و رعب بر باطن ضلالت مواطنش استیلا یافت ناکیا نام شخصی که مدار المهام او بود نزد دلیرخان فرستاد
اظهار عجز و ابتهال و ندامت بر سوابق جرائم نموده و استدعا کرد که چون آن خان مذکور نزدیک شود بآئین
مسکنت و خشوع آمده ملاقی گردد خان مذکور متمنات او را بپیرایه انجاح بخشید و فرستاده را باز گردانید
که نوید حصول این مامول بوی رسانیده آن ضلالت کیش را بیاورد چون ناکیا از لشکر فیروزی مآب معاودت
نموده خاطر وحشت زده او را از جانب دلیرخان مطمئن گردانید او این معنی را فوزی عظیم و نعمتی سترگ شناخته
بلا توقف بعزم ملاقات آن خان شهامت آئین با مدهکر نام پسر مهین خویش روان شد و مبلغی از زر و سیم
مسکوک بجهت پیشکش سرکار بادشاهی که عجالة آوردن آن میسر بوده همراه برداشت و بست و سیوم
شعبان که دلیرخان بموضع ماندره که سر حد ولایت چانده ست نزول نموده زبان مذکور بلشکر ظفر اثر رسیده
چون قصد ملاقات خان مذکور نموده باشاره آن خان شهامت نشان آتش خان و رستم خان برادر ایرج
خان رفته آن جهالت پرور را با پرسش آئین همراهان میان بند در گردن افگنده بی سلاح و یراق نزد او
آوردند و در نهایت خشوع و سرافگندگی ملاقات کرده و تمهید مراسم ندامت اعتذار و اظهار مراتب عجز و
انکسار نموده یکهزار اشرفی و دو هزار روپیه و دو سر اسپ و یک زنجیر فیل برسم نیاز به دلیرخان گذرانید
و هفت هزار اشرفی و پنج لک روپیه که همراه آورده بود بقید پیمانه و شکرانه امان بسرکار خاصه شریفه
سپرد خان مذکور با او گفت که اگر سلامتی جان و ناموس و بقای موطن و ولایت خویش میخواهی باید که پیشکشی
لایق برای سرکار بادشاهی بزودی سرانجام بدهی و من بعد باغوای دیو ضلال و تحریک شقاوت
و نکال قدم از شاهراه بندگی و فرمان پذیری بیرون ننهی او از کار آگهی و معامله شناسی سخن دلیرخان را
آویزه گوش و هوش ساخته سرمایه بهبود کار و سود روزگار خویش دانست و چنین قرار یافت که مبلغ یک کرور
روپیه از نقود و نفائس اشیا مثل جواهر مرصع و آلات و نقره فیلان کوه پیکر و سوای آن پنج لک روپیه
بدلیرخان که واسطه اصلاح کار و ذریعه عفو جرائم در حضرت خلافت گشته بود بطریق شکرانه بدهد و هر سال
دو لک روپیه پیشکش مقرری بسرکار خاصه شریفه مؤدی سازد و بموجب التماس خان مذکور فرمان عالیشان
از جناب فضل و احسان مشتمل بر صفح مآثم آن مورد نکال عصیان و تفویض جانشینی او بنام سنگه

مقصود کیطرف روانہ ہوے او رشاہی حکم سے ایرج خان فوجدار ایلچپور قلیج خان فوجدار پونار وغیرہ کمکیون مین مقرر ہوے وسط ماہ شعبان مین دلیرخان معہ فوج قاہرہ کے ولایت چاندہ کے حدود پر پہونچگئے مانجی ملار وہان کا راجہ بادشاہی لشکر کی آمد سنکر نہایت گھبرایا اور غلبۂ خوف سے اوسنے اپنے مدار المہام کو جسکا نام ناکیا تھا دلیرخان کے پاس بھیجا کہ میریطرف سے جاکر عاجزی کا اظہار کرا وریہ عرض کر کہ مین بجاے بغاوت کے اطاعت کو تیار ہون مجکو میرے جان وملک کی امان دیجاے جب وہ مدار المہام دلیرخان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشامد سے ملا اور اوسنے امان کی استدعا کی دلیرخان نے اوس کی عرض قبول کی اور راجہ کی خطا کی معافی کا وعدہ کیا جب مدار المہام مذکورنے اس قول وقرار کا معاہدہ کرنا چاہا

بقیہ صفحہ ماقبل کہین پسرش بصدد رسیدہ و دلیرخان حقیقت معاملہ را بہ پیشگاہ سلطنت وجہانبانی معروض داشتہ بروقفت التماس آن خان بسالت نشان رقم معافات بر صفحہ ذلات مرزبان مذبور کشیدہ از موافقت لطف و اصطناع پیرلیغ گیتی مطلع بنی براین معنی بطغراے نفاذ پیوستہ و با خلعت فاخرہ بجہت سرافرازی واطمینان او از حضرت خلافت مرسل گشت بالجملہ دلیرخان مانجی ملاہ زمیندار را نزد خود نگاہداشتہ وکلاے او را رخصت کرد کہ رفتہ سرانجام پیشکشے کہ مقرر شدہ بود بکوشند و محمد لطیف دیوان با جمع از سوار و پیادہ بہ اہتمام قلعہ مانک درک تعین نمودہ و پس از دو ماہ کہ ہفتاد و ہشت لک روپیہ از وجہ پیشکش بوصول رسید چون زمیندار مذکور مریض وعلیل گشتہ احوال ولایتش فتور واختلال پذیرفتہ لاجرم دلیرخان از روے صلاح اندیشی مقرر نمودہ کہ مانجی ملار دار و پسرے چند رخصت نماید مشروط باآنکہ سہ لک دیگر از جملہ تتمہ پیشکش سرکار جہاندار با مبلغ پنج لک روپیہ کہ تقبل دادن آن بخان موئی الیہ نمودہ بود کہ مجموع ہشت لک روپیہ باشد در عرض مدت دو ماہ ادا نماید درین باب بچلکہ ازو گرفت تا این ہنگام سلطنت فاخرہ دلیرخان مصلحتاً باو نداد و چہار مرصع وہشت دیگر از آلات ویک زنجیر فیل بار دادہ باز ام سنگہ پسرش مرخص ساخت ۱۲

تو دلیر خان نے اوسکی تسلی کرکے اوسکو واپس کردیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جاکر
معافی کی خوشخبری سنادے چنانچہ وہ مدار المہام لشکرگاہ سے واپس ہوکر اپنے
راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گھبرا رہا تھا مدار المہام نے دلیر خان کی خوشخبری سناکر
راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بچ جانا اور پناہ ملجانا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا
توقف خان شہامت نشان یعنے دلیر خان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے
مدہکر کے روانہ ہوا اور اس جلدی مین کچھ زر نقد بھی پیشکش کے لیے جو ممکن ہوا
ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیر خان موضع ماندورہ مین جو ولایت چاندہ کی سرحد
پر ہے لشکر لیے ہوے پڑے تھے وہ دلیر خان کے پاس حاضر ہوا دلیر خان
کے اشارہ سے آتش خان و رستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اوسکے
بیٹے کے بطور مجرمون کے گردن مین کمر بند ڈالکر بے ہتیارون کے دلیر خان
کی خدمت مین حاضر لاے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خواستگار ہوا
ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک
ہاتھی دلیر خان کو نذرانہ مین دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ
لاکھ روپیہ جو چند ہاتھیون اور اونٹون اور گاڑیون پر لاد کر ہمراہ لایا تھا وہ بغاوت
کے جرمانہ اور امان کے شکرانہ مین سرکار بادشاہی کے لیے دلیر خان کے سپرد
کیے دلیر خان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک
کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد پیشکش فکر کرکے ادا کردو
اور اسکے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمھارا ملک پامال کرکے
نیست و نابود کردیا جائیگا راجہ نے دلیر خان کی نصیحت کو گوش جان سے

سنا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ سمجھا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل
کا پابند ہوا بعد صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ مبلغ یک کرور روپیہ
جرمانہ مین راجہ باقساط ذیل ادا کرے جسمین زرنقد و جواہرات و مرصع آلات
اور دیگر نفیس اشیاء اور ہاتھی بھی ہون اور دو ماہ کی مدت مین اس رقم کا انتظام
کرکے لشکرگاہ مین پہونچادے اور مبلغ پانچ لاکھ روپیہ بطریق شکرانہ کے
دلیرخان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور مین معافی جرایم کے
واسطہ اور اصلاح کے ذریعہ ہوے ہین اور راجہ ہر سال دو لاکھ روپیہ
بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دارالخلافت کو بھیجتا رہے اور قلعہ اٹک
درک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کا ہے اوسکو بادشاہی لشکر منہدم و مسمار
کردے اور دلیرخان بادشاہ سے التماس کرکے اوسکی خطائین معاف کرادین
اور اوسکا چھوٹا بیٹا رام سنگھ جو نائب و ولیعہد ہے اوسکی جانشینی کا فرمان
منگوادین غرضکہ یہ امورات قلمبند ہو کر صلحنامہ مرتب ہوگیا دلیرخان نے
کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اوسکی خطاؤن سے درگذر کرنیکے بارہ مین
سفارش کی عالمگیر بادشاہ نے دلیرخان کے التماس کے بموجب اوسکی
خطائین معاف کین اور الطاف شاہانہ سے فرمان پر اپنی مہر کرکے مع خلعت فاخرہ
کے خان موصوف کے پاس بھیجدیا دلیرخان نے مانجی ملار والی ملک کو اپنے پاس
نظربند رکھا اور اوسکے وکلاء کو رخصت کیا کہ تم جاکر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا
سرانجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادونکی ایک جماعت دیکر قلعہ
اٹک درک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت مین

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کو گراکر خاک کے برابر کیا اوسمین بہت بڑی رقم روپیونکی
جو جابجا مدفون تھی نکلی اور قریب پچاس عدد کے توپین آہنی و راچھنگی اور بہت سی
بندوقین اور دیگر سامان توپخانہ کا نکلا وہ سب بادشاہی لشکرگاہ مین آیا اور قلعہ
بھنولی جو دیوگڈہ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرانے کے لیے بھی
ایک جماعت مقرر کیگئی بعد دو ماہ کے ستر لاکھ روپیہ پیشکش کا وصول
ہوا چونکہ راجہ وہانکا نہایت مریض تھا اور اوسکا ملک نہایت خراب و برباد ہوگیا
تھا اور تمام رعایا اوسکی بھاگ کر متفرق ہوگئی تھی اسلیے دلیرخان نے راجہ کو
رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اوسکو جانیکی اجازت دی کہ تین
لاکھ روپیہ شاہی پیشکش کا اور پانچ لاکھ روپیہ خان موصی الیہ کا بطور پیشکش گذاری
قرار پایا تھا غرضکہ کل آٹھ لاکھ روپیہ دو مہینہ کے عرصہ مین اداکر دے اور بیس لاکھ
روپیہ جو باقی رہا ہے وہ بتدریج تین برس کے عرصہ مین اداکر دے اس بارہ مین
راجہ سے مچلکہ لیا گیا اور ابتک انھین امورات کے قرار پانیکی وجہ سے خلعت و
فرمان جو بادشاہ کیطرف سے آیا تھا اُسکو مصلحتاً نہین دیا گیا تھا اب دلیرخان نے
ایک جیغہ مرصع اور چند آلات اور ایک ہاتھی راجہ کو عنایت کیا اور ۲ شوال کو
راجہ کو مع اوسکے بیٹے رام سنگہ کے رخصت کیا کہ ولایت چاندہ مین جاکر جو پہلے
ملک مین خرابیان پڑگئی ہین انکی درستی و انتظام مین مصروف ہووے اور بقیہ
پیشکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ مین فتاح خان فوجدار پونار کا انتقال ہوگیا اوسکی
جگہ پر قادر داد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے دلیرخان نے جو
روپیہ کہ پیشکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اوسکی وصولیابی قادرداد خان کو سپرد کی

اور راجہ کے بڑے بیٹے مدھر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ مین جسکی ادائی جلد قرار پائی تھی نظربند رکھا اسکے بعد دلیر خان نے جو زر نقد اور مرصع آلات اور ہاتھی پیشکش مین وصول کیے تھے انکی روانگی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار ایلچپور اور محمد لطیف دیوان لشکر معہ ایک جماعت کے یہ سامان لیجائین اور کچھ اشیاء رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر ایلچپور پہونچائین اور وہان سے یہ سامان خاندیس جلے اور وہان سے خان زمان خان صوبہ دار خاندیس اور اوسکا دیوان زین العابدین برہانپور پہونچائین اور وہانسے دار الخلافت لیجاکر بادشاہ کے حضور مین گذرانین۔

جب دلیر خان[1] ولایت چاندہ کے انتظام سے فرست کر چکے تو ولایت دیوگڈہ کی طرف جو چاندہ کے قریب ہے متوجہ ہوے کیونکہ کوک سنگہ والی دیوگڈہ

---

[1] و چون کوک سنگہ زمیندار ولایت دیوگڈہ کہ بولایت چاندہ قریب الجوار است نیز از ناعاقبت اندیشی در ایصال پیشکش تہاون و اہمال ورزید چنانچہ پانزدہ لک روپیہ از پیشکش سنوات ماضیہ بر ذمہ او جمع آمدہ بود دلیر خان فرمان شدہ بود کہ بعد از تشدید مہم چاندہ تبادیب آن تیرہ بخت عذار پردازد و او را نیز از گران خواب غفلت بیدار بسازد و آن خان تبات شعار در اثناے اشتغال مہم چاندہ زمیندار مذکور را تخویف و تہدید نمود و آن ضلالت فرجام شخصے کہ مدار المہام او بود فرستادہ تا بہ تمہید مراسم ندامت و اعتذار نماید لاجرم خان دلیر بنا بر کمال خشوع و ابتہال آن کیش باطل سگال را بہ قبول معذرت و تعہد التماس عفو زلات در پیشگاہ خلافت منت پذیر گردانیدہ مقرر ساخت کہ پانزدہ لک روپیہ کہ از پیشکش سنوات سابقہ بر ذمہ او لازم او بود با قریب سہ لک روپیہ دیگر برسم جرمانہ در عرض مدتے بسرکار والا رساند و از انجملہ شش لک روپیہ در مدت دو ماہ واصل سازد و [illegible] بعد ازان او سے پیشکش مقرر سے کہ ہر سالہ یک لک روپیہ بود مراہنہ و مسامحہ نورزیدہ سر از خط بندگی و فرمانبرداری نہ پیچد و چون خان موصوف بحدود ولایت دیوگڈہ رسید کوک سنگہ مرزبان آنجا بقدم عجز و خشوع آمدہ با آن خان عقیدت آئین ملاقی شد و برخے از وجوہ پیشکش بوصول رسانید

سے نے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے مین سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ اوسکے
ذمہ سنوات ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ حیلہ کرکے ادا نہین کرتا تھا اسلیے
دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مہم چاندہ کی فرصت کے
بعد اوس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ دلیر خان
نے جبکہ چاندہ ہی کی مہم مین مشغول تھے اوسکو اپنے عتاب سے خوف دلایا تھا
اور راجہ مذکور نے اپنا مدار المہام بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤنکی
معافی مانگی تھی دلیر خان نے اوسکی معذرت قبول کرکے جواب دیا کہ تیری عاجزی
بادشاہ کے حضور مین عرض کرکے عفو جرائم کی التماس کیجائیگی تجھکو چاہیے کہ مبلغ
پندرہ لاکھ بابت بقایا اور تین لاکھ بابت جرمانہ کے باقساط ادا کر جسمین سے
چھ لاکھ عنقریب داخل کردے اور مابقی دو ماہ کے عرصہ مین اور ایک لاکھ روپیہ
جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے مین کسی سال سستی نکرنا
اور کبھی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیر خان کا یہ حکم والی دیوگڈہ نے
سنکر دس ہاتھی نہایت جلد پیشکش مین بھیجے جب دلیر خان ولایت چاندہ
کے انتظام سے فرصت حاصل کرچکے تو دیوگڈہ کے وکیل کو جو لشکر مین حاضر تھا
رخصت کیا کہ آگے جاکر پیشکش کا سرانجام کرے۔

۵ ذیقعدہ سنہ جلوس کو دلیر خان تین مہینہ کے قریب ولایت چاندہ مین
رہکر معہ اپنے لشکر کے دیوگڈہ کیطرف روانہ ہوے اور مانجی ملار والی چاندہ کو بھی
طلب کیا کہ وہ بھی معہ اپنے متعلقین کے آکر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب
دلیر خان ولایت دیوگڈہ کے حدود مین پہونچے کوک سنگہ وہانکا راجہ نہایت

عاجزی سے پیشوائی کو حاضر ہوا اور خان ذیشان سے نہایت عقیدت سے
پیش آیا اور پیشکش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رخصت لیکر اپنے قیامگاہ
کو واپس گیا دلیر خان نے چند روز اوسکے وہ وہین قیام کرکے کچھ رقم پیشکش
کی وصول کی اور بابت بقایا کے حکم دیا کہ بہت جلد اوسکو بھی ادا کرنا چاہیے وصور
تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کرکے نام و نشان یہان کی حکومت کا
برباد کردیا جاے گا وہ اسی انتظام مین مصروف تھے کہ اثناے حال مین فرمان
بادشاہی خان شہامت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیوگڈہ کا معاملہ
جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہونچا دو بالفعل دوبارہ تنبیہ و تادیب عادل شاہ
اور تاراجی ولایت بیجاپور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً مع اپنے لشکر کے دکن کو جانا
چاہیے اور وہان شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کی خدمت مین تا صدور حکم ثانی اس مہم
کے لیے قیام رکھو۔ اسوجہ سے دلیر خان نے بمقتضاے مصلحت دیوگڈہ کے
راجہ کو جو تنگدستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور مہلت دی اور اس سے
وعدہ لیکر میعاد معینہ کا مچلکہ لیا اور اوسکی تحصیل قادر داد خان کے سپرد کی اسی عرصے
مین مانجی ملار والی چاندہ سے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت پیشکش کے باقی تھا اور اسکی

لہ در خلال این حال مثال کرامت تمثال از جانب خلافت جہانداری بآن خان شہامت پرور صادر شد
کہ معاملہ زمیندار دیوگڈہ را بہر عنوان باشد زود صورت داده چون تادیب و تنبیہ عادلخان و تاخت ولایت بیجاپور دگر بارہ مرکوز
خاطر والا وجہ ہمت جہانگشا گشتہ با افواج قاہرہ از آنجا بدکن شتابد چون دلیر خان خاطر از مہمات ولایت چاندہ و دیوگڈہ
پرداخت بموجب یرلیغ گیتی مطاع ہشتم ربیع الثانی با عساکر فیروزی روانہ دکن شد و عاطفت بادشاہ بندہ پرور
قدردان آن خان بسالت منش را بعنایت خلعت خاص و اسپ با ساز طلا نواخت و دو ہزار سوار از تابینان
اورا دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ساخت کہ منصبش از اصل و اضافہ پنجہزاری پنجہزار سوار از انجملہ سہ ہزار سوار دو اسپہ
سہ اسپہ باشد عالمگیر نامہ ۱۰۳۰

ادائیگی جلد قرار پائی تھی لاکر پہونچائے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادا کیے
جب دلیر خان ولایت چاندہ اور مملکت دیوگڈھ سے اطمینان خاطر حاصل
کر چکے تو ۸ ربیع الثانی کو معہ لشکر کے دکن کو روانہ ہوے بادشاہ نے
نہایت قدردانی سے دلیر خان کو خلعت خاص اور گھوڑا معہ ساز
طلائی کے مرحمت فرمایا اور اونکے ایک ہزار سواروں کو دو اسپہ سہ اسپہ کیا
اور اونکا منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا منجملہ اونکے تین ہزار
سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے اور ایرج خان کے منصب
مین اضافہ پانصدی کرکے دو ہزار پانصدی دو ہزار سوار کا درجہ عنایت ہوا
اور قادرداد خان کا منصب ہزاری آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ اونکے چار سو سوار
دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے ۔

اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد دلیر خان کے حالات متفرق طور پر دیگر کتب سے لکھے جائینگے۔ ابتک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے۔ عالمگیر نامہ جو اورنگزیب عالمگیر نے فرمائش کرکے منشی محمد کاظم بن محمد امین سے لکھوایا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینای کاشی بھی کہتے ہین جسنے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشاپردازی پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھے۔ اس ضرورت سے وقائع نگارونکو ہدایت کر دی تھی کہ جبتک مورخ سوانح نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بماہ سال بسال جملہ صوبجات اور دارالسلطنت کے حوالہ کرتے رہین اور یہ امر بھی مقرر کیا تھا کہ جو سوانح و اخبار تحریر مین آئین وہ ترتیب پانیکے بعد مناسب اوقات خلوت مین ہمکو داستان داستان سنائے جائین تاکہ اسکی تصحیح و تنقیح بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ مین ہماری شاہزادگی کا مفصل حال لکھا جا چکا ہے اب ایام سلطنت کا حال جمادی الاول ۱۰۶۸ھ کے آغاز سے لکھا جاے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب ۱۰۷۸ھ تک دس سال کا حال تالیف کیا گیا اور پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ مین ظاہر کے حالات کوئی چیز نہین لہذا اب دس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جاے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہین انکی کوئی ایسی تاریخ نہین ہے جیسی کہ عالمگیر کے آبا و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے خفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامچہ ہے مختصر طور پر واقعات مین کہین کہین صراحت کر دیگئی ہے دوسری منتخب اللباب تاریخ خافی خان کی ہے اسکا باپ سلطان مرادبخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ مورخ اسکا بیٹا ہے اسنے اپنے

باپ کے واقعات سنکر لکھے ہین جسمین لکھے عداوت آتی ہے نعمت خان عالی جسکا لقب دانشمند
خان تھا اسنے بھی عالمگیری حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک
لکھے ہین مگر سخت تعصب اور تمسخر سے عبارت قابلیت ضرور اوسکی اعلیٰ درجہ کی ہے
خافی خان شیعہ ہے اُسکی تحریر تقیہ آمیز ہے وہ عالمگیر کے نیک کامونکی تعریف کرکے ایک ایسی
بات لکھدیتا ہے جس سے بادشاہ کی نیکنامی خاک مین ملجاتی ہے اگر بادشاہ نے کوئی اچھا قانون
بناکر جاری کیا تو اسکی توصیف لکھکر یہ ظاہر کردیگا کہ وہ عمل مین نہین آیا مثلاً محصول معاف
کیا گیا مگر دار الخلافت کے نواح مین بجز دوسری جگہ اسکی تعمیل نہین ہوئی جابجا ظلم وستم ہونیلگا
عالمگیری عہد اچھا تھا لیکن ایران کا دائم الخمر بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اسنے دشمنون سے
وہ سلوک کیے جو اس دیندار بادشاہ نے اپنے باپ بھائیون سے کیا غرضکہ اسکے ہر کام مین مکر و
فریب ثابت کرتا ہے اور اسکی خوبی و دینداری کو جو سرشتی بات تھی چھپایا ہے اچھے کام مین بھی رخنہ
نکالا اسکی تاریخ لکھنے کی ممانعت کے بارہ مین بھی یہی راے نکالی کہ اسکے بعض کام ایسے تھے
جو عظیم الشان بادشاہ کو نہین زیبا تھے ڈاکٹر برنیر فرانسیسی ایک امیر کا ملازم وہ بھی سنی سنائی
باتین زیادہ لکھنے پر پابند ہو۔ الغرض دس سال کے جس طرح مفصل و ترتیب وار حالات عالمگیرنامہ مین
لکھے گئے ہین اسطرح دیگر حالات کتب مین نہین ملتے دلیر خان کے حالات و کارنامے دس
سالہ جسکی تاریخ لکھی گئی اسقدر زیادہ ہوے تو اسکے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے
کسقدر زیادہ ہونگے کیونکہ دلیر خان عالمگیر کی سلطنت کے ستائیس سال تک زندہ رہے ہین مگر
افسوس کہ سترہ سال کی تاریخ ہی تفصیل وار نہین ملتی کچھ مجمل واقعات دیگر کتابون مین پاے گئے وہ لکھے
گئے۔ بادشاہنامہ ملا عبد الحمید لاہوری نے شاہجہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ مین
لکھا ہے وہ صرف بیس سال کے واقعات مین ہے باقی بارہ سال کی دوسری تصنیف شاہجہانی

سلاطین کے متعلق غیر مطبوعہ ہونیسے دستیاب نہین ہوئین بادشاہنامہ جب تصنیف ہوا ہے وہ
دلیرخان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہے ان وجوہات سے دلیرخان کے حالات ابتدا سے انتہا تک
فراہم نہین ہوسکے باوجود ان مجبوریونکے صرف دس سال کے کارنامے اسقدر حیرت ناک
عالمگیرنامہ وغیرہ مین پائے جاتے ہین کہ دوسرے امرا و ارکان دولت کے نہین سنے جاتے
عالمگیرنامہ مین ایکسوکئی جگہ دلیرخان کا نام نامی درج ہے
ایک واقعہ نواب دلیرخان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہوا ہے اور وہ
شہنشاہ نامہ وغیرہ مین درج ہے یہ ہے۔ راجہ امرسنگھ کے والد کا جب انتقال ہوگیا تو اسکے بعد
راجہ جسونت سنگھ حسب وصیت باپ کے مسند نشین ہوے حالانکہ راجہ جسونت سنگھ راجہ امر سنگھ
سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا
دستور اور آئین راجپوتیہ کے خلاف تھا اس وجہ سے راجہ امرسنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور
دربار بادشاہی مین بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایکبار صلابت خان نے
از روے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امرسنگھ مغموم اور علیل تو تھے ہی صلابت خان
کیطرف سے انکے دل مین کینہ پڑگیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کرنیکی فکر مین ہوے ایک روز
شام کیوقت دیوانخانہ مین شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھکر عبداللہ خان فیروز جنگ
کے نام فرمان دستخط خاص سے لکھنے مین مشغول تھا مصنف شاہنشاہنامہ کا بیان ہے
کہ مین مکرمت خان داروغہ عمارات شاہی سے ایک گوشہ مین بیٹھا باتین کر رہا تھا کہ
اعلیحضرت آجکل شاہزادہ محمد اورنگ زیب سے کم توجہی فرماتے ہین کہ اتنے مین امر سنگھ اچانک نے

لہ جس زمانہ مین کہ شاہزادی جہان آرا بیگم شمع سے جلکر بیمار پڑی ہوئی تھین ایام مین اورنگ زیب کے بعض اطوار سے شاہجہان بادشاہ کو
اور ناگواری پیدا ہوئی تھی بعض کدورت پیدا ہوا تب شاہزادہ اورنگزیب کو شاہ نامدار و پدر بزرگوار کی کم توجہی معلوم ہوئی تو منصب سے استعفا دیدیا اور
ہتھیار کھولکر بادشاہ کے پاس بھیجدیے اور گوشہ نشینی اختیار کی شاہجہان نے ضبطی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک یہ حالت

ایک جمدھر صلابت خان کے سینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک پہونچ گیا صلابت خان نے ایک آہ کھینچی اور اسیوقت مر گئے خلیل اللہ خان اور ارجن سنگھ ولد بٹھلداس کو رنے جب ایسی گستاخی وجرات اس اجہوت کی بادشاہ کے حضور مین دیکھی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوئے تھے اسپر جھپٹے امر سنگھ نے اسکے وار روکے اور ارجن سنگھ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امر سنگھ باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ اتنے مین گرزبردار و دیگر بادشاہی ارجن سنگھ کی مدد کو پہونچ گئے اور متواتر زخمون سے امر سنگھ کا کام تمام کیا امر سنگھ نے گرجانیکے بعد بھی ایسا کاری جمدھر ارجن سنگھ کے مارا کہ اسکا کان جڑ سے کٹگیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر توزک اور ملوک چند بہتمم دولتخانہ امر سنگھ کی نعش اٹھا کر باہر لائے اسعرصہ مین پندرہ خدمتگار اور ایک مشعلچی راجہ کا جو اپنی بہادری مین و سوسواروں کے برابر تھے گرزبرداروں اور ملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیونپر حملہ آور ہوئے تلوار و برچھی و جمدھر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گرزبردار کی جماعت باوجودیکہ اسکے دفعیہ پر مستعد تھی مگر ملوک چند معہ عزیز اللہ خان و یعقوب خان وغیرہ تمند خان یہ تین منصبدار اسکے کام آئے باقی اور بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہوئے اور میر خان فرزند صلابت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوہ عظیم برپا ہوا آخر کار پندرہ خدمتگار جو امر سنگھ کے ساتھ تھے ہلاک ہوئے اسحالت کو دیکھکر امر سنگھ کے دیگر ہمراہی اپنی جگہ پر رات مین بھاگ گئے مگر صبح کیوقت انکے انتقام کے لیے ارجن سنگھ کے دروازہ پر چڑھ گئے اور وہان جو کوئی انکے سامنے آیا قتل کردیا شاہجہان بادشاہ نے ازراہ تحمل و وقار بادشاہی کے انکا دفع اپنے بیٹوں اور فوج بھیجنا مناسب نہ سمجھا خیال کیا کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائیگا رحملی کو

بقیہ صفحہ ماقبل قائم رہی لیکن جہان آرا بیگم کو شفا حاصل ہوئی اور غسل صحت کا جشن منعقد ہوا اور پچاس لاکھ روپیہ ابتدائے علالت سے تا غسل صحت تصدق و عطارو و انعام غسل مین خرچ ہوئے اور کل امرا و شاہزادہ خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے جہان آرا بیگم کی سفارش سے اورنگ زیب کی خطا بھی معاف ہوئی اور بدستور پانزدہ ہزاری منصب اور دس ہزار سوار سے سربلند کرکے صوبہ داری احمد آباد پر مقرر فرمایا گیا تھا

کام فرمایا اور راجپوت سمجھدار تجربہ کار انکی فہمایش کیلیے بھیجے ان صلاح کار ونے سمجھایا کہ امر سنگھ اور جماعت کہ فساد کی مرتکب ہوئی تھی اپنی سزا کو پہونچگئی تملوگ بیخطا ہو بلا وجہ اپنی ہلاکت کے پیچھے پڑے ہوان جاہل راجپوتون نے اس بادشاہی پیغام پر توجہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ آئے آخر شاہجہان بادشاہ ناچار ہوا اور اسوقت جلال خان عرف نواب دلیر خان کو معہ لشکر و توپخانہ کے جنمین اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتونکی گوشمالی کیلیے بھیجا صبح سے شام تک بادشاہی لشکر اور راجپوتون سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ ہوئی آخر امر سنگھ کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے چھ ہزار کے قریب یہ جماعت شمار مین آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام آئے سید عبد الرسول خان بارہہ جو نوجوان بہادر تھا معہ اپنی جماعت کے کام آیا اور سید غلام محمد جو شجاعت مین مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوے بادشاہ نے ان سبکو خلعت و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلابت خان ور ملوک چند اور دیگر جان نثار سرداروں کے فرزندونکو عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ مین نواب دلیر خان نے خوب بہادری کے جوہر دکھلائے تھے یہ واقعہ ۱۹ سنہ جلوس شاہجہانی مطابق ۱۰۵۴ھ کو ظہور مین آیا تھا ابتک نواب دلیر خان کو دلیر خانی خطاب نہین ملا تھا اور وہ جلال خان اصلی نام کے ساتھ موسوم تھے مصنف کتاب شاہنشاہنامہ بھی اس جنگ مین موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی ملازم و منصبدار تھا اسلیے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ مین درج ہین اسکے چشم دیدہ ہین اور آسام کی جنگ مصنف نے خود دلیر خان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدمات پر مامور رہا کبھی خدمت خانسامانی پر اور کبھی داروغگی غسلخانہ شاہجہانی پر معہ خلعت و اسپ و فیل کے سرفراز ہوا کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ وقائع نویسی کی خدمت پر

مقرر ہوا اور کبھی دفتر جاگیر کا صدر رہا اپنا نام ابوالفضل معموری لکھتا ہی عہد عالمگیری مین دفتر تن کا داروغہ رہا
ماثر الامرا مین ہی کہ عالمگیر کا دسوان سال جلوس تھا کہ دلیر خان[۱] سرحد دیوگڈھ سے دکن کو
روانہ ہوے اور بادشاہی حکم کے کاربند ہوے۔ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۱۰۲) مین مرقوم ہی کہ
۱۷ ذیقعدہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیوگڈھ کے راجہ کو بدستور سابق
اسکے ملک پر مستقل حکومت دیکر اورنگ آباد چلے گئے اس عرصہ مین عید الضحیٰ آئی اور بادشاہ
نے دلیر خان کو خلعت و جمدھر مرصع گرز بردار کے ہاتھ بھیجا۔

پیشتر بیان ہوچکا ہی کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیسنگہ اورنگ آباد
بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبہ دار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ مین راجہ جے سنگہ کو

---

[۱] خانمذکور در سال دہم از سرحد دیوگڈہ روانہ گشتہ کاربند حکم گردید ماثر الامرا سنہ ۱۰ ہفتدہم بعرض والا رسید کہ دلیر خان زمیندار دیوگڈہ را بدستور سابق برمحال زمینداریش استقلال دادہ باورنگ آباد شتافت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری سنہ ۱۰ دہم ادائے فتن بعیدگاہ جہت ادائے صلوۃ عید الضحیٰ و قربانی بتقدیم رسید بدلیر خان خلعت و جمدھر مرصع مصحوب گرز بردار اشرف ارسال پذیرفت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری۔

راجہ جیسنگہ راجہ مانسنگہ والی جے پور جو دربار اکبری کے نورتن مین سے ہو رہے تھے انکے باپ کا نام مہا سنگہ تھا جو جگت سنگہ کچھواہہ کے بیٹے تھے بعد انتقال باپکے یہ حسب الطلب جہانگیر بادشاہ کی ملازمت مین پہونچے اور ۱۲ برس کی عمر مین منصب ہزاری ذات اور پانسو سوار و ہاتھی سے سرفراز ہوے سلطان پرویز کے ہمراہ مہم دکن کے لیے تعینات ہوے اور متواتر اضافہ مناصب سے سربلند ہوتے رہے بعد وفات جہانگیر کے جب خانجہان لودی نے علم بغاوت بلند کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوے مگر اجمیر سے اس سے جدا ہوکر وطن چلے گئے اور جب شاہجہان تخت نشین ہوا تو اسکے حضور مین حاضر ہوکر باضافہ پانسو سوار چار ہزاری منصب اور نقارہ سے سرفراز ہوے اسی سال نذر محمد خان والی بلخ نے فساد کرکے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہمراہ مہابت خان خانخانان یہ اسکی گوشمالی کو بھیجے گئے اسکے بعد خانجہان لودی کے تعاقب و سلطان شجاع کے ہمراہ مہم دکن اور ساہو بھونسلہ کی تادیب اور سلطان مرادبخش کے ہمراہ کابل کی روانگی مین متعدد خدمات بجا لاے سنہ شاہجہانی مین منصب پنجہزاری سے سرفرازی پائی جب ملک دکن مین راجہ نے خوب خدمتین کین تو شاہجہان نے راجہ کو خلعت خاص بھیجا بعدہ مالاے مروارید اور ہاتھی و خطاب مرزا راجائی سے شاہجہان کے حضور مین سرخرو ہوے سنہ ۱۸ مین بجاے خاندوران خان کے دکن کی صوبہ داری مستقل راجہ کو عطا ہوئی سنہ ۲۰ مین بلخ کی مہم مین اورنگزیب کے ہمراہ بھیجے گئے اور سنہ ۲۷ شاہجہانی مین جملۃ الملک سعد اللہ خان وزیر اعظم کے ہمراہ قلعہ چتوڑ کے انہدام کو بھیجے گئے سنہ ۳۱ کو شاہجہان کی علالت مین جب سپہری سلیمان شکوہ محمد شجاع کی مہم کو بھیجے گئے تو داراشکوہ کی سفارش سے شاہجہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچہزار سوار دو اسپہ پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اورنگزیب عالمگیر سے ملا اور فتح اجمیر کے بعد ایک بڑی جاگیر سے مالامال ہوے سیواجی اور عادلشاہی تنبیہ کے بعد حسب الطلب راجہ جیسنگہ دکن سے دار السلطنت کو آرہے تھے برہانپور مین سنہ ۷۷ کو انتقال کیا راجہ صاحب نہایت عمدہ اور سنجیدہ زمانہ شناس سردار تھے

بادشاہ نے اپنے پاس بلا یا اور ۷ شوال سنہ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبیداری پر رخصت کیا اور اسکے ساتھ صف شکن خان و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ جیسنگہ کو لکھا کہ جسوقت شاہزادہ وہان پہونچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ حسب الحکم اورنگ آباد سے آرہے تھے اور برہانپور پہونچے تھے کہ ۲۸ محرم سنہ کو انتقال کر گئے انکے مرنیسے بالاگھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ سے ہے بگڑ گیا راجہ جیسنگہ دلیرخان کے بڑے دوست تھے القصہ دلیرخان جب دکن پہونچے تو یہان کی مہم کیلیے بادشاہ نے خانجہان بہادر کوکلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمۃ الجیش امیر خان تھے دلیرخان کے کارنامے دکن مین ایسے عظیم الشان ہوئے ہین کہ جو تمام ملک کے باشندونکی زبان پر چڑھ گئے تھے دلیرے بہرہ کے اسپار جو لڑائی کہ بیجاپوریون سے ہوئی تھی اس مین رستم زمانہ سے وہ وہ بہادریان ظہور مین آئی تھین کہ دوست دشمن سب نے تحسین کی تھی یہانتک اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک آدمیونکے سر اور ہاتھیونکی سونڈین مثل گوئے چوگان کے میدان رزم مین پڑی ہوئی تھین مصنف لکھتا ہے ؎

فگندہ ہمہ دشت خرطوم فیل　　فتادہ تن کشتگان چند میل

ز خرطوم فیل و سر جنگجوے　　ہمہ دشت پاشیدہ چوگان گوے

اس لڑائی مین حواس کی درستی اور انتہا سے جرأت سے چار پانچ روز ہاتھیون اور گھوڑون کی پیٹھ پر سوار لڑتے ہوئے بیجاپوریونکے تعاقب مین اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پر

ملہ کارنامہ ہائے دلیرخان رو بار دکن ابنہ و افواہ وضیع و شریف اہر و سایر است و درجنگے کہ خانجہان بہادر کوکلتاس بہادر ولی دلیرخان از طرف آنحضرت بعساکر بیجاپور واقع شد تلاشہائے نمایان و ثبات ہائے پابرجا کلاز ان رستم زمان ظہور یافت موجب تحسین آفرین دوست و دشمن گردید تا چند کرد خرطوم فیل و سر آدم گوے چوگان لیران بود - و بس از ان کہ عرصہ بر فوج بادشاہی تنگ گردیدنا چار بافزونی ہمت و درستی حواس ایسے کرد چار پنج روز بالاے پشت فیلان و اسپان جنگ کنان بدنبال بیجاپوریان سطے نمودہ بود تا دستہ بہ فتار قہقری نعمت نمودند - از ماثر الامرا

میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتو نمین اپنی جگہہ پر واپس آئے۔
اسکے بعد قلعہ سالیر جو نواح بگلانہ مین ہے اور وہ غنیم یعنی مرہٹونکے ہاتھہ مین آگیا تھا اور قلعہ دار
کو معتوب و بے منصب کیا گیا اس زمن مین فرمان گرزبردار کے ہاتھہ دلیرخان کو بھیجا گیا کہ
قلعہ مذکور کے قریب جاکر دست اشقیا سے قلعہ چھیننا چاہیے دلیرخان معہ توپخانہ وغیرہ کے
پلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ مین مشغول ہوے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے
لوگ کام آے مگر اس عرصہ مین وبا کی شدت ہوئی اور آب وہوا نہایت بد ہو گئی تمام
لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہو چکا تھا بادشاہی حکم پہونچا کہ لشکر وہانسے
ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیرخان حکم کے کاربند ہوے اسی ضمن مین سیواجی جب دلی سے
بھاگ کر دکن پہونچا اور پھر قزاقی اختیار کرکے لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیرخان
اور خانجہان بہادر اسکے سر پر جاکر اچھی طرح گوشمالی کریں خانجہان نے اس خیال سے
کہ سیواجی سے لڑنیکے لیے ابھی سپاہ کافی نہین جمع ہوئی لڑنین توقف کیا اور جسقدر رکھاٹ
تھے انکی راہین بند کین کہ ان مقامونسے مرہٹے حملہ نہ کرسکین اور جابجا درون پر توپخانہ
لگایا مگر یہ تدبیر دلیرخان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگ زیب کے سرداروںمین سب سے زیادہ
دلیر وشجاع تھے اور ابھی قلعہ چاکنہ کے حملہ مین کامیاب ہو چکے تھے انھون نے جنگ
محفوظ کی غلطیون کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعہ پر حملہ کرنا چاہیے مگر
خانجہان اسکو نہ سمجھا مرہٹونکے سوار جنکی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے
لیے ان درون سے جنکو خانجہان نے روکا تھا آئینگے مگر وہ مختلف گروہونمین منقسم

لہ قلعہ سالیر تعلقہ بگلانہ بہ تسخیر کفار در آمد قلعہ دار بے منصب و معتوب فرمودند و بہ یولا فرمان مصحوب گرزبرداران بنام دلیرخان صادر گردید کہ خود
بالاے قلعہ راندہ قلعہ از اشقیا برآورد دلیرخان معہ توپخانہ وغیرہ بپاے قلعہ آمدہ بمحاصرہ پرداخت وجلادت بجا آورد وبسیار مردمان
کشتہ وشہید گشتند وچانگزا ایں ہواے آنقلعہ بتفنیع وہلاک مردم کشید بعدہ کہ ایام محاصرہ بطول کشید بفوج رسید حکم برخاستن دلیرخان شرف صدور یافت

ہوکر اورنگ آباد و احمد نگر چلے گئے اگرچہ خانجہان نے انکو بہت اہونسے روکا مگر وہ اس ارادہ مین کامیاب نہوا ادہر سیواجی نے اپنے سوارونکو چوتھ وصول کرنیکے لیے چارونطرف پھیلادیا سنہ ۱۶۶۵ع مین دلیرخان نے سیواجی کے ملک پر دست درازی شروع کی جب ہمیراو سیواجی کے فوج کا ایک سردار گوداوری سے اترکر اپنے گھر کیطرف آرہا تھا توراہ مین دلیرخان نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کولیجا سکا۔ جسوقت دلیرخان ورخانجہان دوسری طرف لڑائی مین مصروف تھے توہمیراو مغلون کے ملک مین آیا اورخوب لوٹا سنہ ۱۶۷۲ع مین جب علی عادلشاہ والی بیجاپور فالج مین مبتلا ہوکر مرگیا اسکا کوئی بیٹا سوائے سکندر عادلشاہ کے دوسرا نہ تھا جسکی عمر پانچ سال کی تھی اور ایک بیٹی پادشاہ بی بی تھی عبدالمجید وزیر تھا اورخواص خان وعبدالکریم عرف بہلول خان ومظفرخان یہ تین ارکان سلطنت تھے سبکو اپنے مطلب سے مطلب تھا اس گھر کا کوئی خیرخواہ نہ تھا اسلیے سیواجی نے بیجاپور کو کمزور سمجھکر پادشاہی لشکر سے صلح کی اوربیجاپور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجاپور کی نازک حالت دیکھکر خانجہان بہادر سے عہدوپیمان کیے کہ بیجاپور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت رہیگی اور اورنگزیب کے کسی بیٹے سے پادشاہ بی بی شہزادی بیاہی جائیگی لیکن عبدالکریم اوردیگر امیرون نے ان عہدوپیمان کے سبب سے خواص خان کوسازش کرکے مارڈالا اورلڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانجہان بیجاپور کیطرف آیا توبیجاپور والے اس سے کئی لڑائیان لڑے جنمین بیجاپور والون کا پلہ غالب رہا عبدالکریم[1] دلیرخان کا ہموطن دوست تھا اسلیے اسکے ذریعہ سے دونون مین صلح ہوگئی۔

[1] عبدالکریم کا خطاب بہلول خان تھا پہلے اسکا باپ عبدالروف عرف دلیر میانہ دوہزاری پانصدی کے منصب پر شاہجہان کے پاس ملازم ہوا

سیواجی نے خانجہان سے درخواست کی کہ مین بادشاہی ملک نہین لونگا مگر اورنگ زیب بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہین کی دلیرخان نے بادشاہ کو یہ تدبیر لکھی کہ والی گولکنڈہ پر حملہ کیا جاے اور عبدالکریم وزیر بیجاپور اور بیجاپور کی فوج سے اعانت لیجاے بادشاہ نے دلیرخان کی یہ راے پسند کی اور خانجہان کو اپنے پاس بلالیا اور دلیرخان کو اسکی جگہ پر مقرر کردیا۔

قطب شاہ والی گولکنڈہ پر حملہ کرنیکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیواجی سے سازش کرلی تھی عبدالکریم وزیر بیجاپور سنہ ۱۰۸۷ء مین مرگیا تو دلیرخان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان حبشی اسکی جگہ پر مقرر کیا جاے وہ جوہر سیدی کا داماد تھا دلیرخان کی کوشش سے سلطنت بیجاپور کا وہ وزیر مقرر ہوگیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور دلیرخان کے قرضہ کی ادائیگی اور ملک مین امن اور بادشاہ بی بی کو بادشاہی لشکر مین پہونچا دینے کے اقرار کیے۔

دلیرخان بیجاپور سے ان عہد وپیمان لینے کے بعد پیرگرام مین گئے مگر دلیرخان اور مسعود خان کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے دلیرخان کو لکھا کہ بیجاپور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کرکے جتنی سپاہ زیادہ ہوسکے اپنی طرف کرلینا چاہیے کیونکہ ولایت بیجاپور کو بادشاہ اپنے ملک مین شامل کرلینا

بقیہ صفحہ ماقبل پھر وہ خانجہان لودی کے ہمراہ نظام الملک سے جاملا اوسکے بعد اسکا بیٹا عبدالکریم جسکا خطاب بہلول خان تھا عہدہ الرف تھا بیجاپور مین صاحب منصب ہوا خواص خان اور بہلول خان کے درمیان مین بیچ ہونیسے دکنیون اور افغانون کے باہم ملاپ پیدا ہوا بعض والی حیدرآباد سے رجوع ہوے نواب دلیرخان اور عبدالکریم بہلول خان سے بوجہ مناسبت ہمقومی اور ہمزبانی کے نہایت لطف تھا دونون سردار اتفاق کرکے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدرآباد پر چڑھے اسعرصہ مین بہلول خان کا انتقال ہوگیا اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہوا سنہ ۱۰۹۶ھ جلوس عالمگیری مین بعد فتح بیجاپور کے جبکہ نواب دلیرخان کا انتقال ہوچکا تھا اورنگ زیب نے دلیرخانی کا خطاب دیا اور شہزادہ کو رستم خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان ہردو بیجاپوری سردارون کو شش ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

چاہتا تھا اسلیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین بیجاپور سے جو اسکے ذمّہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ
کرنا چاہیے دلیرخان بحیثیت سپہ سالار ہونیکے اس مطالبہ کی تعمیل مین آمادہ ہوے
اول بادشاہ بی بی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑیکے بادشاہ بی بی خود دلیرخان کے
لشکر مین چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کسیطرح بچ جلے دلیرخان نے اسکو اورنگ آباد
بھیجدیا اور بیجاپور کا محاصرہ کیا جب بیجاپور والے مایوس ہوے تو ہانکے وزیر مسعود خان
نے سیواجی سے مدد مانگی اسنے دلیرخان کی فوج پر حملہ کرنیکا وعدہ کیا تاکہ محصورین کا
پیچھا چھوٹے اس مطلب کے لیے سیواجی نے نیالہ مین بہت سے سوار جمع کیے اور بیجاپور کیطرف
چلا مگر اس سیلنے گھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازو مین عالمگیری لشکر کے صدمہ اٹھانیکی
تاب نہین ہے اسلیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جاکر کترایا اور بادشاہی علاقہ
پر حملہ کرنے لگا دلیرخان جو فن سپہ گری مین یکتاے روزگار تھے اسوقت
انکے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے ہمقوم ذی جرات اور
بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوج سے بھی بڑہکر
کام دیسکتی ہے دلیرخان نے محاصرہ کو نہین چھوڑا سیواجی نے وہانتک جاکر
خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد مین تھا اسکے حکم سے دس ہزار سوارون
نے جمع ہوکر سنگم نیر کے قریب سیواجی کو ایسا گھیر لیا کہ مار ہی لیا تھا مگر بقول عالمگیر وہ
پہاڑی چوہا تھا کسی بل مین ایسا دبک کر جا بیٹھا کہ کسیکو خبر تک نہوئی مسعود خان وزیر
نے پھر اسے بلایا وہ دلیرخان کے مقابلہ کے لیے بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا ہزارون
مرہٹے ہمرکاب ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان اڑا جاتا ہے مگر ابھی یہ لشکر بیجاپور
تک نہ پہونچا تھا کہ یکایک اسکا بیٹا سنبھاجی بھاگ کر دلیرخان کے پاس آگیا

دلیرخان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ مین اتارا سیواجی نے سنبھاجی کو عیاشی
کیوجہ سے ناخوش ہوکر قلعہ پرنالہ مین قید کردیا تھا وہ ایک برہمن کی بیوی سے ناجایز تعلق
کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیرخان کے پاس آیا دلیرخان نے
بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ مین بیٹے کو لڑانا چاہیے یہ خوب اسکے
ہتکھنڈون سے واقف ہے وہ مرہٹون کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلائیگا غرضکہ گوشت خر
دندان سگ کا تماشہ دکھلائیگا بادشاہ نے دلیرخان کے نام حکم بھیجا اسے
پابزنجیر ہمارے پاس بھیجدو دلیرخان نے یہ وضعداری کے خلاف سمجھا
اور اوس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چند روز باپ بیٹے
کے سبب سے پریشانی رہی جب سیواجی کو دلیرخان کی بدولت اس پریشانی
سے نجات ملی تو اسنے ہمیر راؤ کو بیجاپور کی مدد کو بھیجا وہ آکر رنست خان سے لڑا ادھر
خاندیس مین مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور ادھر ہمیر راؤ اپنی فوج لیے ہوئے دلیرخان کے
لشکر کے اردگرد پھر رہا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیرخان بھی انکو
دبا رہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی جابجا انکی رسد پر چھاپہ مارے
جاتے تھے اور کسیطرح رسد انکے لشکر تک نہین پہونچتی تھی اب برسات آگئی اور محاصرہ
اٹھالیا گیا آخر برسات مین وہ میدانی ملک کے لوٹ مین مصروف ہوا معلوم نہین کہ سیواجی
کے دلمین کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خاک مین ملگئے کہ اسکو بخار چڑھا اور ایک
ایسی طبیعت بگڑی کہ سنہ ۱۶۸۰ع مین ترپن برس کی عمر مین سیواجی[1] دنیا سے انتقال

[1] سیواجی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک روایت مستند کتاب مین مندرج ہے کہ جب سیواجی کے ظلم و آزار حد سے
زیادہ مخلوق پر طاری ہوگئے تو مظلومون کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی دعا بھی اسکی ہلاکت کی
باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمد ہاشم خافی خان کے صفحہ ۴۰۴ مین یہ ہے کہ جب سنہ ۲۳ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۱ھ مین

گر گیا اور بجاے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیواجی کے اسکے بیقاعدہ لشکر
مین بے انتظامی پھیلگئی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مفتوحہ ملک برباد ہوگیا تھا
کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم مین اپنے باپ سے بڑہگیا تھا سیواجی سواے غارتگری قافلہ زنی
کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیونکے اہل وعیال وعورات کے متعلق اپنے
سپاہیون اور ملازمون سے تاکید رکھتا تھا برخلاف اسکے سنبھاجی شرابخوار وعیاش
تھا غیر قوم کی عورتین اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس وآبرو پر دست درازی کرتا تھا
اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو قزاقی وراہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی
بعد باپ کے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنی ظلمون سے
صرف یہ ایک واقعہ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپ کے سنبھاجی بیس
ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ برار کے اطراف کو لوٹتا ہوا بہادر پورہ پر ٹوٹ پڑا یہ
قصبہ بہادر پورہ برہانپور سے کوس ڈیڑہ کوس تھا اور اسمین جوہری صراف وتجار لکھپتی
آباد تھے لاکھون روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان وزر وجواہر
رکھتے تھے یہانتکے باشندے غافل وبیخبر تھے کہ یکبارگی صبح کے وقت یہ ڈاکو آگرے

بقیہ صفحہ ماقبل سیواجی معہ اپنے غارتگرونکے خاندیس مین آیا اور قصبہ دہرمگانو جو اس زمانہ کی تجارت کی منڈی تھا لوٹتا ہوا قصبہ جالنہ مین پہنچا
اس قصبہ مین سید جان محمد جو درویشان واصل الی اللہ وصاحب دعوت سے تھے رہا کرتے تھے جسوقت کہ اس قصبہ مین مرہٹے لوٹتے آتے
مسلمان ودیگر غربا اپنے اہل وعیال لیکر حضرت حقایق ومعارف آگاہ کے گھر چھپتے اور پناہ پاتے اس سال بھی اکثر شخاص
معہ اپنے مال وعیال کے سید صاحب موصوف کے گھر پناہ گزین ہوے سیواجی نے سید صاحب کا کچھ پاس ادب نہ کیا اور سید صاحب
کے گھر پر چڑھگیا سبکو لوٹا اور قید کیا بلکہ مخالفت کرنے سے سید صاحب اور انسے جو لوگ منسوب تھے انکی زجر وتوبیخ پربھی زبان
وہاتھ دراز کیے یہ حرکت اسکی کرنا تھی کہ سید جان محمد جو مقبولیت دعا مین شہرۂ آفاق تھے انھون نے بددعا کے ہاتھ اٹھائے
اورانکی توجہ باطنی سے فوراً تیر قضا کا اسکے لگا اور سیواجی اسی مہینہ مین نواح مرتضے آباد مین مرگیا یہی مضمون شاہنشاہنامہ
کے صفحہ ۱۳۸ مین بھی مرقوم ہے۔

اسکو ایسا لوٹا کہ کوئی شخص ایک حبہ از قسم مال اور بال بچونکو باہر نہ لیجا سکا ان ظالمون
نے تمام آبادی مین آگ لگادی کاکر خان جو نہصدی منصبدار تھا اور خانزمانخان
صوبہ دار برہانپور کا نائب تھا اور تین سو سے زیادہ سوار اوسکے پاس نہ تھے وہ اس
واردات سے اسوقت خبردار ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان تک پہونچتے تھے اوسنے
مقابلہ کی طاقت نہ دیکھی اور ناچار محصور ہوگیا حسنگنج جسکو نورالحسن خان نے آباد کیا تھا
اور شاہگنج جسکو شاہ بداغ خان نے بسایا تھا اور شاہجہان پورہ جسکو بہادر خان نے
آباد کیا تھا اور خرم پورہ جسکو خرم عرف شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین بسایا تھا
غرضکہ یہ بیس نامی قصبے جو برہانپور کی شہرپناہ سے متصل آباد تھے اور ہر ایک قصبہ مین
لاکھون روپیہ کا مال و سامان تھا لوٹ لیے اور جلاکر خاک سیاہ کردیے تین روز تک بازار
ظلم و لوٹ کی گرم رہی اسکے بعد اپنی راہ لی برہانپور کے علما و فضلا نے عرضداشت جسمین
مسلمانونکی مال و ناموس کی بربادی درج تھی بادشاہ کے حضور مین بھیجی اور اورنگ زیب نے
اسکے جواب مین لکھا کہ ما بدولت خود ان ظالمونکی تنبیہ کو دکن کے آنیکا عزم رکھتا ہے اسکے بعد
ایکماہ تک سنبھاجی یون ہی مخلوق کو آزار پہونچاتا رہا مگر جب اورنگ زیب دکن گیا ہے تو سنہ ۱۱۰۰ ھ
مطابق سنہ ۱۶۸۹ ء کو وہ اپنے شامت اعمال سے گرفتار ہوا اور اورنگ زیب کے حضور مین قتل
ہوا اس واقعہ کی تاریخ ع یا زن فرزند سنبھا شدہ اسیر سے نکلتی ہے سیواجی کا ایک
خط اورنگ زیب کے نام راجہ کولاپور کے پاس ابتک موجود ہے -
ماثر عالمگیری مین ہے کہ سنبھاجی کے قلعجات و محالات خانجہان بہادر کوکلتاش و دلیرخان

ملہ خانجہان بہادر ظفرجنگ کوکلتاس و دلیرخان و غازی الدین خان بہادر فیروزجنگ و دیگر امرایان عظام با ناموس قلعجات و محالات متعلقہ آن کہ از تصرف غنیم لئیم رجیم تا این مدت بلاکشش مردان و مساعی نمایان برآوردہ اند ضمیمہ قلمرو محروسہ گردید ۵ ۳۴۵ ماثر عالمگیری -

وغازی الدین خان بہادر فیروز جنگ و بعض دیگر امرا کی کوشش نسے ۲۷ تک
بادشاہی ملک مین شامل ہوگئے تھے۔

سیواجی کو یہ فتوحات حاصل ہوے انکے اسباب یہ مہیا ہوگئے تھے اول یہ کہ بادشاہ خود شمالی ومشرقی فوجونکے ساتھ لڑائیمین مصروف تھا دکن کیطرف وہ بذات خود جا نہین سکتا تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ دار دکن تھا اسکے پاس سپاہ مرہٹونکے مقابلہ کیلیے کافی نتھی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شہزادہ باپکے مرنیکے بعد بادشاہ ہونیکے لیے اپنی سپاہ وطرفدارونکو قوی کرنا چاہتا تھا اسلیے بیٹے کو کمک نبھیجنے سے بادشاہ بچا رہا کرتا رہا اسکے علاوہ بیجاپور وحیدرآباد کے سلاطین کی کمزوری ونا اتفاقی سے کبھی سیواجی ادہر ہوکر کام نکال لیتا تھا اور کبھی اودہر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہوگیا کہ دکن مین کثیر فوج کی ضرورت ہے تو اُسنے ۱۰۸۱ھ مین مہابت خان کو معہ آغرخان کے کابل سے بلاکر چالیس ہزار سوار دیکر دکن کو روانہ کیا مہابت خان شہزادہ محمد معظم کو خیال مین نہین لاتا تھا اسنے شاہزادہ کے پاس صرف ایکہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ کو بلالیا مہابت خان نے یہان آکر سیواجی کے قلعونکو فتح کرنا شروع کردیا آدھی فوج دلیر خان کی ماتحتی مین تھی دلیر خان نے قلعہ چاکنہ پر حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلہیر کا محاصرہ کیا سیواجی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور اسکے بچانے مین جان ودل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ مین ذخیرہ اور سامان رسد کافی نہ تھا اسکے نواح مین جو عمدہ او منتخب دو ہزار سوار تھے پٹھانون نے انکے پرخچے اڑا دیے آغرخان نے پھول بیتہ کی تسخیر مین بڑی بہادری دکھائی اسنے خانجہان بہادر کوکلتاس کیساتھ ابتدا مین ولایت دلیر خان

سلطان و ترددیکہ آغرخان ابتدا ہمراہ خانجہان کوکلتاس بانہ در قرادلی دلیر خان شیردل نمودہ اگر مفصل بزنگارد مشمول باغراق میسگردد

کی ہراولی مین بڑے بڑے کارنمایان کیے دلیرخان کی مرہٹونکی فوجون سے اکثر لڑائیان ہوتی ہین مرہٹے کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا مین وہ تھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے جب لشکر بادشاہی انکا پیچھا کرتا تو دشوار گذار جنگلون کیطرف سے ہزارون نکل آتے اور گھیر کر تنگ کرتے۔

ایکروز دلیرخان کے مقابلہ مین چار پانچسو سوار پہلے نمودار ہوے اسوقت آغرخان کے ساتھ ہراول مین بہت کم آدمی تھے مگر وہ انکے مقابلہ کے لیے دوڑا اول حملہ مین دشمن اسکے آگے سے ہزیمت پاکر بھاگے اور وہ اُنکے تعاقب مین گیا مرہٹون نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف کھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹونکے نمودار ہوے اور ہجوم کرکے لڑنے لگے آغرخان[1] انپر ایسا گرا جیسے کہ بھیڑون پر شیر گرتا ہے ہر طرف وہ تلوار سے انکا منھ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹونکے مارے گئے اب مرہٹونکو شکست عظیم ہوئی دلیرخان نے آغرخان کے پاس آکر اُسکی تحسین و آفرین کی آغرنامہ مین لکھا ہے

بقیہ صفحہ ماقبل دررین ضمن دلیرخان نزد آغرخان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ در آغرنامہ منظم آوردہ ۱۲ شاہنشاہ نامہ

[1] آغرخان کا نسب قوم اغر سے ہے قوم اغر اولاد یافث بن نوح علیہ السلام سے تھی لہذا اسی نام سے ملقب ہوا اسکا نام امام قلی بیگ تھا اکثر معرکون مین آغرخان نے بہادری کے جوہر دکھائے ہین نہایت بیدھڑک اور صاحب جرات شخص تھا دلیرخان کے ساتھ اکثر رہا ہے بنگالہ مین جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ مین یہ دلیرخان کے ہمراہ تھا چنانچہ ان واقعات مین اسکا تذکرہ آچکا ہے خانخانان اسکی بہادری سے راضی تھا مگر اہل دیہات پر تعدی کرتا تھا اسوجہ سے وہ ناخوش رہتا تھا ایکروز یہ بلا دستک خانخانان کے گھر آیا اور زبردستی اجازت لیکر دار السلطنت چلا جس سے معتوب شاہی ہوا پھر بحال ہوا اور کابل مین تعینات ہوا اور خیبر مین جب مہمند و یوسف زئی افغانون نے شورش کی تھی تو اسنے خوب تنبیہ کی تھی اپنے اسقدر نامی پٹھانونکے سر کاٹے تھے کہ اسکی مینار بنائی تھی اسکا نام وہان بچونکے ڈرانے مین مشہور ہو گیا تھا اس خدمت مین بادشاہ نے دوہیائی وتعویذ اپنے خط مبارک سے لکھکر اسکو بھیجا تھا سلطنت عالمگیری سے اسنے خطاب خانی پایا تھا [illegible] مین نقارہ مرحمت ہوا تھا [illegible] کے بعد نواح اکبرآباد مین جاٹون نے سر اٹھایا اور قطاع الطریقی اختیار کی چند گاڑیان ایک قافلہ کی جاٹون سے اسنے چھینکر [illegible] پر حملہ کیا اتفاق سے ایک بندوق کی گولی اسکے لگی اور سنہ [illegible]ھ مین آغرخان جہان بحق ہوا۔

بہر یک از ایشان ہزار از غنیم	مقابل شد و دید دیدہ جسیم
چنان کشتہ شد از عدد بیحساب	ندیدہ زمین پرتو آفتاب
چو دشمن بگردید عاجز ز جنگ	براہ گریز آمدہ بے درنگ
دلیر خان رسید از قفا آن زمان	بگرد آفرین بر چنان پہلوان

دلیر خان جس پہلوانی و بہادری کی تعریف کر دیتے تھے اسکے لیے موجب فخر و ناز ہو جاتا تھا چنانچہ مصنف آغر نامہ نے دلیر خان کی تحسین آغر خان کی بہادری کی سند سمجھی ہے اور اسکو نظم مین لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتریان مرہٹوں کی شاہی لشکر کے ہاتھ آئین پونہ تک جو اصل سیواجی کا مسکن تھا تاخت کیگئی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آغر خان کے بیٹے نے جو آغر خان ثانی کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ کی نمایان فتح کی یادگار مین مرہٹوں کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا دلیر خان فتوحات کے علاوہ بعض والیان ملک کے ساتھ دوستانہ سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہ کی خدمت مین سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کرا دیے کرتے تھے رانا والی اودیپور راجپوتانہ کی جنگ مین جب بادشاہی لشکر سے عاجز آگیا تو اسنے بذریعہ شاہزادہ محمد اعظم کے پناہ مانگی اور اورنگ زیب نے اسکی معافی منظور کی لہذا رانا اودیپور ۱۷ جمادی الثانی کو تالاب اچ سمند پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر ہوا اسوقت[1] دلیر خان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور مین لائے رانا نے پانسو اشرفی اور اٹھارہ گھوڑے معہ ساز طلائی و نقرئی کے پیشکش مین

[1] ہفدہم جمادی الثانی رانا بر تالاب سمند بدولت ملازمت شاہزادہ ابر بخش گرم گستر لے برو منہ کار خویش آورد دلیر خان پذیرا شدہ آوردند از انجا رانا بخانہ شہامت و ثار دلیر خان پسر فتح خان مذکور اقامت گوبای از طرف خود باد رسانید پارچہ ساتقوز و شمشیر مرصع بلقند جمدہر با گل مرصع و پہنچی بدست کاردہ سلاسپ یکی نہ زنجیر فیل و دیپیرانا پارچہ تقوز و خنجر مرصع و اسپی صع و بازو بند مرصع و دو سر[illegible] پیتہ کوہ

گذرانے اور آداب بجالایا داہنے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اور
جمدھر معہ پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا معہ ساز طلائی اور ایک ہاتھی معہ ساز نقرئی کے
عطا ہوا اور خطاب رانا بھی بدستور بحال رکھا گیا اور منصب پنجہزاری پنجہزار سوار کا مرحمت
ہوا اور اسکے ہمراہیونکو ایک خلعت اور دس جمدھر مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہوے
اور اجازت رخصت ہونیکی دیگئی وہانسے رانا والی اودیپور دلیرخان کے گھر آیا
دلیرخان نے اسکو ٹھہرنیکی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پارچہ بیش قیمت اور ایک
تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع جسپر جڑاو پھول بنے ہوے تھے اور ایک برچھی منبت کار
اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پارچہ کا خلعت جو نہایت گرانقدر تھا
اور ایک خنجر مرصع اور ایک اُربسی مرصع اور ایک جوڑ بازوبند مرصع اور دو گھوڑے
دلیرخان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت حشم و خدم پر بڑا امتیاز تھا
اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستانکے کسی عالیشان پادشاہ کی اطاعت کے
سر نہین جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کیخدمت مین نہین بھیجتا تھا یہ رانا
نہ بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد مین پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ و پیکار ختم ہوئی شاہنشاہ
اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پرتاب سنگھ کو فرمانبردار بنانیکی غرض
سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ مانسنگھ اور دیگر امرا کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوجکشی کی
مگر وہ پورا مطیع نہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت نہین
بجالاتا تھا جب اسپر لشکرکشی کیجاتی تو وہ دشوار گذار پہاڑونمین چلا جاتا مگر سر نہ جھکاتا
رانا سنگا جو بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک اودے سنگھ جسنے اودیپور آباد کیا تھا

اور دوسرا پرتاب سنگھ جسکا بیٹا امر سنگھ تھا جسکو شمالی شاہجہان نے دی تھی دلیرخان نے اس انکے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھر آیا اس سے دلیرخانکی عزت و وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کیسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے راجپوتون نے جب سنہ ۱۶۸۰ع مین قومی اتفاق کرکے اورنگزیب پر سخت چڑھائی کی تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتونکے مطیع کرنیمین پوری قوت صرف کردی تھی اگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہوجانیسے بادشاہی لشکر کو نہایت کشمکش کا معاملہ پیش آیا تھا لیکن آخر کو شاہزادہ اکبر راجپوتونکی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہوکر صلح کے خواستگار ہوے اس جنگ مین دلیرخان کے واسطے سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ ٹاد نامہ راجستان مین اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفٹنٹ کرنل جیمس ٹاڈ صاحب سابق پولیٹکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جارج چہارم کے ملاحظہ و منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو مین ترجمہ بھی شایع ہوچکا ہے یہ تحریر ہے کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا دلیرخان کی سرکردگی مین مارواڑہ سے درہ دیسوری کیطرف سے شہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھا یہ پہاڑی لڑائی راجپوت نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کو درہ مین شکست ہوئی اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگزیب پر جو اپنے فرزند محمد اعظم کے مقام دہ باڑی مین دلیرخان اور شہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ دیکھنے کا منتظر بیٹھا تھا حملہ کیا مگر ایک افسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور دلیرخان کے زیر حکم خدمتگذاری کرتا تھا ان مشکلات کو آسان کردیا وہ اپنے وطن کے جانیکے بہانہ سے فوج سے جدا ہوا اور جسطرح کہ کوئی شخص سفر مین نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہے رانا کے پاس آیا اور اسنے

معاملات جنگ مین گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اجپوت لڑائی کے
چھڑنیسے مغموم ہین اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند
نہین کریگا لیکن اگر کوئی شخص مصالحت کا خواستگار ہوگا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور
کرلیگا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میریطرف سے شہنشاہ
کیخدمت مین پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اس امر کی تصدیق اجپوتونکی
تاریخ بھی ظاہر کرتی ہے اور تواریخ مین اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان
مین آیا تھا راجہ شیام سنگہ ساکن بیکانیر درج ہے رانا راجسنگہ نے اورنگزیب سے
عہد وپیمان کیے اور شاہزادہ اعظم اور دلیر خان اس عہدنامہ کے سربراہ کار مقرر ہوے
دلیر خان ہمیشہ اسموقع پر جبکہ صلحنامہ کے بارہ مین گفتگو ہوا کرتی تھی رانا راج سنگہ کی
طرفداری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے
ماسوا اسکے بہت سے اشخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوے تھے یہ سب تعداد مین
ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد اعظم نے جو رانا کے حسب ونسب اور عالی خاندان
ہونیسے خوب واقف تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہدنامہ مین جرمانہ
برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی
وبغاوت مین مددگار ہوا تھا ضبط ہونا قرار پائے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم
رکھنے کے لیے عہدنامہ مین درج ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمزی جھنڈا و شامیانہ وچھتر
آیندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہونلطے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد
حاصل ہوے فرزندان دلیر خان اس مصالحت کے دوران مین بطور یرغمال
وسپردگی کے دیے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو رخصت کے وقت

دلیر خان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ گفتگو یہ تھی کہ تمھارے امیر تو اُٹھ گئے ہین اور میرے فرزند بطور یرغمال کے تمھاری حفاظت مین تم خاطر جمع رکھو کہ مین انکی جان قربان کر کے تمھارے ملک کو بحال کرا دونگا بدین وجہ کہ تمھارے باپ سے مجھ سے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیر خان اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سعی کرتے تھے لیکن وارداتین ایسی واقع ہوتی تھین کہ کوشش کچھ کارگر نہوتی تھی رانا کو مجبوری ملک چھوڑ کر کمہوری کے ان مقامات پر جو ناقابل رسائی تھے بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیر خان کی سعی سے صلح ہو گئی۔

بیان مذکورۂ بالا سے چند باتین ثابت ہوتی ہین اول نواب دلیر خان کی مہم راجپوتانہ مین موجودگی دوسرے رانا سے اور دلیر سے دوستی تیسرے امر صلح مین کوشش چوتھے بادشاہ کیطرف سے انکے فرزندون کا ضمانتاً رانا کے یہان بھیجا جانا لیکن افسوس ہے کہ راجپوتانہ مین جو اورنگ زیب سے جنگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہین ملی جس سے نواب دلیر خان کے کارنامے اور انکے فرزندونکے نام کہ کون کون صاحبزادہ یرغمال مین بھیجے گئے تھے معلوم ہوسکتے ٹاڈ صاحب موصوف نے صرف انکے واقعات کو تحریر کیا ہے جسمین مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ دسوین سال جلوس کے حسب الحکم دلیر خان دکن کو روانہ ہوے اور وہان پر اہل بیجاپور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہین مگر ۱۳ سنہ جلوس مین بعد کئی برس کے دکن سے حسب الطلب دہلی مین بادشاہ کے پاس آئے اسعر صہ مین

سنہ۱۳ه در سال سیزدہم باستان بوس خلافت چہرہ دولت برافروخت و از تغیر عابد خان بصوبہ داری ملتان رخصت یافت ۱۲ مآثر الامرا

عابد خان کی تبدیلی ہوئی اور بجاے انکے دلیرخان صوبہ دار ملتان کیے گئے
اور وہان جاکر ایوان صوبہ داری کو انھون نے رونق دی اور ملکی و مالی انتظام مین مصروف ہوے
سنہ ۱۹ جلوس عالمگیری مین جب صوبۂ ملتان شاہزادہ محمد اعظم کی جاگیر مین دیا گیا تو
دلیرخان بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہوے اور پھر بادشاہ نے دار السلطنت سے
انکو مہمات دکن کے لیے بھیجا۔
سنہ ۲۰ جلوس مین جب خانجہان بہادر جو دکن کا ناظم تھا معتوب ہوا تو دلیرخان

له عابد خان کا عرفی نام قلیچ خان تھا یہ باپ کی طرف سے شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد مین ہین شاہجہان کے عہد مین ہندوستان مین وارد ہوے یہ غازی الدین خان فیروزجنگ کے پدر بزرگوار اور نظام الملک آصفجاہ کے دادا تھے یعنی حضور نظام فرمانرواے دکن کے مورث اعلیٰ ہین صوبہ ملتان مین انھین عابد خان کی جگہ پر دلیرخان مقرر ہوے پہلے عابد خان چارہزاری منصب پر فائز ہوے بعد کو پنجہزاری منصب کو پہونچے صدارت کل کا منصب بھی انھین حاصل ہوا سنہ ۳۱ جلوس مین قلعہ گولکنڈہ کے محاصرہ مین توپ کا گولہ آپکے شانہ پر لگا یہ کمال قوت سے اپنے قیام گاہ پر واپس آے جمدۃ الملک اسد خان وزیر اعظم انکی عیادت کو آے جراح ہڈیون کے ریزے نکال رہا تھا اور یہ بدستور بیٹھے ہوے ایک ہاتھ سے قہوہ پیتے جاتے تھے اور حاضرین سے باتین کرتے جاتے تھے اور پیشانی پر شکن نہین آتی تھی کہتے تھے کہ بخیہ دوز خوب ہاتھ آیا ہے اوسی حالت مین ۹۵ ۱۰ھ کو انتقال کیا انکے والد شیخ عالم فاضل اعظم سمرقند کے تھے اور وہ پسر الہداد صاحب ابن عبد الرحمن صاحب صاحب سجادہ کے فرزند تھے عابد خان صوبہ دار دکن و اجمیر ملتان کئی جگہ کے رہے ہین انکے بیٹے غازی الدین خان فیروزجنگ کو نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کی بیٹی منسوب تھی

له و در سال نوزدہم ان صوبہ بتیول شاہزادہ محمد اعظم شاہ مقرر شد خان مذکور بحضور رسیدہ بہ سیاق دکن مرخص گردیدہ۔

له چون سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن معتوب شد خبر دارے آن دیار بان سردار نامدار مفوض گشت که تا تعین صوبہ دار مہمات آنجا بصوابدید او تقدیم یابد۔

له خانجہان کی معتوبی کی یہ وجہ تھی کہ اوسکے لشکر مین فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعتراض پر وہ متاثر نہین ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب پہونچکر اوسنے گرفتاری سے اغماض کیا سر دربار بادشاہ کے کوکہ یعنی رضاعی بھائی ہونے سے گستاخانہ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی مین بدخیالی کرتا تھا سنہ ۴۱ جلوس مطابق سنہ ۱۱۰۹ھ کو یہ مرض الموت مین مبتلا ہوا۔ ۱۶ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیر اوسکی عیادت کو گیا ۱۹۔ ماہ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امیر عالیشان کی محفل نہایت شاندار رہتی تھی جو چاہتا

اوسکی جگہ پر مقرر ہوے تمام صوبہ دکن کی صوبہ داری و فوجکی سپہ لاری جو دلیر خان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم پلہ تھا وہان کے جملہ مالی و فوجی مہمات انکی راے سے انجام پاتے تھے۔

سنہ ۲۱ مین دلیر خان اور حیدر آبادیون سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک ہاتھی انکا زخم بان سے ہلاک ہوگیا اور خان موصوف کی سواری کا جو ہاتھی تھا اسکے ایک گولہ کا زخم لگا اور انکا خدمتگار جو پیچھے انکے ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے ہلاک ہوگیا اور بان سے دلیر خان کے گریبان مین آگ لگ گئی مگر چھاگل کے پانی سے جو ساتھ مین رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اُس روز بیشمار آدمی غنیم کے قتل کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیر خانکے فوجکی بھی کام آئی دلیر خان اس روز لڑتے ہوے اور اپنے لشکر کی خبر لیتے ہوے شام کیوقت اپنے خیمہ مین پہونچے۔

سنہ ۲۳ مین قلعہ منگل بیدھ دلیر خان کے حسن تردد سے سیواجی کے قبضہ سے نکل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری مین ہے کہ جب قلعہ منگل بیدھ دلیر خان نے سیواجی سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاعی یادداشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل وہ کہا کرتا تھا اکثر اوسکی مجلس مین نظم و نثر و تلوار و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے وادو دہش ہی کا تذکرہ رہا کرتا تھا ۱۲

سلہ وقایع نگار معروضداشت کہ دلیر خان با منازعان گلکنڈہ آویزشے سخت دست داد یک فیل بزخم بان بکار آمد و بفیل سواری خان مذکور زخم تفنگ رسید و خدمتگاری کہ عقب خان مذکور بر فیل نشستہ بود بزخم بان جان درباخت آتش بان در گریبان خان افتاد و از آب چھاگل فرو نشاندند مردم بسیارے از مخالفان بر خاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان بکار آمدند جنگ کنان خبر لشکر یافتہ شام بخیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

سلہ نہم رمضان عرضداشت دلیر خان رسید کہ قلعہ منگل بیڈہ از تصرف سیوا بر آمد۔ ماثر عالمگیری۔

سنہ ۱۰۷۶ھ مین جب بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن مین رونق افروز تھا اوسنے دلیر خان کو بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہزادہ محمد اعظم شاہ نہ حاضر ہووے تم بھی میرے حضور مین رہو اس زمانہ مین دلیر خان سخت علیل تھے۔

نواب دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت کے دہلی سے صوبہ اودھ کیطرف دلیر خان کی آمد ورفت اکثر رہا کرتی تھی شاہجہان بادشاہ کے عہد مین سرکار قنوج و کالپی انکے متعلق تھی اور اورنگ زیب کے زمانہ مین سرکار اودہ دلیر خان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیر خان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیر خان اکثر مہمات شاہی مین رہا کرتے [illegible] انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب و جانشین مقرر کیا تھا غرضکہ صوبہ اودھ سے رسل و رسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا جسجگہ پر کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگئی کہیڑہ کے نام سے بستا تھا اور اسمین ٹھٹھرونکی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیان خالی تھین ٹھٹھرونکی حکومت بصورت ایک خود مختار ریاست کے تھی ایک مدت کے بعد یہان کی حکومت برہمنان پرواہ کے قبضہ مین آئی وہ برہمن اسوقت مین پانڈے کہے جاتے تھے جب انھون نے پیشہ بغاوت و راہزنی کا اختیار کیا اور خزانہ شاہی جو ملک اودھ سے دار السلطنت دہلی کو جاتا تھا لوٹ لیا تب انپر عتاب شاہی نازل ہوا دلیر خان اس قوم باغی کے استیصال کیلیے مقرر ہوے بعض مستند ذرایع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیر خان پرگنہ کانٹھ ضلع شاہجہانپور

ہین آے اور اپنا لشکر ڈالا اور یہان تکے باغیونکے دریافت حال کے لیے مخبرونکو مقرر کیا مخبرون نے جاکر یہ خبر پہونچائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑہیون وغیرہ مین رہا کرتے ہین ایکروز انکے نہان کا ہوگا اوسروز موقع حملہ کرنیکا اچھا ہوگا چنانچہ ایکروز تالاب رتیہنا پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے نہانیکے واسطے جمع ہوے میلہ لگا ہوا تھا کہ نواب دلیرخان انکے سر پر پہونچگئے اسمقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہین کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیرخان نے کانٹھ سے کوچ کرکے یہان سے پانچ کوس پر لشکر کا پڑاؤ ڈالا تھا اور قصبہ پالی مین قیام کیا تھا جاسوسون کے خبر دینے سے وہ یہان آگئے اور انکی گڑہیونپر جنکے ڈہیر محلہ کٹیرہ کے قریب پلے جاتے ہین چڑہائی کردی اور تالاب رتیہنے کا محاصرہ کرکے لڑائی چھیڑدی گڑھیان چھین لین اور میلہ پر سبکو پسپا کرکے بہت سے تلوار کے گھاٹ اتار دیے اور بہت سے اسیر کرلیے مشہور ہے کہ بارہ ہزار جرار فوج دلیرخان کے ساتھ تھی اسمین سے بارہ سو پٹہان بھی قتل ہوے اور بہت سے پانڈے اور دیگر ہنود مفرور ہوے بعد فتحیابی کے اس مہم کے صلہ مین پیشگاہ سلطانی سے یہ علاقہ معہ قصبہ انگئی وہیس پور کے جسمین مواضعات آباد و کچھ غیر آباد تھے دلیرخان کو عطا ہوے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ افتاب اودہ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی ترجمہ گزیٹیر سرکاری مین یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھرونکا نکلنا اور انکے بعد چھتریونکا حال اور انکی ترقی دلیرخان کی کامیاب لڑائیان اور بعدازان شاہ آباد اور تعلقہ باسط نگر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھرونکی آبادی انگئی کھیڑہ مین تھی جسکی جگہہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔

ان ٹھٹھرون پر فتح اسطرح کیگئی کہ چند پانڈے برادر برہمن جو کاشی سے ہردوار جاتے تھے

یہان ٹھہرے اور ٹھٹھرونکو گھروندیال کرکے واپسی کیوقت انکو نکالدیا مگران پانڈے بروارونکا
حال نہین معلوم انکے سردار کا نام انگد تھا۔ پانڈے بروار انگئی کھیڑہ اور اسکے قرب وجوار
پر اورنگ زیب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت مین ان لوگون نے سرکاری
خزانہ جوکہ خیرآباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ مین کر دلیرخان افغانکو انکی
سرکوبی کیلیے بھیجا شاہجہانپور پہونچکر تنہا دلیرخان انگئی کھیڑہ کیطرف چلے تاکہ دشمنونکی قوت
دریافت ہو راستہ مین انکو پیاس معلوم ہوئی ایک بڑھیا سے انھون نے پانی مانگا دواشرفیون
کے انعام نے اس عورت کی زبانکو کھولدیا اور دلیرخان نے اس سے تمام حالات پانڈے
بروارونکے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایکدن سب لوگ تیہنا تالاب پر نہانے کے لیے
جمع ہوتے ہین یہ سنکر دلیرخان شاہجہانپور واپس گئے اور وہان یکبڑی فوج جمع کرکے
انگئی کھیڑہ پر چڑھائی کردی اور برہمنونکو گھیر لیا اور قتل وقمع کردیا اس چالاکی وبہادری
کے صلہ مین ان برہمنونکی کل ریاست انکو جاگیر مین مرحمت ہوئی اور نواب دلیرخان بہادر
پنجہزاری کا منصب وخطاب ملا انکی اولاد اس معافی پر نواب سعادت علیخان کے زمانہ
تک قابض رہی سنہ ۱۶۷۷ع مین دلیرخان نے انگئی کھیڑہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا
اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانون ورسوارونسے بھردیا۔ اور انکو قرب وجوار کی معافیان عطا کین
وسط مین بڑی ڈیوڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھیونکے نام سے مشہور ہین
کپتان گارڈن ینگ صاحب موضع دریاپور کے بابت اپنے فیصلہ مین لکھتے ہین کہ انھون نے
رہن یا حیل وفریب اور یا بزور شمشیر اپنی ریاست حاصل کی اور پچاس یا ساٹھ برس کا عرصہ گذرا
کہ اسپر مالک رہے بعدازان انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اکثر موقع پر
قدیم زمیندارون نے چند حصہ انسے مول لیے اور اوسپر قابض ہوگئے۔

بموجب تحریر مفتی تحصیلدار صاحب کے شاہ آباد کی بنا انگدے نے جو رامچندر کا بھانجا تھا ڈالی تھی اگر ایسا ہے تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ رامچندر سولہ سو برس پیشتر حضرت عیسی علیہ السلام سے گذرے اور اورنگ زیب کے زمانہ مین نواب دلیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔

اسکے بعد اسجگہ دلیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد کے لیے بسانا چاہا چونکہ اسکے قریب شاہجہانپور ایک بھائی کیطرف سے شاہجہان کے عہد مین پندرہ برس پہلے آباد ہوچکا تھا اور وہان انکے اصلی نام جلال خان کی نسبت سے ایک محلہ جلال نگر اور خطابی نام دلیر خان کی مناسبت سے دلیر گنج آباد بھی ہوچکا تھا اسلیے اس خیال مین انکی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام و نشان کے لیے ایک علیحدہ شہر بسانا منظور ہوا تاکہ افغانونکا ایک ٹکڑا ہندوستان مین آباد ہوکر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور اراضی ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزارہا پٹھان جو انکے ہمراہ فوج مین بصورت چھاونی کے جابجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہوجائے اور آیندہ نسل چلے ان مصلحتون سے اپنے شاہ کی نسبت سے شاہ آباد نام رکھا اور شہر بسانا شروع کیا سب سے پہلے موضع دلیرپور عرف نعمت پور مین قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت حاصل کرنے اور بنا بر وطن انعام التمغا اراضی ملنے کی غرض سے ایک عرضداشت عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی چنانچہ حسب دلخواہ بادشاہ موصوف نے بنا بر وطن اراضی معافی کے انعام التمغا کا فرمان عطا فرمایا جسمین چھبیس لاکھ دام کی جاگیر بصیغہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنام وطن انعام التمغا غرضکہ جملہ بتیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا زمانہ ماہ مبارک رمضان سنہ ۲ جلوس ۱۰۷۱ھ لغایت سنہ ۳ جلوس ۱۰۷۲ھ مطابق ماہ اردی بہشت سنہ ۳ جلوس ہے سینتیس موضع معہ قصبہ لنگئی کے جو متعلق شاہ آباد ہین فرمان میں لکھے ہیں اور تفصیل پہلا

نام بنام پشت فرمان پر تحریر ہے القصہ یہ فرمان حاصل کیا گیا اور شاہ آباد کی آبادی کیطرف
توجہ کیگئی جامع مسجد۔ بڑی ڈیوڑھی۔ مقبرہ کی بنیاد دلیرخان نے اپنے ہاتھ سے ڈالی اور عمارات
بنوانا شروع کی تعمیر کا سلسلہ چھڑا ہوا تھا کہ دلیرخان حسب الطلب بنگالہ وغیرہ کی مہم پر چلے گئے
اور انکے بڑے بیٹے نواب کمال الدین خان نے یہ عمارات تکمیل کو پہونچائیں جنکی لاگت ان ہم
عمارات کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو فی زمانہ اس مضبوطی و خوبصورتی کیساتھ دس لاکھ روپیہ مین
بھی نہیں بن سکتیں کیونکہ اس زمانہ کیسی شخصی حکومت پر چیز کی ارزانی کم مزدوری اسوقت مین کہان
میسر ہوسکتی ہے عمارت کی تفصیل انشاءاللہ کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کیجائیگی اب یہی
یہ بات کہ نواب دلیرخان نے شاہ آباد کب اور کس سنہ مین فتح اور آباد کیا ہے اسکے بھی تاریخی قرائن
اور تحریری دلائل موجود ہیں بعد فتح اجمیر کے دلیرخان دارالسلطنت دہلی آئے اور وہان جلوس
ثانی مین خلعت و انعام وغیرہ پانیکے بعد انکو اجازت جاگیر جانیکی مرحمت ہوئی یہ واقعہ سنہ ۱۰۶۹ھ
کا تھا انھیں ایام مین دلیرخان اپنی جاگیر پر آئے اور شاہ آباد فتح کیا بہرکیف سنہ ۱۰۶۹ھ سے سنہ [illegible]ھ
تک دلیرخان نے شاہ آباد فتح کرلیا کیونکہ یہی زمانہ انکے قیام کا اپنی جاگیر مین پایا جاتا ہے
اسکے بعد حسب الحکم دلیرخان جنگ بنگالہ پر چلے گئے اور پھر وہانسے اسام وغیرہ جاکر وہ بھی
مہمات سر کی ہین اور کئی سال انکو ان مہمات مین مصروفیت رہی اس سے ثابت ہوتا ہے
کہ نوابصاحب بنگالہ جانیکے پیشتر شاہ آباد فتح کرچکے تھے اور اسکا نام بھی شاہ آباد قرار دے
چکے تھے کیونکہ فتح بنگالہ کے بعد دلیرخان کا جاگیر پر آنا کسیطرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ بنگالہ
سے کوچ بہار فتح کرتے ہوے اسام چلے گئے تھے اور وہانسے سنہ [illegible]ھ مین جاگیر پر آئے ہین
فرمان بادشاہی جو سنہ [illegible]ھ مین تحریر ہوا ہے اوسمین شاہ آباد کا نام تحریر ہوا ہے اور اگر یہ کہا
جاوے کہ فتح آسام اور سنہ [illegible]ھ مین آنیکے بعد نوابصاحب نے شاہ آباد فتح کیا اور اسے

بسایا تو اس سے پیشتر سنہ [illegible]ھ مین قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان مین اسکا وجود کیونکر پایا جاتا ہے بہرکیف یہ امر لازمی ہے کہ سنہ ۷۲ھ تک شاہ آباد کی بنیاد پڑ گئی تھی ہان یہ ہو سکتا ہے کہ بنا بر آباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیر خان نے زبانی بھی عرض کیا ہو اور اسکے بعد کسی مہم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی عنایت ہوا ہو جب دلیر خان مہم بنگالہ و آسام وغیرہ مین مصروف ہون تو انکی عدم موجودگی مین انکے لایق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد مین مشغول ہون اسکے بعد جب دلیر خان مہمات سے یہان تشریف لاے ہون تو پھر انھون نے آبادی مین زیادہ ترقی دی ہو۔

سنہ [illegible]ھ مین دلیر خان دکن گئے ہین اور سنہ [illegible]ھ مین ہان سیواجی کی مہم سر کر کے سنہ ۹۰ھ مین بیجاپور کا قلعہ فتح کیا ہے۔ واجب العرض سرکاری مین جو زمانہ آبادی کا سنہ ۸۸ھ اور سنہ ۷۶ع لکھا گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہین معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس تک شاہ آباد کی آبادی کیون معرض التوا مین ڈال دیجاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی عجلت ظاہر ہوتی ہے غالباً بندوبست سرکاری مین باشندگان شاہ آباد نے بلا تحقیق محض اس بانی روایت کے کہ آبادی شاہ آباد کے چھ سات برس کے بعد بانی شہر یعنے نواب دلیر خان نے انتقال فرمایا ہے لہذا سنہ ۸۸ھ لکھا کیونکہ سنہ ۹۴ھ مین نواب دلیر خان نے رحلت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا ہے مگر سنہ ۸۸ھ مین شاہ آباد کی آبادی کسیطرح ثابت نہین ہوتی خاکسار کے پاس نواب دلیر خان کے دستخطی اسناد موجود ہیں انھون نے چودھری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا ایک بیگہ اراضی معافی مین مرحمت کی ہے اور انکی سند سنہ [illegible]ھ مین تحریر کی ہے اگر یہان کی آبادی موجود نہوتی تو قبل سنہ ۸۸ھ کے سنہ [illegible]ھ مین یہ سند کیسے دیجاتی اسکے بعد سنہ ۱۰۸۰ھ مین

کچھ اراضی دلیر خان نے اپنے چوبدار فیروز و الٰہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند مین گرد و نواح
کے مکانات کے حدود بھی درج ہین اگر یہ خیال کیا جاوے کہ قبل از فتح انگئی اور آبادی شاہ آباد کے
باسناد وار اضیات بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض
تحریر مین آسکتے اسکے علاوہ سنہ ۱۰۸۷ھ مین دوسرا پروانہ دلیر خان نے شیخ محمد مہدی حسینا قادری
کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جنکے مکانات حال
محلہ بدریا مین ہین اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوے ہین تحریر کیا ہے جب شیخ مہدی حسینا کا انتقال
ہوگیا تو انکی جاگیر موضع جوگی پور و کنھر پور انکے صاحبزادونکو دی ہے اگر قبل سنہ ۱۰۸۷ھ کے
شاہ آباد کی آبادی نہوتی اور شیخ مہدی صاحب یہان آباد نہوتے تو از روے سند سابق بجے
جو دلیر خان کیطرف سے شیخ محمد مہدی صاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب دلیر خان صاحبزادو
نام کیونکر تحریر کیجاتی اور وہ دیہات کسطرح دیے جاتے غرضکہ ان دلائل سے سنہ ۱۰۸۸ھ سے
پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہوسکتا ہے اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہین
اور انپر دلیر خانی مہر جو ایک شعر مین بطور سجع کے ہے پڑی ہوئی ہے اور وہ شعر یہ ہے ؎

جلال داشت ز روز ازل چو صدق ضمیر
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

اس مہر کے بعد اسناد و پروانونکی پشت پر دفتر کے کارپردازونکی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہے
جب بوجہ کثرت آبادی کے قصبہ انگئی کے حدود سے باشندگان شاہ آباد کے مکانات و باغات
تجاوز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا اسپر کمال الدین خان نے
بارگاہ شاہی مین عدم مزاحمت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گذرانی چنانچہ حسب
استدعا کے جو مواضعات کہ ویران افتادہ تھے علاوہ ان دیہات کے جو دلیر خان کو پیشتر عنایت

ہو چکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو مرحمت ہوئے اور اسکا فرمان ۱۷ جمادی الثانی سنہ ۹۶ھ کو جناب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرۂ کمال الدین خان مین بجنسہ درج ہے اسکے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے پچھم واتر کیطرف موضع اودھرنپور و بلغ پچاس ہزار احد پور باغ لکھ پیڑا موسومہ بیڑا باغ حد دکن موضع سرائے کمال الدین خان جسجگہ کہ سرائے پختہ ویران آجتک پائی جاتی ہے غرضکہ یہ طول و عرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب رقبہ اس قصبہ شاہ آباد کا از روے پیمایش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس بیگہہ ہی پختہ ہے بوجہ ویرانی اور ضلع نہونیکے یہ شہر قصبہ ہی رہا مگر ملک اودھ مین سب سے بڑا یہی قصبہ ہے آبادی غیر مسلسل ہونیکی یہ وجہ واقع ہوئی کہ بطور لشکر کے جابجا فاصلہ پر محلہ بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ زمانہ عام ہتیار بندی اور سپاہگری و زور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ و جدال برپا رہا کرتی تھی اسلیے شہر پناہ شجاع اور جری افغانونکے محلونکی آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر مین بچلے قلعہ منہدمہ کے بڑی ڈیوڑھی قائم کیگئی اور اندرون قصبہ کے علما و حکما و فقرا کایستھ برہمن و دیگر پیشہ ور رعایا کو آباد کیا گیا اور بازارونکو بسایا گیا اور محلونکے نام جو قوم کہ اوسمین آباد کیگئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً محمد سلیمانی - باقرزئی غلزئی کہ ہر ایک قبیلہ کی قومیت سے ہو پٹھان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونیکی وجہ یہ ہے کہ قصبہ ہذا کی آبادی کیوقت جو افسر رفیق ہمراہ دلیر خان کے باغیون کے تدارک مین کام آئے انکے ورثا کو ازراہ قدردانی قطعات ویران اراضی و جنگل آبادی کے لیے علی قدر مراتب تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے اشخاص بذات خاص اہل استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پروانے

فرمان شاہی بنام نواب دلیر خان بانئی شاہ آباد

منجانب نواب دلیرخان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوے یہ قبائل تعداد مین باون تھے اراضیات کے رہن و بیع کا اختیار بھی اصلی مالکونکے ورثا کو نسلاً بعد نسل آجتک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد مین ان لوگون کی حقیتین خریدی تھین چنانچہ چار بیگہ زمین محلہ اللہ پور مین متعلقہ حویلی اختیار خان کے انکی دختر مسماۃ گرامی بی بی اور انکی پوتی تاج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ پچاس روپیہ کو محمد معقول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مول لی اور اسکا بیعنامہ غرہ صفر سنہ ۱۱۴۲ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شرفا کی مہرین ثبت ہین۔

اب یہانپر فرمان شاہی جو دلیرخان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل اسکی صفحہ آیندہ پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔
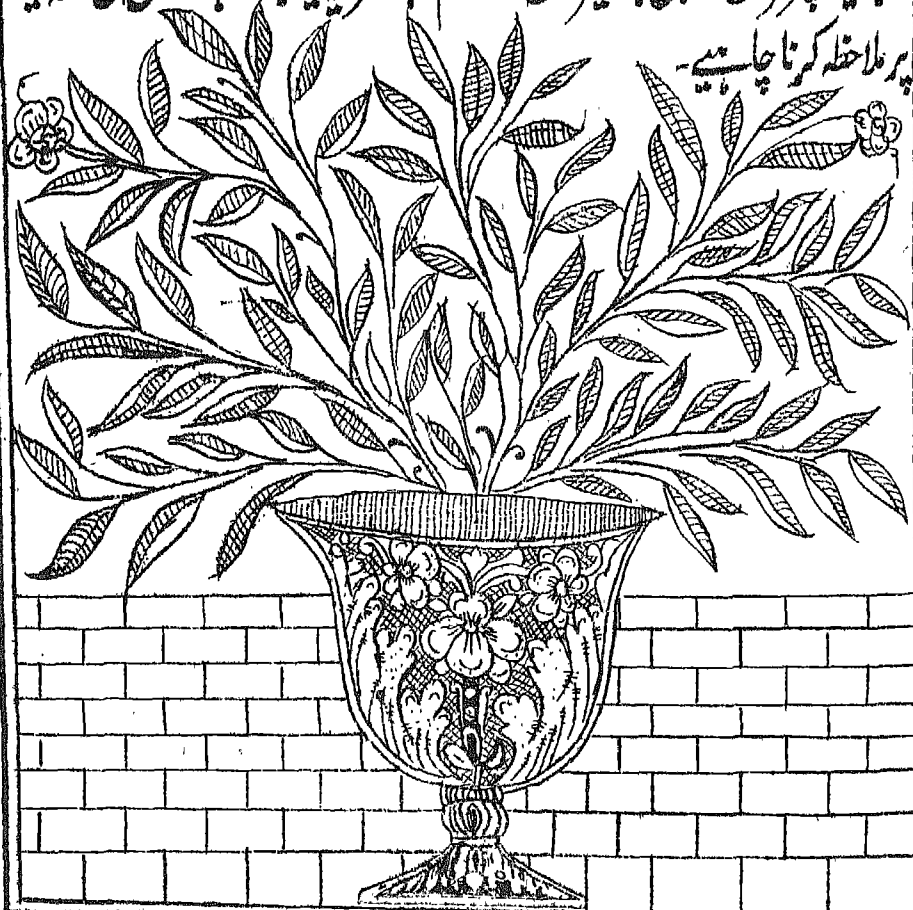
نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب دلیر خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمان ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی

چون بعرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید شجاعت و شہامت شعار
جلادت و بسالت آثار سزاوار مراحم نمایان لائق العنایۃ

والاحسان دلیر خان التماس دارد کہ بر جمع پالی من اعمال سرکار خیرآباد متعلق
بصوبہ اوده کہ مبلغ بست و شش لک دام بجاگیر خان مشار الیہ تنخواه است
شش لک دام اضافہ شود کہ از اصل و اضافہ جملہ سی و دو لک دام باشد
و مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع پٹنہ شاہ آباد عرف
ٹکئی وغیره من اعمال پرگنہ مرقوم بجہت وطن بہ بندہ مرحمت شود لہذا
حکم جہان مطاع واجب الاتباع شرف صدور یافت کہ دیوانیان عظام
مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنہ مزبور اضافہ نموده موازی سی و ہفت موضع
پٹنہ مسطوره وغیره را از ابتدائے فصل ربیع پارس ئیل درو جہ انعام
خان موما الیہ بجہت وطن بطریق التمغا سوای طلب منصب حسب الضمن مقرر
دانستہ تتمہ بست و شش لک دام بجاگیر خان مشار الیہ اعتبار نمایند
می باید کہ فرزندان کامگار بختیار و امرائے ذی شوکت نامدار و وزرا
صائب ارائے کفایت شعار و خوانین رفیع القدر عالیمقدار و ناظمان
علیجاہ قانی و مباشران اشغال دیوانی و جاگیرداران و کروریان حال
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کوشیده
مواضع مزبوره را بتصرف خان مشار الیہ ظهراً بعد ظهر و نسلاً بعد نسل وطناً

بعد بطن او باز گذارند و در هیچ وقت فرمان تغیر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن م اه
ند بهند و از جمیع وجوهات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمرند
و درین باب هر ساله حکم و سند مجدد نطلبند سبیل چودهریان قانونگویان و
رعایا و مزارعان آن مواضع آنکه دیهلے مسطوره را انعام آنها مقرر
دانسته مالواجبی و حقوق دیوانی را موافق حق و حساب بجان موی الیه
جواب گو و از الجمله چیزی قاصر و منکسر نکرده انند و از اصلاح و صوابدید حسابی
آنها بیرون نروند و از فرموده تخلف و انحراف نورزند بتاریخ بستم ذی حجه
سنه پنج از جلوس والا نوشته شد ـ

جانب پشت فرمان

شرح یاد داشت واقعه تاریخ روز شنبه سوم شهر رمضان المبارک سنه جلوس مقدس
مطابق سنه ۱۲۰۲ه موافق اردی بهشت ماه الهی برساله نواب قدسی القاب حدقه خلافت و
ابهت نور حدیقه سلطنت و دولت فروغ دودمان عز و اقبال چراغ خاندان جاه جلال والاگهر
بلند مکان رفیع القدر منیع الشان ستوده خصال خجسته شیم ـ وبمعرفت وزارت پناه کفایت
دستگاه شایسته اضافت و مراحم تفقدات سزاوار صنوف عواطف و تلطفات احمد کهاب کهی و
نوبت واقعه نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه محمد علی الحسینی قلمی میگردد که چون در نولا
بعرض اشرف اقدس اعلی رسید که امارت پناه دلیرخان از درگاه فضل و کرم التماس داد

که در جمع پرگنه پالی من اعمال سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اوده مبلغ بست شش لک دام
بجاگیر خان مشار الیه تنخواه است شش دام اضافه شود که جمله اصل و اضافه سی و دو لک
دام باشد مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع تته شاه آباد عرف انکی
وغیره از مواضع پرگنه مذکور بموجب مسطور فی الذیل بجهت وطن مرحمت شود لهذا حکم
جهانمطاع عالم مطیع صادر شد که مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنه مذکور اضافه نموده
مواضع تته شاه آباد وغیره دهات مذکور را من ابتدای ربیع پارس ئیل بانعام خان
مومی الیه بجهت وطن برسم التمغا سوای طلب منصب عطا فرمودیم تتمه بست و شش
لک دام را بجاگیر خان مشار الیه حساب نمایند و مطابق فهرست جات قلمی شد
شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه راجه رگهناته بر رساله نواب قدسی
القاب ستوده خصال خجسته شیم و بمعرفت کمترین بندگان درگاه داخل واقعه نمایند

بتاریخ ۲۰ شهر ربیع الاول سنه ۵ جلوس
نقل بمهر ... مطابق اصل است

شرح حاشیه بخط واقعه نویس مطابق واقع است شرح بخط
وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اضاف مراحم تفقدات
سزاوار صنوف عواطف و تلطفات راجه رگهناته بعرض مکرر
نمایند۔

شرح بخط سیادت پناه رفعت و معالی درگاه اشرف خان آنکه
نهم شهر رمضان سنه ۵ جلوس مبارک مکرر بعرض اقدس نمایند
شرح بخط وزارت پناه کفایت دستگاه شایسته اضاف مراحم
و تفقدات سزاوار صنوف عواطف تلطفات راجه رگهناته
فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

بتاریخ ۱۷ شهر محرم سنه ۵ جلوس ۱۱۱۵
نقل بمهر ... مطابق اصل است

موید موضع

اصلی داخلی

عـ موضع

جمع دامے حسب الحکم

چھے لک
دام

از ته شاه آباد عرف انکئی لگان

مع موضع دولاکھ تراسی ہزار دام

اصلی داخلی

عـ موضع

جمع دامے

فی التاریخ سنہ ۵ جلوس مطالعہ ۱۴ شہر محرم
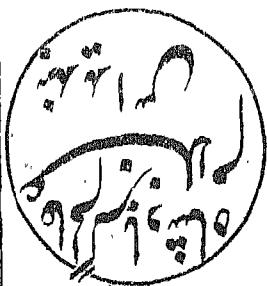
اب یہان پر کچھ قدیم آبادی کی حالت بھی جسپر شاہ آباد بسایا گیا ہے بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اس قصبہ انگئی کی آبادی کے متعلق ہمین کوئی تاریخ ہندی نہین ملی مگر ہمارے ایک محقق دوست نے جو قوم کے ہندو ہین ایک سنسکرت کی پوتھی سے ترجمہ کر کے کچھ حالات لکھائے ہین جو نذر ناظرین کیے جاتے ہین انکی روایت ہے کہ انگئی اصل مین انگدہ گڈہ تھا راجہ انگد نے یہ بستی اپنے نام سے بسائی تھی راجہ انگد مہاراجہ رامچندر کے سپہ سالار تھے مہاراجہ رامچندر سورج بنسی خاندان سے تھے جو ہندوستان کے مشہور فرمانروا گذرے ہین انکے والد راجہ دسرتھ تھے جنکا پایہ تخت اجودھیا تھا جب مہاراجہ موصوف نے جنوبی ہند یعنی ملک دکن کی راجدھانی کو جو اسوقت مین جزیرہ لنکا اور اب اردو مین سنگلدیپ اور انگریزی مین سلون کہتے ہین فتح کرنا چاہا اور اپنے باپ کے حکم سے وہان چڑھائی کی تو اسوقت راجہ انگد نے چھپیا پور ضلع ناسک واقع سنٹرل انڈیا کے باشندہ تھے بڑی بہادری دکھائی اور بڑی بڑی لڑائیان جیت کر مہاراجہ رامچندر کے دلمین بہت گنجایش اور محبت پیدا کرلی جب وہان سے وہ کامیاب ہو کر اپنی راجدھانی اجودھیا کو واپس آئے تو مہاراجہ رامچندر نے اپنے پایہ تخت کے پچھم کیجانب تخمیناً سو کوس کے فاصلہ پر راجہ انگد کو جاگیر عنایت کی اور انھون نے یہان آکر اس مقام پر ایک بستی بسائی جسکا نام اپنے نام سے منسوب کر کے انگد گڈھ یا انگئی رکھا اور اسمین پانچ کنوئین جنکے نام [1] گنگودک ۔ [2] سمندر کھار ۔ [3] سوبھدرہ ۔ [4] کوشودک ۔ [5] پیوبرت اور نو تیرتھ جنکے نام [1] نربدا ۔ [2] گروتھ ۔ [3] برھمہ ورت ۔ [4] مھنڈکا ۔ [5] بارہ ۔ [6] ساگر درا ۔ [7] سے برت ۔ [8] تتھیستم ۔ [9] برنگدا گا ۔ قائم کیے یہ مقام نیکھار سے ۲۸ کوس

پچھم کیطرف واقع ہے اور بموجب انکے عقیدہ کے ٹیکم دیو کا تعلق نربدہ سے ہے اور جالتی دیبی کا تعلق گروتھ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ بعض راجہ انگد کو مہاراجہ رامچندر کی اولاد مین بھی بتلاتے ہین واللہ اعلم بالصواب۔

شاہ آباد کے محلّونکے نام جو تعداد مین ۵۲ تھے

سیدخیل	اللہ پور	امن زی	شیخو پور
ملکا پور	جنگلیان	خلیل	نئی بستی
ولی بین	محلہ شمشیر خان	علزی	احاطہ حکیم عبدالسبحان خان
میران کی بستی	محلہ جعفر خان عرف مونجا گن	نیکوزی	بازید خیل
مولا گنج محلہ حاجی حیات خان	مہمنڈ	سلیمانی	گڈھی کلان
گڈھی بعنیا	بازید خیل ہمت خان	باقرزی	تاچپورہ
سیدخیل ثانی محلہ علی شیر خان	محلہ سورون	دلاور پور	اختیار پور
عنایت پور	یونس خیل	بی بی زی	کھیڑہ عظمت خان
گلیائی	ماہی باغ	محلہ بنجھیا	ٹیڑھا نیب
کوٹ عزو میان	بازید خیل نعمت خان	گنجی خانزاد	ابن زی کھتہ والا
نعلبندان	سید واڑہ	بازید خیل ثانی محمود والا کھتہ	گلوا ویران
ہرواویران	ٹلیا ویران		بھوڑیا
بارا پور ویران	محلہ اسمٰعیل خان	کوٹ باچیل	محلہ سنجر خان

نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ دار

دیوان عظمت خان۔ انھین کے نام سے محلہ باقرزئی عرف مہوا ٹولہ آباد ہوا ہے
یہ باقرزئی قوم کے پٹھان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقرزئی مشہور ہوا یہ فوج مین
نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سند کہ نواب
دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھون نے اس اراضی کا فرمان
بھی بادشاہ سے حاصل کر لیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاور پور و باقرزئی کے اب تک
شاندار بنا ہوا ہے انکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیکنام خان کے نامور فرزند تھے
انکے ایک بیٹے اجمیری خان تھے جو شاہ آباد مین عابد اور با خدا انسان گذرے
ہین بعض کاغذات کہنہ مین انکا نام خانزادہ کے لقب سے لکھا ہوا ہے بعض کاغذون
مین عظمت خان کے نام کے پیشتر اجلال پناہ وغیرہ باوقعت الفاظ لکھے ہوے
راقم کی نظر سے گذرے ہین سنہ ۹۶ھ مین خان موصوف نے ایک موضع زنا
دارون سے خرید کیا تھا جس سے انکا تمول اسی زمانہ سے پایا جاتا ہے
نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت اللہ خان باقرزئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہر
اورنگ زیب عالمگیر

چون بعرض مقدس معلی رسید کہ بموجب سند
دلیر خان موازی یکصد و بست بیگہ زمین از پرگنہ پالی
سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اوده از انجملہ بست بیگہ بجہت باغ در سواد قصبہ
شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش عظمت اللہ مقرر است و مشار الیہ
اراضی مذکورہ را قابض و متصرف التماس فرمان والاشان دارد
حکم جہان مطاع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذبور از محل قدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و باغ او حسب الضمن
مقرر باشد کہ حاصلات از فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت
خود نمودہ بدعاے بقاے دولت ابد طراز اشتغال میداشتہ باشد بیایہ
کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال این حکم والا
را مستمر دانستہ اراضی مسطورہ را بتصرف او باز گذارند اصلا و
مطلقا تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند و بعلت مالوجہات و اخراجات مثل
قتلغہ و پیشکش و جریبانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و داروغگانہ و بیکار و شکار
و دہ نیمی مقدمی و صدوئی و قانونگوئی و ضبط ہر سالہ و تکرار زراعت و کل تکالیف
دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و درینباب ہر سالہ سند مجدد
نطلبند و اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد از اعتبار نکنند تاکید دانند۔

	بتاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک سنہ بست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت	

عبارت بجانب پشت پروانہ

شرح یاد داشت واقعہ بتاریخ روز دوشنبہ ہفتدہم شہر ۲۴ سنہ ج والا موافق ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۲ شہر ماہ الٰہی برسالہ سعادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الٰہی صدر رفیع القدر قلیچ خان۔ و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلائق پناہ نور الدین محمد قلی میگردد کہ بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب سند ولیر خان موازی یکصد و بست بیگہ زمین از پرگنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودھ از انجملہ بست بیگہ بجہتہ باغ در سواد قصبہ شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش عظمت اللہ مقرر است و مشار الیہ اراضی مذکورہ را قابض و متصرف التماس فرمان والاشان وارد حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذبور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و باغ او مرحمت فرمودیم اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند۔ واقعہ بتاریخ شہر جمادی الاولی سنہ ۲۴ مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط سیادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ صدر رفیع القدر قلیچ خان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط موتمن الدولۃ العلیۃ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان جملۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رسانند۔

دیوان پایہ خان یہ محلہ مہمند کے بانی و مورث اعلی اور نہایت پاکباز و شجاع انسان تھے محلہ مہمنڈ مین مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آجتک آباد ہے اس سے انکی نیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے ملحق پورب جانب انکا مزار ہے افسوس کہ انکا کوئی کاغذ دستیاب نہین ہوا۔

دیوان رحیمداد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث اعلی اور نہایت دیندار و جبری بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل پٹھان تھے بدینوجہ سلیمانی انکا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علیخان مین تحریر کیا گیا ہو راقم کے یہ بزرگ تھے۔

دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاور پور کے بانی اور وضعداری و بہادری اور دیگر خوبیوں مین ممتاز تھے انکی اولاد نے حکیم دولت رائے کے خاندان کو غسل صحت کے موقعوں پر اکثر چک و باغ دیے ہین جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین ہین جنسے انکا صاحب ثروت ہونا ثابت ہی۔ آپکی اولاد مین بادل خان تھے جنکے فرزندان ارشاد علیخان کرم علیخان نگاہ علیخان فضل حسین خان ہوے ہین باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال و باتوقیر ہی چندسال ہوے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسناد علیخان صاحب نے جو آنریری مجسٹریٹ تھے انتقال کیا وہ خلیق و متحمل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ مین امتیاز علیخان بھی شریفانہ وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عنایت خان دیوان رحیمداد خان سلیمانی مذکورۂ بالا کے داماد تھے اور بعض کاغذات سے ایک دوسرے شخص بھی پائے جاتے ہین اور محلہ کے بانی اور سرگروہ ثابت ہوتے ہین ممکن ہے کہ کوئی دوسرے پٹھان انکے ہمنام ہون۔

حاجی حیات خان یہ محلہ مولاگنج کے تھے ایک حیات خان وہ بھی تھے جو

زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے جنکے
کارنامے اکثر بنگالہ و دکن وغیرہ کی مہمات مین منقول ہین مگر یہ امر تحقیق نہ ہوسکا کہ
وہی حاجی حیات خان تھے۔

دیوان سنجر خان و شمشیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہین انھون نے اپنا
محلہ غلزی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے من زی تھے انکی اولاد یہان سے قصبہ ملیح آباد
مین جاکر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودہ کی نظامت سے بیسواڑہ و ملیح آباد و سندیلہ وغیرہ
کے پرگنات دلیر خان سے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیح آباد مین بھی رہا کیے
اسلیے بعض ہمقوم پٹھان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین آباد ہوئے شمشیر خان کے فرزند
فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مؤلف تاریخ مخزن اخبار مین عہد شاہی مین
بمقام ملیح آباد رہتے ہین اور سنجر خان کی اولاد مین بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیح آباد
مین رہتے ہین جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سنجر خان و عبد النبی
کے حالات مین لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین
سکونت پذیر ہوے ہین ان حضرات کی اولاد محلہ بختیار نگر وغیرہ مین گذری اور ابتک
امداد علیخان و عبد العلیخان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہین۔

القصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکوزی خلیل۔ سدیخیل۔ بازید خیل۔ غلزی۔ اپنے
بانیونکے قوم سے منسوب ہین اور بعض محلے دوسری خصوصیت کیوجہ سے اور کسی
نام سے بھی موسوم ہوے۔

یہ روایت بھی بیان کیجاتی ہے کہ اکثر اراضی محلونکی آبادی کیلیے بارہ بیگہ پختہ الٰہی گز
سے محلہ داروںکو دیگئی تھی مگر بعض اسناد مین چالیس بیگہ بھی دیکھنے مین آئی دلیر خان نے

جو سندین آبادی کے لیے اہل استحقاق کو دی ہین وہ بھی بجنسہٖ یہان درج کیجاتی ہین
دلیر خان نے اپنی حیات مین اپنے بیٹونکو بھی مواضعات و مکانات تقسیم کیے تھے
اور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ انکے فتحمو خان کو موضع او دھر پور دیا تھا
جسکی اصلی سند دلیر خان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

نقل سند نواب دلیر خان بنام فتحمو خان

مہر: جلال دلیری شد روز ازل چو صدق ضمیر / دلیر خان شدہ از الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ پالی از تعلقہ شاہ آباد
سرکار خیر آباد صوبہ اودھ بدانند۔
موضع خانپور خاص از تعلقہ شاہ آباد از جملہ دیہات التمغا
عملہ پرگنہ مرقوم در وجہ انعام برخوردار اقبال آثار فتحمو خان من
ابتداے فصل خریف توی ئیل شش ہزار و ہشتاد و ہفت فصلی حسب الضمن
مرحمت گشتہ شد باید کہ از موضع مسطور متعلق و تصرف کسان برخوردار و اگذارند کہ حاصل
آنرا متصرف بودہ در ازدیاد آبادانی و تکثیر زراعت و عمارت جہد بلیغ بکار برند۔
درینباب قدغن دانند۔ فی التاریخ نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۰۹۰ھ

جانب پشت ملاحظہ نمایند

[illegible]
ضمن نویسی

شرح ضمن در وجہ انعام خانزادہ فتح معمور خان از موضع خانپور تعلقہ شاہ آباد از جملہ دیہات متعلقہ عمل پرگنہ پائل من ابتدائے فصل خریف قوی ئیل سنہ ۱۰۸۷ ف مرحمت شد قلمی شد۔

شرح دستخط وزارت پناہ

۲۱ رمضان المبارک سنہ ۱۰۸۷ ہجری
نقل بدفتر دیوان رسید
خواجہ ..... آنکہ
حسب الامر از ابتدائے فصل خریف
قوی ئیل سنہ ۱۰۸۷ ف قلمی شد

شرح پروانگی بخط اسلام محمد آتکہ
امر شد کہ در وجہ انعام
تنخواہ دہند از ابتدائے فصل خریف
سنہ ۱۰۸۷ ف

ایک موضع اصل

اس کے بعد ایک باغ جو اہل خانہ نواب دلیرخان کا تھا اور وہ سند مین داخل ہونے سے رہ گیا تھا دلیرخان کے عاملون نے اس سے مزاحمت کی فتحمعمور خان نے اپنے والد بزرگوار سے اس باغ کے لیے عرض کیا آپکی سند بھی دلیرخان نے عطا کی جسکی نقل بجنسہٖ تحریر کیجاتی ہے

ایضاً

مہر
جلال داشت زروز ازل چو صدق ضمیر
دلیرخان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقہ شاہ آباد و محال وطن بدانند

کہ موضع خانپور عرف اودہم پور در وجہ انعام برخوردار اقبال مند فتحمعمور خان من ابتدائے فصل خریف سنہ ۱۰۸۷ ف یکہزار ہشتاد و ہفت فصلی مرحمت گشتہ بود در تیول اکسان

برخوردار مسطور درباب گذر و باغ ولی نعمت مرحومہ بعرض رسانیدند کہ عاملان
پرگنہ جہت حاصل مزبور مزاحم میشوند لہذا من ابتدائے فصل خریف یحیئیل ۱۰۸۸ ف
حاصلات گذرراہ و باغ حضرت ولی نعمت کہ در موضع مسطور است حسب التضمن
مرحمت نمودہ شد باید کہ حاصل گذر و باغ تعلق و تصرف کسان برخوردار واگذارند
و از محصول ۱۰۸۷ ف مزاحم نشوند دریں باب قدغن دانند۔
تحریر فی التاریخ پنجم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۰۹۱ھ ایکہزار نود و یک ہجری

ملاحظہ نمایند — جانب پشت پروانہ — (مہر) شیخ فتح اللہ ابن عبدالحکیم حسینی

ضمن نویسی — تاریخ ۶ جمادی الاول سنہ ۱۰۹۱ھ

شرح ضمن حاصل گذرراہ موضع خانپور عرف اودہر پنور و باغ حضرت ولی نعمت جیواز
محال وطن کہ در وجہ انعام برخوردار اقبال مند فتح محمد خان من ابتدائے ۱۰۸۷ ف
مقرر گشتہ بود عامل محال مرقوم جہت حاصل مذکور مزاحم شدہ بنابران حاصل گذرراہ
و باغ مسطور من ابتدائے فصل خریف یحیئیل ۱۰۸۸ ف مرحمت گشتہ و از محصول ۱۰۸۷ ف
مزاحم نشوند و تعلق و تصرف برخوردار اقبال مند واگذارند ضمن قلمی شد

مہر اہلکار دفتر

حاصل گذرراہ موضع خانپور
عرف اودہر پنور

باغ مغفورہ مرحومہ حضرت ولی
نعمت کہ در موضع مسطور است

ایک پانچ بیگہ پختہ اراضی کی دلیرخان نے اپنے چوبدار و نکو جنکا نام فیروزو الہ بخش تھا بنا بر تعمیر مکانات محلہ کھیڑہ مین عنایت کی یہ اصل سند بھی آجتک موجود ہے۔

(مہر نواب دلیرخان) متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند موازی پنج بیگہ زمین پختہ براے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکور بہ فیروز والہ بخش چوبداران مرحمت نمودہ شد باید کہ زمین مذکور متصل حویلی مہر راے بیہودہ مذہند کہ نامبردہا محلہ خود را علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشند و از رعایاے پیرامون حویلی انہا ہیچ یکے مزاحم نشود درینباب تاکید حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ غرہ محرم ۸۷ سنہ یکہزار و ہشتاد و ہفت ہجری

(مہر: محمد تقی حافظ) (مہر: صدیقی قطب محمد منعم)

اسیطرح ایک سند دلیرخان نے اپنے چودھری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ اراضی کی دی ہے جسکی نقل بھی درج ذیل ہے۔

(مہر نواب دلیرخان) متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ پالی بعنایت امیدوار بودہ بدانند موازی پنجاہ بیگہ بگز الہی زمین بنجر افتادہ خارج جمع لایق زراعت در وجہ انعام میکو چودھری بازار شاہ آباد من ابتداے فصل ربیع لوی ئیل سنہ مقرر گردید باید کہ اراضی مذکور بجاے کہ متناسب دانند بیہودہ وچک بستہ دہند کہ مزروع ساختہ حاصلات آنرا متصرف شدہ در سربراہ خدمت مذکور بہ دیانت و امانت و حسن سلوک با رعایا و سکنہ قصبہ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم و ساعی باشد زیادہ مبالغہ رفت۔ تحریر تاریخ شہر صفر ختم اللہ بالخیر والظفر سنہ

(مہر: عصمت اللہ) (مہر: دیال ہر بلے)

غرضکہ اسطرح بیسیون سندین معافیات کی دلیرخان نے تحریر کی ہین ان سب کا فراہم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے صدہا بیگہ اراضی دلیرخانصاحب نے تقسیم کی تھی

چنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و کنھر پور حضرت شیخ محمد مہدی عنقا قادری کو جاگیر مین دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مہدی صاحب صوفی مین درج ہے دلیر خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے صاحبزادہ کمال الدین خان جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوئے انھون نے اہل استحقاق کو تقسیم اراضیات کی سندین دی ہین جو انکے تذکرہ مین انشاء اللہ درج ہونگی۔

بعض ہمراہی افغان جو نواب دلیر خان کے ساتھ معرکون مین شہید ہوئے ہین انکی لاشین بھی دلیر خان نے انکے ورثا کے پاس دفن ہونیکی غرض سے اصلی وطن شاہ آباد مین بھجوائی ہین چنانچہ اسمعیل خان امینہ زی جو ملک دکن مین شہید ہوئے تھے انکا تابوت دلیر خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہان سے لاکر یہان دفن کیے گئے تھے اسمعیل خان کے فرزند ملک سول خان ایک مشہور پٹھان گذرے ہین جنکے بیٹے شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دو لڑکے سرمست خان اور بخشش اللہ خان پیدا ہوئے تھے جب یہ دونون بھائی دکن جاکر مفقود الخبر ہو گئے اور انکی ملکیت اور محلہ پر رائے موہن لال اور ہیرا لال کایستھون نے نواب اعزاز خان کیطرف سے ایک جعلی سند بناکر جھگڑا کیا ہے تو اسوقت انکی بیوہ کیطرف سے صورتحال لکھی گئی تھی اور باشندگان شاہ آباد نے اوسپر مہرین اور گواہیان کثرت سے تحریر کی تھین اس صورتحال مین یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی عبارت مین ہمارے پاس موجود ہے۔

نواب دلیر خان کا مختلف مقامات پر عمارتین تعمیر کرانا

نواب دلیر خان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری مین جسجگہ قیام کیا وہان کچھ نکچھ اپنے نام و نشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت مین داخل تھا جہان انکے لشکر کی چھاونی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہان آبادی اور مکان وغیرہ بنونیکی ضرور کوشش کرتے فی نفسہ انمین بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جسجگہ انکے فوج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کرکے مسلمانونکی نعشین دفن کرادیتے اور ہنود کی لاشین جلوادیتے اور کوئی زبردست کسی کمزور پر انکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب دلیر خان جب شاہجہان کے عہد مین دہلی مین قیام فرماتے تھے تو ایک حویلی اور باغ شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نو سو بیگہ خام اراضی حسب درخواست بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کیواسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکثرت اراضی وہانکے زمینداروں و مالکون سے انھون نے خرید کی تھی بعض حقیت کا بیعنامہ انکے نام ابتک موجود ہی بیعنامہ[1] موضع نہرولہ کا ناظرین کے ملاحظہ کیلیے راقم نے حاشیہ پر درج کردیا ہے

[1] نقل بیعنامہ موضع نہرولہ زر خرید دلیر خان

اللہ اکبر ظل سبحانی۔ صاحبقران ثانی

ابن شیخ عبد السلام محمد عبد الجلیل

غرض از نین نوشتہ آنکہ چون مین از موضع نہرولہ من الحال پرگنہ حویلی شاہجہان آباد کہ بندگان حضرت قدر قدرت سلیمان منزلت جمشید شوکت سکندر مرتبت حضرت بہ اقبال پناہ دلیر خان بخشیدہ باغ و حویلی مرحمت فرمودند۔ منکہ مانوسہ ولد دوپچند و واحد ولد جادون و مانا ولد گوپی و بچھترو ولد ملکس و آسا ولد نبھا و ساکنان لہرہ دہ را مالکان موضع مذکور ایم۔ اراضی بست بیگہ زمین پختہ از موضع مذکور کہ در ہشو تکدمی امان ہست بہ مبلغ یکصد و بست و یکعدد روپیہ النصف شصت و نیم روپیہ میشود برضا و رغبت خود بدست خان مشار الیہ فروختیم و بہای آنرا قبض [illegible]

دلیرخان[1] نے دہلی میں اجمیری دروازہ کیطرف قریب جلیسنگہ پورہ کے جو مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنوالئے تھے اور رعایا آباد کر کے اسکا نام دلیرپورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چارباغ

بقیہ صفحہ ماقبل آوردیم اگر ثانی الحال وارث اراضی مذبور ظاہر شود یا دعوے خود پیش نماید عند الشرع دروغے و نامسموع بود این چند کلمہ بطریق سند نوشتہ دادیم کہ ثانی الحال حجت بودہ باشد حدود بدین تفصیل

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
حد دیوار حکیم سیتی لد زاد و سرسال الدولہ	زمین حویلی روپ سنگھ ولد کشن سنگھ راٹھور و چاہ کہنہ کہ درحال مشار الیہا	باغ قطب کلال و تال فیروزشاہ و چاہ پختہ و زمین کہ حال موی الیہا	دیوار باغ اوگر سین

گواہ شد نہم شہر رجب المرجب سنہ ۲۴ جلوس مبارک

بندہ درگاہ ملک مدد اسحٰق چودھری قانونگوے شاہجہان آباد

(مہر: دوست قانونگو ملک بلائے چودھری شاہجہان آباد)

انچہ در متن نوشتہ ایست بیان واقعہ است

[1] دیکھو تاریخ اخبار محبت کے صفحہ ۶۲۵ کو۔ از چاردیواری خاص شاہجہان آباد چہار وسی صد بیگہ اراضی خام در دہلی بنا بر تعمیر ساختن مکان خود بہادرخان جٹ صد بیگہ خام اراضی دلیرخان از حضور بادشاہ دین پناہ درخواست نمودہ و حضرت خلافت مرتبت بموجب درخواست ہر دو سردار یکہزار و صد وسی بیگہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی کثیر از مالکان ملک میدان آنجا زرخرید نمودہ چنانچہ بہادرخان در دہلی قریب بہادر گنج و جلیسنگھ پورہ بسمت دروازہ اجمیری شہرپناہ تعمیر مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادرپورہ شہرت دادہ بہمین دستور جلال خان مخاطب بہ دلیرخان صدہا بیگہ اراضی زرخرید نمودہ قریب جے سنگھ پورہ کہ مقام رسد و دیوار بیرون است مکانات سکونت خود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیرپورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چارباغ نواب قمرالدین خان وزیر اعظم بسمت دروازہ اجمیری شہرپناہ شاہجہان آباد دلیرپورہ اشتہار دارد و اکثرے دران بروفق سازان سکونت میدارند و در اکثر جا ماصوبجات نواب بہادرخان و نواب دلیرخان مکانات عمارات عالی و قصبات و مساجد و مقابر و سراے مسافران و چاہ ہاے و پلہاے بناکردہ آنہا ست در سرکار کالپی و سرکار قنوج علمبرداد دیوانخانہ و جلوہ خانہ و باغات و بسیار چاہ ہا و سراے نزول مسافران و درگاہ حاجی شریف زندنی و مقبرہ ہاے حضرت بالاپیر و حضرت صدری و چند مکانات بدرگاہ بدیع الدین المشہور بہ حضرت شاہ مدار و موضع ملکن پور بناکردہ آنہا ست و در الہ آباد حویلی سکنی محلہ بناہادہ است و در سرکار لکھنؤ مردہاے گومتی عمارات عالی کہ بمکان آن نواب شجاع الدولہ بہ محلہ تعمیر نمودہ آن حویلی نواب دلیرخان است۔

نواب قمر الدین خان وزیر اعظم کے وہ مکانات وآبادی باقی تھی اور اسمین وہ بسا ز رہا کرتے تھے
اکثر صوبجات مین دلیر خان اور بہادر خان دونون بھائیون نے مساجد سرا کچا ہات
پل بنوائے سرکار کالپی وقنوج کی جاگیر جب انکے متعلق تھی اور وہان یہ قیام فرماتے تھے
تو وہان بھی انھون نے محلسرا دیوانخانے جلوخانے وباغات وسرائین بنوائے اور درگاہ
حاجی زندنی ومقبرہ حضرت شیخ کبیر بالا پیر وحضرت شیخ محمد مہدی صاحب تعمیر کرائے مقبرہ
بالا پیر پر نواب بہادر خان کے نام کا کتبہ آجتک لگا ہوا ہے جو آیندہ اسی سلسلہ بیان
مین تحریر ہے اور مکن پور مین شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے
قریب مدرسہ اور حجرہ دلیر خان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاریخ مکن پور مین بھی موجود ہے
اور وہ یہ ہے کہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جمعیت خانہ
تعمیر کرایا ہے اسکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہو جانیسے خراب ہو گیا
پڑھا نہین جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائین بائین دو حجرہ ہین ایک حجرہ سلح خانہ کے نام
سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ مین صاحبزادگان درگاہ
کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی مین اسیجگہ حضرت قطب المدار بھی رونق افروز
ہوتے تھے اور اسوجہ سے اس مقام کو شرف حاصل ہے۔ غسل ونصب فقرائے مداریہ کا
بھی اسی مقام پر ہوتا ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد ہر سہ خواجگان یعنی جو اولاد
آپکے برادر کی ہے انکی جانشینی کا فخر حاصل ہونا اسیجگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ عبارت بنا بر ثبوت درج ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعہد جنت آشیانی شاہجہان بادشاہ
نور اللہ مرقدہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہجہانپوری تعمیر کنانید کتبہ برطاق
محرابش چسپانیدہ است در خواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ است

یکے موسوم بہ (سلح خانہ) و دیگرے بہ (توشہ خانہ) و در جمعیت خانہ نشستگاہ صاحبزادگان شد نیز حضرت قطب المدار قدس سرہ در حین حیات خویش دینجا تشریف ارزانی می فرمودند لہذا باین اعتبار این مقام شرفے دارد عزل ونصب ہر گروہ فقرائے خاندان عالیہ مداریہ ازینجا میشود و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کہ در اولاد برادر آنحضرت و جانشینان وے قدس سرہ اند بہ استعداد و قابلیت علمی و عملی و اتباع طریقت چنانکہ معمول است داشتہ باشد و برابر آن سجادہ راہ دہند۔

صفحہ (۱۵۶) تذکرۃ المتقین فی احوال خلفاے حضرت بدیع الدین مصنفہ سید امیر حسن صاحب مداری مطبوعہ مطبع عزیزی واقع کانپور۔

اور سرکار الہ آباد مین جب انکا قیام تھا تو وہاں ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرائی تھی اور جب صوبہ اودھ کی نظامت دلیر خان کے متعلق تھی اور دلیر خان کا قیام سرکار لکھنو مین تھا تو دریاے گومتی پر انھون نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہاں پر شیخ محلہ تعمیر کرایا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ مکان وجگہ انھین کی حکومت مین تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد مین صوبہ اودھ سلاطین اودھ کے قبضہ مین آیا اسسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ کے ناظم رہے اور لکھنو کی اراضیات وغیرہ کے رہنے و بعینا مے نواب کمال الدین خان کے نام ابتک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنو کوئی بڑا شہر نہ تھا ایک معمولی قصبہ تھا جسمین شاہان دہلی کیطرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اعلے سلاطین اودھ کے ہین صوبہ دار ہوکر دہلی سے اودھ کیطرف آئے ہین۔

ملیح آباد مین عرصہ تک انکی چھاؤنی رہی وہان انھون نے ایک سرا اور چند مکانات بنوائے تھے دلیرخان کے ایک بیٹے کا مقبرہ ملیح آباد مین نالہ بیتا پر واقع ہے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ مین موضع دلیرنگر عرف موضع کندولی بھی دلیرخان کا آباد کیا ہوا ہے ملک دکن مین بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیرخان نے آباد کیا تھا اور اس طرح انکے کٹرے و گنج و اصطبل اور پل و کنوین و مسافرخانے جو زمانہ صوبیداری مین اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ مین بنوائے تھے لوگون نے دیکھے ہین اسی طرح لاہور مین حویلیان و کٹرہ بنوایا اور اکبرآباد مین بھی مکانات و باغات تعمیر کرائے اور دریاے گنگا کے کنارہ میان دوآب کے ایک قصبہ پوٹھ ہے اسکے اندر انکے والد دریا خان نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادرگڈھ نواب بہادرخان نے آباد کیا تھا اور ملتان مین اکثر مکانات و مزار حضرت بہاء الحق زکریا و حضرت شمس تبریز کی تعمیر بھی نواب بہادرخان کے متعلق تاریخ اخبار محبت مین مرقوم ہے اور ملک اسام ولایت خنگ مین بمقام ستر پور بہت سے مکانات دلیرخان نے بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیرخان کے نام سے مشہور تھی اور ماثر عالمگیری[۵۵] مین ہے کہ

[۵۴] در ملیح آباد در مکانات و مقبرہ پسرش و سرائے تعمیر اوست و قصبہ نیز در حوالی دکن ہم آباد ساختہ و دیگر عمارات و سرائے ہا و باولی و چاہ ہا و کٹرہ جات و گنجہات و اصطبل ہا در اورنگ آباد و حیدرآباد و برہانپور وغیرہ در عہد صوبہ داری خود نواب دلیرخان تعمیر نمودہ و آباد ساختہ و در لاہور نیز حویلیات و کٹرہ و در بنجا بسیار مکانات است و در اکبرآباد حویلیات و باغہا و کٹرہ تعمیر کردہ و در میان دوآب برلب گنگ قصبہ پوٹھ است و دران قلعہ تعمیر دریا خان و دو سہ کروہ از قصبہ مذکور بسمت مغرب بہادرگڈھ آباد کردہ نواب بہادرخان است و در ملتان اکثر مکان و درگاہ از سر نو حضرت بہاء الحق زکریا و حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ نواب بہادرخان است و در ملک آسام بولایت خنگ بمقام ستر پور بسیار مکانات تعمیر کردہ دلیرخان ست کہ بچھاؤنی دلیرخان اشتہار دارد (صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷) اخبار محبت

[۵۵] سیوم ذی الحجہ قلعہ احمدنگر ساختہ دلیرخان مضرب خیام نصرت احتشام گردید صفحہ ۲۳۹ سنہ ۲۷ جلوس ماثر عالمگیری

احمد نگر میں قلعہ خام دلیر خان نے بنوایا تھا جسمیں خود عالمگیر بادشاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہمنے یہ خیال ہے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھیں تاریخ اخبار محبت کی عبارت بجنسہ حاشیہ پر تحریر کر دی ہے اسقدر جابجا عمارات تعمیر کرانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہو سکتی جس صوبے کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار ہونگے وہان مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جسجگہ قیام کیا وہان کچھ کچھ بنوا دیا ہوگا

نواب دلیر خان کا کھیڑہ نوہر ولوہی کھیڑہ کو فتح کر کے اپنے بھائی نواب بہادر خان کیطرف سے شاہجہانپور آباد کرنا

یہ تو مجمل طور پر پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے عہد میں قنوج و کالپی کی جاگیران دونوں بھائیوں کو دیگئی تھی اور یہ ہر دو برادر وہان قیام رکھتے تھے اور وہان[1] انھوں نے عالیشان عمارتیں بنوائی تھیں چنانچہ قنوج میں درگاہ شیخ کبیر بالا پیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے کتبہ (درخانہ اول) این گنبد عالی

[1] درہنگام آبادی دار الخلافت شاہجہان آباد کہ سرکار کالپی و قنوج بہادر خان بجاگیر خود ہا میداشت و در قنوج بہادر خان و دلیر خان طرح عمارات عالی و درگاہ حضرت بالا پیر قدس اللہ سرہ و سرائے نزول مسافران تعمیر ساختہ وجاے سکونت متعلقان خود ہا مقرر کردہ بودند روزے پنج لک روپیہ معہ دیگر اسباب بسیار از دہلی بہ قنوج روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذرش براہ پرگنہ کانٹ کولہ افتادہ قریب پرگنہ مذکور مردمان ہنود قوم چھتری باچھل وکٹھیر سلہ راجہ ہاے آنجا بر سر اسباب مذکور ہجوم آوردہ تمام اسباب تاراخت و تاراج و غارت کردہ بودند و در مقابلہ و مقاتلہ اکثر جمعداران و بسیار سپاہیان بکار آمدند چون این خبر بہ بہادر خان رسید بغضب آمدہ خان موصوف بحضور بادشاہ جم جاہ شاہجہان معروض ساختہ ان سرزمین را برائے آبادی وطن خود ہا درخواست نمودہ از حضور پر نور بادشاہ عالم پناہ چہار دہ موضع کہ ہر یک موضع بمنزلہ محال بود معاف فرمودند و بہادر خان برائے قطع شجر حیات مفسدان

درزمان دولت نواب معلی القاب بہادر خان ابن دریا خان
افغان غوریہ خیل داؤدزئی عمارت پذیرفت۔
(در خانہ دوم) این گنبد عالی در سنہ ہزار و پنجاہ و ہفت ہجری
در عہد سلطنت ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی
شاہجہان بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تعمیر پذیر شدہ

سرکار قنوج پر انکا تصرف تو ان جلی حرفون سے ثابت ہو گیا غرضکہ انکی آمد و رفت
دہلی و قنوج سے اکثر رہا کرتی تھی ایکبار پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سا اسباب نواب
بہادر خان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگونکے ہمراہ وہ زر نقد و
سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہو کر نکلے جسمقام پر کہ اب شاہجہان پور آباد ہے وہان
کثرت سے جنگل خار دار تھا اور تین خود سر لوٹیرے راجہ آباد تھے اونھون نے اپنے
راجپوت وغیرہ غارتگری کو بھیجے چنانچہ ان آدمیون نے آکر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ماقبل راجہ ہاے آنجا بمدار المہام دلیر خان برادر خود را مقرر کردہ رخصت فرمودند دلیر خان در آنجا رسیدہ
قریب کھیڑہ نونہر مقابلہ کارزار نمودہ راجہ ہاے با جمعیت بیشمار پیش آمدہ کارنامہ رستمی بظہور آوردہ و بعد زد و خورد
بسیار و جانبازی سپاہیان جان نثار حق سبحانہ تعالی نسیم فتح آن سرزمین بنام دلیر خان وزید و کھیڑہ نونہر و کھیڑہ
لوہی و کھیڑہ بنجاری کہ اماکن سکنی راجہ ہاے عمدہ بودند و دیگر مکان توابع آن بقتل رسیدند و پنجاہ و دو راجہ ہاے
قبل نشین معہ یازدہ ہزار و سہ صد زن و مرد زیر تیغ سر دادہ بشمار آمدند و یکہزار و یکصد افغان با تہور پیشہ شجاعت نشان
فایض بپایہ شہادت گشتند و دو زخم یکی گولہ تفنگ در پاے و دیگرے تیر بازو شہباز خان قوت بازوے دلیر خان
رسیدہ از فضل الہی زخمہاے کارگر نشدہ و چھپے نام زمیندار سلطانپور در بفرار آوردہ و دلیر خان فتح و نصرت داخل
خیمہ شدہ و حکم برلیے بریدن جنگل کہ عظیم بودند و پسران قوم راجپوتان با چھل و کوہ و دیگر قوم ہا کہ گرفتار آمدند

لوٹ لیا اس مقابلہ اور مقاتلہ مین اکثر سپاہی و جمعدار نواب بہادر خان کے جان سے مارے گئے چند آدمی جو جان بچا کر بھاگ گئے تھے اونھون نے جا کر نواب بہادر خان سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سنکر نہایت غصہ مین آئے اور شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ بجائے ان مفسدون کے خود اپنا وطن آباد کر کے اس سرزمین کو آباد کرون بادشاہ نے انکی درخواست کو منظور فرما کر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھا انکے نام معافی فرما دیے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر کر کے ان مفسدون کے استیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آ گئے

بقیہ صفحہ ماقبل محبوس ساختند و این فتح بسر زمین دکھیہ چتور بظہور پیوست و گنج شہیدہ و حظیرہ قبور افغانان در دکھیہ مذکور کہ از قلعہ دو کروہ بسمت شمال واقع است مدفون اند و ہر سال بعد فراغ نماز عیدین بزرگ دیگر افغانان بنا بر فاتحہ خوانی بزرگان شہدا میروند و ہر سال دو میلہ عظیم درانجا میشوند القصہ دلیر خان عریضہ معہ احوال مفصل نوید فتح بہ بہادر خان ارسال کردند بہادر خان از خبر یافتن فتح عظیم خوشدل شدہ شادان و فرحان بحضور بادشاہ غازی صاحبقران ثانی نذر مبارکباد فتح مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ بہ بہادر خان و دلیر خان و شہباز خان عطا فرمودند و نوشتہ بہادر خان معہ خلعت حضور مصحوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف ورود فرمود معزز و مکرم ساخت دران مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سرا و انور معمار نزد آن برادر میرسد لازم کہ طرح عمارات قلعہ و مکانات محلسرا بے سکونت قبایل اینجانب و خود بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و تجویز آبادی شہر شاہجہانپور بجاے مناسب کردہ و خواجہ سراے و معمار مذکورین فہمانیدہ و پسران راجپوتان وغیرہ را مشرف باسلام درآوردہ دان سرزمین را از خار بقیہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ اینصوب شوند دلیر خان بموجب فرمودہ آن تجویز قلعہ بر کھیڑہ نو نہر کہ جاے صدر نشین بود بسمت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ دو نہر جاری یکے گرا و دوم کھنو نام جاری است تجویز فرمودہ و آبادی شہر از روے پیش قلعہ بسمت شمال قرار دادہ و بجائیکہ گوش زد برآوردہ فتح نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین براے نہادن باغ لک پیڑہ حکم کردہ و دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہور ہست نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر سمی خود آباد ساخت و درانجا شہباز خان بعد فتح خیمہ برپا ساختہ بود بران آبادی شہباز نگر تجویز کردہ و خواجہ بلند را میر اہتمام مقرر فرمودہ و تمرا

اور قریب کھیڑہ نوتھر کے تین راجہ چوہان بستے تھے وہ اپنی جماعت کثیر مقابلہ

بقیہ صفحہ ما قبل عمارات بانو نعماء دہلی را اقرار واقعہ فہمانیدہ کہ احدی کسے دقیقہ فرو گذاشت نکند و طفلان راجپوتان
راجپوتان قوم باچھل و کورو دیگر قوم ارذل وغیرہ کہ در بندی مقید بودند بشرف دین محمدی در آوردہ آنہا را خطاب
خاصخیلان بخشیدہ خود متوجہ درگاہ سلطانی شدہ چون دلیر خان بحضور خدیو جہان رسیدند مورد عنایات سلطانیہ گشتہ
رخصت یافتہ در آنزمان کہ بہادر خان متعین مہم بدخشان بودند در آنجا رسیدند چون بہادر خان را دیدند بر خویشش
رسیدند و در آغوش محبت کشیدہ عنایات بے پایان فرمودند چونکہ در ولایت پشاور و دیگر اطراف قندھار و بدخشان
و بلخ و ملتان وغیرہ لکھوکھا افغان برادر ہمقوم برادر خان و دلیر خان سکونت داشتہ بودند بعد الفراغ جنگ
بدخشان خوانین محمد و معین سرداران افغانان رئیسان آنجا کہ بلقب ملک مشہور بودند جمع کردہ درخواست
از آنہا آبادی شاہجہانپور وطن خود کردند چنانچہ نہ ہزار افغانان ہر یک قوم سربنی وغیرہ بنا بر آبادی
شہر شاہجہانپور تیار شدہ بہادر خان از افغانان قوم خیل خیل علیحدہ علیحدہ کردہ در ہر خیل مدبر و لئیق
سرداری دانستہ بخطاب ملک ممتاز ساختہ شمار فرمودہ پنجاہ و دو خیل بشمار آمدہ از ملک آنہا فرمودند
ہر یک خیل علیحدہ علیحدہ در شاہجہانپور آباد شود و آن محلہ را بنام آن خیل نام زدکند چنان نشود کہ کسے افغان
خیل خود را گذاشتہ در خیل دیگر آباد شود و گرد آبادی شہر افغانان و درمیان رعایا و پیش و چپ
و راست قلعہ خاص خیلان نو مسلم آباد شوند و باین طور ہر یک را فہمانیدہ افغانان مذکورین را ہمراہ نیکنام خان
و یوسف خان شہباز خان برادر خود کردہ برائے آبادی شہر شاہجہانپور رسیدہ بموجب حکم آن آباد
شہرت قرار دادہ نیکنام خان ہم محلہ بنام خود بسمت شمال از قلعہ آباد ساختہ نیکنام پورہ نام نہاد
گویند کہ بعد آبادی شہر شاہجہانپور و تعمیر قلعہ بہادر خان و دلیر خان تشریف آوردہ شہر و قلعہ
را بنظر غور ملاحظہ فرمودہ حکم بنا بر آبادی بہادر گنج و دلیر گنج فرمودہ بعض گویند کہ ہفت روز
و بعض گفتہ کہ دوازدہ روز بہادر خان استقامت داشتہ بار دیگر بقیہ حیات خود تشریف

نقل آوردہ از اخبار ریاست صفحہ (۲۲۹)

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

کو لاپے فریقین مین نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکہ کے دلیرخان
کو فتح حاصل ہوئی یہ تینون راجہ ہاتھی نشین تھے اور انکے ماتحت و تابع باون
زمیندار جو چھوٹے چھوٹے تھے تعلقہ دارونکی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار
تین سو مرد و عورت کے قتل ہوے اور ایکہزار ایک سو پٹھان جو نہایت جری
تھے وہ سب شہید ہوے دو زخم ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے
بازو پر لگا مگر زخم کارگر نہوا چھبے سنگہ راجہ بھاگ گیا دلیرخان فتحمند ہوکر خیمہ
مین داخل ہوے اور جنگل کاٹنے کا حکم دیا اور راجپوت و باچھل وغیرہ جو گرفتار
ہوے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پٹھان کام آے تھے وہ سب موضع چنور مین
دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جانیکا دستور تھا
جو رفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہو گیا اس فتح کے بعد مفصل حالات کا ایک
عریضہ دلیرخان نے اپنے بڑے بھائی بہادرخان کو بھیجا بہادرخان
اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور مین جاکر
اس فتح کی مبارکبادی مین نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت
بہادرخان۔ دلیرخان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمائے
بہادرخان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیرخان کو بھیجا
بہادرخان نے دلیرخان کو جو مکتوب بھیجا تھا اوسمین یہ مرقوم تھا کہ مسمی بلند
خواجہ سرا اور انور معمار اس برادر کے پاس پہونچتے ہین لازم ہے کہ قلعہ کی بنا ڈالکر
اسمین مکانات و محلسرا ہمارے اور اپنے لیے مناسب جگہہ پر تجویز کر کے بنواؤ اور
کل امورات شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سرا اور معمار مذکور کو سمجھا دو اور

پسران راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کرکے انکو بھی وہین آباد کرو اسکے بعد
تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھیڑہ
نوتھر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے اردگرد دو دریا گرا اور کھنوت
جاری تھے شاہجہانپور کی آبادی قلعہ کے اندر دروازہ کیطرف قرار دی اور جسجگہ پر
دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہانپر لکھپیڑا باغ لگانیکا حکم دیا اور
دوسرا باغ جسکا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ
جسکو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلال نگر آباد کرایا اور جسجگہ پر شہباز خان نے
بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہانپر شہباز نگر بسانا تجویز کیا ان سب تجویزونکے
بعد دلیر خان نے خواجہ بلند کو سر اہتمام مقرر کیا اور کل عمارتونکے قرینہ انور معمار
کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص انکے حکم کے خلاف ایک شمہ بھی اپنی راے سے
عمل نکرے اور پسران راجپوت اور دیگر قوم جو رذیل و اجلاف مقید تھے انکو دین
اسلام سے مشرف کرکے خانخیلون کا خطاب عنایت کیا ان سب انتظامات کے
بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کیطرف متوجہ ہوے جب دلیر خان شاہجہان
بادشاہ کے حضور مین پہونچے مورد عنایت شاہی ہوے اور
رخصت کیے گئے چونکہ اس زمانہ مین نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہو چکے
تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے گئے جب بہادر خان نے دلیر خان
کو دیکھا انکے سر اور آنکھونکو بوسہ دیکر فرط محبت سے لپٹ گئے اور بہت
مہربانیان عنایتین فرمائین چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندہار و روہ و بدخشان
بلخ و ملتان وغیرہ مین لاکھون افغان انکے ہمقوم اور برادر آباد تھے جب جنگ

بدخشان سے فرصت کر چکے تو ان دونون بھائیون نے وہانکے افغانی سرداروںکو جو
بلقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نوآباد شاہجہانپور مین
چلکر آباد ہونیکی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سٹرین وغیرہ ہر ایک خیل کے
شاہجہانپور آنیکے لیے تیار ہوے چنانچہ وہ جماعت انکے ہمراہ آئی بہادر خان نے
ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل مین جو لائق و مدبر تھا اسکو افسر کر کے ملک کے
خطاب سے ممتاز کیا کل خیل باون شمار مین آے اور ان گروہونکے ہر ایک سرگروہ و
ملک محلہ سے کہا کہ علحدہ علحدہ اپنا خیل شاہجہانپور مین آباد کرین اور جس خیل کا محلہ جسجگہ آباد
ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کرین اور ایک خیل دوسرے خیل مین نہ
آباد ہو اور شہر کے اردگرد افغانون کی آبادی اور درمیان مین دیگر دوکاندار اور
رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل توسلم بسائے جائین اور اسی طرح ہر بات انکو
سمجھا دی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے
ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہر دو خانموصوف وہ
جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرارداد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے
اپنے نام کا ایک محلہ اور ترکیطرف نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی
شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادر خان اور نواب دلیر خان
دونون صاحب تشریف لائے شہر اور قلعہ کو بنظر غور دیکھا اور
حکم فرمایا کہ بہادر گنج اور دلیر گنج ہمارے نام کے آباد کیے
جائین بعض روایت کرتے ہین بارہ روز نواب بہادر خان
نے شاہجہانپور مین قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی مین

شاہجہانپور مین تشریف لانے کا اتفاق نہوا۔

یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک پرانی مستند کتاب اسی خاندان
کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اسکے کسی زبانی روایت یا کسی اور
رسالہ کو تسلیم نہین کرتے۔

حافظ اسمعیل صاحب مرادآبادی وکیل شاہجہانپور نے جو لکچر بتقریب کانفرنس محمڈن کالج علیگڈھ
جب سر سید احمد خان ۱۸۹۵ء مین شاہجہانپور تشریف لائے ہین شاہجہانپور کی تاریخ
پر لکھا تھا اسمین تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے خود آکر باغی راجاون کو قتل
و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پہونچکر بادشاہ کی خدمت مین باغیون کی گوشمالی
اور محال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ بموجب عرضداشت شاہجہانپور
آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی عرصہ مین مہم بدخشان کی جانیکا
حکم انکے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی دلیر خان کو شاہجہانپور
آباد کرنے کی غرض سے اسطرف روانہ کیا اور بدخشان کی واپسی مین نواح کابل
و پشاور وغیرہ سے پٹھانون اور کھتریون کو ساتھ لیا جب سرحد ہندوستان پر پہونچے
تو خود دہلی گئے اور اس جماعت کو اپنے چچا نکنام خان کے ہمراہ اپنے بھائی جلال خان
عرف دلیر خان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور دلیر خان نے اپنے انتظام سے شاہجہانپور
آباد کیا چونکہ بہادر خان نے کچھ کلمات گستاخانہ شاہزادہ اورنگ زیب کو کہے
تھے اسلیے شاہجہان نے انکی جاگیر ضبط کرلی اور انکے بھائی جلال خان عرف
دلیر خان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ حسب الحکم شاہی دلیر خان شاہجہانپور
سے قنوج و کالپی کی جاگیر پر گئے اس بیان اور اخبار محبت سے کسیقدر اختلاف

راقم کو نواب بہادر خان کا خود آکر شاہجہانپور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہین ہوا اسی سے لیے بنا بر رفعہ اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر مذکور حافظ اسمعیل صاحب کے پاس راقم لیسکر چلا گیا اور ہر دو مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر مین جو نواب بہادر خان کا اکر شاہجہانپور کے باغی راجاون کو قتل کر کے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہونچی تھی جنکا نام یاد نہین ہا مگر جو کچھ اس کہنہ کتاب اخبار محبت مین تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کر کے اسبات کا یقین نہ کرلین کہ راقم نے غلطی سے نواب دلیرخان کا باغی راجاؤنکو تاراج وپسپا کر کے شاہجہانپور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہمات سے مہلت ہی نہین ملی جو آسکتے صرف ایکبار اپنے شہر کو دیکھنے البتہ آئے ہین یہ ضرور ہے کہ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی کیطرف سے اونکی ہدایت کے بموجب شاہجہانپور آباد کیا ہے دفعہ مغالطے کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کردینا مناسب سمجھا گیا۔

اور مہم بدخشان مین انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پردازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخون سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اورنگ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کہین ثابت نہین ہوتا۔

شاہجہانپور کی آبادی کا زمانہ ۱۰۵۷ھ اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کاپچ کی مسجد پر چسپان ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہین پایا جاتا تعمیر مسجد کا یہ قطعہ کندہ ہے جسکا مادہ نغز ہے۔

شد مرتب بدور شاہجہان در وطن دلکشا بہادر خان

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند سال تاریخ نغز شد بجہان

۱۰۵۷ھ

مخزن اخبار مین بھی نواب دلیرخان کے متعلق اکثر حکایتین تحریر ہین یہ کتاب راقم کی نظر سے ملیح آباد مین گذری ہے مستند پرانی قلمی فارسی زبان مین ہے اسکو سعادت خان ولد فتح خان نے جو شمشیرخان ملیح آبادی کے پوتے تھے تصنیف کیا ہے اُنکے بزرگ افغان دلیرخان کے ہمراہی تھے اسوجہ سے مصنّف کو دلیرخانی حالات سے ذاتی علم تھا جس زمانہ مین کہ دلیرخان صوبہ اودھ کے ناظم اور اونکی طرف سے اُنکے فرزند نائب تھے اکثر نواب دلیرخان کے متعلقین ملیح آباد و بیسواڑہ مین مقیم رہا کرتے تھے اسی سبب سے اکثر افغان شاہ آباد سے جاکر ملیح آباد مین رہے اور بسے ہین چنانچہ منجملہ ان اشخاص کے دیوان محمد خان سرمست خان امین زئی وغیرہ شاہ آباد سے منتقل ہوکر ملیح آباد مین سکونت پذیر ہوے

المختصر کتاب مذکور کے صفحہ (۳۰) مین ہے کہ نواب دلیرخان جسوقت سوار ہوتے تھے تو پانچ اشرفیان اپنے دونون موزونمین ڈال لیا کرتے تھے اور جب اپنے خیمہ مین واپس آتے تھے تو اونکی تمام سپاہ صف بستہ ہوکر کھڑی ہوجاتی تھی بعدہ اُنکے امرا و مصاحب آداب بجالاکے اُنکے ہمراہ خیمہ مین آتے تھے نواب دلیرخان کمر کھولتے اور جسکی طرف پیر کرتے وہ شخص موزہ اوتارتا تھا اور وہ اشرفیان لے لیتا تھا

نواب دلیر خان کے منجملہ دیگر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونون افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریا خان کے ہمراہ موضع گل بیلا متصل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ مین ایک پٹھان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر و نامی شخص تھے انھون نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری کے جوہر دکھاے ہین ایکبار بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال سنا اور اونھین طلب کیا دلیر خان نے اونکے زخمی ہونے اور دربار شاہی کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا عذر پیش کیا اسپر ایک مخبر نے اورنگ زیب سے سرمست خان کے زخمی ہونیکا حال کہا اور خود انکے لیجانیکا بیڑہ اوٹھایا اسکے بعد وہ مخبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہرچند انسے بادشاہ عالمگیر کے پاس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز و تقرب حاصل ہونیکے وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور مین نہ گئے اور حسب الامر دلیر خان کے فوراً پرگنہ شاہجہان پور کو چلے آئے اس حکایت سے ایک نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر و ہمقوم پٹھانون پر اثر غالب تھا کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے روبرو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو بھی کوئی چیز نہین سمجھتے تھے اور انکے اشارہ پر چلتے تھے صفحہ ۲۳ مین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھین اونھون نے سرمست خان کو اپنی سرکار مین روزگار دینا چاہا مگر انھون نے دلیر خان کے انتقال کیوجہ سے ملازمت قبول نہ کی اور بحجتبار نگر واقع ملیح آباد

مین خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ مین پیدا
کرلیا تھا جس سے گذر اوقات کرتے رہے سرمست خان کے فرزند شمشیر خان
تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سنجر خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب مین ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب
بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہوکر معہ چار سو جوانون کے شاہجہان پور
چلے آئے جب شاہجہان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان
کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ مین انکو منصب و
جاگیر سے سرفراز فرمایا و خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودھ کی نظامت سے سربلند کیا
مخزن اخبار مین یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد مین احمد خان ولد بہرہ مند
خان نے اپنے آبا و اجداد عبد النبی خان و سنجر خان کے متعلق جو نواب دلیر خان
کے ہمراہی پٹھان تھے لکھی ہے اور اوسمین دلیر خانی حالات بھی ہین مگر افسوس
ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید مطلب واقعات کا پتہ چلتا
جیسا کہ واقعات مذکورۂ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کا پتہ ملیح آباد مین
چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہے
اب تک سندیلہ مین نواب دلیر خان نے جو معافیان اہل استحقاق کو دی ہین انکے
پروانے پائے جاتے ہین اور انکے نام کا ایک موضع دلیر نگر بھی موجود ہے
اسکے پردو سندین جو ہمین ملی ہین راجہ درگا پرشاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے جو
ایک ذی لیاقت اور صاحب تصنیفات رئیس ہین عنایت کی ہین درج کرتے
ہین جسکے متعلق راجہ صاحب موصوف راقم کو خط مین تحریر فرماتے ہین

تحریرات نواب دلیرخان در سندیلہ بسیار اند نقول دو پروانجات
روانہ خدمت شریف میکنم ازانجملہ یک پروانہ نواب
جعفرخان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است کہ دران ذکر
سند نواب دلیرخان بودہ است موضع گندولی دلیرنگر
در علاقہ راقم است کہ دران دلیرنگر آباد کردہ نواب
دلیرخان ست پس نمونہ اخر وارے ارسال داشتم و از مثنوی
سنگاسن بتیسی نقل ضروری کردہ تبلیغ خدمت میکنم ذکر بینی و ذکر
نواب دلیرخان ہم دران موجود است۔

نقل پروانہ نواب دلیرخان بمہر قاضی سندیلہ

ازقرار تاریخ چہاردہم شہر محرم الحرام سنہ ۱۰۷۲ھ آنکہ
متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ سندیلہ سرکار لکھنؤ صوبہ آودہ بدانند
کہ چون بموجب وقوع دولتخواہی موضع دلیرنگر عرف گوندولی در قریات کہماری من
اعمال پرگنہ مذکور از ابتدائے فصل خریف سنہ ۱۰۷۶ در وبست در وجہ نانکار
پرتاب مل قانونگو پرگنہ مذکور نمودہ باید کہ موضع مذکور از محالات ہر سال حشو منہا
بقلم داشتہ بہ تعلق مشارالیہ واگذارند و تکلیف بھیٹہ و بیگار وغیرہ فرمایش

معاف دارند کہ متصرف گشتہ درکفایت سرکار و رفاہ رعایا سرگرم بودہ باشند و ہر سال
سند مجدد طلب نہ دارند و بہ این باب تاکید تمام دانستہ از فرمودہ تخلف و
انحراف نورزند فقط

جعفر خان بندۂ عالمگیر بادشاہ

دیگر

گماشتہ ہاے جاگیرداران و کروریان حال و استقبال پرگنہ سندیلہ سرکار لکھنؤ
مضاف بصوبہ اودہ بدانند۔

کہ چون بموجب سند امارت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ
لائق العنایت والاحسان دلیرخان و تجویز صدر والامواری پنجاہ بیگہ
زمین بگز الٰہی از پرگنہ مذکور در وجہ مدد معاش شیخ مصطفٰے وغیرہ مقرر است نیز او لا
نیز بموجب فرمان عالیشان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان
خداوند مکین و مکان ذریعہ امن و امان وسیلہ آرامش عالمیان ظل ظلیل
ایزد متعال نائب نبیل داور بیہمال مظہر اتم پروردگار رحمت اعظم آفریدگار بانی
مبانی جہانبانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناہ ظل اللہ مسطورہ تاریخ
دوازدہم شہر جمادی الاول سالسہ جلوس والاموازی مذکور از محل قدیم
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فصل خریف سیچی ئیل در وجہ مدد
معاش مشار الیہم حی و قائم حسب الضمن مقرر گشتہ می باید کہ برطبق فرمان
والاشان عمل نمودہ اراضی مذکور را بتصرف آنہا بازگذارند و اصلاً مطلقاً تغیر و
تبدیل بدان راہ نہ دہند و بہیچ وجہ من الوجوہ طلب و طمع ننمایند کہ حاصلات

آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود یا نموده بوظائف دعاگوئی دوام دولت قاہرہ اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند درینباب قدغن نمایند بتاریخ ۱۹ شہر شوال سنہ ۱۲ جلوس میمنت قلمی شد

نواب دلیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دلیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر اور چند شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کیا تھا اونکی تفصیل تو ماثر الامرا وغیرہ تاریخی کتب مین تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہین گذرا جس طرح کہ اونکی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے نامکمل ہونے سے چھوٹ گئے ہین اسی طرح یہ امر بھی فروگذاشت ہو جانا کوئی تعجب خیز بات نہین بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبدار درجہ امارت و منصب پنجہزاری و حضور رسی پر پہونچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے گویا یہ اعزازی لقب ہے مگر اسوجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال نکرین کہ صرف باشندگان شاہ آباد بوجہ بانی شہر اور عظمت مآب ہونے کے نواب کے خطاب سے انکا نام لیتے ہین اسکی صراحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے بلکہ تاریخ خافی خان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دلیر خان کی حیات ہی مین وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک مین

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ ملا امیدی نے جو قطعہ کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے اوسمین انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگرچہ خطاب انکا نہوتا تو بادشاہ کے عہد حکومت مین وہ اس خطاب کے لکھنے کی جراءت نہین کرسکتا تھا حالانکہ اس عرصہ مین ملا امیدی نواب دلیرخان سے رنجیدہ تھا اور انکے فرزند کے غرقاب ہونے پر اوسنے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیرخان نے اوسکی نظم جو بہت جلد مشہور ہو گئی تھی اپنے جوانمرگ بیٹے کے ماتم مین سنی تو بہت رنج ہوا دلیرخان نے ملا امیدی جو بڑا فاضل اور مشہور شاعر تھا اوسکے پکڑنے کا قصد کیا ملا خوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر مین پناہ گزین ہوا جب وہان بھی امن نہ دیکھی تو خانخانان کے ذریعہ سے معافی کا خواستگار ہوا اور اپنے ہاتھ رومال سے باندھکر دلیرخان کے حضور مین حاضر ہوا جب دلیرخان نے اوسکا یہ حال دیکھا تو اپنی عادت کے مواقق اوسکی خطا معاف کردی اور اوسکو نقدی وخلعت دیکر مالامال کردیا اور اپنا مصاحب کرلیا یہ مستند قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور مین لکھا ہوا موجود ہے راقم نے اسکا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ قنوج مین بابا پیرصاحب کی مقبرہ پر پتھر پر انکے بھائی بہادرخان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہی۔ اگر نواب نہوتے تو شاہجہان کے عہد مین پتھر پر خطاب کندہ کرا سکتے۔ نواب دلیرخان کے حالات مدح کو مصنفین نے بھی اپنی تصنیفات مین لکھا ہے چنانچہ منشی سداسکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو ۱۲۴۵ ہجری مین

---

۵ چنانچہ قنوج مین بابا پیرصاحب کے مقبرہ پر پتھر پر انکے بھائی بہادرخان کے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ کندہ ہے

تصنیف کی ہے اوسمین نواب دلیر خان کی مدح کے متعلق اشعار لکھے ہین شائق
موصوف خلیفہ عبدالرزاق صاحب یمنی کے لائق شاگردون مین تھے ؎

بود شاہ آباد از مسکنم		ازان دم باوصاف او میزنم
بخوبی چو او شہر زیبا ترے		نباشد بہندوستان دیگرے
نباشد چو نواب عالیجناب		دلیر آمدش در جہان خوش خطاب
چو شد نام او در جہان شیر ہند		ز دستش شرف یافت شمشیر ہند
بدور جہاندار شاہ جہان		ز تیغش بلرزید ہندوستان
امیر دکن را بآن رنگ و زیب		تبہ کرد در دور اورنگ زیب

دلیر خان کی شجاعت کے متعلق نواب عبداللہ خان شاہجہانپوری
نے ایک تاریخ لکھی ہے اوسمین تحریر کیا ہے کہ نواب دلیر خان بڑے تنگ
و توش کے جوان تھے زور و قوت مین یکتائے روزگار تھے تاریخ انہار البحر
کے حوالہ سے لکھتے ہین کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیر خان مامور
تھے جب یورش کرکے دلیر خان قلعہ کے دروازہ پر پہونچگئے تو اوسکا دروازہ
بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہوگیا تھا دلیر خان بذات خاص پھاٹک کیطرف متوجہ
ہوے اوسکے کواڑ نہایت مستحکم تھے لوہے سے جڑے ہوے تھے مگر انھون
نے ایسا زور کیا کہ کواڑ ٹوٹ کے آگئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد
انکی کل فوج انکے پیچھے چلی آئی جو شخص فریق مخالف کا خان موصوف کے سامنے
آیا اوسکی گردن پکڑ کر اوٹھا کے پھینکدیا جسکے گھونسہ مارا اوسکا کام تمام ہوگیا
جسکا سر دبایا دماغ نکل گیا آخر کار اہل قلعہ عاجز ہوکر امان کے خواستگار ہوے

یہ حکایت بھی اوسی کتاب مین ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ مین رہتا تھا اوسکی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اوسنے قافلے کے قافلے تباہ کر دیے تھے اتفاقیہ ایک امیرزادہ اوس موذی درندہ کے پنجہ سے بچکر اپنے گھر آیا اور اپنے باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا گذر شکار کی تلاش مین اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھ پر بلا کی طرح جھپٹا مگر خدا نے مجھے بچا دیا مین بھاگ کر گھر آیا اوسکا باپ بادشاہ رس تھا اوسنے جاکر قصہ اورنگ زیب سے عرض کیا عالمگیر علیے الصباح چند نامور سردار لیکر اس آزار خلق کے دفعیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پاکر پہاڑ کے غار سے نکلا اور سامنے آکر کھڑا ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان بھی ضائع ہوے آخر نواب دلیر خان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھ ہے مین بھی بے ہتیار جاؤن گا یہ کہکر آگے بڑھے اور اوسکے نزدیک پہونچے وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیر خان نے دونون ہاتھ اسکے پکڑ لیے اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اوسمین حملہ کی طاقت باقی نہین رہی ہے اسکے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی چور چور تھی اوسکے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آے اوسکا روزانہ راتب ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خانصاحب لکھتے ہین کہ دلیر خان کے دو شاگرد تھے جنکا نام خداداد و قادرداد خان تھا وہ ایسے زوردار تھے کہ دلیر خان کا ایک

گھوڑا ایڑا شریر و بدذات تھا اونھون نے قادر داد خان کو اوسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوے گھوڑے نے شرارت شروع کی اونھون نے ایسا دبایا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خانموصوف نے کنوین پر بیٹھکر اپنے اونھین دونون شاگردون سے کہا کہ زور کرو اونھون نے کہا کہ مبادا آپ کنوین مین نہ گر جائین مگر انھون نے اجازت دی شاگردون نے ایسا زور کیا کہ نتھنون سے خون نکل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کیطرح اپنی جگہ سے نہ جنبش کی خداداد خان کی خداداد طاقت کا یہ حال تھا کہ ضعیفی مین ایک روز تکیہ لگاے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کیسے اپ کیا حال ہے کچھ جوانی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجاے اور گھوڑے کے پیر میرے ہاتھ مین پڑ جائین تو پھر اسے آگے نہ بڑھنے دونگا اور اسیطرح بیٹھا رہونگا ایک شخص انہین سے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتین ہین گھوڑا دوڑاکر انکے پاس آیا خداداد خان نے اسکے پیر پکڑ لیے اور جگہ سے نہ ہلنے دیا اور اسیطرح بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتین مشہور ہین ایام غدر مین ایک شخص مدراس کے آئے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد دکن مین ایک مکان تھا جسکی چھت پتھر کی تھی اوسمین تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس پتھر کی چھت مین پیوست ہو گئے تھے وہانکے لوگ اسکو اک یادگار سمجھکر بڑے شوق سے جاکر بطور زیارت کے دیکھتے تھے وہ تین تیر ونکا اپنی آنکھونسے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔
روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایکبار دلیرخان کے سر پر بال بڑھکر کاکلون کی حدتک پہونچگئے تھے اونکے بڑے بھائی عمدۃ الملک نواب بہادر خان نے دیکھکر کہا کہ فوج کے افسر کے لیئے اسقدر لنبے بال سر پر ہونا جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیرخان نے کہا کہ یہ بال مجکو مجبور نہین کرسکتے اسوقت وہان پر ایک سیڑھی کھڑی ہوئی تھی اوسپر تھوڑا چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالونکو کھینچ اوسنے پکڑکر کھینچنا شروع کیا دلیرخان اوپر چڑھتے چلے گئے اور وہ آدمی لپٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیر کی دس سالہ حکومت کے بعد سلطنت کی مفصّل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیرخان کے لکھنے سے چھوٹ گئے ہین۔ مثلاً قصبۂ بلہور ضلع کانپور مین جب کایستھون کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر مین ملازم تھے وہانکے چودھریون نے ستایا تو بادشاہ نے ادن مفسدون کی سرکوبی کے لیے دلیرخان کو بھیجا تھا اور دلیرخان نے بلہور آکر ان ایذا دہندونکی واجبی گوشمالی کردی تھی اس واقعہ کی تصدیق ان کایستھونکی اولاد آجتک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہر کا قصہ بھی قابل الذکر ہے جو صوبہ آودھ مین ایک بڑا سرکش راجہ تھا جب اسنے بادشاہ سے سرکشی کی تو دلیرخان اوسکی تنبیہ کو متوجہ ہوے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا اوسنے دلیرخان کو کہلا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونون سردار مقابلہ کرکے ہار جیت کا فیصلہ کرلین دلیرخان نے اسبات کو بڑی خوشی سے منظور کیا آخرکار مقابلہ ہوا دونون سردارون نے انتہاے شجاعت سپہ گری کے

جوہر دکھلاے اور بہادری کے فن کو ختم کردیا اس دوران مین راجہ کی تلوار ٹوٹ
گئی دلیر خان نے اپنی دوسری ولایتی جو لٹکی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ
انصاف کے خلاف ہے کہ مین اس حالت مین تمپر حملہ کرون تم پہلے اپنا
ہر طرحسے حوصلہ پورا کرلو اوسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا
راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھکر انکا بندہ بنگیا اور اطاعت قبول
کرلی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان
کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اوسکے اندر بچھو رکھوا دیے جب خانموصوف
نے وہ خلعت پہنا اور بچھو نے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے
بیٹھے تھے تیور مین فرق نہ آیا بدستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کرکے شاہی
بزم سے اٹھے اور مکان پر آکر وہ خلعت اوتار ڈالا۔
ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کیجاتی ہے اور غالبًا وہ یوسف خان
ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت مین شہرہ آفاق تھے خود بادشاہی
تاریخ مین شاہی وقائع نگار نے اونکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان
سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے
عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر
باقاعدہ نہین کرسکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کرکے اسکے اندر سے
حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اسطرح اُسکا مجرا ہوجاے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم
ہوا تو جسوقت یہ دروازہ پر پہونچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گرگئی
ممکن ہے کہ بادشاہ ان افغانون کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے

دلچسپی رکھتا ہو

دلیر خان کے مزاج مین مروت از حد تھی مگر اسکے ساتھ افغانی مغلوب الغضبی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی

تحمل بھی نہایت تھا حتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹون کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے انکے ایک بھتیجے رستم خان تھے جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے انکے مزاج مین بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازدار اونکے باز کو جو قاز اور کلنگ کو بھی شکار کر لیتا تھا ہاتھ پر بٹھلائے ہوئے جاتا تھا اتفاقاً وہ بازدار رستم خان کے قریب آیا بھتیجے نے چچا کا باز پکڑ لیا بازدار نے عذر کیا کہ بے حکم نوابصاحب کے مین یہ دے نہین سکتا رستم خان اس بازدار پر ایسے غصہ ہوے کہ اوسکے حواس جاتے رہے حتے کہ اوسی غیظ مین اپنے چچا کی مجلس مین چلے گئے اور جاکر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازدار اگر نوابصاحب کی پشت کیجانب کھڑا ہو گیا رستم خان نے اوس سے باز کو چھین کر چچا کے سینہ پر دے مارا وہ جانور مر گیا دلیر خان کو بہت ناگوار گذرا مگر کچھ نہ کہا اور مجلس سے اٹھکر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس مین رستم خان سے تلوار چلی اور کئی شخصونکو زخمی کر کے رستم خان مارے گئے دلیر خان نے انکی زوجہ کو معہ جاگیر انکے اپنی ملکیت کا دیکر راضی کیا۔

نواب دلیر خان کی وفات

مآثر الامرا[1] مین لکھا ہے کہ عالمگیر کے جلوس کا چھبیسوان[26] سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیر خان کو شہزادہ محمد اعظم کے ساتھ بیجاپور کی مہم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ مین بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن مین موجود تھا اس عرصہ مین دلیر خان سخت علیل تھے آغاز سنہ [27] جلوس شاہی مطابق سنہ ۱۰۹۴ھ مین دلیر خان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا یہ روایت بھی مشہور ہے کہ عالمگیر نے

---

[1] در سال بست و ششم کہ بلدہ اورنگ آباد مطرح الویہ عالمگیری بود او را با سران دیگر بہ یساق بیجاپور تعین نمودہ تا رسید اعظم شاہ بحضور موقوف داشتہ بودند دران ایام بیماری شدید کشیدہ در مبادی سال بست و هفتم سنہ ۱۰۹۴ھ بجاوید سرا شتافت اگرچہ مشہور آنست کہ خلد مکان بعضے آثار خود سری و سرکشی از و تفرس نمودہ مسموش فرمود اما آنچہ بتحقیق پیوست اینحرف پرتوے از فروغ راستی ندارد و بعضے ثقات برانند کہ برادرزادہ اش تبدیل جیے کہ معتاد وے شدہ کارش تمام کرد۔ اما عالمگیر بادشاہ بآن فرط غیرت و شجاعت کہ بسپاہ گری ہیچ یکے را بخاطر نمی آورد از دلیر خان حساب بر میداشت گویند ہنگامیکہ او با شاہ عالم در دکن بود شاہزادہ خواست کہ او را با خود ہمداستان ساختہ علم خود سری برافرازد دلیر خان سرازان بپیچید سرگرانی طرفین بناخوشی انجامید دلیر خان برسم یلغار روانہ حضور گشت شاہزادہ بتعاقب فطرہ نمود چون عرضی دلیر خان از نظر بادشاہی گذشت کہ شاہزادہ خیال باطل داشت من ترک رفاقت نمودہ احرام حضور بستم متصل ان عرضی شاہزادہ رسید کہ این افغان پرشور و سر ستیز است غبار طغیان برانگیزد من بپاشش او روانہ شدم بوصول این عرایض بادشاہ را غریب اضطراب درگرفت و مکرر بمتوضا شتافت ہمت خان چون از سن صبا تربیت یافتہ دوش و کنار بادشاہی بود بسیار گستاخانہ عرض میکرد بپادشاہ گفت کہ اینہمہ ندارد چرا حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاہ تند شد فرمود کہ مرا فکر شاہ عالم نیست مشکل آنست کہ مبادا باہم ساختہ باشند و فوجے کہ سردارش

کچھ انکی طرف سے آثار خود سری کے پائے جاتے تھے اسوجہ سے اونکو زہر دلوا دیا تھا مگر صمصام الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ جہانتک تحقیق سے ثابت ہوا اس خبر کی کچھ اصلیت نہین پائی جاتی۔

بعض ثقہ راویون کی یہ راے ہے کہ دلیر خان کسی قسم کی ایک گولی روز کھایا کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور بجاے اسکے زہر کی گولی انہین کھلا دی جسنے انکا کام تمام کر دیا۔

مصنف ماثر الامرا لکھتا ہے کہ اسمین شک نہین کہ عالمگیر بادشاہ فرط غیرت اور شجاعت سے اپنی سپاہگری کے مقابلہ مین کسیکو خیال مین نہین لاتا تھا مگر دلیر خان سے کھٹکتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہین تھا

اسی سلسلہ مین مصنف موصوف لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن مین تھا اور شاہزادہ نے چاہا کہ انکو ہمداستان کر کے بادشاہ کے مقابلہ مین علم بغاوت بلند کرے دلیر خان نے اسکو نامنظور کیا آخر کار طرفین مین بدمزگی پیدا ہو کر نا اتفاقی پیش آئی دلیر خان فوراً کوچ پر کوچ کرتے ہوے بادشاہ کیطرف روانہ ہوے شاہزادہ بھی انکے پیچھے آیا بادشاہ دلیر خان کی عرضی پڑھ رہا تھا کہ شاہزادہ خیال باطل رکھتا تھا اوسکی ترک رفاقت کر کے مین حضور مین آتا ہون۔ اسی حالت مین شاہزادہ بھی آگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پرشور و شر چاہتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھاے مین بھی اوسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہون بادشاہ کو یہ حالات سنکر عجیب اضطراب ہوا

بقیہ صفحۂ ماقبل۔ دلیر خان باشد وہ مقابل او غیر از خود دیگرے را نمی بینیم پس ہرگاہ مرا یا او سر و کار افتد جنگ دو سردار د۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔

ہمت خان جو لڑکپن مین بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا
کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہین رکھتی حضرت اسقدر
اضطراب کیون فرماتے ہین بادشاہ یہ سنکر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھکو فکر
شاہ عالم کی نہین ہے مشکل یہ ہے کہ مبادا دونون باہم ساز نہ کرلین جس فوج
کا سردار دلیر خان ہوگا مجھے اپنے مین کسیکو اسکے مقابلہ کا
نہین دیکھتا اور جسوقت مجھکو اس سے سروکار پڑیگا اسوقت
کے لیے (جنگ دو سردارد) کا قول مشہور ہے۔
دلیر خان کے اسباب مرگ مین جو اختلاف تھا وہ مفصل مآثر الامرا جیسی مستند
کتاب مین لکھا ہوا ہے۔ خان بہادر شمس العلما اپنی تاریخ ہندوستان کے صفحہ
(۳۴۰) مین خافی خان کا یہ بیان لکھتے ہین کہ دلیر خان جو شجاعان کار
طلب اور افغانان صاحب غیرت سے با نام و نشان
تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کر گئے اور عوام مین یہ
شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خان کے دیکھنے کے لیے خفیہ اعظم شاہ
گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جسکا نام سلطان معظم تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو
پہونچائی اسلیے خود دلیر خان نے زہر کھالیا۔
مآثر عالمگیری کے صفحہ ۲۳۷ سنہ ۲۷ جلوس مین تحریر ہے کہ تیسری شوال کو
حسب الحکم بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ اورنگ آباد سے ملک

سلہ سیم شوال مطابق یرلیغ معلے پیش خانہ دولت نشانہ شاہ عالم بہادر از اورنگ آباد بارادہ استیصال
سیتا کوکن و راہدہ و دیگر ممالک غنیم بدمآل شادیانہ ظفر فال نواختہ برآوردہ۔

کوکن کیطرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ مین دلیرخان جو بیماری شدید اٹھا چکے تھے اس دار فانی سے ملک بقا کیطرف راہی ہوگئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی رحلت کا مہینہ ماہ شوال ہوگا۔

اگر دلیرخان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگایا جاے تو ذی الحجہ و محرم مین رحلت کا زمانہ ہوسکتا ہے کیونکہ عالمگیر پر دارا شکوہ پر فتحیابی حاصل کرکے غرہ ذیقعدہ ۱۰۶۸ھ روز جمعہ کو دہلی کے قریب باغ اعز آباد مین تخت نشین ہوا ہے مگر باہمی جنگ وجدال کیوجہ سے جشن و سکہ وغیرہ کے دیگر مراسم کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ اجمیر مین بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی تو ۲۴ رمضان ۱۰۶۹ھ کو تخت نشین ہوا اور اسکے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے بعد ہوتا رہا۔

اگر مورخ نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ مین بھی رحلت کا خیال ہوسکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال مین رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیون کے متعلق جو ماثر عالمگیری[1]

اور ماثر الامرا مین دلیرخان کی تعریف لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت بجنسہ ناظرین کی آگاہی کے لیے یہان تحریر کیجاتی ہے جس سے انکی وقعت کا اندازہ

---

[1] دلیرخان افغان بیماری شدید کشیده بجاوید سرا شتافت و در اکثر معارک بذات خود مصدر ترددات نمایان شده قوی ہیکل زور مند بود غریب قوت و اشتہا و ضبط بر الوس و یلوی بحال از ابتدا سے عمر تا انتہا داشت صفحہ ۲۳۔ ماثر عالمگیری۔ اسکا ترجمہ خان بہادر شمس العلماء نے اپنی تاریخ ہندوستان مین لکھا ہے اور غالباً یہی ماخذ ماثر الامرا کا ہے۔ بعد انتقال کے دلیرخان کے نام شاہی دفتر مین لفظ مغفور کی لکھی گئی اکثر امرا کے نام بغیر خطاب مغفرت کے لکھے گئے ہین دلیرخان کا تذکرہ بعد رحلت کے سنبھاجی کے بیان مین ماثر عالمگیری مین آیا ہے سنبھا مرتبہ ثانی از مردو دلیرخان مغفور براه غدر و احتیال گریخت ۱۲

ہو جاسے گا۔

دلیر خان مذکور قوی ہیکل و بسیار زورمند بود و حکایتہاے عجیب از قوت و اشتہاے او اشتہار دارد و بر الوس خود بسیار ضابط و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از ابتداے عمر تا انتہا اوج پیماے دولت و شوکت ماند ہیچگاہ سیلی زمانہ نخورد و ذلت و خواری نہ کشید

یعنے دلیر خان نہایت قوی ہیکل اور شہ زور تھے اونکی قوت اور اشتہا کی حکایتین عجیب و غریب عالم مین مشہور ہین وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منتظم اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری مقدر سے ہمیشہ زمانہ انکے موافق رہا اور ابتداے عمر سے انتہاے حیات تک انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی اور الغرض کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کہائی اور ذلت و رسوائی نہ اوٹھائی دلیر خان کی عمر پچاسی برس کی بیان کیجاتی ہے اور اورنگ آباد دکن مین انکا انتقال ہوا اور وہان سے انکا تابوت لاکر شاہ آباد مین جو اونکا مقبرہ نزدیک تالاب کے کنارہ واقع ہے دفن کیا گیا مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ مین ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھرونکے نقش و نگار کی مثال آگرہ کے تاج محل سے دیتا ہے۔ اونکی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے نظم کیا یہ ہے

قطعۂ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلودہ شد دنیا ز ماتم خان رفیع الشان
نظر کردم بتاریخش برآمد از سر مصرع

مکدر شد ہمہ عالم مخلل شد بسا دوران
دلیری از جہان بردہ شجاعت ملک ہندوستان

لفظ ہم جان بھی دلیر خان کی رحلت کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض انگریزی دان حضرات بجز سنہ عیسوی کے سنہ ہجری نہیں جانتے لہذا راقم نے وہ سنہ مسیحی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو حساب مین دقت نہو۔

قطعۂ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد

از خاکسار مظفر

اہل عالم مین جلیل القدر تھے خان جلال
زیب دنیا تھا انھین ہمشکسے دلیری کا خطاب
انکی فطرت مین دلیری کے تھے وہ جوہر عیان
قوت بازوے شاہ وقت رکن سلطنت
آبروے قوم افغان عزت و فخر وطن
قدردان شاہجہان تھا اور عالمگیر بھی
انکی شہ زوری کے قصے آجتک مشہور ہین

ہو گئے دار فنا سے راہی ملک بقا
انکی خلقت کو شجاعت کی تھی خالق نے عطا
آئے جس میدان جنگی مین تو وہ روشن ہوا
تھے بہادر اور تھیر اور سپر سپہ ہوا حیا
رشک رستم شیر دل لشکر کش و کشور کشا
دونون شاہونکے انھین دربار سے خلعت ملے
شوق سے سنتا ہے اسکو ہر چھوٹا بڑا

لشکر شاہی مین اونکا سا بہادر تھا کہان — غلبہ ہیبت سے تھرلتے تھے سب اہل وغا

رعب انکی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند پر — فتح و نصرت سامنے آئے جہان ڈنکا بجا

جب اٹھائی باگ گھوڑے کی تو پھر رکتے تھے — آگ و پانی سامنے ہو سخت ہو کوئی بلا

جب کیا دشمن نے حملہ فیل بنکر ہم گئے — خود بڑھے تلوار لیکر ہوگئے شیر وغا

صوبۂ بنگال و آسام و دکن ملک اودھ — دلو گڈھ چاندہ کو بیجا پور کو بھی سر کیا

تھے وہ ایسے با مروت فاتح میدان جنگ — فتح کرکے ملک کچھ مفتوح کو واپس دیا

معتمد تھے شاہ کے ایسے سفارش کی اگر — حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق آگیا

رد نہین ہوتی تھی جو کچھ بات کہتے تھے وہ — خیر خواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا

نام نامی تا قیامت انکا مٹنے کا نہین — بیسیون ہین یادگارین انکی باقی باصفا

پھر یہ ہوتی کسطرح تائید حق حاصل انہین — ظلم عاجز پر کبھی رکھتے نہ تھے ہرگز روا

وہ ولایت سے بہادر لوگ لائے قوم کے — اور بسائے شہر اونسے صرف کرکے روپیا

انکی نسلون مین ابتک کچھ شجاعت کے نشان — دے رہی ہے انکی رنگت باپ دادا کا پتا

مقبرے سنسان ہین اب قصر ہین بے چراغ — کہہ رہی ہے دیکھ لو انجام اپنا یہ ہوا

بر در و دیوار کہنہ نقش پا بستہ نگر — بیگمان ہم نقش باشد حیرت و عبرت فزا

ان سلاطین کے کارنامون سے سبق لیکر خلف — اپنی حالت کو سنبھالین ہوش مین آئین ذرا

بس مظفر ختم کر یہ نظم بیجا طول ہے — حال جو سچا تجھے معلوم تھا تو نے لکھا

مصرعہ تاریخ ہے یہ مخبر سال وفات

شیر میدان شجاعت نیک آنکھون سے چھپا

۸۲ ۶ ۱۶

نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمایش سے انکی زندگی مین لکھی تھی جسمین اونکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام تک پہونچایا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخین اسمین علیحدہ علیحدہ شامل کی تھین اور وہ کتاب شاہ آباد مین غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب تھی اور اونکو اپنے بزرگون سے پہونچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی خوبی اور مصنف کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ خانموصوف یا انکے فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اوسکے مصنف کو مدد دی ہوگی کیونکہ بغیر بتلائے ہوے انکے خاندان کی شاخین اسکو کیونکر معلوم ہوسکتین مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ضایع ہوگئی اور اوسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت مین جو نسب نامہ درج ہے عجب نہین کہ اسی کتاب سے لیا ہو یا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد مین تھے انھون نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہو اور وہ پشت نامہ یہ ہے

جلال خان عرف دلیر خان — ابن دریا خان — ابن ابراہیم خان

ابن علی سعید خان — ابن پاپو — ابن عمر — ابن احمد جنگی باقرزی

ابن باقر — ابن طامون داؤدجی — ابن داؤد — ابن قولت عرف حتل نبیرہ سڑبنی

ابن قیس عبدالرشید — بن عیص — بن سلول — بن تعیم — بن عتبس

بن مرہ — بن حلدہ — بن اسکندر — بن زمان — بن بہلول

بن ہشام — بن صلاح — بن قارود — بن عاسم — بن قیلول

بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن مہتال بن عنتیس
بن عمیم بن سموئیل بن ہارون بن نمرود بن ابی
بن طلل بن لوی بن عامیل بن تارخ بن ارمد
بن منذول بن سلیم بن افغنہ بن ارمیا بن ساؤل الملقب طالوت
بن قیس بن عتبہ بن عیص بن رویل بملک طالات
بن یہود بن مہتر یعقوب اسرائیل بن مہتر اسحاق بن مہتر ابراہیم خلیل اللہ
بن تارخ کہ اورا آذر میگویند بن ماحور بن سروج بن سارقع
بن مہتر ہود علیہ السلام بن عامر بن سالح بن ارفخد بن شام
بن نوح علیہ السلام بن ملک بن سلخ بن مہتر ادریس بن برد
بن مہلائیل بن انوش بن مہتر شیث علیہ السلام ٭ بن حضرت آدم علیہ السلام

اکثر نام اسمین مختلف زبانون کے ہین اسلیے انکی تصحیح کی ذمہ داری راقم نہین کرسکتا ہے اور نہ درمیانی سلسلہ کی وقفیت کا دعوی ہوسکتا ہے جو نام کتاب مذکور مین درج تھے بجنسہ نقل کردیے گئے واللہ اعلم بالصواب

اسکے بعد دلیرخان کی اولاد کا شجرہ حتی الامکان نہایت تحقیق سے مرتب کرکے لکھا ہے اسمین کوئی شک نہین کہ انکے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شاخ درمیان سے مجہول النسب ہوگئی اور بعض اتبک شریف النسب موجود ہے۔

جہانتک ممکن ہوا انکی اولاد کا حال تحریر مین لایا گیا البتہ بعض شاخ جو دیہات یا دوسرے شہرون مین منتقل ہوگئی ہے انکے نامون کی فراہمی مین زیادہ سرمغزنی نہین کی گئی۔

نواب دلیرخان کے عزیز واقارب

نواب دلیرخان کے چار بھائی تھے اور دو بہنین تھین تاریخ اخبار محبت مین ہے
کہ دریاخان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہین تو شیخ رکن الدین بازید خیل جو
منصبدار شاہی تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت مین نہایت اعتقاد رکھتے
تھے اونھون نے اپنی دختر دریاخان کے عقد مین دی تھی جنکے بطن سے باولاد
پیدا ہوئین مگر اس خاندان مین یہ روایت چلی آتی ہے کہ پہلی اُن بیوی سے جنکا
ذکر ابھی ہوچکا ہے نواب بہادرخان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوے تھے جب ان
بیوی کا انتقال ہوگیا تو دریاخان نے دوسرا عقد اپنے چچا کی بیٹی سے کیا جس سے
نواب دلیرخان اور اونکے بھائی یوسف خان پیدا ہوے۔
تاریخ مخزن اخبار سے دلیرخان کی والدہ کی زندگی دلیرخان کے انتقال کے بعد
تک پائی جاتی ہے۔

نواب دلیرخان کی بیوی اُنکے چچا عثمان خان کی بیٹی تھین شاہ آباد مین
اونکے یادگار مین بعض چیزین منسوب ہین مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے
اونکے نام سے منسوب کرکے آباد کیا تھا انکا باغ بھی اودہر نمو مین نصب کیا گیا
تھا جسکا تذکرہ شیخ محمود خان کی سند مین بیان ہوچکا ہے اور انکا انتقال دلیرخان کی
زندگی مین ثابت ہوتا ہے۔

عثمان خان دریاخان کے بھائی اور دلیرخان کے چچا تھے نہایت باوقار
ونتظم انسان تھے عرصہ تک یہ دکن مین ملکی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب

تھے شاہجہان کے عہدہ دارونمین تھے صوبہ خاندیس کے فوجدار بھی رہے ہین
انھون نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے مین نہایت کوشش کی تھی اور اچھے
اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ مین انکا منصب ہزاری ذات وہفتصد سوار
کا مرقوم ہے مگر ماثرالامرا مین ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ
بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ مین لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک
کی تنبیہ کی گئی ہے اوسوقت اونکی سہ صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے
اور صفحہ ۶۸ مین بتقریب جشن شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد مین
معزز و مشہور سردار تھے سنہ ۲ جلوس شاہجہانی مین انکا انتقال ہوا شاہجہان نے
اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا تھا۔[1]

نیکنام خان دلیر خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع نیکنام
پٹھان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھون نے شاہی مہمات مین خوب
خوب بہادریان کی ہین جنگ بندیلکھنڈ و بدخشان مین داد مردانگی کی دی ہے اور
بلخ و بدخشان مین نیکنام خان کے منصب مین شاہجہان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی
ہے انکا تذکرہ ضمنًا بہادر خان کے حالات مین درج ہے اخبار محبت مین انکا منصب
ہفتصدی ذات اور تین سو سوار کا مرقوم ہے۔

شیر خان دریا خان کے چچا تھے اسم بامسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات
و ہفتصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

---

[1] یازدہم شوال عثمان خان روہیلہ از اصل و اضافہ بمنصب ہزاری ذات و ہفتصد سوار مفتخر
مباہی گشتند بادشاہ نامہ صفحہ ۱۳۱ جلد دوم۔

مصری خان دلیر خان کے چچا تھے ہفتصدی ذات اور پانصد سوار کے افسر تھے۔

حیات خان عرف زبردست خان دلیر خان کے چچازاد بھائی اور حضور رس تھے اورنگ زیب نے انکو زبردست خانی کا خطاب دیا ہے عالمگیر کے ساتھ ہو کر انھوں نے داراشکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ نے انکو خطاب اور پانچہزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔

جنگ بنگالہ اور دکن مین بھی انھون نے نہایت بہادری کو دخل دیا ہے اپنے بھائی دلیر خان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر مہمات مین یہ شریک رہے ہین جابجا اسکے تذکرونمین اسکے حالات موجود ہین عالمگیر نے انکو والیار وہوشنگ آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت مین گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔

انکا منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جنمین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے شاہ آباد مین مولا گنج محلہ حیات خان اور شاہجہانپور مین حیات پورہ انکے نام سے منسوب ہے۔ انکا منصب وتذکرہ عالمگیر نامہ مین دیکھنا چاہیے

سکندر خان کا خطاب صلابت خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح نامور اور جری تھے شاہی مہمات میں انسے بہادریان بھی کثرت سے ظہور مین آئین ہین جسکا تذکرہ ضمناً عالمگیر نامہ وغیرہ مین مندرج ہے محاربہ داراشکوہ مین انکو بھی عالمگیر نے پانچہزار نقد خلعت مرحمت فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز کیا ہے۔

فتح خان کا منصب اخبار محبت مین ہزاری ذات و ہشتصد سوار کا تحریر ہے
یہ دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے مگر ماثر الامرا اور عالمگیر نامہ وغیرہ مین جو دلیر خان
کے چچازاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اوسمین فتح خان کے والد کا نام ذکریا خان
ہے اونکو عالمگیر نے داراشکوہ کی فتح مین فتح جنگ خان کا خطاب و علم و نقارہ
و منصب دو ہزاری و پانصد ذات اور دو ہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا تھا
او جنگ کچھوے کے سر کرنیکے بعد سہ ہزار و پانصدی ذات اور سہ ہزاری سوار
سے سرفراز کیا ہے اور اوسکے بعد بیس ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے
فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علحدہ راقم نے لکھا ہے۔
یہ بڑے منصبدار و تین تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان مین
کوئی دوسرے عزیز ہون یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب و خطاب
پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھ گئے ہون
واللہ اعلم۔

محمد خان یہ سب سے بڑے دلیر خان کے بھائیون مین تھے یہ اپنے باپ
دریا خان کے ہمراہ خانجہان لودی کے واقعہ مین کام آئے انکا منصب ہزاری
ذات و سات سو سوار کا تھا یہ لاولد ہو انکر جان بحق ہوے تھے۔

دیوان عنایت خان یہ دلیر خان کے دوسرے بھائی ہین انکا منصب
ہزار پانصدی ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبۂ بہادر گڑھ ضلع
مراد آباد مین قریب قصبۂ حسن پور کے جو انکا ننہال تھا آباد کیا تھا جب
نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے گئے ہین تو قصبہ بہادر گڈھ مین دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالباً دیوان عنایت خان کی بود و باش یہین رہی جنگ بلخ و بدخشان مین عنایت خانصاحب اپنے بھائی بہادر خانصاحب کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان مہم مین انھون نے خوب شجاعت کے جوہر دکھائے ہین جسکے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کے منصب مین اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ مین انکے حالات درج ہین بہادر خان کے تذکرہ مین ہمنے حالات بھی ضمناً درج کیے ہین۔

دیوان یوسف خان دلیر خان کے حقیقی متحد البطن چھوٹے بھائی تھے انکا منصب اخبار محبت مین پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھا ہے یہ اپنے وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت مین دلیر خان کے بعد انھین کا نمبر تھا انکے بارہ مین عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحہ (۱۰۴۴) مین باین الفاظ و عبارت انکی تعریف لکھتا ہے یوسف خان برادر دلیر خان کہ افغانان او را از یکہ جوانان دلاور و در مراتب سپاہگری ثانی اثنین مہین برادرش میشمردند از آب تیغ مجاہدان شہامت پرور شربت ہلاک چشید۔

یعنے یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوشرو اور شہزور تھے کہ تمام افغانان انکو یکتائے روزگار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہگری کے فن مین اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ معارکہ داراشکوہ و عالمگیری مین یہ داراشکوہ کیطرف شریک ہوکر جوانمرگ کام آئے ہین۔

اور تمام پٹھانونمین انکی قیامت ناک موت کا افسوس و صدمہ لاحق ہوا۔
تاریخ اخبار محبت سلہ کے صفحہ ۳۰ ھ مین مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیرخان
کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیرین اٹھیٹی وکھاگھٹ موبلیا مہرآباد مارہرہ اترولی چہرہ
پٹھرا اول و بہادرپور تھے ایکبار نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی جو نواب عزیز خان
سے ملنے آیا کرتے تھے اوراس خاندان سے انکا ربط و ضبط بہت تھا انھون نے
دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ مین بھی بود و باش رکھتا
اور شہر بسانا چاہتا ہون اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور مین عرض کرون
پردل خان نے جوابدیا کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو ہین چنانچہ نواب محمد خان
بنگش نے بادشاہ سے عرض کیا اور بارہ موضع انعام التمغا محمد خان کو بنا بر وطن کے
عطا ہوے نواب بنگش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد مین آباد کرکے فرخ آباد نام رکھا
جس زمانہ مین کہ دلیرخان کے خاندان کا عروج تھا نواب بنگش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے
شاہباز خان کا منصب پانصدی ذات و پانسو سوار کا تھا دیبالپور و کوہستان جمون
وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا متبنا اور بعض راوی بہادر خان
کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملنا بیان کرتے ہین ایک شہباز خان دلیرخان کے
چچازاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ مین کام آئے

سلہ دیوان یوسف خان برادر خورد دلیرخان جاگیر باستہ اٹھیٹی داشت نواب محمد خان بنگش فرخ آبادی از پسر دیوان مدوحہ التجا آورد کہ میخواہم کہ
در ظل حمایت آنجناب برائے بود و باش خود شہرے آباد سازم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم پردل خان در جواب
فرمود کہ ازین بہتر چہ خوب شما قوت بازوے من است ازین چہ بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرض کردہ دوازدہ موضع التمغا بنام
محمد خان مرحمت شدہ و او شہرے فرخ آباد در عہد فرخ سیر آباد ساخت اٹھیٹی وکھاگھٹ موبلیا مہرآباد و اترولی و چہرہ و پٹھرا اول و
بہادرپور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بود ۔ ۳۰ ھ ۔ اخبار محبت۔

پُردل خان کا منصب دو ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ فوجدار بھی تھین کسے رہے تھے اخبار محبت مین دیوان یوسف خان کے فرزند تحریر کیے جاتے ہین مگر مستند دیگر کاغذات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنے نواب دلیر خان کے پوتے ثابت ہوتے ہین عہد فرخ سیر مین انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات دو ہزار پانسو سوار کا تھا نامور افغان تھے اکثر فتح جنگ خان و زبردست خان وغیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ اسی بارہ مین عالمگیر نامہ کے صفحہ ۲۴۵ جنگ شجاع وقع بنگالہ مین یہ عبارت تحریر ہے

وجمعے از دلیران عرصۂ وغا و ثابت قدمان معرکہ ہیجا مثل فتح جنگ خان و لودیخان و زبردست خان و سکندر خان روہلہ وغیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود غرضکہ جانباز و پیشقدمی کرنیوالے بہادر وہین تھے۔

جمال خان لوہانی ہزار و پانصدی ذات آٹھ سو سوار کا منصب تھا اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے لشکر مین افسر تھے۔

چھبے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سوارون کا افسر تھا نواب بہادر خان و دلیر خان کے لشکر مین بہادر شخص تھا اور انھین کا پرورش یافتہ بھی تھا۔

روشن اسلام خان و بہادر خان لوہانی یہ ہر دو ہشتصدی ذات اور پانسو سوار ونکے سردار تھے۔

سنجر خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔

نور خان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔
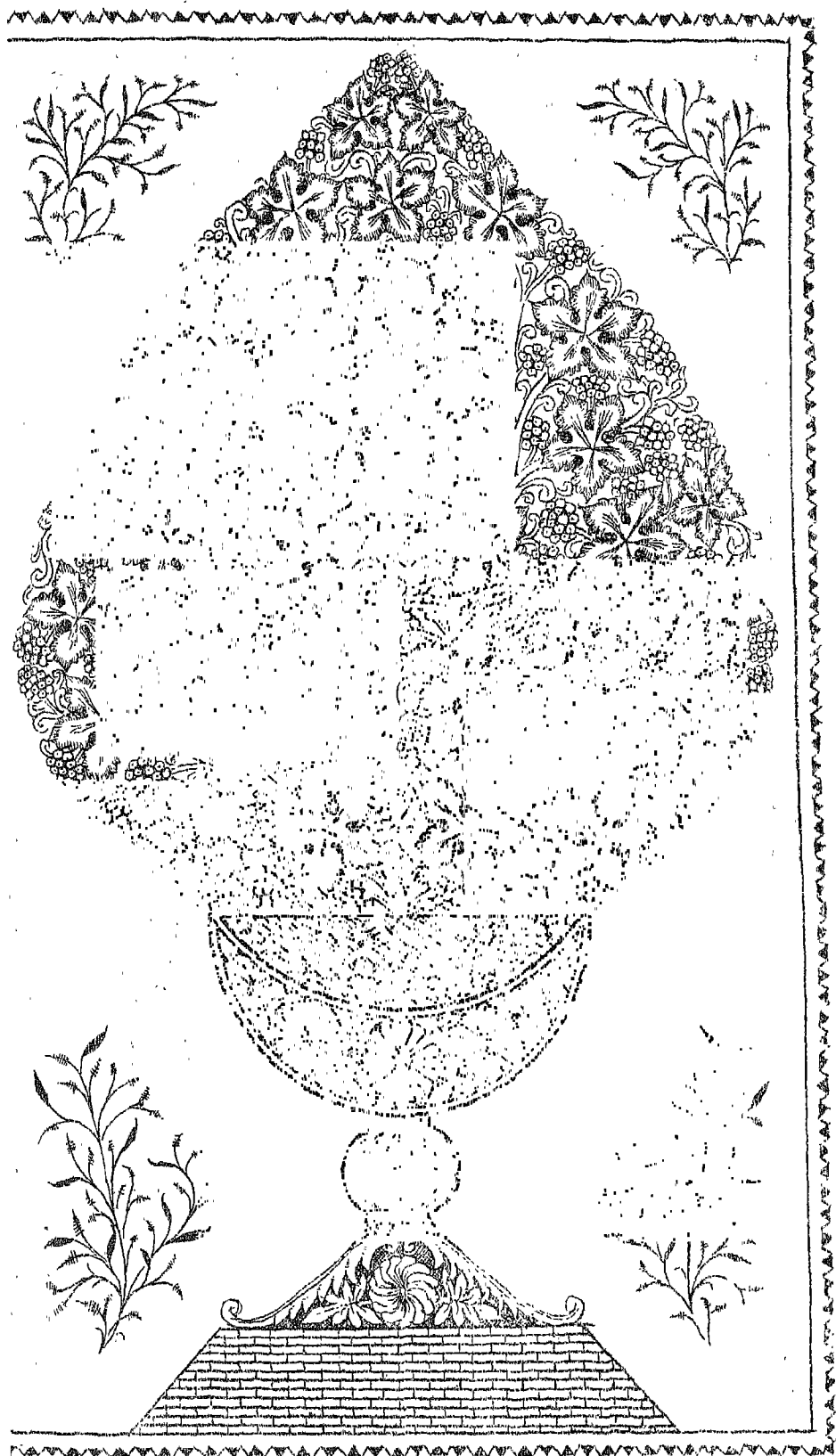
نواب کمال الدین خان

نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابی نام رستم خان تھا یہ نواب دلیر خان کے خلف اکبر اور اپنے پدر بزرگوار کے قایم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آباد کی تکمیل انھین کے ہاتھون ہوئی مہمات شاہی مین انھون نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے ایسے ایسے کار نمایان کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپکو اپنے نامور باپ کے زمانہ حیات مین منصب عطا ہو چکا تھا اور اسیوقت سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بارہا پیشگاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہی دربار مین تقرب و حضورسی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالنجر متعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات پرگنہ ہنڈون بیانہ کے جو متصل اکبر آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت انکو پیش آئی تو وہ فوراً بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا تھا تاریخ ماثر عالمگیری مین انکے ابتدائی[1] زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات سو سوار کا تحریر ہے اور جب سنہ ۱۰۸۵ھ مین دو صدی کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان کی ترقی ساتھ ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہنڈون بیانہ کی عظیم الشان مہم انھون

---

[1] کمال الدین خان لد دلیر خان و باقر خان ہر کدام باضافہ دو صدی ہزاری ذات ... سوار سرفرازی یافتند سال ہیجدہم جلوس سنہ ۱۰۸۵ھ صفحہ ۱۴۱ ماثر عالمگیری

[2] سال سی و ششم جلوس سنہ ۱۱۰۳ھ غرہ شہر ربیع الاول کمال الدین خان فوجدار ... استیصال سرکشان آن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنصب ... دو ہزاری ... سوار نامزد ...

فتح کی ہے تو پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔
بحصل آخر زمانہ تک یہ چار ہزاری منصب کو پہونچے پیشتر اکثر مقامات پر یہ فوجدار رہے
ہین اسکے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سربلند ہوے چنانچہ صوبہ اودھ کی
صوبہ داری پر مامور رہے تھے۔ تاریخ انہار البحر مین نواب احمد خان شاہجہانپوری انکے
متعلق لکھتے ہین کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت یکتاے
زمان بود گاہے چشم از اعدا نپوشید و ہر بلائیکہ آمد رو نمی تافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی
کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد طاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسنے
محصول طلب کیا اس زمانہ مین نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین
خان نے بارگاہ شاہی مین اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور ہوگئی صرف عدم
مزاحمت کا حکم صادر نہین ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے
معاف ہوے اور اسکا فرمان ۱۰۹۶ھ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا۔ اسکے بعد جب
سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش اور سائر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی
درخواست بھی انھون نے عالمگیر بادشاہ کے حضور مین گذرانی وہ بھی نہایت توجہ سے
سنی گئی اور اسکے بارہ مین بھی پروانہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر انکو نسلاً بعد نسل و بطناً بعد
بطن بدولت مرحمت فرمائی ہے اور کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ ابواب دخلی و خارجی سب
انکو معاف کیے گئے ہین کوئی اہلکار شاہی کبھی کسی امر مین انسے مواخذہ نہ کرے
عنوان خطاب انکے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کیجانب سے تحریر ہوا ہے
اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لائق المرحمت و الاحسان
کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال مین لائے گئے ہین۔

اور دوسرے پروانہ مین کمال الدین خان کو اورنگ زیب نے ان جلیل القدر فقرات سے عزت
بخشی ہی کہ جو بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہین ہوے مثلاً بیش منصب کا طلب
خانہ زاد پادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر ہین تاریخ انہار البحر مین ہی کہ ایک بار
شاہجہان پادشاہ ہاتھیون کی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہزادہ اورنگ
زیب پر حملہ آور ہوا کمال الدین خان بھی وہان کھڑے تھے انھون نے کمال دلاوری سے
بڑھکر ہاتھی کے ایسی تلوار ماری کہ سونڈ دو ٹکڑے ہو گئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

سنہ ۱۹ ج مین جب پادشاہ عالمگیر لاہور سے دار الخلافت دہلی کو معہ لشکر کے آیا ہے تو
کمال الدین خان کو خانی کا خطاب پادشاہ نے مرحمت فرمایا ہی جبتک پادشاہ
کے حضور سے خانی کا خطاب نہین ملتا تھا اسوقت تک کسی سرکاری کاغذ مین اسکے نام
کیساتھ لفظ خانی کی نہین لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام
بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا اسیطرح نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد
سردار خان کو بحالی جاگیر کا جو فرمان پادشاہ دہلی کیطرف سے عنایت ہوا ہی چونکہ وہ خطاب
یافتہ تھے اسلیے اسمین صرف محمد سردار لکھا ہوا ہی اگرچہ لفظ خان قبیلۂ افغان کا قومی لقب
ہی مگر پادشاہ کے یہان نسبت نام کیساتھ یہ قومی نسبت بھی نہین لکھی جاتی تھی عظمت اللہ خان
بافرزئی جو نواب دلیر خان کے افغانون مین بڑے شجاع اور جری شخص تھے اور جب انکو دلیر خان کی
سند کے موجب پادشاہی فرمان حاصل ہوا ہی اسمین بھی صرف عظمت اللہ لکھا ہوا ہے۔
اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے نہ دستیاب

ط۱ نوزدہم ذی الحجہ از لاہور رایات عالیات جانب دار الخلافت ارتفاع یافت کمال الدین خان ولد دلیر خان
خطاب خانی یافت صفحہ ۱۵۴ - ماثر عالمگیری

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہوگئے ہین مگر جو شاہی مہمات مآثر عالمگیری مین انکے نام سے درج ہین وہ مختصر طور پر ذیل مین تحریر کیے جاتے ہین

سنہ ۱۵ جلوس مین جب میوات کے سرکشون نے بغاوت اختیار کی اور انکی تعداد مور و ملخ سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچہزار باغیون نے قصبۂ نارنول کے نواح مین لوٹ مچائی اور وہانکے دیگر قصبات و پرگنات پر دست درازی شروع کی طاہر خان وہان کا فوجدار باغیون کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور مین آیا تو بادشاہ عالمگیر نے ان مفسدونکی سرکوبی کے لیے ۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۰۸۲ھ کو کمال الدین خان کو معہ لشکر جرار کے بھیجا اور باغیونکے بابتہ بادشاہ نے انکو حکم دیا تھا کہ انکے قتل و قید مین کوئی دقیقہ اٹھا رکھا جاوے اور موذیون کا نام و نشان اس سرزمین سے مٹا دیا جاسے جسوقت کمال الدین خان میوات مین

لہ مفسدان سرزمین میوات ناگہانی چون دیوچہ از زمین جوشیدند و مانند ملخ از آسمان ریختند القصہ فتنۂ باغیہ قریب پنجہزار کس در نواح نارنول رفت عصیان مشتی بہن کردہ قدم جرات و جسارت پیش گذاشتہ و دست نہب و غارت بر قصبات و پرگنات دراز کردند طاہر خان فوجدار تاب مقاومت و مجادلت در خود ندیدہ بحضور آمد عزم جزم بادشاہ عدو بند کافر کش برائے استیصال کفار فجار مصمم شد بست و ششم ذیقعدہ کمال الدین خان ولد دلیر خان با جمعیت سرکار ایشان بقتل و اسیر بیدینان شرارت نشان فرمان پذیر گردیدند ہرگاہ فوج منصور بدان مرز رسید حربے صعب و رزمے شدید رو داد اکثرے از بہادران چہرۂ سعادت بگلگونہ شہادت رنگین و بسیارے مجروح شدند و باصطلاح اہل ہند جہا بہارت کہ عبارت از کشتہ شدن اقبال در رزمگاہ باشد درین معرکہ بروئے کار آمد عاقبۃ الامر باطل ستیزان رو بگریز آوردند نصرت مندان بتعاقب گریختہا پرداختہ فراوان ابر خاک ہلاک انداختند فتح و ظفر سیما من اقبال خدیو دین پرور نصیب اولیاے دولت شد غازیان نصرت شعار ہمعنان فیروزی زمین بوس شدند و بشنیدن تحسین و آفرین از زبان دربار سر افتخار بفلک وا رسانیدند جمیع خرد و بزرگ تلاش و رزان المضاف ستر گب باضافہ ہاے نمایان و خلاع امتیاز یافتند۔ انتخاب از مآثر عالمگیری صفحہ ۱۱۲۔

پہونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات و میگزین وغیرہ کی کمی تھی مگر انھون نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہابھارت جو ایک ہندوستان مین عظیم الشان لڑائی ہوئی تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور مین آئی بہت سے بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آے اور بہت سے زخمی ہوے آخر کار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھاگے اور شاہی لشکر نے انکا تعاقب کیا بہت سے بھاگنے مین قتل ہوے اور بہت سے قید کیے گئے غرضکہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شریرون سے پاک ہوئی اسوقت اسکے ساتھ رعد انداز خان و رومی خان و رتوپخانہ اور شاہزادہ محمد اکبر والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح حاصل ہو گئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوے تو خود بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز فرمایا اور اسکے ہمراہی بہادرون کو بھی عنایت شاہانہ سے سربلند کیا۔ یہ زمانہ دلیر خان کی زندگی کا تھا۔

سنہ ۲۲ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۹۰ھ مین مہاراجہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد جو جھگڑا پیش آیا ہے اس معرکہ مین بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت شجاعت کو دخل دیا ہے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مہاراجہ جسونت سنگھ والی جودھپور جو اکثر صوبجات مین صوبہ دار رہے اور اکثر لڑائیون مین بادشاہ کیطرف سے شریک ہوے جب وہ کابل مین کمکی صوبہ دار تھے اور وہان فوت ہو گئے تو

کوئی اسکا لڑکا نہ تھا انکے نوکرون مین رگھناتھ داس وغیرہ بڑے معتمد تھے انھون نے
بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جسمین راجہ کے مرنے اور انکی رانیون کے حاملہ ہونیکا
حال درج تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونون رانیون سے دو لڑکے لاہور مین اکر
پیدا ہوے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازمون نے بادشاہ کی خدمت مین پہونچائی
بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونون لڑکون کو ہمارے روبرو لاؤ جب وہ سن تمیز کو پہونچینگے
اپنے باپ کے راج و منصب سے سرفراز ہونگے اسکے بعد راجہ کے متعلقین و ملازم
دہلی آئے اور ان لڑکون کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک و منصب کو لیکر اپنے
قبضہ مین کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ مین راجہ کا ایک لڑکا مر گیا[1]
بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجپوتونکا جودھپور آکر فساد برپا کرنے کا
ارادہ ہے تو ۱۲ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ راجہ کی دونون
رانیان جو روپ سنگھ راٹھور کی حویلی مین ٹھہری ہین یہ نورگڈھ مین جاکر ٹھہرین وہان
فولاد خان کوتوال اور سید حامد خان جاکر چوکی پہرہ بٹھاوین اور کمال الدین خان

---

[1] چون بسامع جاہ و جلال رسید کہ این طائفہ بدسگال ارادہ فاسد دارند شانزدہم جمادی الآخر یرلیغ گیتی نفاذ
یافت کہ ہر دو زوجہ مہاراجہ را کہ در حویلی روپ سنگہ راٹھور می باشند با پسر آوردہ در نورگڈھ دارند فولاد خان
کوتوال و سید حامد خان با بندہاے چوکی خاص و کمال الدین خان پسر دلیر خان و حمید خان پسر داؤد خان
و خواجہ میر کہ صلابت خان خطاب یافت با ملازمان رسالہ بادشاہزادہ محمد سلطان مرحوم این فرق ضلال
را ازین عزم وبال بازداشتہ واگر از راہ خذلان پرستی بجنگ پیش آیند تنبیہ و گوشمال نمودہ بکفر
کفران نعمت رسانند تعین شدہا بموجب فرمان کار پابند گشتہ بلوازم اندرز و نصیحت پرداختہ کفار
نگونسار چشم از بہبود کار خود پوشیدہ در تیر و پیکار کوشیدہ جمع کثیر سر در جیب عدم کشیدہ و جمعی از
بندہاے بادشاہی بکار آمدند۔ ۱۷۷۔ انتخاب ماثر عالمگیری

معہ چند سردارون کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیجا کر ان راجپوتون کو
اس فساد سے باز رکھین اور اگر وہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کریں تو اچھی
طرح انکی گوشمالی کیجاے چنانچہ حسب الحکم کوتوال مذکور نے وہان جاکر پہرہ بٹھادیا اور
نواب کمال الدین خان معہ اپنی جماعت کے راجپوتون کے پاس گئے اور انکو بہت
نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس ارادہ اور جہالت سے باز نہ آے اور لڑائی پر
آمادہ ہوے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مارے گئے اور بادشاہی
لوگ بھی کام آے جب راجپوتون نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا
تو انھون نے دونون رانیون کو جو مردانہ لباس پہنے تھین قتل کر کے لڑکے کو ایک
شیر فروش کے گھر مین چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت
حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہونچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیان کہ
راجہ کی قید ہو کر آئی تھین اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھون نے پہچانکر
بتلا دیا کہ یہ لڑکا واقعی راجہ جسونت سنگھ کا ہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیون کے ساتھ
پرورش کے لیے شاہزادی زیب النسا بیگم[1] کے سپرد ہوا اور اوسکا نام

[1] یہ شہزادی سلاطین مغلیہ مین باعتبار علم وقابلیت وشاعری کے فخر خاندان ہوئی ہے زیب النسا بیگم
۱۰ شوال سنہ ۱۰۴۸ھ کو دلرس بانو بیگم جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی اسکے بطن سے پیدا ہوئی شاہی
دستور کے موافق تربیت وتعلیم ہوئی حافظہ وذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن مین قرآن مجید
ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کر لیا جسکے صلہ مین عالمگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النسا کو تیس ہزار
اشرفیان مرحمت فرمائین ملاجیون نے بسم اللہ کرائی تھی چار برس کے عرصہ مین اسنے علم
عربی مین پوری دستگاہ حاصل کر لی ریاضی ہیئت سے بالطبع میلان تھا وہ بھی بہت جلد حاصل کی
غرضکہ عربی وفارسی علوم مین بہرہ تمام رکھتی تھی شاعری سے طبعی مناسبت تھی مخفی تخلص کرتی تھی اقسام
خطوط جسمین نستعلیق نسخ شکستہ شامل تھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدردانی سے ارباب علم

محمدی رائج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگون کے پاس تھا وہ چھینکر بیت المال کے

بقیہ صفحہ ماقبل و فضل و کمال اطراف سے آکر جمع ہو گئے تھے علما شعرا منشی خوشنویس اسکی سرکار مین وظیفہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب و رسائل بہت سے تصنیف ہوے چنانچہ زیب التفاسیر ملا صفی الدین کشمیری اردبیلی نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کر کے تصنیف کی ہے اسے کتب جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید اشرف نے پیشینگوئی کی تھی کہ یہ شاہزادی شاعرہ ہوگی اسکا یہ شعر مشہور ہے ؎ اگر دشمن دو تا گردد بتعظیمش مشو غافل + کمان چندانکہ خم گردد خدنگش کارگر آید + وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی ؎ دیوانہ خموش بعاقل برابرست + دریا کے آرمیدہ بساحل برابرست + ایکروز زیب النسا چمن مین ٹہل رہی تھی دیوان حافظ بغل مین تھا ایک بلبل شاخ پر چہچہاتی تھی اوسنے یہ فورا برجستہ کہا ؎ اے عندلیب نادان دم در کش کہ گلستان [illegible] نازک مزاج شاہان تاب سخن ندارند + ایک اسکی خواص امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار و قابلہ تھی ایک روز شاہزادی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا ؎ اے امانی گل شدہ گریبان چاک میخندد + امانی بیگم بولی ؎ بر بقاے خود و بر غفلت ما میخندد + ایکبار ایک آئینہ فغفور چین نے شاہجہان کو بھیجا تھا جو عالمگیر سے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا اسنے رو کر کہا ؎ از قضا آئینہ چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملال نہ کیا بلکہ ہنسکر کہا ؎ خوب شد اسباب خود بینی شکست + ایکبار طرح ہوئی ؎ در ابلق کسے کم دیدہ موجود + اسنے مصرعہ لگایا ؎ مگر اشک بتان سرمہ آلود + اسکا یہ بھی قطعہ مشہور ہے ؎ بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد + کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدارے نشد صد بہار آخر شد و گلہا بفرقے جا گرفت + غنچہ باغ دل ما زیب دستارے نشد + اسکا یہ شعر اسکے دیوان مخفی مین اسکی حالت پر شاہد ہے ؎ دختر شاہم ولیکن رو بفقر آوردہ ام + زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النساست + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے نام تھی جو علمی شوق کے پورا کرنے مین وہ خرچ کرتی تھی لاہور مین ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال بیدماغی اور عار ہمسری سے ازدواج کرنا پسند نہین کیا ایک گوسفند کو درد زہ کی حالت مین دیکھکر بولی ؎ اے صدف تشنہ بمیر و سوے نیسان منگر + ہر یک قطرہ آبے کہ شکم بشگافد

کوٹھے مین داخل کیا گیا دونون رانیون اور تیس راجپوت سردارونکی لاشین شمار مین آئین جونامی راجپوت بھاگ کر ۲ جمادی الثانی کو جودھپور پہونچے وہان انھون نے دو لڑکے جعلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگہ رکھا اور فساد برپا کیا۔ طاہر خان جو جودھپور کا فوجدار تھا وہ وہان نہ ٹھہر سکا اس جرم مین وہ عہدہ اور خطاب سے معزول کیا گیا اور سربلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جودھپور کے

بقیہ صفحۂ ماقبل ایکبار اجمیر شریف و اورنگ آباد دکن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امورات سلطنت مین اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال مین خلعت ماتمی اسکے ہاتھ بھیجا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت مین اسکے نوشتہ اسکے نام پلے گئے اسلیے جاگیر اسکی ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گڈھ مین مکان سکونت کو دیا گیا۔

سنہ ۱۱۱۳ھ بمقام دہلی اسنے باپ کی زندگی مین قضا کی اورنگ زیب دکن مین تھا وقایع نویس کے ذریعہ سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ سنہ ۴۶ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ عطاء اللہ حافظ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری متروکہ جہان آرا مین مدفون ہوئی کابلی دروازہ کے پاس مزار بنا مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ھذا مرقد بنت اکبر لعبد المذنب العاصی وھی المتحوف برحمۃ الرحیم الکریم الحافظ زیب النسا بیگم المرجو من عباد اللہ الصالحین یدعوا لہا بالغفران الرضوان تاریخ فوتہا القولہ وادخلی جنتی اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بنا ؎ اغنیا ساز ند گنبد از طلا و نقرہ ٭ بر سر گور غریبان گنبد گردون بس است ٭ نظم کے علاوہ نثر بھی خوب لکھتی تھی یہ رقعہ اپنے پیر و مرشد کے نام لکھا ہے نقطہ پرکار تدویر وجود ہفتم خط محیط صفحہ فلک ہشتم حضرت پیر من ظلکم۔

مردان خدا در رسیدہ زیب النسا فرمانے کہ دار و پا یلنے نہ دار و اگر از تجرید خود دم نغزید نہ تم روا ست منکہ بصورت گرفتار نہ بمعنی خبردار یا لب و مسا زنے ہمچو گفتیہا گفتمے ؎ آنکہ روانہ ہمزبانی شد جدا۔ بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا۔

حررہ زیب النساء

انتظام کے لیے بھیجا گیا راجسنگہ جو راجہ متوفی کا ملازم تھا اسنے بیشمار فوج فراہم کرکے تہور خان فوجدار اجمیر سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی طرفین سے اس کثرت سے آدمی مارے گئے کہ کشتوں کے انبار لگ گئے آخر راجسنگہ مارا گیا اور تہور خان فتحمند ہوا اس عرصہ مین رانا والی اودیپور نے بھی سرکشی کرکے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوا اور شاہزادہ محمد معظم دکن سے بلایا گیا اور شاہزادہ محمد اعظم بنگالہ سے بعجلت طلب کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑا لشکر دیکر رانا کی گوشمالی کے لیے بھیجا گیا والی اودیپور نے اودیپور کو ویران کیا اور راجہ جسونت سنگہ کے آدمیونکو لیکر دشوار گذار پہاڑ و نمین چلا گیا شاہی لشکر نے رانا کا ناطقہ بند کیا جب راجپوت مقابلہ سے عاجز ہوے تو انھون نے شاہزادہ محمد معظم کو ملانا چاہا کہ اسکے ذریعہ سے معافی مانگین یا بغاوت پر اسکو آمادہ کرکے اپنا رفیق بنائین مگر شہزادہ موصوف نے انکی بات پر کان نہین لگایا اور نواب بائی آنکی والدہ نے بھی اسکو نصیحت کی کہ راجپوتونکی معاونت نہ کرنا جب وہ پہلے سے مایوس ہوے تو شاہزادہ محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور خزانہ بیشمار موجود ہے آپ ہمارے بادشاہ ہین شاہزادہ ناتجربہ کار ایسے راجپوتونکے دام مین آگیا اور باپ سے بغاوت اختیار کی اس زمانہ مین کل شاہی فوج راجپوتونکے استیصال کو چلی گئی تھی اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسدخان اور تخمیناً دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر او رچند خواجہ سرا تھے بلکہ بعض روایت مین سات آٹھ سو سوار تحریر ہین لشکر مین ایک تزلزل پڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر مین

کسی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر ستر ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کو آتا ہے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار لیکر باپ کے پاس آیا مگر باپ بیٹون کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سوارون کا مقابلہ نہین کر سکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بڑا برا تھا مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی اسی کمزور حالت مین کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ کے پاس مدد کو آ گئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی بادشاہ نے امرا کو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ توڑ لیا اور شاہزادہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس لڑائی مین رانا اور دہپور کا زیادہ نقصان ہوا چنانچہ اسکی بربادی کی تاریخ کسی نے یہ نکالی ہے کہ رانا راندہ شد از ملک و مسکن۔ آخر کار رانا نے مجبور ہو کر شاہزادہ کے ذریعہ سے معافی چاہی اور دلیر خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جسکا تذکرہ ہم دلیر خان کے تذکرہ مین کچھ تحریر کر آئے ہین اسکے بعد سنہ ۲۳ جلوس مین اورنگ زیب نے اجمیر سے برہانپور کیطرف کوچ کیا اور ایک منزل بڑھ کر شاہزادہ محمد عظیم کو خلعت بخش بہا دیکر موضع دیورائی سے اجمیر کو رخصت کیا اور عمدۃ الملک اسد خان کو خلعت عنایت کر کے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے انکی کارنمائی اور وفاداری کے صلہ مین خلعت و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے

سلہ کمال الدین خان و دیگران آمدہ باردوے معلے پیوستند صفحہ ۱۰۴ سنہ ۲۳ جلوس ماثر عالمگیری۔

سلہ کمال الدین خان پسر دلیر خان و اعتقاد خان پسر اسد خان را بخطاب و پسر شہ دہندار پسر نامدار خان مرحمت خان شد و دیگران خلاع جواہر و اسپ و فیل بہ تعیناتی این فوج کم امتثال بستند ۱۴۲ ماثر عالمگیری

عنایت کرکے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ مین شاہزادی جہان آرا جو حسن صورت و سیرت مین یکتائے روزگار تھی انتقال کر گئی عالمگیر نے یہ خبر سنکر نہایت رنج کیا اور تین روز تک نوبت بجنے کی ممانعت کی اور نواب عصمت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

۱؎ حالات جہان آرا بنت شاہجہان بادشاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و عاقلہ تھی کہ بعض اوصاف مین اپنی مان ممتاز محل اور پھوپھی نورجہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیان کہ عورات مین ہوتی ہین اس بیگم مین وہ کل موجود تھین ۲۱ صفر سنہ ۱۰۲۳ ہجری کو ارجمند بانو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہجہان کو اپنی اولاد مین سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی پتلی ہونے سے امورات سلطنت مین دخیل تھی ساٹھ لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہو گئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہجہان گھر مین آیا تو اس لاڈلی شہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز مین پچیس لاکھ روپیہ کا زر و جواہر اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی مان سنہ ۱۰۴۰ ہجری مین انتقال کر گئی اور ایک کرور سے زیادہ زر و جواہر چھوڑا اسمین سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادون کو بوجہ مزاجدانی اور کمال سلیقہ کے کل امورات محلسرا کے اسکو سپرد تھے مہر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی ستی خانم النسا کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی جسمین تیس لاکھ روپے صرف ہوئے اسکے زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہجہان نے ایام شاہزادگی مین نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی مان کے انتقال کے بعد اسکو دیا دوسرا اسکا باغ صفاپور مین و تیسرا انبالہ مین تھا صاحب آباد عرف اچھول اسکی جاگیر مین تھی ایک سرا بھی اسپنے نام کی تعمیر کرائی تھی نذر محمد خان والی توران کے اہل و عیال کی خاطرداری بھی اسنے نہایت کی تھی اجمیر شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب ملا اکبرآبادی نے ایک مثنوی اسکی مدح مین والدہ عنایت خان آشنا کے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعر ع بذات او صفات کردگار است * کہ خود پنہان و فیضش آشکار است * پڑھا تو نہایت محظوظ ہوئی اور پانچسو روپیہ صلہ مین مرحمت فرمایا اور جب اسکے

اسکے بعد سنہ ۲۷ جلوس مطابق سنہ ۹۴ ہجری ماہ شوال مین بادشاہ نے شاہزادہ

بقیہ صفحہ ماقبل جشن شفا مین قدسی نے قصیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت کے عطا ہوے بادشاہنامہ
مین اسکے جل جانیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے اسکی شان و عظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر
شاہجہان بادشاہ کو صدمہ ہوا اور علاج مین کسقدر اہتمام کیا گیا ہے ۲۷ محرم سنہ ۱۰۵۴ ہجری کو اپنے
باپ شاہجہان کے پاس سے اوٹھکر خوابگاہ کو جا رہی تھی کہ ناگاہ شمع سے دامن مین اگ لگ گئی
چونکہ لباس ریشمی و عطر جہانگیری وغیرہ سے معطر تھا تمام لباس مین شعلہ بھڑک اوٹھا چار خواصین آگ
بجھاتی تھین مگر آگ نہین بجھتی تھی دونون ہاتھ اور دونون پہلو اور پسلیان جل گئین چونکہ خوبی لیاقت
سے تمام محلسرا کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلیے شاہجہان و فور غم سے
ایک دن دولتخانہ مین باہر آکر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن تیمارداری مین مصروف رہا عبادت
گذار شب بیدار وسنے دعائین کرائی گئین سید جلال صدر الصدور کے کہنے سے جو معافیون کی تحقیقات
کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہوگئین۔ حاذق اطبا اور جراح اطراف عالم سے بلائے گئے
بادشاہ خود سجادہ عبادت پر بیٹھکر شافی برحق سے دعا مانگتا لاکھون روپیہ خیرات کیا گیا دو خواصین
جلکر مرگئین۔ محمد داؤد خان و حکیم مومنا و حکیم مسیح الزمان کے علاج و عارف جراح کے
مرہم سے چار ماہ مین روبصحت ہوئی تھی مگر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو
پھر مرض نے عود کیا اور آخر مین ہیمون درویش کے معالجہ سے غسل صحت ہوا شاہزادی پر سے
جواہرات نثار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوے جاگیر مین بندر سورت سات لاکھ سالانہ
آمدنی کا اضافہ ہوا اس جشن مین بیس لاکھ انعامات مین اور دو لاکھ سے زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ
مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بھیجے گئے شاہجہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبرآباد مین خود
جاکر اوسکا ماتمی لباس اتروایا اور جملہ ارکان دولت و امرا کو حاضری و نذر گذراننے کا حکم دیا اور
حاضر ہوے اور آداب بجا لاے عمر یاد الہی مین بسر کی بعد انتقال شاہجہان ۱۶ برس کے بعد ۶۹ برس کی
عمر مین سنہ ۹۲ ہجری کو جہان آرا نے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکہ مین تین کرور کا سامان چھوڑا
سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الہی کے روضۂ اقدس کے صحن مین جین حیات جو اوسنے

محمد اعظم کو خلعت دیکر بیجاپور کی مہم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موصوف کے ہمرکاب کیا اور انپر بادشاہ نے نہایت شاہانہ عنایتیں فرمائیں۔

انھیں ایام مین انکے والد نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوے محاصرہ بیجاپور مین کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادریان کی ہین جب شرزہ بیجاپوری ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد اعظم کے لشکر کیطرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوے آخرکار وہ منھ پھیر کر بھاگا کمال الدین خان نے کمال شجاعت سے وہ دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کردیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے مقبرہ سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنوایا تھا اسمین مدفون ہوئی جسپر عبارت یہ کندہ ہے جو راقم کی چشم دید ہے ہوالحی القیوم ٭ بغیر سبزہ نپوشد کسے مزار مرا ٭ کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است ٭ الفقیرۃ الفانیہ جہان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہ سنہ ۱۰۹۲ھ اسکی تصنیفات سے کتاب مونس الارواح سوانحعمری خواجہ اجمیری ہے جو اسنے عاقل خان خوشنویس شاہجہان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے۔ عبارت بطور نمونہ کے جو اسنے اورنگ زیب کو خط مین لکھی تھی درج کیجاتی ہے۔ مناسب آن است کہ آن برادر نامدار از اوضاع و اطوار روید و افعال شنیعہ کہ نتیجہ سوے خاتمت و مثمر وخامت عاقبت ست اجتناب لازم شمردہ در استرضاے خاطر قدسی مناظر شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا ممکن و مقدور سعی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت دارین فراگرفتہ از راقم دم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محترز باشد و احکام مرشد و ولی نعمت و والی سلطنت ابجان و دل امتثال نماید کہ فی الحقیقت بمقتضاے اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی است قدم در راہ خلاف خلیفہ الہی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن است۔

سلسلہ کمال الدین خان دیگر متعینہ رکاب با شاہزادہ باصناف عنایات مفتخر گشتند ۲۳۶ ماثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوے کہ زندگی کی امید باقی نرہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثر عالمگیری صفحہ ۲۶۶ مین یہ عبارت لکھتا ہے کمال الدین خان پسر دلیر خان و فتح جنگ خان میانہ گلگونۂ زخم راپیرایہ چہرہ جلادت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی فتحمحمد خان شہید ہوے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثرت سے زخم آئے تھے کہ بدن مین جنبش کرنے کی قدرت نہین باقی رہی تھی چالیس زخمونکے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

سنہ ۳ جلوس مین کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوے اور یہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اسوقت عالمگیر نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصاے سرا کی مرحمت کیا

آخر کار ماہ ذیقعدہ سنہ ۹۷ ہجری مطابق سنہ ۳ جلوس کو قلعہ بیجاپور فتح ہو گیا سکندر شاہ عادل خود اورنگزیب کیحضرت مین حاضر ہوا۔ سد سکندر گرفت تاریخ فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیر نے نہایت خوش ہوکر کمال الدین خان کو خلعت

سلہ زخمہاے کمال الدین خان پسر دلیر خان بہ شد ملازمت نمود بموہبت خلعت و شمشیر و عصاے سرا کی التیام زخم آرزو بیش التیام پذیرفت سال سیم ج سنہ ۹۷ھ صفحہ ۲۷۰ ماثر عالمگیری

سلہ متعینہ فوج فیروزی اوج کمال الدین خان وغیرہ و دیگر بیش منصب و کم منصب بانعام خلاع و جواہر و آلات و فیل و اضافہ و خطابات بذل اصناف اعطاف سر بچرخ دوار بر آوردند ۲۸۴ ماثر عالمگیری۔

و خطاب و جواہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شاہانہ عنایتوں سے سربلند کیا اور دیگر امرا بھی جو اس مہم و اس فتح مین متعین تھے سبکو انعام و اکرام سے مالامال کیا اسی مہم کے بعد ابوالحسن تاناشاہ کی معزولی کی گئی اور قلعہ گولکنڈہ فتح ہوا اور میر عبدالکریم نے تاریخ ع فتح قلعہ گولکنڈہ مبارکباد نکالی اور مورد تحسین ہوا یہ زمانہ ۳۱ سنہ جلوس مطابق ۱۰۹۸ سنہ ہجری کا تھا دکن کی ان مہمات مین کمال الدین خان نے خوب خوب کارگذاریان کی ہین۔ مگر افسوس کہ ماثر عالمگیری کے بجز چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری مفصل تاریخ نہ ملی جو شرح و بسط سے کارنامے تحریر کیے جاتے۔

تاریخ مخزن اخبار کے صفحہ ۱۳۱ مین ہے کہ جب فرقہ ست نامی جو بیراگی فقیرون سے تھا اور اسنے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر کے بادشاہی ملازمون سے مقابلہ کیا ہی تو اورنگ زیب نے کمال الدین خان کو انکی گوشمالی کیلیے بھیجا اور انھون نے وہان پہونچکر انکی تنبیہ و گوشمالی کر کے ان باغیون پر فتح حاصل کی اس مہم مین انکے لشکر مین منجملہ دیگر پٹھانون کے سرمست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد مین اس مہم کے متعلق ہندی زبان مین کبت بنایا گیا تھا جو کتاب مذکور مین مندرج ہے اور اسکی نقل یہانپر درج کیجاتی ہے ع اورنگ زیب پرتاب بلے جن کوپ کمال دین بول ہکارو مار پڑی ست نامن کو تھان ہمت کو سبھی ہارو۔ تھان بھٹا نو بلے سرمست خان صاحب گرو کر گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امراو سبھی جہان پانو کٹو تھان پانو نہ ٹارو۔

سنہ ۳۵ جلوس مطابق سنہ ہجری مین جب جاٹون نے سر اوٹھایا اور ہنڈون بیانہ
مین جو اکبر آباد کے متصل ہے وہان آکر لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے شہزادہ
بیدار بخت کو معہ لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہان جاکر قلعہ سنسنی کو جوان
سرکشون کا مسکن تھا برباد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگہ کو اپنی جگہ
پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ مین اس گروہ کو قتل و قید کرکے انکی گڈھیان چھین لے
اور انپر اپنا قبضہ کر لو تا کہ ان موذیون سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سرزمین پاک
ہوجاوے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو۔ چنانچہ راجہ مذکور اسکام مین مصروف ہوا
اور جو کچھ اوسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہونچائی گئی تو پچانہ حسب
التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلع و قمع کرنے کے لیے بہت کوشش
کی بلکہ جاٹون کا قلعہ سوکر چھین لیا مگر جیسا کہ انصرام اس مہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ
سے ظہور مین نہ آسکا یہ جماعت بڑی اور نہایت شوریدہ پشت تھی اسلیے اک سخت
زبردست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو بڑا شجاع ہو اور اوسمین سرداری کے
جملہ صفات موجود ہون مطلوب تھا جب راجہ بشن سنگہ[1] نہ غالب آسکے تو وہ گروہ
اور بھی بیباک ہوا اور دست درازی شروع کی پرگنہ ہنڈون بیانہ روپباس اور

---

[1] بشن سنگہ کا منصب ہزاری چارسو سوار کا تھا انکے باپ مر گئے بعد ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۰ مطابق سنہ جلوس کو
انکو خطاب راجگی کا دیا گیا اور دیگر عنایتین شاہانہ بھی کیگئین کچھ دنون یہ راٹھوروں کی گوشمالی پر بھی رہے ہین اور ایک
مدت تک اسلام آباد عرف متھرا کے فوجدار رہے اسکے بعد انکا انتقال ہوگیا انکا بیٹا جیسنگہ تھا جسکو خطاب راجہ
جیسنگہ کا دیا گیا تھا اور اسکا منصب ہزاری دو پانسو سوار کا تھا بشن سنگہ کے باپ کا نام کشن سنگہ تھا جو رام سنگہ
کے بیٹے تھے رام سنگہ راجہ جیسنگہ جے پوری کے فرزند تھے کشن سنگہ نے اپنے باپ کے عہد مین اچھا منصب پایا
تھا اور کابل مین تعینات رہے تھے یہ اپنے بھائی کی خانہ جنگی مین زخمی ہوکر ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۹۳ مطابق سنہ ۲۵ جلوس
مین کام آئے۔ یہ خاندان مہاراجہ مانسنگہ نورتن دربار اکبری کا ہے

وغیرہ خوب لوٹے وہانکے عامل وجاگیر دار کوئی مقابلہ کی تاب نہ لاسکے اور دارالخلافت
آگرہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے لیے
کمال الدین خان کو انتخاب کیا اور انکے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا
کہ تم شجاعت شعار بیش منصب کار طلب خانہ زاد بادشاہی ہو تمکو ہنڈون بیانہ اور اسکے
محالات کی جاگیر عنایت کیجاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان مین درج ہے اور تم فوجدار
وہانکے کیے جاتے ہو لہذا نہایت جلد وہان جاکر مفسدونکی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ
عدول حکمی کرے پھر کوئی دقیقہ انکی بربادی کا اوٹھا نرکھنا تاکہ وہ ملک ادن
شرکشون سے بالکل صاف ہوجاوے اور عامل وکماشتے مطمئن ہوکر وہانکے محالات
مین قیام رکھین اور رعایا کی دلجمعی اور مالگزاری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر
خواہ ہوتا رہے تمکو وہان جاکر اپنی کارگذاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے
بوجہ عجلت کے یہ فرمان گرزبردار کے ہاتھ روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب الحکم
کمال الدین خان ہنڈون بیانہ تشریف لیگئے اور اپنی ذاتی لیاقت وشجاعت سے اس
گروہ باغی کا قلع وقمع کرڈالا اور باغیون کے استیصال مین کوئی کسر اوٹھا نرکھی سرزمین
ہنڈون سے فساد کا غبار بالکل مٹا دیا ہر طرح کی امن پھیل گئی اور بدستور کاروبار جاری
ہوگیا۔ بادشاہ نے انکی کارگذاری وخوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور اونکے
منصب مین جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے اضافہ کیا اس جنگ مین کمال الدین خان کے
لشکر کے بہت پٹھان کام آئے چنانچہ بعض انکے نامور افغانونکے وارثونکو بادشاہ
نے جاگیرین دین اور انکے نام پروانے عنایت کیے ایام غدر تک ان جاگیرونکے
فرمان جو عالمگیر کیطرف سے مرحمت ہوئے تھے شاہ آباد مین باقی تھے اب نہین ہے ورنہ فرمان کا یہ

فرمان شاهي بنام نواب كمال الدين خان
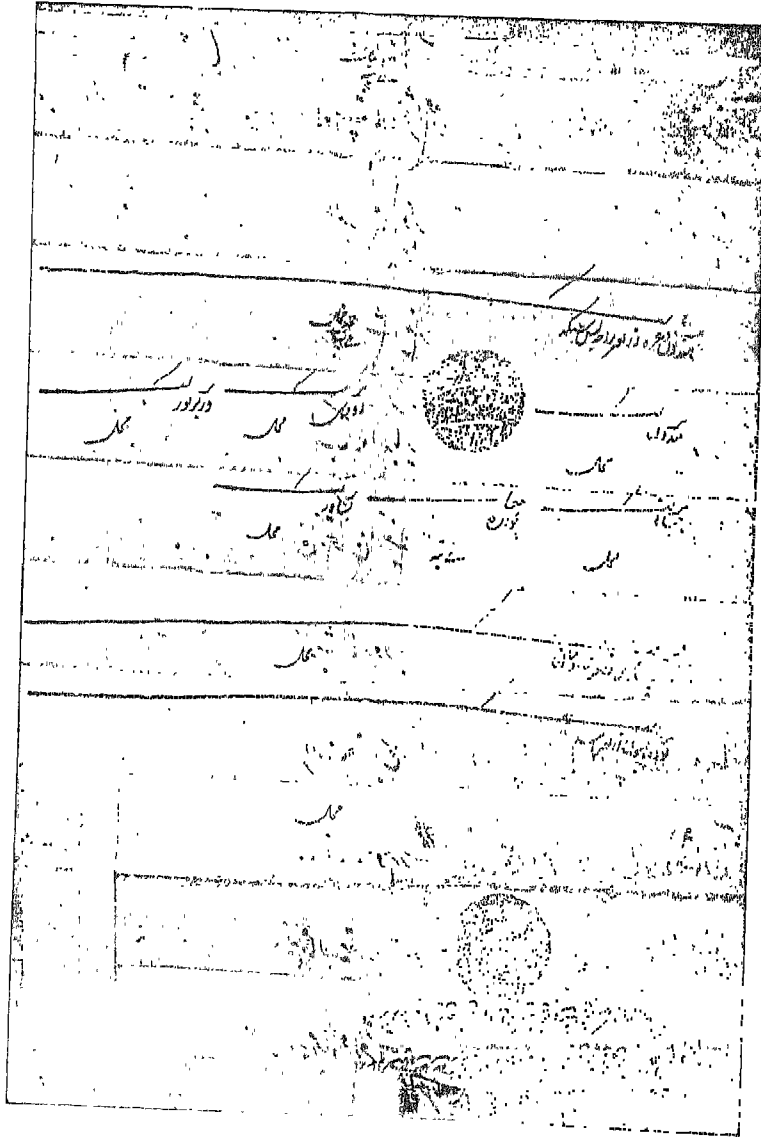
بقیہ فرمان شاہی بنام نواب کمال الدین خان

سنہ جلوس مین جب صوبہ ملتان مین ایک فرقے نے جوفقری لباس مین تھا
فساد اختیار کیا اور بلوچون نے علحدہ آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ
محمد معظم عرف بہادرشاہ کو لاہور مین اس مہم کے لیے مامور کیا اوسوقت
کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ
موصوف کی خدمت مین فورًا حاضر ہو تمھارے منصب کے لایق جو خدمت ہوگی
وہ شہزادہ تجویز کرکے سپرد کریگا اور اس سے مابدولت کو مطلع کریگا شاہزادہ
نے لاہور مین لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہان جابجا سے لشکر جمع
ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب الحکم شاہزادہ کے پاس گئے اور انکے
متعلق جو شیر افگن خان[1] کو خدمت دیگئی تھی سپرد ہوئی جب کل امرا جمع ہوگئے اور
لشکر کا انتظام پورا ہوگیا تو ۲۲ ذی الحجہ سنہ ہجری کو شہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا
اور ملتان مین اوسکا بیٹا شہزادہ معزالدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ
نے وہان جاکر بلوچون سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقاتلہ پیش آیا مخالف کا
غلبہ حد سے زیادہ ہوگیا تھا مگر آخر کو خداوندکریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی
کمال الدین خان سرخرو ہوے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی
نقل تحریر کیجاتی ہے۔

---

[1] شیر افگن خان شاہ وردی کے بیٹے اور ترور کے فوجدار تھے انکا منصب
ہزار و پانصدی ذات اور ستره سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ فرمان
سے علحدہ کیے گئے اور بجاے انکے کمال الدین خان نہایت تحسین وقدر افزا مخاطبت
اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام کمال الدین خان

ابوالمظفر محی الدین محمد
۱۰۶۹ھ
عالمگیر بادشاہ غازی
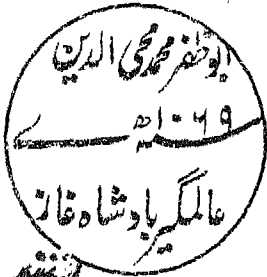
بموجب مسطور عمل منشور مطاع عمل نمایند

خانہ زاد شجاعت شعار لایق المرحمت والاحسان کمال الدین خان بعز از شان بادشاہی امیدوار بوده بدانند

ازانجا کہ قبل ازین خدمت متعلقہ او بہ شیر افگن خان مرحمت شده حکم گیتی
نفاد لازم الانقیاد نفاذ می یابد کہ بعد رسیدن ابطالی خانخود کور باید کہ آن خانہ زاد بہ سبیل
استعجال بخدمت فرزند بجان پیوند برخوردار نامدار اعزار رشد کامگار عالی نسب
والا تبار منظور نظر حضرت آفریدگار غرہ ناصیہ دین و دولت قرۃ باصرہ ملک و ملت
مهبط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت ظل جلیل القدر منیع الشان عظیم المنزلت رفیع
المکان المحفوظ بحفظ الحافظ الکلام المتمسک بسنن محمد معظم بہادر شاہ کہ بہ رفتن
دارالسلطنت لاہور مامور شده بشتابد و جمعے کہ آن قابل الاحسان بہ آورد نشان
آستان فلک نشان ملک پاسبان براہ بندگی درگاہ آسمان جاہ مامور بود آن فرزند اعز
ارشد تجویز مناصب درخور حالت و رتبت آنہا خواہد نمود بر طبق آن معروض مقدس
اقدس خواہد گردید۔ نوزدہم ذی القعده سال چہلم از جلوس والا تحریر یافت۔

بنده اسد خان
عالمگیر بادشاہ غازی
سنہ ۱۱ھ

برسالہ کمترین فدویان

تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ جب اورنگ زیبؒ نے ۵۱ برس فرمانروائی

۹۰ برس کی عمر مین سنہ ۱۱۱۸ھ کو احمد نگر مین عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت نامہ
بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کام بخش کو جو بہت پیارا تھا صوبہ
بیجاپور و گلکنڈہ مرحمت فرمایا اور اپنے روبرو روانگی کا حکم دیا اور محمد اعظم کو صوبہ مالوہ کی صوبہداری
عطا کی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے وہ جائے اور ہر منزل مین دو روز قیام کرے تاکہ دونو بھائیو
اور لشکر مین غدر نہ پڑجائے اور پاس رہنے سے شاہجہان کا معاملہ پیش نہ آجائے اور مجھے گرفتار
نکرے القصہ شاہزادی زینت النسا بیگم کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد اعظم شاہ راستہ سے
واپس آگیا اور ۴۰ روز ماتم مین رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا ادھر محمد معظم جو سرحد کابل پر تھا باپ کے
مرنیکی خبر سنکر تخت نشین ہوا۔ سلطان معظم کے کئی فرزند تھے جسمین دو شاہزادے خجستہ اختر جہانشاہ
اور رفیع القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اُسکا محمد معزالدین جہاندار شاہ صوبہ ملتان کا حاکم تھا
اور منجھلا بیٹا عظیم الشان پٹنہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان معظم نے محمد اعظم کو لکھا کہ تم بموجب تقسیم
پدری کے مملکت دکن پر قبضہ کرو کہ عالمگیر نے اعظم شاہ کے لیے کل جنوبی و مغربی ملک معہ دکن
کے تجویز کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ آگرہ کو وہ دارالسلطنت بنالے اور سلطان معظم شمالی و مشرقی
صوبون پر قبضہ کرکے دلی کو دارالخلافت مقرر کرے مگر سلطنت کا قول دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند
مشہور ہے محمد اعظم احمد آباد سے گوالیار ہوتا ہوا آگرہ آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان معظم
معہ بیٹون کے آگرہ مین داخل ہوچکا تھا طرفین سے جان توڑ جسکا تذکرہ اوپر ہوچکا ہے لڑائی ہوئی
شاہزادہ اعظم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ مین بھائی کی حقیقت نہین سمجھتا تھا کام آیا
اسکے بعد سلطان معظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ ۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۱۱۹ھ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد ذیل تھی
جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد اعظم ۱۲ شعبان سنہ ۱۰۶۳ ہجری کو دلرس بانو بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی
تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحب بے بدل کہا کرتا تھا اسکا تابوت
اکبرآباد بھیجا گیا تھا۔

کرکے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹون مین تخت کے لیے خانہ جنگی ہوئی ایک

بقیہ صفحہ ما قبل کام بخش ۱۰ رمضان سنہ ۱۰۷۷ھ کو اودیپوری بائی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ خوشنویس تھا باپ کے انتقال کے دو برس کے بعد باہمی محاربہ دکن مین مارا گیا۔

محمد معظم رجب سنہ ۱۰۵۳ھ مین نواب بائی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث مین اسکو قدوۃ المحدثین کہتے تھے حافظ قاری خوش الحان تھا عربی ایسی فصیح بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت دیندار رحیم دل فیاض بادشاہ تھا اسکے عہد مین بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہور مین کچھ شورش تنبیہ کو گیا تھا ستر برس کی عمر مین ۲۰ سنہ ۱۱۲۴ھ کو انتقال کیا جوار قطب صاحب مین مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہزادہ محمد اکبر زیب النسا بیگم یہ سب باپ کی حیات مین انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے بعد اسکے چار بیٹون مین تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر نالائق نکلا۔ ۱۱ مہینے چند روز سلطنت کرنے کے بعد فرخ سیر بن عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی چھ برس تین مہینے ۱۱ روز حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے مار ڈالا اور مقبرہ ہمایون مین دفن کیا گیا اور اسکی جگہہ پر مرزا رفیع الدرجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھلایا مگر وہ تین ماہ حکومت کرکے بیس برس کی عمر مین دق کے مرض مین مر گیا جسکے بعد حسب وصیت اسکے اسکا بھائی شمس الدین رفیع الدولہ تخت نشین کرایا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کرکے اور بیمار ہو کر مر گیا اسکے بعد روشن اختر عرف محمد شاہ نیکلے جو خجستہ اختر جہانشاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ بڑے نیکلے نکلے عیش و غفلت مین تخت سلطنت کو کھو دیا نادر شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹ سے برباد کر ڈالا جس سے پھر دہلی نہ سنبھلی ۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کرکے سادات بارہہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی راہی جنت ہوے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز تنزل ہوتا رہا احمد شاہ نے جلوس کیا مگر کمزوری بڑھتی گئی مرہٹون کا غلبہ ہوا احمد شاہ درانی کے محاربے ہوے چھ سال تین ماہ حکومت کرکے احمد شاہ بھی سدھارے بعدہ عزیز الدین عالمگیر ثانی نے ۵ سال آٹھ ماہ حکومت کی اسکے بعد سلطان علی گوہر شاہ عالم ثانی نے ۴۵ سال سلطنت کی انکے بعد اکبر شاہ ثانی ۳۱ سال برائے نام قلعہ مین حکمران ہوے کمپنی انگریزی مسلط تھی انکے بعد سنہ ۱۲۵۳ھ مین سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ نے جلوس کیا اور سنہ ۱۲۷۹ھ مین بالزام بغاوت سنہ ۱۸۵۷ء کے رنگون بھیجدیے گئے اور اسطرح پر سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہو گیا۔

طرف سے شاہزادہ محمد اعظم شاہ عالیجاہ معہ اپنے لڑکونکے اور دوسری طرف سے شاہزادہ محمد معظم شاہ عالم الملخاطب بہ بہادر شاہ معہ اپنے بیٹونکے فوجین لیکر آیا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد معظم جو ولیعہد اور خلف اکبر تھا اوسکی طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خان موصوف کے ساتھ اُنکے بھائی بھتیجے بھی موجود تھے بیشتر میدان جنگ مین اعظم شاہ کے دونون شہزادے والاجاہ اور بیدار بخت گولون سے کام آئے جسپر اعظم شاہ نے آہ پر درد دل سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لطف زندگی کا نہین ہے یہ کہکر مرنے پر کمر باندھی اور ایسے متواتر حملے کیے کہ برادر مخالف کی صفین لوٹ دین قریب تھا کہ غلبہ پاکر فتح اُسکو حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا واقعہ پیش آگیا عین ہنگامہ مین ایک آندھی سیاہ ایسی اوٹھی جس سے تمام عالم مین تاریکی چھاگئی اور ہوا کا رخ اعظم شاہ کی فوج کیطرف پیدا ہو گیا اسلیے ادھر سے جو تیر پھینکا جاتا تھا وہ خود اُنہین کیطرف پھر آتا تھا سلطان معظم کی فوج نے یہی امداد غیبی اور اعظم شاہ کی فوج کو تیرون اور گولیون کی باڑھ پر رکھ لیا مرتضے خان و مصطفے خان پسران فتح خان یعنے دلیر خان کے پوتون نے اور کمال الدین خان کے دیگر بھائیون نے گھوڑے اُٹھائے اور اعظم شاہ کی فوج مین گھس گئے اور ایسے پیہم حملے کیے کہ قیامت بپا کر دی فتح خان جو دلیر خان کے عزیز تھے زخم کھاکر سرخرو ہوے محمد اعظم شاہ کو دایرہ مین گھیر لیا اور تیرون کا مینہہ برسانا شروع کیا اعظم شاہ نے بھی چار ترکش تیرونکے خالی کر دیے جسکے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جوان خاک پر گر جاتا تھا اسحالت مین تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس ہاتھی پر عماری مین

بیٹھا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا اعظم شاہ نے خود اُسکے بدن سے تیر نکالا اور کہا کہ
تو نظر سر جھکا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ راضی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا اعظم شاہ نے
کثرت زخمون سے پیاس کی شکایت کی فیلبان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر
شہزادہ نے کہا کہ وقت اسکا نہین ہے اتنے مین شہزادہ کا فیلبان بھی گولی کھا کر گر گیا
محمد اعظم نے خود اشارہ سے ہاتھی ہانکا اور ہمت نہ ہارا ناگاہ ایک بندوق کی گولی
شاہزادہ محمد اعظم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ اُسکی روح پرواز کر گئی اسکے بعد
بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادیانے بجائے گئے سلطان **محمد معظم** نے **تخت**
سلطنت پر **جلوس** کیا اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا
جن سردارون نے اس معرکہ مین جانبازی کی تھی وہ سب خلعت و ترقی منصب سے
سرفراز ہوے علی الخصوص سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شریک غالب تھا
سرفراز کیے گئے اس معرکہ مین سات اشخاص دلیر خان بہادر خان کی نسل سے
شریک تھے **کمال الدین خان** اور اُنکے ساتھ عزیز خان و مرتضے خان و
مصطفے خان و بہادر خان و حیات خان وغیرہ تھے اور انھون نے جانستان

سلہ در عین گرمی ہنگامہ باد تند از طرف جنوب کہ مقابل فوج عالیجاہ بود برخاست عرصۂ عالم
تاریک گردید تیر کہ سپاہ عالیجاہ می انداختند ہم بآنہا می رسید سپاہ بہادر شاہ ظہور این لطیفہ غیبی
را از امداد آسمان دانستہ مخالفان را بہ تیر و تفنگ و بان فرو گرفتند خصوصاً مرتضے خان و مصطفے خان
و دیگر افغانان برادران و بنابر دلیر خان اولے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بظہور آوردہ اسپہا را
جولان کردہ بقول عالیجاہ رسید حشر و نشر قیامت برپا ساخت و فتح خان برادرزادہ دلیر خان از زخم
سرخروئی برداشت صفحہ (۴۰۱۹) تاریخ اخبار بہت تذکرہ جنگ پسران عالمگیر

حملے کیے تھے ہر ایک کو خلعت و منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ
مین جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم یہان پر نقل کیے
دیتے ہین بعد مقتول شدن اعظم شاہ شاہ عالم بہادر شاہ
بر تخت سلطنت نشست درین جنگ اکثر فدویان جانبازی
نمودہ خصوصاً سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان
مثل کمال الدین خان و مرتضے خان و عزیز خان و خان بہادر خان
و حیات خان بدرجہ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران
نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بکار آمدند ہر یکے بخطاب
و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

نواب کمال الدین خان کا شاہ آباد کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ مین ہم لکھ چکے ہین کہ دلیر خان کے بعد و نیز عدم موجودگی
مین جو شاہ آباد کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے
ہوا عمارات کی تعمیر ہر ایک محلہ دار کو اراضی کی تقسیم معاملات شاہ آباد کی بادشاہ
سے عرضداشت یہ سب کام انھین نے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی مین انکی اجازت
سرکار سے دیے گئے ہین انکی نقل یہان پر بطور نمونہ کے تحریر کیجاتی ہے اور بعض
اسناد جو انکی طرف سے قابل الذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ انکے تذکرہ مین بھی شامل کیے گئے ہین

نقل سند منجانب کمال الدین خان بنام اسمعیل خان مورخہ

بست و چہارم شہر رمضان المبارک سنہ ۹۷ ھ مطابق سنہ ۱۲ ج ولا

متصدیان حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند۔
سوا ادی بست و یک بیگہ پختہ اراضی افتادہ لایق آبادی در سواد قصبہ سطور من
ابتدائے فصل ربیع سال و شش ندف برائے سکونت و آبادی رعایا بنام
ملک اسمعیل خان قوم افغان امن زی از سابق تا حال برفاقت ہمراہی اینجانب
صبر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا معہ فرزندان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ
اراضی مذکور پیمودہ و چک بستہ حد حدود جدا ساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ واگذارند
کہ سکونت و آبادی ورزیدہ در شعار تہورانہ سرگرم و ہوشیار باشند بہیچ وجوہ
معترض و مزاحم نشوند بہر امور مرجوعہ لازمہ غور و رسیانہ لازم دارند درینباب تاکید
فرید دانستہ حسب المسطور عمل آرند۔
اسکے متعلق ایک حکمنامہ بھی کمال الدین خان کیطرف سے اہلکاران بڑی ڈیوڑھی
کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس امین دین محمد مردہہ وسیو کرائے کارکن و کاشی رام
وپھو سپندار اراضی پیمایش کرکے اور چک باندھ کر کے اسمعیل خان اور اسکے
فرزندون کو زمین بنا بر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکارون نے
تعمیل کی حدود مین دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حد مین واقع ہے مہرین وغیرہ
پڑی ہوئی ہین۔

نقل سند بنام تاج خان منجانب نواب کمال الدین خان

(مہر: کمال الدین خان خانہ زاد بادشاہ عالمگیر)

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امید وار بودہ بدانند قطب خان و بارا خان و سلطان خان و تاج خان قوم افغان مہمند در سرکار آمدہ التماس نمود کہ مایان بموجب ایمائے و ارشاد نواب حیات قبلہ مرحوم مغفور برائے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن در مکان معہودہ آبادی داریم لیکن از باعث شرکت قصبہ برادران دیگر بروانہ مکان آبادی خود از سرکار میخواہیم الحال موافق اظہار نامبردہ موازی چہل بیگہ اراضی پختہ مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بخاطر جمع تمام معہ فرزندان در مکان مذکورہ آباد بودہ باشند و گاہے متصدیان سرکار از اراضی مذکورہ مزاحم و معترض نشوند دریں باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند۔ للہ گنجینہ

شمال	جنوب	غرب	شرق
حد حویلی محلہ بازید خیلان	حد محلہ باقرزی شرقی	حد حویلی محلہ مقرب خان	حد حویلی دیوان پاخان

تحریر فی التاریخ بست و پنجم شہر صفر

اسیطرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل مین لایا گیا ہے بیشتر نواب دلیر خان نے میکو چودہری کو پچاس بیگہ اراضی دیکر چودہرایت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان نے بازار دلیر گنج اور رستونکی چودھرایت جمال خان خیل کو عنایت کی ہے اسکے بعد دیوان مبارک کو دیگئی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی کرکے نواب سردار خان کے نائب ہوگئے تھے بعد انتقال دیوان موصوف کے

چودھرایت اونکے فرزند اعظم خان کو دیگئی تھی دیوان مبارک کیطرف سے انکا گماشتہ نرنجن داس کلوار کام کرتا تھا اور ایکسو پچاس روپیہ سالانہ اونکا محصول ادا کیا جاتا تھا بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے اونکے فرزند نواب سردار خان اور پوتے نواب شیر انداز خان نے یہ چودھرایت محمد ولد و محمد نصیر محمد جعفر کو جو اعظم خان کے ورثا تھے عنایت کی ہے اسکے بعد بازار کا انتظام محمد قادر داد خان کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اسوقت پیش نظر ہیں۔

نقل سند چودھرایت بنام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امید وار بودہ بدانند۔

چون خدمت چودھرائی دلیر گنج وگذریا از تغیر جمال خان بجلدوی خدمت مبارک مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت مامورہ را بحسن سلوک آگاہی و درستی بتقدیم رسانند تا جمہور انام و مہاجنان و بیوپاریان و کاسبان آنجا بدان سلوک بکار بردہ کہ رفتہ رفتہ آبادانی شہر وقوع آید و نقشہ را از خود متفرق منفعلی نگردانند و مطابق معمول از قدیم و دستور قابض و متصرف بودہ باشند درینباب تاکید دانستہ حسب المسطور عمل آرند تحریر ربیع الثانی سنہ ۳۲ جلوس والا قلمی گشت مطابق سنہ [illegible]ھ

اسیطرح سنہ ۴۳ جلوس عالمگیری میں جب درگا ساہ دین اسلام سے مشرف ہوا ہے اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے علاقہ میں اسکو چودھری قصبات کا مقرر کیا ہے پیشتر اسکے میں لاے وا مرلے چودھری

اور بیربل و دھرمداس قانونگو تھے مگر وہ کارگذار نہ ثابت ہوئے لہذا بجائے انکے
راجہ درگا سہلے کا تقرر ہوا اور چالیس موضع انکے سپرد ہوئے انیس[۱۹] موضع اور دو
چک ڈیوڑھی کے متعلق تھے اور اکیس موضعات علاقہ ایگوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانونگوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہلے منجانب
نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد تابع سرکار خیرآباد مضافات صوبہ اودھ بدانند
چون مہیس ام و امرائے چودھریان بیربل و دھرمداس قانگویان پرگنہ مذکور
بغایت مجہول و ناکارہ بودند و در سربراہی کاروامور متعلقہ رسیدن نتوانستند
و رعایا و برایا محال مذکور از دست بدسلوکی آنہا ہمیشہ نالش و واویلا میکردند بنا بران
نظر بر سر آمد کار و رفاہیت رعایا داشتہ مشار الیہا از خدمت چودھرائی و قانونگوئی
در محال مسطور برطرف ساختہ راجہ درگا سہائے کہ از سعادت ابدی بشرف اسلام
مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ او را چودھری و قانونگوئی پرگنہ
مرقوم نمودہ شد باید کہ مشار الیہ را چودھرائی و قانونگوئی مستقل دانستہ معاملہ تشخیص
تحصیل باستصواب وی نمودہ باشند و طریق مومی الیہ اینکہ خدمات متعلقہ چودھرائی
و درستی بتقدیم رسانیدہ و آنچہ کفایت سرکار و آبادانی محال و افزونی مال رو بنصہ
ظہور آید ساعی و مجتہد باشد و رعایا و برایا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود راضی
و شاکر وا دارد و دستور عہدۂ خود موافق استمرار از سوائے مال سرکار از رعایا متصرف بودہ

در لوازم سربراہ کاری و دولتخواہی کوشد و در ینباب تاکید دانستہ حسب المسطور عمل آرند تحریر فی التاریخ نہم ربیع الثانی سنہ ۳۲ جلوس والا۔

شرح ضمن خدمت چودھرای و قانونگوئی پرگنہ شاہ آباد سرکار خیرآباد از تغیر تھیس ام در امرائے چودھریان بیربل و دھرمداس قانونگویان اجہ درگا سہائے نام کہ از سعادت ابدی شرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ مقرر شد

محال	اصلی	داخلی	موضع از اصلی در آبادی قصبہ
للعہ موضع ۲ چک	[illegible] موضع ۲ چک	[illegible]	شاہ آباد
چیولی متعلقہ [illegible] موضع ۲ چک اصلی [illegible] داخلی		ایگوان [illegible] اصلی سے داخلی	
تھوک واندو	تھوک	تھوک لہرو	اصلی [illegible] داخلی
آغاپور	پڑھوان	پوروہ	سرائے
تھوک چاند	خان پور	رسولپور	کوئیان
کندھرپور	مگیاوان	نصیرپور	چنٹھو
ہرولی	بندہا	ایگوان	سرائے لاناک
فتح پور	ہری		

کھیلیا اصلی سے داخلی للعہ

کرنامو بھگایوان روپاپور کھیہ خواجہ کلان بیہا نرسیامئو

بتاریخ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۲ نقل بدفتر رسید

محمد مراد جلال الدین کارپردازان ڈیوڑھی نوابصاحب

مہر مہر

شاہ آباد کی عمارت

جن عمارتون کی بنیاد نواب دلیر خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے
تیار کرائین عمارتین عالیشان و مستحکم ہین کہین پر کوئی بات بیقاعدہ نظر نہین آتی بلکہ
بھی لایق بانیونکی امارت و نفاست اور معمارون کی دستکاری ثابت کرتی ہے
بڑی ڈیوڑھی اسکی عمارت پتھر اور اینٹ کی تھی مصالحہ کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے
کہ آج قریب ڈہائی تین سو برس کے زمانہ گذرا مگر جو حصے اسکے باقی ہین وہ آجتک
بدستور بلا مرمت کھڑے ہوے ہین اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت
بنائے گئے تھے بعض مکانون کی بنیاد جو کھودی گئی تو پانی کی سطح تک پائی گئی تمام
محلات مین پانی جو برجی کے کنوین سے پہونچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوان خانہ او
موتی محل بارہ دری وغیرہ نہایت نفیس قطعے تیار کرائے گئے تھے صحن مکان مین
حوض پانی کے لبریز رہا کرتے تھے زیر پھاٹک پائین باغ کا ہرا بھرا منظر پیش نظر
رہتا تھا کرسی کی بلندی شہر کے دیگر مکانونکے بالاخانہ کے سطح کے برابر تھی دو
پھاٹک جو جنوبی و شمالی تھے پتھر و چونہ سے بنائے گئے تھے اور بڑی اونچی دیوار
سے بڑی ڈیوڑھی کا احاطہ گھیر اگیا تھا بازار کیطرف جو پھاٹک تھا اسپر سنگین
سیڑھیان بنائی گئی تھین بارہ دری جو باہر اور اندر دونون جانب کے منظر کی
نشستگاہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد
نے وہ سب عمارتین کھودڈالین اب صرف حمام باقی ہے جسکے اندر کئی بیل
بوٹے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے ابتک اپنا رنگ و روغن اور آب و تاب

دکھلا رہے ہین صدہا برس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صاف کیا گیا مگر اپنے استحکام سے ابتک بدستور بنا ہوا ہے کہین ایک قطرہ نہین ٹپکتا یہ کل عمارات کرے کی تھین اب تخمیناً لاکھ روپیہ سے کم مین صرف حمام جسمین تین درجے ہین تیار نہین ہو سکتا۔

نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چونے اور اینٹ اور کنکر سے اور بالائی حصہ سرخ پتھر سے تعمیر کرایا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار ہے مضبوطی اور پتھرونکے نقش ونگار کے اعتبار سے فی زمانہ لاجواب ہی تیسرا حصہ جو سب سے بلند تھا اور جسکے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر دو حصے اوسکے ابتک باقی ہین جب پورا بلند تھا تو شام کیوقت اسپر بعض اشخاص چڑھکر شاہجہانپور کے چراغ دیکھا کرتے تھے چھت جو کرے کی ہے اسکی مضبوطی کا اندازہ اسبات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ ہزارہا من کا اسپر گرا ہی مگر وہ ذرہ بھر نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ مین جو سنگ سرخ پر بیل بوٹے بنائے ہین اونکے جال ودرخت ایسے دلکش ہین کہ جنکے دیکھنے سے نظر کو تازگی اور دلکو شگفتگی حاصل ہوتی ہی اس مقبرہ کے متعلق گزیٹیر مصنفہ ایچ ار نیول سی آئی سی۔ ایس مین لکھا ہے کہ مقبرہ کا گنبد اب گر گیا ہے یہ بھی مثل جامع مسجد کے مسطح کنکرونکے ٹکڑونسے بنایا گیا ہی اور بالاخانہ کی دیوار ونپر مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام ہے

جامع مسجد شاہ آباد
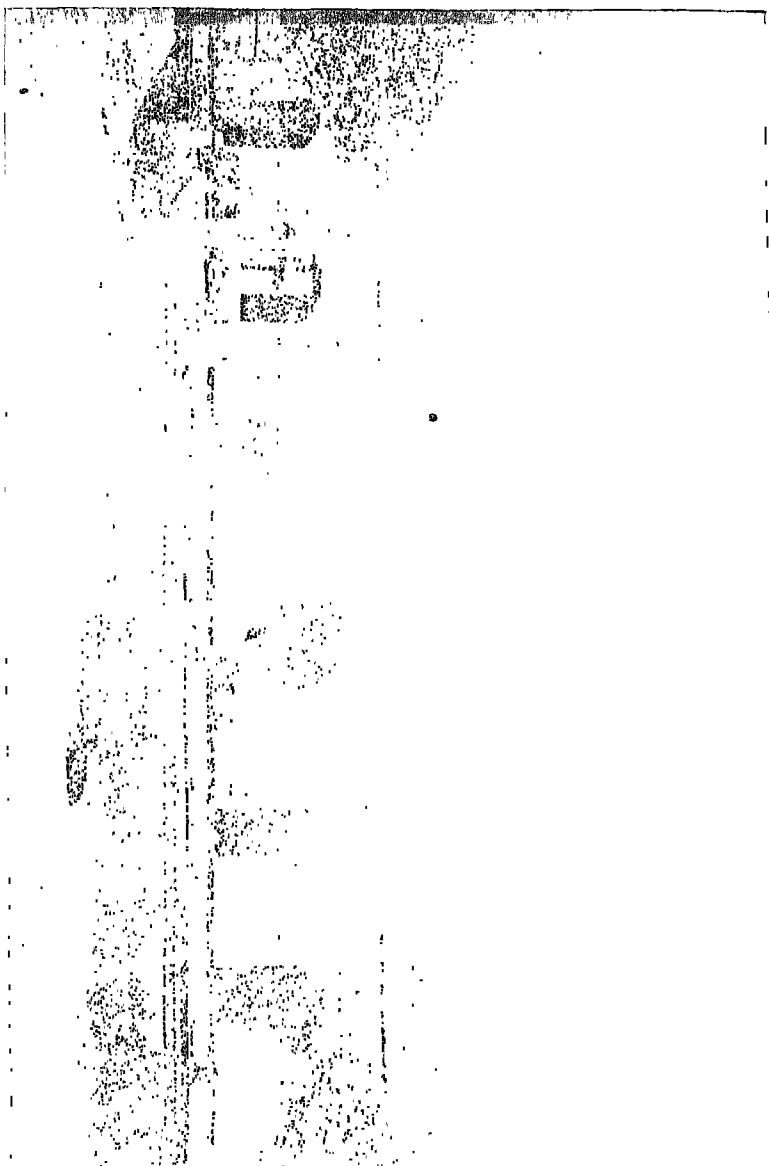
اب یہ مقبرہ آثار قدیمہ مین داخل ہو گیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے
گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے
یہ رقم کیا کام دیسکتی ہے کم از کم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی
ہوسکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلیے شاہ عالم یا اورنگ زیب
نے ایک موضع سرائے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پروانہ بھی تحریر کیا
تھا مگر افسوس ہے کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیرات کے ضبط ہو گیا اسکا پروانہ محمد امین
خانصاحب اختیار پوری نے صمد شاہ بریلوی کی معرفت نواب کلب علیخان صاحب
والی رامپور کی خدمت مین پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نوابصاحب موصوف
کی رئیسانہ فیاضی و قدردانی سے اس مقبرہ کی ازسرنو مرمت ہوجائیگی اور عمارت
اپنے اصلی لباس سے جلا پائیگی لیکن محرومی قسمت سے کچھ ایسی پیچیدگی پیش آئی کہ وہ
آرزو پوری نہوئی اور نواب خلد آشیان خلد برین کو روانہ ہوگئے اور اتفاق وقت
سے اسکا پروانہ بھی وہین رہگیا راقم نے حصول پروانہ کے لیے کوشش کی
مگر ریاست کے دفتر مین وہ بے پتہ ہوگیا ہے اور نہ دستیاب ہوسکا۔

جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاءاللہ بہت اچھی حالت مین ہے کسی امداد کی محتاج نہین نہایت
وسیع عالیشان مستحکم خوشنما مسجد ہے قصبات کا تو کیا ذکر بڑے بڑے شہرون مین
بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہین آتی جامع مسجد دہلی کا نقشہ
اور شاہجہانی معماؤن کی بنائی ہوئی ہے اسکے ہر سہ جانب غلام گردش کی کوٹھریان

ہین اور اوترکیطرف حمام ہے پورب ودکن کی کوٹھریان بازار حسین گنج مین شامل ہو گئی ہین اور انسے آٹھ سو روپیہ سالانہ کی آمدنی کرایہ مین حاصل ہوتی ہے اس ترمیم و آمدنی کے باعث حاجی محمد حسین خانصاحب اللہ پوری ہین جو ایک نیک نیت و مخیر رئیس شاہ آباد مین گذرے ہین یقین ہے کہ اس کوشش حسنہ کا اجر حقتعالی انکو عالم آخرت مین عنایت کریگا۔

آجکل اس مسجد کے پس پشت ایک گنج تعمیر ہو رہا ہے اور اسکے بانی خان بہادر حکیم خادم حسین خان رئیس اختیارپور ہوے ہین اور وہ اپنی خوش تدبیری و انتہائی لیاقت سے اس کام مین مستعد و سرگرم رہتے ہین انشاء اللہ یہ گنج اگر تیار ہو گیا تو انجمن اسلامیہ جامع مسجد کو بہت فائدہ پہونچے گا مسجد کی موجودہ آمدنی انجمن اسلامیہ و مسلمانان شاہ آباد کے زیر انتظام ہے پیش امام موذن مدرسین مدرسہ اسلامیہ کی تنخواہون اور مرمت مسجد مین صرف ہوتی ہے اس مسجد کے لیے بھی شاہ دہلی سے ایک موضع جالپور معاف ہوا تھا جو مسجد کے مصارف کیلیے وقف تھا مگر افسوس کہ وہ بھی ضبطی مین ہے اصلی فرمان ابتک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔ جامع مسجد کے میناروں کا نا تمام رہجانے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کمال الدین خان کا انتقال ہو گیا اور یہ عمارت پوری نہین ہو سکی کتبہ کی جگہ بھی خالی ہے پچھلا اگت ان پر عمارات یعنے بڑی ڈیوڑھی و مقبرہ نواب لیر خان و جامع مسجد کا پڑتے تین لاکھ روپیہ ہے جو اسوقت پانچ لاکھ مین بھی تیار نہین ہو سکتین کیونکہ پہلی سی اشیا کی ارزانی اور مزدوری کی کمی اسوقت مین کہان ہے

نقل فرمان معافی موضع جماپور بنا بر جامع مسجد شاہ آباد مینجا

شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ دہلی

شاہ عالم بادشاہ غازی
امجد خان صدر سید جہان

کماشتہا جاگیرداران کروریان حال و استقبال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد

مضاف صوبۂ اودہ بدانند۔

بموجب فرمان عالیشان بندگان حضرت بادشاہ زمین و زمان خلیفۃ سعد الشان فریدۂ
امن و امان سبب آرامش عالمیان ظل ظلیل ایزد متعال سربلند داد زیبائی مظہر اتم سرور کائنات
رحمت اتم آفریدگار بانی مبانی جہانبانی مشید قوانین گیتی ستانی خلافت پناہ ظل مرقوم
بست و نہم جمادی الثانی سنہ جلوس و الا موضع جماپور تہ شاہ آباد عملہ پرگنہ کولہ
از ثلث خریف پارس دو وجہ خرچ امام و موذن و خطیب و صادر و وارد و مرمت
وغیرہ جامع مسجد بنا کردۂ دلیر خان مرحوم واقعۂ قصبۂ شاہ آباد عملہ پرگنہ مسطور
حسب الضمن مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان عالیشان عمل نمودہ موضع مسطور را بتصرف
آنہا بازگذارند و از جمیع وجوہ و عوارض معاف و مرفوع القلم شمارند کہ حاصل آنرا صرف معیشت
نمودہ بوظائف دعاگوئی مواظبت مینمودہ باشند و اگر در عمل دیگر چیزے داشتہ باشند
آنرا اعتبار نکنند و بنابر قبض فرستہ حسب المسطور بعمل آرند نہم شعبان سنہ

کیفیت بر پشت

شرح ضمن درو جہ خرچ امام و موذن وصادر و وارد و مرمت وغیرہ لوازمہ جامع مسجد بنا کردۂ دلیر خان مرحوم واقعہ قصبۂ شاہ آباد موضع جالپور کوٹیہ شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودہ از ثلث خریف بتاریخ یازدہم شعبان سنہ نقل بدفتر رسید۔ محمد صادق۔

نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور لائق تھے نہایت مہذب نازک مزاج دیندار انسان تھے علاوہ شجاعت کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہ ہی منصبدار و صاحب اختیار ہوے ہین بادشاہی جاگیر بھی انھین کے نام بحال رہی بلکہ انھون نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کرکے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تا بقائے نسل میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ مین نہ دیجاوے چنانچہ اس امر کا فرمان بھی بادشاہ نے منظور کرکے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہونیسے بہت سے پرگنات انکے قبضہ مین تھے جنمین اکثر زر خرید تھے اور بعض از روے جاگیر و معافی کے آئے تھے شاہ آباد اور اسکے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد مین ساڑھے ... تھے انکے قبضہ مین تھے تاریخ اخبار محبت کے صفحہ (۲۶۰) مین تحریر ہے

کہ نواب دلیر خان و بہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضعات کے
تھے اور اکثر خرید شدہ تھے پرگنہ پالی۔ سانڈی۔ سندیلہ۔ فتح آباد۔ سرہ۔ باون
بروہ وغیرہ اور دیگر متفرق محالات جو صوبہ اودھ کے متعلق تھے وہ شیر انداز خان
نبیرہ کمال الدین اور مرتضیٰ خان ابن فتح محمود خان کے قبضہ میں تھے اور نواب
بہادر خان کی اولاد کے قبضہ میں شاہجہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بداؤن و دیگر محال
تھے چنانچہ اسکے علاقہ کے دھرے اور سرحد پر اکثر روہیلوں سے تنازع رہا ہے
ہم اس بیان کے ثبوت میں اخبار محبت کی بجنسہ الفاظ و عبارت یہاں درج کرتے ہیں

چون علاقہ دیہات زمینداری قریب سہ ہزار از خرید
پنجہزار کلہ روپیہ نواب دلیر خان و نواب بہادر خان
پسران و بنا بر آنہا در سرکار بداؤن و پرگنہ کانٹ و
محال کٹھار و کنہ و سنبا وغیرہ از دست حصہ جلال الدین
خان رسیدہ و پرگنات سانڈی و پالی و سندیلہ و فتح آباد
و سرہ و باون و بروہ و دریا و دیگر دیہات متفرقات متعلقہ
صوبہ اودھ شیر انداز خان و مرتضیٰ خان ابن
فتح محمود خان در قبضہ میداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد میں بجز نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جاگیردار
نہ تھا تو سوا اسکے بڑی ڈیوڑھی کے یہاں کے کل دیہات انکے قبضہ میں چلے گئے۔

واجب العرض سرکاری مین ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے موروثی جاگیر سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے ہر ایک بھائی کو کچھ دیہات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب تفصیل ذیل عنایت کی تھی۔

نواب فتح معمور خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع ایگوان معہ دیگر بارہ مواضعات کے دیے تھے۔

نواب چاند خان کو موضع ہری معہ بارہ مواضعات کے اور محلہ کھیرہ بازار شنبہ

نواب الہ دیے خان کو موضع نوروزپور معہ بارہ مواضعات کے اور اندر قصبہ کے پیروا بازار و محلہ تالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسط نگر معہ بارہ مواضعات کے اور بازار چہار شنبہ و محلہ زیر بنگلہ و کٹرہ۔

پھر جب اس تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اوسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض ہوئی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کردی صدہا آدمی بڑی ڈیوڑھی کے علاقہ کے منتظم اور عہدہ دار رہتے تھے۔

جب شاہ آباد کی آبادی قصبۂ انگئی سے تجاوز کر گئی اور محمد طاہر عامل نے حصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کی خدمت مین درخواست کی کہ پیشگاہ شاہی سے جو وطن کے لیے جاگیر انعام التمغا عنایت ہوئی ہے اور وہان شاہ آباد نام کا ایک شہر بسایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہی شرفا ہین جنکے آبا و اجداد ہمراہ دلیر خان کے

فرمان شاهي بنام نواب كمال الدين خان

مہمات شاہی مین کام آسکے ہین کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقبہ اور افتادہ
تھے وہ مساجد اور باغات اور قبرستان کے حدود مین آگئے ہین شہزادہ کا عامل
محصول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپر بادشاہ
نے حکم دیگر فرمان صادر کیا کہ جنھنے دیدہ و دانستہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے
لیے علاوہ قصبہ اور چھتیس مواضعات کے کمال الدین خان کو دیگر عنایت کیے ہین
کوئی عامل کسی طرح اسکے مزاحم نہو اور اسکا فرمان سنہ ۹۶ھ کو نواب دلیر خان کے تعینہ
کے دو برس کے بعد مرحمت ہوا ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔
اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجدار خیرآباد نے سائر خرچ کا جھگڑا اٹھایا ہے
اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اورنگ زیب کے حضور مین کمال الدین خان نے
گذرانی تو اسپر بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر
انھین کی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کردی تھی۔ اسکا فرمان بھی آجتک بدستور
رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلک کتاب ہذا ہے۔

نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

چون بعرض اشرف اقدس اعلی رسید که شجاعت شعار لائق المرحمت والاحسان کمال الدین
خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که از راه خانه زاد پروری مبلغ شش لک دام
پرگنه پالی سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اوده افزوده شده از موضع ته شاهاباد عرف انگنی
تا تحصیر من اصل پرگنه مرقوم بطریق انعام التمغا بنام پسر غلام دلیر خان مرحوم بجهت وطن
مقرر نموده شده بود مطابق آن شهر موسوم بشاهاباد آباد کرده از کثرت آبادی شهر مواری
شش موضع قلیل الرقبه مزرعه دیهات ته شاهاباد عرف انگنی وغیره عمله پرگنه
مرقوم که ویران افتاده بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاهاباد شده اند

چنانچہ مردم شہر قاکہ آبا و اجداد آنہا ہمراہ پیر غلام مرحوم در مہمات بادشاہی بکار آمدہ بودند
تاہنوز در ان شہر آباد اند و درینولا محمد طاہر متصدی تیول وکلاے شاہزادہ عالمیان از
اہل حرفہ سکنۂ آنجا و باغات نواح آن شہر طلب محصول مینماید و درینصورت باعث ویرانی
وطن خانہ زاد است از فضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود
کہ جمہور سکنۂ آنجا بجمعیت خاطر آباد باشند لہذا حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف
صدور یعز ورود یافت کہ موازی بست و شش موضع ملتمسہ علاقہ پرگنہ مذکور دیہ دو دانست
بسبب ایشان و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہا باد مرحمت فرمودیم احدی مزاحمت
نرساند می باید کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال بانحکم والا کوشیدہ
مواضع ملتمسہ را متعلق آبادی شاہا باد مرقوم بموجب مذکور الصدر واگذارند و ہیچ وقت
وزمان تغیر و تبدیل بدان راہ ندہند و از جاگیر و کروری مستثنٰی شناسند و از جمیع وجوہات و
عوارضات معاف و مرفوع القلم شمارند و درین باب ہر سالہ حکم و سند مجدد نطلبند و از فرمودہ
تخلف و انحراف نورزند۔ بتاریخ بست و دوم شہر شوال بست و نہم از جلوس میمنت
مانوس نوشتہ شد۔

بجانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز پنجشنبہ ہفدہم شہر جمادی سنہ ۲۸ جلوس معلے
موافق سنہ ۱۰۹۶ ہجری

برسالہ موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدۃ وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند
مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سرفراز

صناف مرحمت عمدۃ الملک مدار المہام اسدخان و نوبت واقعہ نویس کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ محمد شفیع قلمی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمت والاحسان کمال الدین خان ولد دلیرخان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید کہ مبلغ شش لک دام برپرگنہ پالی سرکار خیرآباد متعلق بصوبہ اودھ افزودہ شد از مواضع شاہ آباد عرف آنگنی وغیرہ من اعمال پرگنہ مرقوم بطریق انعام التمغا بنام پدرم دلیرخان مرحوم بجہت وطن مرحمت شدہ بود مطابق آن در آنجا شہر موسوم بشاہ آباد آباد کردہ از کثرت آبادی شہر موازی بست و شش موضع قلیل الرقبہ مزرعہ دیہات مذکور وغیرہ عملہ پرگنہ مرقوم کہ ویران افتادہ بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد شدہ اند چنانچہ مردم شرفا کہ آبا و اجداد آنہا ہمراہ پدر فدوی مرحوم در مہمات بادشاہی بکار آمدہ بودند تا ہنوز دران شہر آباد اند درینولا مظفر طاہر متصدی تیول وکلاے شاہزادۂ عالمیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات آن نواح شہر محصول طلب مینمایند درین صورت باعث ویرانی وطن خانہ زاد است از فضل و کرم درباب عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بجمعیت خاطر آباد باشند حکم جہان مطاع واجب الاتباع صادر شد کہ موازی بست و شش موضع ملتمسہ مزرعہ شاہ آباد عرف آنگنی وغیرہ عملہ پرگنہ مرقوم دیدہ و دانستہ و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد مرحمت فرمودیم بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط مؤتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمدۃ الملک مدار المہام اسدخان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط

واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط مومن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ العلیہ عمدہ وزرا
رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال شائستہ
انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جمدۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ بعرض مکرر
رساند شرح بخط قابل التربیت والاحسان شریف خان آنکہ بتاریخ بست و ہفتم شہر
رمضان المبارک سنہ ۲۹ مکرر بعرض مقدس معلی باین شرح بخط مدار المہام اسد خان
آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

عہ موضع از اصل بتصدیق متہائی نسخہ دیوان صوبہ اودھ

از تہ شاہ آباد عرف انگی				عہ موضع از اصل	
کٹھوک شدہ اندو	کیناڑھی	تودھک پور	شہباز پور	مومن پور	نظام پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
بہادر پور	محی الدین پور	مہیس پور	یوسف پور	چودھری پور	کمال الدین پور
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
کٹھوک دھرمکدہ	جالب پور کوکھل	جوگی پور	کنھر پور	دلیر پور عرف نعمت پور	مہوری
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	موضع
جالب پور ہاس	بی بی پور کھاسی	بی بی پور او دیگر	گلر گھٹہ	ملک پور	
موضع	موضع	موضع	موضع	موضع	
از تہ ایگوان				سے موضع از اصل	
سورا پور	جنک پور	کرم اللہ پور			

بر سالہ موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدۂ امرائے بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و اقبال عمدۃ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی محمد شفیع۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

چون بعرض اشرف اقدس اعلی رسید که شجاعت شعار لائق المرحمة والاحسان کمال
الدین خان ولد دلیرخان مرحوم التماس دارد که مبلغ شش لک دام از پرگنه شاه آباد
در بست سرکار خیرآباد متعلق بصوبه اوده که از راه خانه زاد پروری بطریق محال وطن
بجاگیر خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پدر غلام دلیرخان مرحوم احدی از فوجداران
سرکار خیرآباد بعلت پیشکش واخذ سرکار وغیره ابواب ممنوعه که معفوه بارگاه والاست
مزاحمت نرسانده درینولا نائب فوجدار سرکار خیرآباد مزاحمت میرساند درینصورت
باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است از فضل وکرم در ماده عدم مزاحمت پیشکش
وسائر وغیره وتنخواه پرگنه مذکور تا بحیات بجاگیر خانه زاد وبعد آن تا بقاے نسل فرزندان
خانه زاد بجاگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالیشان مرحمت شود لهذا حکم جهانمطاع
واجب الاتباع شرف صدور وعز ورود یافت که پرگنه شاه آباد مذکور در بست تا بحیات
بجاگیر خان مشار الیه وبعد آن تا بقاے نسل فرزندان او بجاگیر دیگرے تنخواه نشود
واحدے بعلت پیشکش واخذ سائر وغیره ابواب ممنوعه که معفوه بارگاه والاست
بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند می باید که فرزندان کامگار و وزراے صائب راے
کفایت شعار وناظمان وفوجداران حال واستقبال در استمرار واستقرار این حکم والا کوشیده پرگنه
مذکور تا بحیات بجاگیر خان مشار الیه وبعد آن بجاگیر فرزندان او ظهراً بعد ظهر ونسلاً بعد
نسل وبطناً بعد بطن مقرر شناسند ودر هیچ وقت وزمان تا بقاے نسل او بجاگیر دیگرے
تنخواه ندهند واز جمیع وجوهات وعوارضات معاف ومرفوع القلم شمرند واز فرموده تخلف
وانحراف نورزند. بتاریخ هفتم شهر ربیع الثانی سال سی ویک از جلوس میمنت مانوس
نوشته شد

جانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ تاریخ روز جمعہ بست و هفتم شهر رمضان المبارک سنہ ۳۱ جلوس
مقدس موافق سنہ ۱۱۹۰ فصلی مطابق ۱۲ ارذی ماه الهی - برسالہ موتمن الدولۃ العلیہ معتمد السلطنۃ
البهیہ عمده وزراے رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج
دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمدۃ الملک
دار المهام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاه خلایق پناه غلام علی
قلمی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمۃ والاحسان کمال الدین خان
ولد دلیر خان مرحوم بعرض مقدس معلی رسید کہ مبلغ شش لک دام پرگنہ شاه آباد
دربست سرکار خیرآباد متعلق بصوبہ اوده کہ از راه خانہ زاد پروری بطریق محال وطن بجاگیر
خانہ زاد مرحمت شده از وقت آبادی پرغلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران
سرکار خیرآباد بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیره ابواب ممنوعہ کہ معفوه بارگاه والاست مزاحمت
نرسانده و درینولا نائب فوجدار سرکار خیرآباد مزاحمت میرسانند درینصورت باعث ویرانی
محال وطن خانہ زاد است از فضل و کرم در ماده عدم مزاحمت پیشکش و سائر وغیره ابواب
ممنوعہ و تنخواه پرگنہ مذکور تا بحیات بجاگیر خانہ زاد و بعد آن تا بقاے نسل فرزندان خانہ زاد
بجاگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالیشان مرحمت شود حکم جهان مطاع عالم مطیع صادر شد
کہ پرگنہ شاه آباد مذکور دربست تا بحیات بجاگیر خان مشار الیہ و بعد آن تا بقاے نسل
فرزندان و بجاگیر دیگرے تنخواه نشود و احدے بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیره کہ ابواب
ممنوعہ معفوه بارگاه والاست بوجه من الوجوه مزاحمت نرسانند. بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد
بست و هفتم شهر رمضان المبارک سنہ ۳۱ جلوس والا

شرح بخط مؤتمن الدولة العلیه معتمد السلطنه البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جملة الملک مدار المهام اسد خان آنکه داخل واقعه نمایند۔

شرح بخط واقعه نویس آنکه مطابق واقعه است شرح بخط موتمن الدولة العلیه معتمد السلطنة البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جملة الملک مدار المهام اسد خان بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت و الاحسان شریف خان آنکه بتاریخ بست و هفتم شهر محرم الحرام سنه ۱۳ جلوس مبارک مکرر بعرض مقدس و معلی رسید بموجب شرح بخط مدار المهام اسد خان آنکه فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

سنه ۱۳ لک ۶ ام پرگنه شاه آباد حال وطن دربست

برساله موتمن الدولة العلیه معتمد السلطنه البهیه عمده وزراے رفیع الشان زبدهٔ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناهج مناهج دولت و اقبال انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جملة الملک مدار المهام اسد خان و نوبت واقعه نویسی غلام علی۔

عالمگیر بادشاه
نبیل لله خانه زاد باد

عالمگیر شاه
مرید علی
۱۰۸۱

مرید عالمگیر شاه
اسد خان
۱۰۸۱

سرکار کالنجر میں کمال الدین خان کو جو جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل یہاں پر تحریر کیجاتی ہے۔

نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان
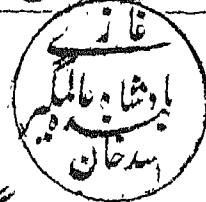
غازی
بادشاہ عالمگیر
بندۂ
اسد خان

چودھریان و قانونگویان و مقدمان و رعایا و مزارعان پرگنہ سہدہ سرکار کالنجر صوبہ الہ آباد بدانند که

چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار دام از پرگنہ مذکور از تغیر چاندمت ابتداے خریف تحاقوی ییل مطابق ضمن بجاگیر رفعت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر گشتہ باید که مال واجب و حقوق دیوانی را از قرار واقع و رایت موافق جہان و معمول تحان شار الیہ جواب میگفتہ باشند و از ہیچ حسابے و صلاح و صوابدید خان موسی الیہ بیرون نروند بتاریخ ۲۵ ربیع الاول سنہ ۳۷ جلوس اقبال مانوس قلمی گشت۔

جانب پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پرگنہ سہدہ سرکار کالنجر صوبہ الہ آباد از تغیر چاند که از ثلث ربیع بجاقوی سل تا باقی ابتداے فصل خریف بجاقوی سل مرحمت شد

نواب کمال الدین خان کی بیوی

بیگم صاحبہ سندرخان کی صاحبزادی تھیں یہ نہایت لایق و منتظم بیوی تھیں انھین کے فرزند سردار خان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھیں انکے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویان جو دردمند ہوتی تھیں جاکر استغاثہ کرتی تھیں اور یہ انکی دلجوئی کر کے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد مہدی صاحب کی بہو بھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئین تو نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس آگئین تھیں اس عرصہ مین نواب سردار خان انکے صاحبزادہ بھی انتقال کر چکے تھے مگر یہ زندہ تھیں کاغذات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست مین انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے راقم کی نظر سے گذرے ہین ۱۲۰۲ھ تک انکی حیات کا زمانہ ایک باغ کے بیعنامہ سے جو انکا زرخریدہ ہے ثابت ہوتا ہے۔

منجملہ دیگر کاغذات کے ایک بیعنامہ انکے نام کا ناظرین کی آگاہی کیلیے ہم درج کرتے ہین

نقل بیعنامہ بنام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرار معتبر صحیح شرعی نمودند مخبران باسم و نسب خود ہا ہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام محی الدین ولد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمر الدین و شیخ ظفر الدین و شیخ کریم الدین و مسماۃ نجیب النسا و مسماۃ جان بی بی ابنان و ابنات و النشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماۃ رابعہ خانم است بنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد اسمعیل و مسماة بی بی گلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماة بی بی راجی بنت شیخ محمد زمان ولد شیخ محمد داؤد زوجه‌هاے دانشور خان مذکور فی حال بصحیح اقرار بهم شرعا بدینوجه که منمقرین مذکورین مبلغ پانصد روپیه محمد شاهی جید تمام وزن که نصفت آن دو صد پنجاه روپیه موصوفه میشوند از وجه قیمت یک قطعه باغ پخته که موازی آن دو نیم پخته زمین پخته معه یک دهنه چاه معه اشجار با مثمره و غیره مثمره و محدود است بحدود اربعه متعینه ذیل

شرقی	غربی	جنوبی	شمالی
آن متصل است بباغچه مرزا قاسم بیگ	آن ملحق است بباغ بهلول خان	آن ملزق است بباغ میر امان الله	آن پیوسته است بشارع عام

ولبعض بزمین باغ مذکور

بمرزه مسماة پیاری بی بی ولد سندر خان بن جلال خان والده امارت پناه محمد سردار خان زوجه رستم خان طلب داشتم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفته در تحت و تصرف خود آوردم من بعد آن هیچ حقے و دعوے و خصومتے بوجهے من الوجوه و بسببے من الاسباب نیست و نمانده بنا بر آن اینچند کلمه بطریق قبض الوصول وجه بہاے محدوده مذکوره را نویسانیده دادیم که تا ثانیا حال سند باشد که عند الحاجت بکار آید و کان ذلک بمحضر المسلمین تحریر فی التاریخ بست و ششم شهر محرم سنه ۱۶ جلوس والا مطابق سنه ۱۱۴۷ ه

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام محی الدین ولد دانشور خان مرحوم	قطب الدین ولد دانشور خان	قمر الدین بنده درگاه	ظفر الدین بنده درگاه	بی بی جیونی بنده درگاه

گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد	گواه شد
عصمت الله فدای جیلانی	عبد الباقی	درویش محمد	خیر الله	شیخ محمد طاهر

نواب کمال الدین خان کی زرخرید اراضیان دہلی مین اکثر تھین منجملہ ان حقیقتون کے موضع نہر ولہ جو نواب دلیر خان نے خرید کیا تھا اور جسکا بیعنامہ تذکرۂ دلیر خان مین منقول ہو چکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہانپر تحریر کیجاتی ہے۔

نقل صورتحال مولعلی۔ بادشاہ عالمگیر

چون کتمان شہادت موجب اثم است

لہذا سوال میکند و گواہی میطلبد کمال الدین خان ابن دلیر خان بن دریا خان از ہر یک مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علمائے دین متین از اہل اسلام و زمینداران و سکان و احالی و موالی موضع نہر ولہ معمولہ حویلی دار الخلافت شاہجہان آباد کہ بر ہر یک پیشانی روشن و مبرہن است کہ یک قطعہ معلومۃ الحدود کہ واقع است در موضع مذکور و محدود است بدین حدود اربعہ مسطورہ و مشتمل بر حویلی پختہ و خام و چاہ و خانہا متفرقہ

شمال	جنوب	غرب	شرق
آن ملصق است ببعضے حویلی سید عمر بن سید مرتضے بن سید قطب	آن متصل است به بعضے به بنیاد شاہی و بعضے بقبرستان عام	آن ملزق است بباغ سرکار خاصہ شریفہ باغچۂ گرسین صراف	آن پیوستہ است بدیوار قلعہ کہنہ

کہ حق ملکیت امارت پناہ دلیر خان معز الیہ بموجب خط شرعی کہ از املاک آنہا خریدہ بود بحضور جماعہ شہود و عدول و بمہر شریعت پناہ قاضی حبیب اللہ قاضی شاہجہان آباد و بمہر اقضی القضاۃ شیخ الاسلام قاضی لشکر ظفر اثر حضرت ظل ظلیل سبحان ہبہ نمودند و سند

درمجلس نقد ہبہ قبول کرد و بموجب آن برقطعہ مذکور متصرف گشت بر ہر کس ظاہر و باہر
است و برائے ثمنے اطلاعے و آگاہے داشتہ باشد اشتہادے خود ذیل مختصر بنویسد
یا بنویسانند کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور خواہد شد و کان ذلک فی التاریخ
احد من عشر رمضان المبارک سنۃ الف و سبع ثمانین من الہجرۃ النبوت و صلعم

گواہ شد	گواہ شد
انچہ درمتن مسطورست بیان واقعہ است بندہ درگاہ بیداس ولد مکنداس چودھری و قانونگو دارالخلافہ	مکنداس ابن موہنداس چودھری و قانونگو شاہجہان آباد

نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کہین نظر سے نہین گذرا لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب ہے سنہ ۴۲ جلوس عالمگیری مطابق سنہ ۱۱۰۸ ہجری مین وہ اورنگ زیب کیطرف سے شاہزادہ محمد معظم کی خدمت مین کسی مہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہین جسکا فرمان آجتک موجود ہے اور وہ اوپر درج ہوچکا ہے اور سنہ ۱۱۱۹ ہجری تک اونکی زندگی تاریخ اخبار محبت سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس سنہ مین وہ عالمگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزادون مین تخت کے لیے جھگڑا ہوا تھا شریک و موجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری تک بڑی ڈیوڑھی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۱۱۸ ہجری مین انکی جانب سے محمد دلاور کو خدمت امانت و فوجداری کی دیگئی ہے اور اسیطرح سنہ ۱۱۲۱ھ مین بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خانخیل کو دیگئی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ اراضی چوکا پیر محمد کو سرائے راتنک مین عنایت ہوئی ہے اسکے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی مہر شدہ حکمنامہ راقم کی نظر سے گذرا ہے غرضکہ ان کاغذات سے سنہ ۱۲۱۱ھ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہو خاکسار کی نظر سے نہین گذرا بلکہ سنہ ۱۲۵۱ہجری مین انکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جاتے ہین اسلیے ثابت ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے سنہ ۱۲۵۰ہجری کے آخر زمانہ مین یا سنہ ۱۲۵۱ھ کے شروع زمانہ مین انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حین حیات اپنی مہر مین بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہین تحریر کرتا ہے ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹۰ھ کو ایک تملیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرار نامہ اونکے صاحبزادہ سید محمد صلح صاحب نے اپنی والدہ یعنی گل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے اوسمین گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح تحقیق ہو گیا کہ وہ سنہ ۱۲۴۲ہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد انکا انتقال ہو گیا ہے

نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد مین محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ تو بالاتفاق ثابت ہین لیکن بعضونکو فرزندون اور انکے نامون مین اختلاف ہے جمال الدین جمال الدین خان کے متعلق بعض کہتے ہین کہ یہ لاولد فوت ہو گئے اسیوجہ سے انکا نام بعد کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ مین نہین لکھا گیا مگر موضع اترچی پرگنہ پالی کے بیعنامہ مین جو سنہ ۱۲۵۱ہجری کو انکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے ان

جمال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان
بھی انکے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے انکا نواب صاحب موصوف کی اولاد مین
ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خاصخیل و خانہ زاد کیطرف
سے بازار بسانا اور پھر چودھرایت کا دیا جانا عمل مین نہ آتا اسیطرح نہال الدین خان کے
نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی
ظاہر ہوتا ہے جسطرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج
نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوے اسیطرح بازار جمال خان جمال الدین خان
کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسلے گئے ہون اور یہ بھی
ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی مین کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے
ہون واللہ اعلم ایک جمال نام خاصخیل بھی جسکے متعلق چودھرایت گنج و بازار کی ہے
کاغذات مین پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ مین جمال الدین ولد حسین خاصخیل کا نام
بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام سے کہ اراضی
کا معافی نامہ بھی محمد سردار خان کیطرف سے تحریر ہوا ہے بعض کاغذات مین محمد یار خان
بھی کمال الدین خان کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین نواب صاحب کی دوسری دختر کا نام خیر النسا بیگم تھا

نواب کمال الدین خان کا مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جسجگہ پر کہ سرائے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے
قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا
اب یہ مقبرہ شفاخانہ سرکاری کے محاذ مین پچھم کیطرف لب سڑک واقع ہے

چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجاے تعویذ کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے
اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت
خوشنما ہے چار دیواری کے وسط مین ایک کرسی دار چبوترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد
قایم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد برآمدے ہین اور درمیان والے حصہ مین خاص مزار
ہے جسکی دیوارونمین جالیان اور دروازے لگے ہوے ہین پچھم کیطرف اوسکے
مسجد ہے مقبرہ کے اطراف مین باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت
بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خانصاحب حاجی محمد حسین خانصاحب اختیارپوری نے
بڑی ڈیوڑھی سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے
از سر نو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ مین ہر سال ربیع الاول
مین مجالس میلاد شریف کی منعقد ہوا کرتی تھین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر
اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہو گئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت
کے گوشہ ٹوٹ چکے ہین ایک بے تمیز کاشتکار نے اوسکے ستونون سے جانور باندھکر
کثافت وغیرہ سے صحن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور
صاحب ارادت کے لیے کحل الجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جہان محبوب
خدا کا قدم جو کائنات کا سرتاج ہو موجود ہو ایسی عدم توجہی سے ڈال رکھا جاے نہایت
بے ادبی و بدنصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آنیکا شاہ آباد مین یہ قصہ ہے
کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مہم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہو کر کہا تھا
کہ جو مانگو گے وہ پاؤ گے اسموقع پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا
کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہ

دین مین سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہون قدم حضور سرور عالم صلعم جو ملک عرب سے آیا ہے اسکے پانیکی آرزو رکھتا ہون چنانچہ حسب التماس انکے وہ انکی تمنا پوری کیگئی اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا کمال الدین خان یہ نعمت عظمے اور دولت کبرے حاصل کرکے باوضو اپنے سر پر رکھکر ہاتھی پر سوار ہوے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لاے یہان آکر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب مین مرجاؤن اور میری نعش قبر مین دفن ہو تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جاے تاکہ خدا کے روبرو میرے لیے ذریعہ نجات ہو۔

اسموقع پر دو باتین قابل الذکر ہین اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب صحیحہ مین اسناد بھی مرقوم ہین یا نہین دوسرے یہ کہ کتب مستند مین روایات صحیحہ ثقہ راویون سے اگر منقول ہین تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد مین موجود ہے اصل ہے یا نہین اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیون نہ برکت حاصل کیجاے امر اول کے متعلق تو متکلمین و محققین نے تواتر کے ساتھ مفصل طور پر بحث کی ہے اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پاے مبارک کے نیچے پتھر مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا اسبارہ مین مولوی عبد الحکیم صاحب دہلوی نے جو مولوی عبد الرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ الحرمین عربی و اردو مین تصنیف کیا ہے اور اسپر علماے حرمین یعنے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہین اسکے علاوہ راقم نے اور مستند کتب و مہاجرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفاء قاضی مین ہے کہ لم یوت نبی معجزۃ الا و عند نبینا مثلہا او ماھو ابلغ منھا الخ ۱۲

یعنی کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہین عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف مین خود خداوند کریم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ انکا نشان سخت پتھر پر بنگیا تھا ارشاد فرماتا ہے تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش پتھر پر پہنچانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات آپ کی ذات کے لیے کوئی بڑی فضیلت کی نہین آپ تو سید المرسلین و افضل المخلوقات ہین جملہ خلائق پر تمام صفات مین خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا ہوا آسمان پر شق القمر کا معجزہ آپ سے ظہور مین آیا ہے تو پتھر کا نرم ہو جانا آپ کے پاے مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب انموذج اللبیب فی خصایص الحبیب مین اپنے استاد مصنف سیرت شامی سے لکھا ہے کہ جب جناب رسالتمآب پتھر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے اوسپر پہنچاتے تھے اور نظم الدین مرزا جان برکی نے اسبارہ مین یہ تحریر کیا ہے کہ جب آنحضرت پتھر پر چلتے تھے تو ضرور اسپر اثر ہو جاتا تھا اور حافظ عبد اللہ دمشقی نے مولد الانوار مین اس امر کو یا ین عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ مجکو نہایت شہرت کے ساتھ پہونچا ہے شائد منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہین دیکھا۔ اور محمد عبد العزیز خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ پتھر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات مین ثقہ راویون سے نقل کیا ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہین وہ جاہل ہین اور یہ امر انکی جہالت و ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولد مین تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت سے یہ معجزے ظاہر ہوے ہین کہ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپکے روبرو رویا ہے
اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور جسوقت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپکا سایہ اسپر
نہین پڑتا تھا اور ریت مین آپکے پاے مبارک کا نشان نہین بنتا تھا اور سخت پتھر
آپکے قدم کے نیچے نرم ہوجاتا تھا اور اونھین مصنف ابن جوزی نے دوسری جگھ
کتاب الوفا مین حافظ ابو نعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسولخدا صلعم غار حرا مین
داخل ہوے اور آپنے اپنے سر مبارک کو پہاڑ کیطرف مائل کیا تاکہ آپکی صورت اس
مین چھپ جاے پس نرم کردیا حقتعالے نے پہاڑ کو یہانتک کہ داخل کیا آنحضرت
نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا آپنے جسطرف دل چاہا اور نشان ہوگیا اس پہاڑ
کے پتھر مین آپ کی کلائی اور کہنی مبارک کا۔ چنانچہ حاجی لوگ آجتک اسکی زیارت
کرتے ہین اور اسیطرح بیت المقدس کا پتھر خمیر آٹے کیطرح ملائم ہوگیا تھا اور اوسیجگہ پر
شب معراج مین آپکے براق کو باندھا گیا تھا اور آجتک اس متبرک مقام کو تلاش
کرکے زیارت کرتے ہین۔ انسان العیون مین علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ
شب معراج کو صخرۂ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا مین معلق ہے اوسپر آنحضرت کے قدم شریف
کا اثر بنگیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج مین حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کو تشریف
لیگئے تھے اور مصنف کتاب فتح المتعال نے تحریر کیا ہے کہ مصر مین سلطان ابی نصر محمود
مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دیکھا ہے جسمین آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے
جسکی لوگ زیارت کرتے ہین اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار
نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپکے پاے مبارک
کی نرمی کو تکلیف نہو اسلیے وہ نرم ہوجایا کرتا تھا۔ ابو شجاع مالکی بلخی نے تفسیر در مکنون

آیت وتخذ ومن مقام ابراھیم مصلی کی تفسیر مین تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم
خلیل اللہ کے قدمونکے نیچے بھی پتھر خمیر آٹیکے مثل نرم ہوگیا ہے اور اوسپر اونکے
قدم مبارک بنگئے ہین ایکبار جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خانہ کعبہ بنانے کے لیے
کھڑے ہوے تھے اور دوسری بار جسوقت حضرت اسمعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے
یعنے آپ کی بہو نے آپ کا سر دھلایا ہے اور اسیطرح جسوقت آپنے لوگون کو حج
کے لیے آواز دی تھی تو آپکے پاے اقدس کے نیچے پتھر نرم ہوگیا تھا اور انپر نشان
منقوش ہوگئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبے محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم
کے قدم مبارک کے نقش بارہا پتھر پر بنگئے ہین بعض اوقات دونون قدمون کے نقش
معہ نعلین شریف کے منقوش ہوے ہین اور بعض وقت آپکے برہنہ پائی کے نشان بھی
بنگئے ہین بلکہ آپکے خچر کے سم کا نشان بھی پتھر پر بنگیا ہے اور کفار کے ہاتھ جسطرح
کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مٹا سکے اسطرح وہ ہمارے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مٹا سکے جسوقت کہ شب معراج مین آپ براق پر
سوار ہوے ہین اوسوقت بھی آپکا قدم پتھر پر بنگیا ہے۔ علماء کاملین نے اپنی تصنیفات
مین برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علما سے بعض کے نام نامی ہم اسجگہ پر تحریر کرتے
ہین۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی۔ محمد بن مالکی۔ اسحاق بن ابراہیم
معاویہ بن صالح۔ ثعلبی طرطوسی۔ بیہقی۔ ابونعیم وغیرہ۔ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے قصیدہ مین اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابو عبداللہ فاضل نے قصیدہ
ہمزیہ مین یہ معجزہ لکھا ہے اور عبدالرحمن صفوری نے کتاب نزہت مین قصیدہ جسکا
ایک شعر یہ ہے ھذا الذی امشی فی الرمل الاثر + یری لہ ویری فی الصخر والجبل

یعنے یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت مین تو اسکے پاے اقدس کا اثر نہین نظر آتا تھا اور
اسکے پاے مبارک کا نقش پتھر اور پہاڑ پر دیکھا جاتا تھا۔ اسکو حافظ حسن ویار بکری صاحب
الخمس نے احوال نفس نفیس مین تحریر کیا ہے
یعنے ریت پر آپکے قدم مبارک کا نشان نہین بنتا تھا اور پتھر آپ کے قدمون کے نیچے
نرم ہو جاتا تھا۔
اس زمانہ کے علما نے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت
کیا ہے منجملہ اونکے مولانا فرید الدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے
اپنی کتاب سیف المسلول علے انکر اثر قدم الرسول مین جو تردید مین مولوی نذیر حسین صاحب
دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل المحکم فی نفی اثر القدم کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیان کیا ہے
اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول
صاحب و مولوی حسن الزمان صاحب نے قول المستحسن مین اور مولوی عبد الرحمن صاحب
اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہین جو قدم شریف
کہ دہلی مین خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبر پر
سنہ مین بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث
دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔
جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے آنحضرت صلعم کے نعلین کے
نقشے بناکر تعظیم دی ہے اور اوس سے فوائد و برکات حاصل کیے ہین۔ خوشا نصیب ان
اشخاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو اوسکو واجب التعظیم سمجھین اور اس
سے سعادت حاصل کرین اور جس مقام پر کہ آپکے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہون

اس سے برکت حاصل کرین اور وہ مقام کہ جسجگہ پر آپ کا قدم مبارک ہوگا ہمیشہ مہبط
انوار الٰہی رہیگا اور اہل ارادت اُسجگہ پر جبہ سائی کرتے رہینگے جسکے متعلق حافظ
شیرازی فرماتے ہین ؎

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ٭ سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

راقم نے مکہ معظمہ کو جو عریضہ اس امر کی تحقیق کے لیے مکرمی مولانا مولوی فضل حق صاحب
مہاجر کیخدمت مین لکھا تھا اوسکے جواب مین مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۰ ہجری کو
یہ تحریر فرمایا کہ حرمین شریفین کی ساری زمین مقدس قدم رسول ہے و فاق النبی صلعم
کی ایک مکان کی دیوار مین ایک پتھر بشکل زبان گاؤ کے نصب تھا اسکو حجر متکلم کہتے
تھے اسکی روایت یون مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم
شریف تشریف لیے جاتے تھے ایک شخص ملا اوسنے عرض کیا کہ نماز ہوگئی آپ افسوس
کی حالت مین کہنی ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور اس پتھر مین نشان ہوگیا فقیر نے بھی اسکو
دیکھا تھا اس پتھر نے عرض کیا کہ یہ شیدا ان ہے صحابہ سب حرم شریف مین حضور کے
منتظر ہین مگر وہ پتھر شاہ ایران نے شریف مکہ کو جنکا نام سید محمد عون تھا ہزارہا اشرفیان دیکر
منگوالیا۔

اسیطرح راقم الحروف نے مدینہ منورہ کو منشی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار و مہاجر کیخدمت
مین اسکے متعلق عریضہ بھیجا تھا جسکے جواب مین مہاجر صاحب نے مدینہ منورہ کے مستند
حضرات سے حالات تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ
یہان ایک مسجد ہے وہان آپکی سواری کا جو خچر تھا اوسکے سم کا نشان موجود ہے
قدم مبارک یہان تو اب کوئی نہر یا سلامت مین موجود ہونا ممکن ہے کہ جنکو صاحب قدام

لوگ تبرکاً جا بجا لے گئے۔ مکہ معظمہ مین مقام ابراہیم ہے وہان حضرت ابراہیم کے قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ مین وہ کھولا جاتا ہے اور زوار و حاجی زیارت کرتے ہین اور آب زمزم اوسمین بھر کر پیتے ہین اور اپنے ساتھ دور دراز مقام کو لیجاتے ہین امام فخر الدین رازی نثر الجواہر مین تحریر فرماتے ہین (کہ چون بر سنگ میرفت می پذیرفت سنگ اثر قدم مبارک آن سرور) اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوۃ مین لکھتے ہین (کہ از انجملہ است کہ چون بر سنگ میرفت فرو میرفت ہر دو پلے او دران) کتاب المعجزات مین ہے کہ حضرت رسالت پناہ پتھر پر جب چلتے تھے تو آپ کے قدمون کے تحت مین نشان بنجاتے تھے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا مین جانے کے وقت آپ کے قدم کے نشانات پتھر پر بنگئے جسطرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان بنجاتے ہین پس نبی رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدمونکے نشان پہچانکر ہم لوگون کو دیکھ لینگے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے اونھین محو کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری نے فتح الباری مین اور حافظ الزبیری نے خصایص مین لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہوجاتا ہے مگر اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر کو نرم کر دیا جو نہ آگ سے اور نہ کسی دوسری شے سے نرم ہوتا ہے مصنف فتح المتعال رقمطراز ہین کہ مینے اس قبہ مین جو زمزم کے پیچھے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم مبارک کا نقش ہے غرضکہ علمائے متقدمین و متاخرین سبکی زبانون سے یہ مشہور معجزہ

بیان مین آچکا ہے۔ نواب سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال نے اختر اقبال مین قدم شریف صلعم کی سلطان المعظم کے خرقہ قسطنطیہ مین موجودگی اونکی زیارت تحریر کی ہے
جسکا یہ قدم پاک ہے اوسکے مراتب بھی تمام عالم مین روشن ہین جسکے متعلق حدیث
قدسی ہے کہ لولا محمد لما اظہرت ربوبیتی یعنے ارشاد باری ہے کہ اگر نہوتا تو اے محمد صلعم
تو نہ ظاہر کرتا مین اپنی الوہیت کو اس حدیث کو حاکم نے نقل کیا ہے اور دوسری حدیث
قدسی یہ ہے ماخلقت خلقا اکرم علی منک خلقت الدنیا واہلہا لاعرفہم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک لما خلقت الدنیا
یعنے فرمایا حقتعالے نے نہین پیدا کیا مینے کسیکو مخلوقات سے بزرگتر تجھ سے بجز اپنے
اور البتہ پیدا کیا جو دنیا اور اوسمین ہے تاکہ پہچانین اور معلوم کرادون اونکو بزرگی اور مرتبہ
تیرا کہ جو میرے نزدیک ہے اور اگر نہوتا تو بیشک مین نہ پیدا کرتا دنیا کو روایت کیا
اسکو ابن عساکر نے اور اسپارہ مین ایک یہ حدیث ہے ان اللہ قد رفع الدنیا فانا
انظر الیہا وما ھو کاین فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیشک حق سبحانہ تعالے نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو پیدا کیا مین دیکھتا
ہون دنیا کو اور جو کچھ اوسمین ہونیوالا ہے قیامت تک اور مین اسطرح دیکھتا ہون جیسے
کہ ہتھیلی دیکھتا ہون اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور مواہب مین بھی اسکا ذکر
آیا ہے اور مشکوٰۃ شریف مین وہ حدیث کہ جسمین فضیلت واقع ہوا یعنے جو کچھ آسمانون
وزمینون مین ہے وہ سب جانا مینے اور یہ حدیث ابوذر سے مواہب مین منقول ہے
قال ابوذر لقد ما ترکنا رسول اللہ صلعم ما یحرک الطایر جناحیہ فی السماء الا ذکر منہ علما
یعنے کہا ابوذر صحابی نے کہ عالم مین پرندہ تک جو پر ہلاتا ہے اوسکے ذکر کو بھی آنحضرت
صلعم نے نہین چھوڑا کہ بیان نہ کیا ہو از روے علم کے اور خداوند کریم نے آپکو خبردار
کیا ہے اس سے زیادہ اور القا کیا۔

حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبداللہ بن عمر سے ترمذی مین
کہ ایک روز آنحضرت سرور عالم دولتخانہ سے باہر تشریف لائے ہم سب حاضر
تھے آپ کے دست مبارک مین دو کتابین تھین آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ
یہ کون کتابین ہین ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو نہین معلوم آپ خبر دین پس ارشاد
کیا آنحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ مین ہے یہ کتاب منجانب رب العالمین
کے ہے اسمین نام جنتیونکے ہین اور اونکے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان
کو جمع رکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب مین دوزخیونکے نام ہین اور انکے باپ دادا کے
اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہین فرمائی اور دوسرونکا کچھ حال نہین
ارشاد کیا جنتی اور دوزخی لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے
مواہب لدنیہ مین لکھا ہے کہ زیارت کرنیوالے اشخاص کو حضرت سرور عالم اسطرح
دیکھتے ہین کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہین او حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا
ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اور سر مو فرق نہین اس سے۔ حافظ سیوطی نے کتاب تنویر مین
لکھا ہے کہ آنحضرت زندہ ہین بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہین عالم
ملکوت اور زمین کے کنارونمین اور اوسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہین جیسے کہ زندگی
مین تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے
اور کل اختیار دیا گیا ہے انکو حق تعالے کیطرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و
سفلی مین تصرف کرنے کا اور اسبارہ مین خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء
احیاء فی قبورھم ویصلون یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء
زندہ ہین اپنی قبرون مین اور نمازین پڑھتے ہین اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء یعنے فرمایا رسول اللہ صلعم نے حرام کیا اللہ نے زمین
پر انبیا کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیا مین بیہقی نے اور اصبہانی نے ترغیب
مین انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھپر جمعہ کے دن یا رات مین
درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات
کے بھی اوسیطرح ہے جیسا کہ زندگی مین تھا اخبار مدینہ اور دلائل النبوۃ مین ابونعیم نے
سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید مین جب بے حرمتی اہل مدینہ کی
کیگئی ہے اور کوئی شخص وہان اسوقت مین نہین رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ
صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح
ہمزیہ مین لکھا ہے کہ جو عدم سے ملک ہستی کیطرف آتا ہے وہ حقتعالے آنحضرت کے
واسطے سے بھیجتا ہے اور آپ ہی کے وسیلہ سے پہونچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف
ہون یا رزق کی تقسیم ہو جواہر المنظم مین ہے کہ آنحضرت خلیفہ ہین اللہ کیطرف سے روے
زمین کے اور آخرت مین شفیع کیے گئے ہین چنانچہ حشر کے دن مقام محمود آپکو شفاعت
کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالے کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما
ہونگے آنحضرت نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اسبارہ مین ارشاد فرمایا تھا
اور فضیلت آپکی قیامت کے دن مسلم ہے کہ انا سید ولد آدم یوم القیامۃ
یعنے مین سردار ہون اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالے قرآن مجید مین آپکی
شان مین فرماتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی یعنے قیامت کے دن خدا اتنا دیگا
کہ تو راضی ہو جاوے گا وعسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا یعنے قریب کہ اٹھاے
تجکو قیامت کے دن تیرا رب مقام محمود مین ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنے آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہین حافظ عبد اللہ نے مصباح الظلام
مین لکھا ہے کہ ایک بدو آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر شریف پر آیا اور ایک
مٹی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پر ڈالی اور کہا کہ یا رسول اللہ ظلم کیا مینے اپنی جان پر اب
آپ کے حضور مین آیا ہون کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر شریف سے آواز
آئی کہ مقرر بخشدیا تجکو اللہ تعالے نے۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی
نے کیا خوب فرمایا ہے یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّهُ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔
غرضکہ بیان مذکورۂ بالا سے واضح ہو گیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہین جس نبی کے
یہ فضائل ہون اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہون اور اسکے
پاے مبارک کے نیچے پتھر کا نرم ہو جانا کون بڑی بات ہے۔
رہی دوسری بات کہ شاہ آباد مین قدم مبارک اصلی ہے یا نہین یہ بات صاف
ظاہر ہے کہ اصلی و نقلی قدم مبارک کی ہیئت مین زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو شخص
پہلے قدم مبارک کی زیارت کریگا اوسکو صاف روشن ہو جائیگا کہ اسمین ذرہ بھر بجز
قدرتی طور پر نقش ہونیکے دستی تصرف نہین ہے اگر یہ اصل نہوتا تو عالمگیر سا متشرع بعلم
بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیون رکھتا اور کمال الدین خان سے واتھکار بلا اسنا و اپنے سر پر
رکھکر دہلی سے کیون لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کرنیکی وصیت کیون
کر جاتے راقم سے ایک معتبر باوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک بزرگ
صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الٰہی کے انوار برستے ہین اور عالم آخرت مین انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب صدقہ حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا ہی جب دلائل قوی سے اس قدم شریف کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو اوسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا کیسی محرومی ہے۔ صاحبان ارادت کو توجہ چاہیے اور اسکی زیارت سے ہمیشہ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ اب اس مقبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی دیندار فیاض امیر اپنی عالی ہمتی سے میری مرمت کرا کے دربار رسول اللہ میں سرخروئی حاصل کرے اگر وہ دنیا مین میری درستی کرائیگا تو اسکے صلہ مین خداوند کریم اجر عظیم اسکو عنایت کریگا۔ طالبان صادق اس دائمی حسنات کا حصہ ضرور حاصل کرین اور اس خدائی خزانہ سے ابدالآباد کے لیے دولت دارین پانیکی ضرور کوشش کرین۔

نواب دلیر خان و نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڑھی بالکل شاہی ڈیوڑھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک مد کا باقاعدہ علیحدہ محکمہ تھا خواجہ سرا۔ دفتر انشا۔ صیغہ جاگیر۔ صیغہ فوج۔ ہر ایک جداگانہ تھا اونکے اہلکاروں کے نام بعض کاغذات مین پائے جاتے ہین جو تحریر کیے جاتے ہین۔ خواجہ سرا نہایت خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یادگارین چھوڑی ہین چنانچہ چودہ کنوئین سات مسجدین شاہ آباد مین باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہون نے بنوائی ہین ایک کا نام خواجہ اقبال ہے جنھون نے ایک مسجد لب سڑک بازار چہارشنبہ مین معہ پختہ کنوئین و حجرہ کے تعمیر کرائی ہے جسپر سال تعمیر یہ کندہ ہے

امیرا سے خدا استغفر گاہ ✧ خواجہ اقبال ساخت مسجد چاہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھون نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے پتھر پر یہ کندہ ہے۔

بہ الف و نود نہ خود کرد اساس	براہ خیر مسجد خواجہ الماس

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اوسنے ایک مسجد و کنوان وحجرہ لب سڑک بازار سردار گنج مین بنوائی ہے جو اب تعلقدار باسط نگر کے قبضہ مین ہے اور اسی علاقہ کے رئیسونکی قبرین بھی اسمین موجود ہین اسپر یہ تاریخ کندہ ہے

در چہل ہفت سن جلوس پسند	مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند

ایک مسجد حکیم سید فرزند علی صاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سرا ے مین ہے ایک مسجد قریب محلہ اللہ پور کے ہے جو لب سڑک باغین ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خانصاحب اللہ پوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خانصاحب کے مقابر ہین ایک مسجد ناتمام بی بی بتو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی بتو نواب دلیر خان کی بہن تھین اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جبکہ بیٹے سلیم خان و پوتے چاند خان تھے نواب صاحب موصوف کی ڈیوڑھی مین ایک نیاز نام کے خادم تھے جنھون نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل نیاز باڑی لگائی تھی اور اسمین مسجد و مکان و کنوان وغیرہ بنا کر ایک پر فضا چمن سجایا تھا مگر اب یہ مقام بتداد زمانہ خراب و خستہ ہوگیا ہے ایک پتھر سال تعمیر کا کندہ کیا ہوا راقم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

از غوث چو یافت این بشارت رضوان	گر فضل گذر کند شفیع دو جہان
ادبہر بنا ے باغ پائین رسول	آورد نیاز از باغ جنان
	۱۱۷۵ ھ

انھین مین ایک خواجہ معقول اور خواجہ اسد اللہ وغیرہ تھے جنمین بعض
وکیل اور بعض بڑی ڈیوڑھی کے فوجدار تھے۔
نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبد الحکیم بن شیخ فتح اللہ۔ محمد تقی اور کاشی رام
دیوان تھے جو آخر مین ترقی کر کے نیابت کے درجہ کو پہونچگئے تھے عالم چند چودھری
قانونگو تھے سیوکرام۔ پھوپچند۔ حافظ منعم صدیقی کارپرداز تھے دیبی داس عظیم خان
ڈیوڑھی مین صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہونچے تھے۔ گھاسی رام
نور محمد خان۔ اسلام محمد توشکخانہ کے داروغہ تھے اور موہن سنگھ پسر جے سنگھ اور محمد معروف
میان بلال۔ پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جو اونکی
طرف سے بعض کاغذات پر مہرین کیا کرتے تھے قاضی سید زمان تھے جنکی مہرین
سید زمان اور کمال الدین خان دونونکے نام بطور سجع کے کندہ ہین۔
نواب کمال الدین خان کی مہرین تین قسم کی تھین ایک مین رستم خانہ زاد عالمگیر بادشاہ
دوسری مین کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ تیسری مین کمال الدین
خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی کندہ ہے۔
قاضی صاحب کی مہر مین یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔

از شاہ عالم
یافت
زمان دورہ
از راہ صدق
سید
خود کمال الدین خان

غالبًا چوتھی مہر بھی تھی جسمین خطابی نام رستم خان عطیہ شاہی
کندہ تھا۔
بڑی ڈیوڑھی کے کارپردازون مین دیوان محمد مبارک بڑے منتظم اور مالدار تھے
نواب کمال الدین خان کے عہد مین یہ متصدی تھے اور چودھرایت وغیرہ بھی اسکے
متعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ مین نیابت کے

درجہ کو پہونچگئے تھے اونکی مقدرت کے ثبوت مین اونکا تقسیم نامہ جو اونھون نے سنہ ۱۲۱۱ھ
مین اپنے ہرسہ فرزندان کو اشیا تقسیم کرکے تحریر کیا ہمارے پاس موجود ہے اور اوسپر
قاضی صاحب کی مہر بھی ہے آپکے فرزند محمد دلاور۔ محمد اعظم۔ محمد بہادر تھے اور محمد نصیر محمد اکبر
محمد قایم پوتے تھے۔ اشیاء منقسمہ مین تین ہزار دو اشرفی۔ دس ہزار پانسو روپیہ۔ طلائی
ونقرئی ظروف۔ مسی ظروف۔ پارچہ جات ریشمی تیس تھان۔ پارچہ جات سفید تین عدد
سرپند منقشی پندرہ عدد۔ پٹکہ گجراتی سترہ عدد۔ دوشالہ پندرہ عدد تھے۔ ان سب کی تقسیم
وتفصیل تقسیم نامہ مین درج ہے۔ زیور وخیمہ وفرش معہ دیگر لوازمات اسکے علاوہ تھے
توشہ خانہ مین اپنی ذات کے لیے تا بہ زندگی سامان علیحدہ محفوظ رکھا تھا۔ دیہات
وباغات اپنے اختیار مین رکھے تھے لیکن انکا کاغذ اپنی بیوی کو حوالہ کردیا تھا لونڈیان
اور خدمتگار بھی اونھین کے متعلق تھے فہرست دیہات وچکات کی جو محمد مبارک کی
زمینداری کے متعلق تھی یہ ہے۔

بیعنامہ موضع سارباہن پور وموضع موہن پور — ۲۰ بسوہ

بیعنامہ موضع جمرا جو نواب امیر خان کے نام تھا مگر بہو بیگم نے اسکا بخشش آپکے نام لکھدیا تھا — ۲۰ بسوہ

بیعنامہ موضع سراے راتک — ۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

جو بنام خانزادہ جلال الدین خان خلف نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب سردار خان
نے بصلہ کارگذاری اسکا بخشش نامہ بھی اسکے نام لکھدیا تھا۔

بیعنامہ موضع عیسے پور متعلقہ سروسنگر — ۲۰ بسوہ

بیعنامہ موضع کندرہ پرگنہ سرومن نگر — ۲۰ بسوہ

بیعنامہ موضع ترییہ پور جو بنام نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب صاحب موصوف نے

موضع پیر محمد[۵] کو مرحمت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد مذکور نے چھوٹے لال تواری کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا اور وہ پاسنے اسنکے خاندان مین آیا تھا

بیعنامہ پٹی بسرام پور ۲۰ بسوہ	بیعنامہ موضع بھوڑا ۲۰ بسوہ	بخشش نامہ موضع بہداسی دو قطعے ایک بمہر نواب سردار خان ودیگر بمہر نواب شیرانداز خان	
بیعنامہ موضع نگاو پیران تجھولا ۲۰ بسوہ	بیعنامہ موضع روپاپور ۲ بسوہ	بیعنامہ موضع جسنی وامریا ۲ بسوہ	بیعنامہ موضع بسولی وامریا سنہ
پروانہ اراضی موضع خانپور بمہر سردار خان و شیرانداز خان سنہ	پروانہ چک موضع سنگلاتھو بمہر نواب کمال الدین خان سنہ	پروانہ چک موضع میرپور بمہر سردار خان و شیرانداز خان سنہ	بخشش نامہ موضع مٹھوپور گریا بمہر نواب سردار خان و شیرانداز خان سنہ
پروانہ چک موضع بہداسی بمہر مذکورہ بالا سنہ	بیعنامہ موضع دلیرپور گودیہ ۱۵	چک دین محمد موضع دلیر خانی و موضع میرپور بمہر نواب شیرانداز خان محررہ ۱۱۶۵ھ سنہ	بیعنامہ چک بلال سنہ

ایک رہنامہ موضع گنگا مؤ و سرا سے شیخ صلاح کا منجانب چودھری ہرسہا سے جو چین سنگھ کا لڑکا اور چودھری ہمناتھ ساکن پالی کا پوتا تھا موجود ہے یہ ہر دو موضع دیوان مبارک کے قبضہ مین تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد اونکے پوتے نامدار خان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ پر یہ دونون مواضع ۱۵ رجب سنہ ۱۱۶۱ھ کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بیعنامہ تصدیق کرایا

[۵] پیر محمد ڈیوڑھی کے خدام مین تھا اور وہ محمد حسین خان صیقل کا لڑکا تھا تیس بیگہ اراضی سرا سے رانکسین اسکو نواب کمال الدین خان نے ۱۵ رمضان سنہ ۱۱۲۱ھ کو مرحمت کی تھی جسکی معافی اور پیمایش کا حکمنامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب الحکم فتح خان تھپرداس گماشتہ نے انکی تقسیم کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہین۔

اسکے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجری کو چودھری ہر سہاے نے گنگا بشن کے پاس پندرہ سو روپیہ پر مواضعات مذکور رہن کیے۔ اسکے بعد سنہ ۱۲۳۴ ہجری کو رام پرشاد ولد گنگا بشن وشیو بشن وغیرہ جو اس خاندان مین حقدار تھے اور پالی مین رہتے تھے اونھون نے پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے تھے وہ دونون موضع رہن کردیے اور یہ عجب اتفاق بات ہے کہ کئی جگہ پھر کروہ مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے یہان آگئے اسکا کاغذ قاضی ابوالحسن صاحب کی مہر سے۔ ۲۰ شعبان سنہ ۱۱۳۴ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اسوقت راقم کے پیش نظر ہے ایک ہبہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بہادر کو تحریر کیا ہے اسمین ۲۰ بسوہ کا باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور مین واقع تھا ہبہ کیا تھا پیشتر یہ باغ خانزادہ جلال الدین خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا۔ اسکے علاوہ ایک موضع مسلم موسومہ بہ علی ہادی پور پرگنہ پالی جو دیوان مذکور کو شمشیر خان نے بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پرگنہ پالی کے جو ذاتی زرخرید تھے اور ایک بسوہ سراے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرضکہ اسقدر حقیت ۲۷ ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۱ھ مین اس ہبہ نامہ کے ذریعے سے اور تحریر مین لائی گئی ہے اور اوسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونون قسم کی تصدیق تحریر ہے مہر مین محمد مبارک بندہ درگاہ سنہ ۱۱۰۹ھ کندہ ہین۔

اور ایک سند محمد مبارک کیطرف سے محمد بہادر کے نام دوسری حقیت کی تحریر ہوئی ہے جسمین محمد پور پرگنہ پالی بیس بسوہ اور کچھ اراضی قاسم اور قطبی قراش کے مکان کی درج ہے اسپر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرضکہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائداد ین انھون
نے نواب دلیر خان کے خاندان سے حاصل کی تھین اور خود زرخرید جائداد بھی بہت
کچھ پیدا کی تھی مرد دانشمند کارگذار تھے اکثر موقعون پر اپنی سرکار کو خوش کر کے خلعت
وجائداد ین حاصل کین دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑ خان کے احاطہ مین عالیشان
بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نہ اب وہ مواضعات باقی ہین نہ مکانات ہین بہت سے
لوگ انکو جانتے بھی نہین انکے خاندان سے مان خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے
اب اولاد و حقیت کا کچھ نام و نشان باقی نہین۔
اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کرین کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت
بھی تھی یا نہین ایک کاغذ جسمین انکو نواب سوار خان نے ایک معافی نامہ مین مخاطب
کیا ہے اور دوسرا کاغذ بخشش نامہ ایک موضع کا انکے پوتے کے نام ہے ثبوت
کے لیے اسجگہ ہم تحریر کیے دیتے ہین اس سے ناظرین کو اندازہ ہوجائیگا کہ انکے
خاندان مین یہ جائداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جملہ کاغذات کے نقل کرنے سے بجز
طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہین تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات مین محمد مبارک نائب
محمد سردار خان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت با اختیار ہونیکے
نواب صاحب کیطرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ ۱۱۴۲ھ
کی صورتحال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مسماۃ اتمان بعد وفات اپنے شوہر کے
جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اوسنے پیرا قوم حاپک سے نکاح کرلیا ایک
لڑکا تین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی پھوپھی مسماۃ جیونی نے
اس امر کا دعوے کیا کہ یہ لڑکا مسمے ٹیکا رام میرا بھتیجا ہے اور اسکے باپ سر دین نے

سے مجھے بخشا تھا لہذا وہ مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس مین
دیگئی تھی جب یہ عرضی انکے ملاحظہ سے گذری تو چونکہ قاضی بدیع الزمان اسوقت یہان
موجود نہ تھے پالی مین تھے لہذا انکے آنے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لڑکا امانتاً
محافظونکو سپرد کیا گیا او نھین ایام مین مرزا محمد قاسم متصدی جاگیرات کے آمد آمد کی خبر
گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام مین مصروف ہوے وہ لڑکا کوئی چورالیگیا جب
یہ خبر معلوم ہوئی تو صورت حال لکھائی گئی بعض کاغذات سے انکے اختیارات کا پتہ چلتا ہے

نقل سند معافی منجانب نواب سردار خان بنام محمد مبارک

مخاطب کیے گئے

محمد فرخ سیر بادشاہ غازی ۱۲۵ خانہ زاد سردار خان

شجاعت و عقیدت نشان محمد مبارک بعنایت امیدوار بودہ بدانند
بظہور پیوست کہ چند بیگہ اراضی در وجہ مدد معاش اہلیہ جمال الدین
ولد حسین خان صاحب در سواد موضع خانپور علاقہ پرگنہ شاہ آباد بموجب پروانہ
خانصاحب مرحوم مقرر است بنابران قلمی میگردد کہ اراضی مذکور بعد ملاحظہ سند
مہر خانصاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول بتصرف اہلیہ مرقوم واگذارند
و مزاحمت نرسانند کہ بفراغ خاطر کشتکار نمودہ بدعاے ترقی دولت اینجانب مواظبت
دارد درینباب تاکید اکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ دہم رجب المرجب ۲ سنہ
جلوس والا مطابق ۱۱۲۵ سنہ الہجری قلمی رفت۔

اس معافی کا پروانہ نواب کمال الدین خان بہادر نے ۵ صفر ۱۱۲۰ھ کو تحریر کیا ہے

کہ پچیس بیگہ اراضی اہلیہ جمال الدین خان کو جو دختر محمد معروف کی ہے چک بنا کر دینا چاہئے اسی طرح پیر محمد ولد حسین خان صیقل کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی طرف سے ۲۵ رمضان سنہ ۱۲ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اوسکے حکمنامہ کا عکس بھی محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بیگہ اراضی پیمایش کر کے چک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب الحکم محمد مبارک نے موضع سرلے رانک مین وہ اراضی گھاسی رام چودھری وقانونگو اور نور محمد و امیر خان جریب کش سے پیمایش کرا کے دی ہے اور اس حکمنامہ مین انکے نام کو رفعت پناہ امانت دستگاہ باوقعت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس چک کا دیوان مبارک کے قبضہ مین آجانا کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ موضع بھداسی منجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نبیرۂ دیوان محمد مبارک

محمد فرخ سیر ۱۱۲۵ بادشاہ غازی فدوی سردار خان احمد

متصدیان مہمات حال و استقبال سرکار اینجانب بدانند

چون موازی بست بسوہ زمینداری موضع بھداسی متعلقہ شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیرآباد صوبہ اختر نگر اودہ زر خرید و موروثی سرکار اینجانب بطوع و رغبت خود بجمیع حدود و حقوق و مرافق و منافع آن اشجار و اثمار و ابار و انہار و حیاض و ادتکاب و خاکدان جداول از قلیل و کثیر و ما یضاف و ینسب الیہا
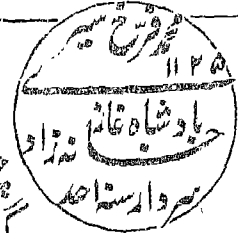
خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقاف بہ محمد جعفر ولد محمد اعظم ابن محمد مبارک بخشیدم
و تملیک بلاعوض نمودم باید کہ بست بسوہ زمینداری موضع مذکور بقبض و تصرف شان آوردہ
واگذارند کہ حاصلات آنرا از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود
نمودہ بدعائے ترقی عمر و دولت مشغول باشد درینباب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند

شرق ــــــــ غرب ــــــــ جنوب ــــــــ شمال

دھورہ موضع بربائی | حد دھورہ موضع چھبا | حد دھورہ موضع رامان پور بربائی | حد دھورہ منکا پور بیباری

بتاریخ ہفتم شہر جمادی الاول ۱۱۴۵ھ تحریر یافت۔

نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہو کر
بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کے مالک ہوئے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ
۱۱۲۵ ہجری سے بذریعہ انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا
نواب صاحب بادشاہ رس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھیں بھی
حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیئے گئے ہیں انسے
یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش میں اور اخلاقی خوبیوں میں اپنے اسلاف کے
ہم صفات تھے کثرت سے معافیاں انھوں نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہیں
بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔ انکی رحلت کا زمانہ سنہ ۱۱۵۰ھ
ہے ۲۵ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال
ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ انکے نام ملا ہے

وہ آجتک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان

اللہ جہان شاہ بادشاہ غازی
سپہ سالار یار وفادار فدوی
وزیر الممالک ... الدولہ
... سید ... بہادر ظفر جنگ ... احمد

باسم ... خان ... محفوظ باشند

رفعت پناہ وزارت و کفایت دستگاہ
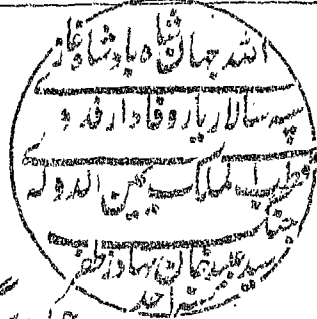
چون پرگنہ شاہ ور بست من اعمال سرکار خیر آباد مضافات صوبہ اودھ بجمع مبلغ ہفت لک دام بجاگیر محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم بدستور سابق بحال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذبور ور بست بجمع دام مذکور حسب الضمن بجاگیر موی الیہ بحال دانستہ بزمینداران آنجا قدغن نمایند کہ مالواجب را بعامل مشار الیہ جواب میگفتہ باشند بتاریخ ۲ شعبان سنہ احد قلمی شد

مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار ولد کمال الدین خان مرحوم پرگنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد صوبہ اودھ کہ بدستور سابق بحال و برقرار است ہفت لک دام ور بست

نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی ڈیوڑھی کے مالک ہوئے اور خوب ریاست کا انتظام کیا وضعداری اور لیاقت مین اپنے بزرگون کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیون کی سندین جو اونھون نے مستحقین ...

کو دی ہین خاکسار کی چشم دیدہ ہین سنہ ۱۱۵۰ھ مطابق سنہ ۲۰ جلوس محمد شاہی مین لکھی ہوے اور سنہ ۱۱۶۵ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے سنہ ۱۱۶۲ھ مین انھون نے جو مہرایت اپنی جاگیر کی محمد قادر داد کو عنایت کی ہے سنہ ۱۱۵۰ھ سے سنہ ۱۱۷۲ھ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲ برس انکا بڑی ڈیوڑھی پر با اختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا ہے

نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض رئیس گذرے ہین۔ خوبصورت انسان تھے بیسیون معافیون کی سندین انکی طرف دی ہوئین دیکھنے مین آئی ہین جنسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روہیلکھنڈ کو جاتے تو شاہ آباد مین قیام کیا کرتے تھے اور انسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کیوجہ سے نواب شجاع الدولہ نے انکی بہن سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی بہن انکی کوئی نہین تھی اسلیے انکی چچازاد بہن یعنے بنت محمد یار خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو ماموں کہا کرتے تھے ایکہزار دوسو روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان کے نام سرکار لکھنو سے مقرر تھے۔ بعض کاغذات مین مہر۔ اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے شاہ دہلی یا والی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی نواب فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور

کی صاحبزادی سے کی تھی ان بیوی کا نام عصمت جہان عرف محمدی بیگم تھا اور خطاب بہو بیگم تھا انکا دین مہر
دو لاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا انکے بطن سے جب کوئی اولاد نہوئی اور چند
سال کے بعد کچھ ناموافقت پیش آئی تو انھون نے اپنا دوسرا نکاح مسماۃ
عمدہ بیگم بنت نواب قائم علیخان سے جو داؤد خان کی پوتی اور نواب چاند خان رئیس
کھیڑہ کی پر پوتی تھین کرنا چاہا فریق ثانی نے تمہیدی ہونیسے رضامندی ظاہر کی جب
بہو بیگم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اونھون نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی
اونکے بھائی مرتضے خان ڈیڑھ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آئے اور بڑی
ڈیوڑھی کے پھاٹک اور دیوانخانہ مین اپنا بندوبست کر کے محمد اعزاز خان کو دیوانخانہ
مین زبردستی بٹھلایا اور کل جائداد کے لکھدینے کی خواہش کی نواب اعزاز خانصاحب
نے چار ناچار اپنی جان بچاکر اسوقت تملیک نامہ لکھدیا اسکے بعد نواب اعزاز خان
نے نواب بندہ علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کو کہلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی آکر مجکو مجبور
کرین اور زبردستی مجھسے کاغذ پر مہر کر والین آپکو برا اور نہ غیرت بھی نہین آتی اسپر بندہ علیخان
نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڑھی کو بھیجدیا اون
آدمیون نے مرتضے خان کے آدمیون کو بڑی ڈیوڑھی سے نکالدیا اور کہا کہ اہل اسلام
کے مذہب مین چار عقد تک جائز ہین تم کس سبب سے مانع ہوتے ہو آخر کار مرتضے خان
مجبور ہوے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضاء اللہ خان نے سرمست خان لیرخانی
کی وکالت اور فقیرن میان صاحب اور غلام مصطفے صاحب کی شہادت سے نواب
اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور تین ہزار اشرفی شاہجہانی کا دین مہر قرار
پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کر کے مرتضے خان سے اپنی تملیک واپس لینے پر

آمادہ ہوے مرتضے خان یہ سنکر جلدی سے روانہ ہوے اور راجہ ہلاس راے کے بھائی راے منسارام کے مکانمین جاکر پناہ گزین ہوے مرتضے خان کی اہلیہ جو محل مین تھین اونسے اعزاز خان نے جاکر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ شاہجہانپور نہین جاسکتین اسپر راے منسارام درمیان مین آے کہ انکی واپسی دستاویز کا مین ذمہ دار ہوتا ہون آپ اپنی خوشدامن صاحب کو رخصت کردین چنانچہ راے صاحب کے کہنے کے بموجب نواب صاحب نے مرتضے خان کی ماں کو رخصت کردیا اور بدستور قدیم اپنی املاک پرتاحین حیات قابض رہے بہت لوگونکو باغ نصب کرادیے مکانات بنوادیے چکے معاف کردیے انکی عالی ہمتی وفیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیس موضع راے موہن لال کو معافی مین دیدیے تھے انکے دم تک آبائی شان وشوکت بھی باقی تھی انکی سرکار مین ہزار بارہ سو آدمی بھی ملازم تھے اور پرورش پاتے تھے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو نکاح اور بھی غریب شرفا کی لڑکیون سے کیے جنمین ایک منکوحہ بیوی سے اعزاز خانصاحب کی لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی یہ دونون بیویان اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تھین اور محمدی بیگم عرف بہو بیگم نے اپنے بھتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہانپور سے لاکر متبنہ کیا تھا نواب اعزاز خان چکات شاہ آباد کی مالگذاری پانسو روپیہ سرکار اودھ کو دیا کرتے تھے دیہات جو انکے زرخرید اور آبائی جاگیر کے متعلق تھے اسکی مالگذاری سے اسکو کچھ بحث نہین۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ ۱۲۱۱ہجری تک کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہوگیا اور انکی زوجہ اولے یعنے بہو بیگم نے کل جائداد پر قبضہ کرکے اپنے بھتیجے کو سب ریاست دینا چاہی

تو اوسپر زوجہ اولے اور زوجہ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اجلاس
مین مقدمہ پیش ہوا نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونون کو نصف نصف ترکہ
تقسیم کردیا اور اپنے عاملون کے ذریعہ سے دونون تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی
کرادیا نواب اعزاز خان کے بعد بڑی ڈیوڑھی مین تنزل شروع ہوا اوہ امیرانہ جاہ وحشم
باقی نہین رہا اور اونکی دونون بیگمون سے کوئی اولاد نرینہ بھی نہین پیدا ہوئی صرف
ایک لڑکی تھی جو اہل شاہجہانپور کی روایت ہے کہ نواب محمدی بیگم نے عمدہ بیگم کی
رضامندی سے کہ اونکی وہ پرورش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضے خان
کو بیاہ دی تھی جنسے غلام غوث خان عرف نواب رعد انداز خان پیدا ہوے تھے
محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علیخان کی دختر بتلائی جاتی ہین انسے نواب
امیر حسین خان پیدا ہوے تھے۔ نواب محمد خان اور محمدی بیگم کی مہرین اکثر کاغذات
پرکی ہوئین راقم کے پاس موجود ہین محمد خان نے ۲۹ محرم ۱۲۵۸ھ کو ورد گردہ
کے مرض مین شاہ آباد مین انتقال کیا نواب محمد خان کی مہرین سنہ ۱۲۱۱ھ کندہ ہین
اور ایک مہر مین انھون نے اپنی ولدیت نواب اعزاز خان کیطرف بوجہ متبنہ ہونیکے
منسوب کی تھی محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی سنہ ۱۲۱۱ھ سے کاغذات پر
مہر کرنا شروع کیا تھا۔ محمد اعزاز خان بہادر۔ نواب اعزاز خان کی ایک مہر مین کندہ تھا
اوسنہ ۱۲۰۰ ہجری بھی اوسمین مرقوم ہین سنہ ۱۲۰۰ھ مین نواب اعزاز خان نے گھور شاہ
تکیہ دار کو موضع کلہربالی مین ایک بڑی معافی دی ہے۔ افسوس کہ نواب عداندازخان
سنہ ۱۸۵۷ع کے غدر مین بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے
ایک کتاب راقم نے انکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیر حسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو لاولد فوت ہو گئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی میں نہ مواضعات ہیں نہ مکانات ہیں صرف چند نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ نواب اعزاز خان کی حکومت اور ریاست کی مدت ۳۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلقہ داری ۴۴ برس پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض مہر میں نواب اعزاز خان کی فرزندی کندہ ہے

نواب فتح معمور خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک کی ڈیوڑھی انھیں کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہی مورث اعلیٰ ہیں فتح معمور خان اپنے نامور باپ کے ساتھ معرکوں میں رہے ہیں اور بعد اپنے والد کے علیحدہ بھی مہمات شاہی بجالائے ہیں انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت اور موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنمایاں کی ہیں یہ اسم بامسمیٰ فتح مند تھے پیشتر انکا منصب ششصدی تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات و سہ ہزار سوار کا ہوا دکن کی مہمات میں انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب سنہ ۲۵ جلوس مطابق سنہ ۱۰۹۲[1] ہجری میں بیجاپور کی مہم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے بخشی الملک روح اللہ خان اور فتح معمور خان اور شہاب الدین خان اور خاص اپنے جلو کے امرا کو تعینات کیا ہے اور انھوں نے وہاں جاکر ایسی جانبازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا نام روشن کر دیا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی

---

[1] روح اللہ خان بتاخت بیجاپور مرخص گردید شہاب الدین خان و بندہای جلو فتح معمور خان ولد دلیر خان با او تعین گردیدند۔ ماثر عالمگیری

مہمات مین مصروف رہتے جب آخری محاصرہ بیجاپور کا شروع ہوا اور اوسکے چند ماہ
کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہوکر شاہی ممالک مین شامل ہوگیا ہے تو یہ معرکہ ماہ رمضان
سنہ ۱۰۹۶ھ مین ایسا سخت واقع ہوا کہ فتح معمور خان اور امان اللہ خان فرزند
الہ وردی خان شہید ہوئے چنانچہ یہ واقعہ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۲۶۲) مین بایں عبارت
درج ہے در جنگ مورچال بیجاپور فتح معمور خان پسر دلیر خان و
امان اللہ خان پسر الہ وردی خان مردانہ شربت پسین نوشیدند
ماثر الامرا مین بھی دلیر خان کے تذکرہ مین جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اوسمین بھی فتح معمور خان
کا مورچال بیجاپور مین کام آنا تحریر ہے۔
فتح معمور خان کی ڈیوڑھی مین بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھر تپور وغیرہ تو دلیر خان نے
اپنے زمانہ حیات مین انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم مین
بارہ موضع انکے قبضہ مین جداگانہ آئے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا
تھی۔ زر خرید جائداد بھی بہت تھی۔
فتح معمور خان کے دو صاحبزادہ تھے مرتضیٰ خان و مصطفیٰ خان مرتضیٰ خان انکا پیشتر منصب
پانصدی تھا اوسکے بعد سہ ہزاری ذات دو ہزار سوار کو پہونچے
اور اپنے باپ کے نام کا خطاب فتح معمور خان حاصل ہوا ان دونون بھائیون نے
عالمگیر کے بعد اوسکے دونون شہزادون محمد معظم اور محمد اعظم مین جب تخت کے لیے
جنگ ہوئی ہے اوسمین بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ مین اپنی
مردانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول مین گھس گئے اور قلب لشکر مین پہونچکر
حشر ونشر برپا کیا تھا آخر کار فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اضافہ

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے بڑے بیٹے معزالدین کو جہاندار شاہ اور پسر دوم کو عظیم الشان اور پسر سوم کو رفیع الشان چہارم کو جہان شاہ کے خطابات سے سربلند کیا اسوقت[۱] مرتضے خان کو فتح معمور خان اور اسکے آبائی خطاب سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کسیقدر یہاں سے زیادہ صراحت ہم کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کر آئے ہین۔

اسکے بعد جب سلطان معزالدین جہاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ سیر سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جہاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعزالدین کو ایک فوج جرار دیکر روانہ کیا اوسوقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضے خان و مصطفے کو بھی جنکی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جسوقت فرخ سیر اور شاہزادہ اعزالدین کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تھوڑی سی چپقلش پیش آئی تھی اس داروگیر مین مصطفے خان[۲] نے ایک زخم تیر کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا بدستور مستعد رہے مگر شاہزادہ کچھ ایسا خائف ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضے خان

---

[۱] سلطان محمد معظم بہادر شاہ بعد فتح پسر کلان خود معزالدین را بخطاب جہاندار شاہ و پسر دوم را بشاہ عظیم الشان و پسر سوم را رفیع الشان و چہارم را بجہان شاہ سرفراز فرمودہ و مرتضے خان نبیرہ دلیر خان را بخطاب فتح معمور خان امتیاز بخشید۔ اخبار محبت (۴۲۲)

[۲] معزالدین خبر قریب رسیدن فرخ سیر شنیدہ پسر مہین خود اعزالدین را با فوج جرار بمقابلہ فرستادہ در حوالی کوہہ تلاقی افواج رو نمود سلطان فرخ سیر بمقابلہ شہزادہ اعزالدین و محمد مرتضے خان عرف فتح معمور خان و برادرش محمد مصطفے خان ہر دو پسران نواب فتح معمور خان کلان ابن دلیر خان مذکور السلسلہ تعین فرمودند ہر دو برادران کہ در جوانمردی و شجاعت مشہور بودند پیداست نے ستیز و زد و خورد بمیان آمدہ و مصطفے خان زخم سہل تیر برداشت ہیچ ملاحظہ نکردہ و شہزادہ اعزالدین بدون تحریک آلات حرب راہ فرار پیش گرفت مرتضے خان عرف فتح معمور خان بفتح و ظفر مراجعت بلشکر خود کرد۔ اخبار محبت (۴۵۱)

کمال دلاوری واطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مرتضے خان کی وفات احمد شاہ کے عہد میں ہوئی یہ نہایت شجاع حضور رس عالی حوصلہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار نجیت میں مرتضے خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد میں لکھا ہے یا کاتب کی غلطی ہے وہ بجاے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف کتاب سے سہو ہوا ہے کیونکہ احمد شاہ سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں بعد اپنے باپ محمد شاہ کے تخت نشین ہوا ہے اور مرتضے خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو قدیمی معافی کی بحالی کا پروانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری میں لکھا گیا ہے اوسمین مرتضے خان کے خطابی نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے اگر وہ عہد احمد شاہ مین انتقال کرتے تو قبل سنہ ۱۱۶۱ ہجری کے وہ سنہ ۱۱۵۲ ہجری مین مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مرتضے خان کے انتقال کی صورت حال فارسی مین موجود ہے جسپر علماے شاہ آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہین اور اونکے دفن ہونیکے وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال مین لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان سنہ ۱۱۴۷ھ کو مرتضے خان نے قصبہ بسولی مین جو سرکار لکھنؤ کے متعلق تھا قضاے الٰہی سے انتقال کیا چند روز کے بعد اونکی لاش کا تابوت شاہ آباد لایا گیا اور باشندگان وطن جمع ہوے اوسوقت انکی بیوی بادشاہ بیگم بنت امانت اللہ خان نے اپنی ایک خواص مسماۃ چاندنی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو رقم کہ واجب الادا ہے اور عند الطلب اوسکی ادائی لازمی قرار دیگئی ہے لہذا پہلے اوسکے

ورثا میرا دین مہر ادا کر دین اوسکے بعد اونکی لاش قبر مین دفن کرین جب حاضرین نے انکی بیوی کا یہ پیام سُنا تو ابراہیم خان جو مرتضے خان کے چچازاد بھائی تھے اوٹھے اور اونکے ساتھ فرید خان گلیانی اور سمندر خان مہمند ہر دو معتمدان شاہ آباد کے تھے محلسرا کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ از روے شرع شریف دین تمھارا مرتضے خان عرف فتح معمور خان مرحوم کے ترکہ سے چاہے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزندان خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمھارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا ہین حاضر ہین یہ بھی تمھارے لڑکے ہین ہم سب باشندگان شاہ آباد تمھارے دین مہر کے ذمہ دار ہین اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو اونھین کچھ اطمینان ہوا غرضکہ ایک بڑی خوشامد کے بعد مسماۃ مذکور نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضے خان دفن کیے گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہین اور جائداد کا انتظام بھی انھین کی راے سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکون کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہین اس سند پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہر بھی ثبت ہے المختصر محمد شاہ جو ۱۱۳۱ہجری مین تخت نشین ہوا ہے اور اونتیس سال آٹھ ماہ سلطنت کر کے ۱۱۶۱ہجری مین رحلت فرما ہوا ہے اوسکے عہد حکومت مین مرتضے خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

فتح معمور خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین

نبیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجہان پور سے فرخ سیر کے
لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پانسو آدمی اونکے ہمراہ تھے شاہ آباد
آکر ٹھہرے مسماۃ[1] بادشاہ بیگم کو کسی بہانہ سے بلا کر کٹارا اونکے پیٹ پر رکھدی
اور پچھی سے کہا کہ جبتک زر نقد نہ دوگی تمھاری رہائی نہو گی بعد بڑی قیل و قال
کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرفیان نقد دیکر جان بچائی اور زین الدین خان یہ رقم
لیکر چلتے ہوے۔

مرتضے خان نے اپنی حیات مین ۲۲ جمادی الثانی ۱۱۳۳ھ ہجری کو ایک تملیک نامہ
بھی اپنی ملکیت کا بیٹون کے نام لکھا ہے اور اوسپر مہرین اور دستخط قاضی فیض اللہ
صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور زبردست خان و نواب عز الدولہ
ظفر جنگ بہادر و نواب سید علیخان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہین اور اسکا مضمون
یہ ہے کہ بیٹے اپنی جائداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایگوان معہ مزرعجات
و موضع اٹکپور و موضع کرسیلی و پسین پور و پچورا و ہیبت پور و باغات
و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زر خرید و نقد و جنس و اثاث البیت

[1] نواب زین الدین خان با پانصد سوار پیادہ برفاقت سلطان فرخ سیر روانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد رسید
در آنجا بخدمت بادشاہ بیگم زوجہ فتح محمد خان ابن امیر عظام دلیر خان کہ در رشتہ چچی زین الدین خان شد بنا بر ملاقات
رفتہ و بہ بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود وقتیکہ بیگمصاحبہ موصوفہ تنہا شدند زین الدین خان کٹار را کشیدہ
بر شکم چچی خود نہادہ مستعد بکشتن او شدہ و رہائی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد و بعد
قیل و قال بسیار پنج لک روپیہ و اشرفی ہاے نقد از و گرفتہ رہائی داد و از شاہ آباد ذکا برداشت سپاہ جاری
نمودہ و روانہ پیشتر شدہ۔ اخبار محبت

محمد روشن خان کے حصہ مین دیا ہے اور باقی کل علاقہ بحصہ مساوی بہرہ مند خان و ہدایت خان و خرد مند خان و صالح محمد خان اور والدہ محمد روشن خان کو چھ حصہ پر تقسیم کیا ہے اور موضع بنیاری قائم وغیرہ اپنے خاصخیلون کو دیا ہے۔
دوسرا قسمت نامہ ۲۸ محرم ۱۱۴۱ ہجری کو مرتضے خان عرف محمد تیمور خان نے مکانات کا تحریر کیا ہے جسپر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک و دیپی داس وغیرہ کی مہرین بڑی ہوئی ہین اسمین مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوانخانہ مشرق رویہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دو سہ دری معہ پانچ کوٹھریون کے اور ایک مکان مغرب رویہ جو دیوانخانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیرونی مشرقی جسکی مغربی حد محلسرا سے ملی ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے مابقی مکانات دیگر بیٹیون کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔
محمد مرتضے خان کے جملہ فرزندان منصبدار شاہی ہوسکے ہین جنکے منصب اور نامون کی تفصیل یہ ہے۔
محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات ہدایت خان۔ بہرہ مند خان خرد مند خان۔ صالح محمد خان ہر چہار فرزند ہزاری ذات اور چہارسوار کا منصب رکھتے تھے تربیت علیخان ولد محمد روشن خان پانصدی تھے۔
محمد روشن خان کا اپنے بھائیون مین سربرآوردہ ہوتا اس پروانہ سے بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی اودھ وزیر اعظم دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضے خان کے اونکی معافی کا دیا ہے اوسمین رفعت پناہ شجاعت دستگاہ بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہے

جس سے ذاتی طور پر اونمین اپنے بزرگون کی وقعت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے انکی مہر کا یہ سجع تھا۔

از محمد مرتضے روشن خدا یار

اسمین بڑی رعایت یہ پنہان تھی کہ اسکے فرزند کا نام خدا یار خان تھا غرضکہ دادا بیٹے پوتے تینون کا نام شامل ہے۔

نقل پروانہ

(مہر: ۱۱۴۴ محمد شاہ بادشاہ غازی ۱۴ جنگ صفدر قدوسیہ ابو المنصور خان بہادر)

رفعت و شجاعت دستگاہ یعقوب علیخان محفوظ باشند

رفعت پناہ محمد روشن خان ولد قمر ([illegible] التماس) تھمور خان مرحوم نمود کہ درباب معافی باغات و بازار و کٹرہ مشار الیہ واقع شاہ آباد شجاعت دستگاہ نوشتہ شود لہذا نگارش میرود کہ بدستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعرض نشوند بست و چہارم شہر شعبان سنہ ۲۲ جلوس والا مطابق سنہ ۵۲ اھ
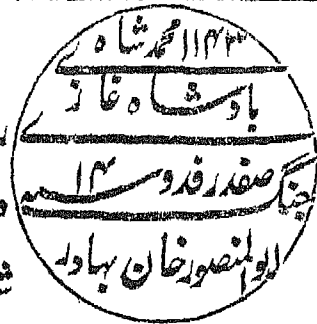
مصطفے خان یہ تھمور خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے یہ بھی اپنے بھائی مرتضے خان کے ہمراہ شاہی مہمات مین شریک رہے ہین چنانچہ فرزندان اورنگ زیب کی جنگ اور محاربہ فرخ سیری مین موجود تھے جنکا تذکرہ کمال الدین خان اور مرتضے خان کے حالات مین انکے نام کے ساتھ اوپر ہم بیان کر چکے ہین یہ شجاعت و وضعداری مین اپنے باپ بھائی کے قدم بقدم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتون تک باقی رہی اوسکے بعد یہ شاخ لاولد ہوگئی

منقطع ہوگئی مصطفےٰ خانصاحب کا انتقال سنہ ۱۲۱۶ ہجری مین کاغذات سے ثابت ہے۔

بعد انتقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادون کے ترتیب علیخان

وسعد اللہ خان وخدایار خان زندہ تھے۔ ترتیب علیخان وسعد اللہ خان سے اور بہرہ مند خان وہدایت خان وصلاح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا رہا ہے اور ان چچا بھتیجون کا تنازع دہلی تک گیا ہے اور شاہجہان آباد مین قاضی تاج الدین صاحب نے انکا باہمی فیصلہ کر کے صلحنامہ بھی کرایا تھا مگر یہان آنیکے بعد پھر جھگڑا اوٹھا اور ماہ صفر سنہ ۱۲۲۰ ہجری کو دار القضا شاہ آباد مین وہ مقدمہ پہونچا اور وہان قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور بہرہ مند خان ومحمد ہدایت خان وخردمند خان وصلح محمد خان ہرچہار بھائیون کا قبضہ مثل تصرف مصطفےٰ خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹرہ پر عملدرآمد بموجب فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور ترتیب علیخان اور سعد اللہ خان کا عملدرآمد مرتضےٰ خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہین تحقیقات کر کے حسب عملدرآمد مصطفےٰ خان ومرتضےٰ خان کے دخل دلادین۔

یہ خط متعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ خان کا مہر شدہ راقم کی نظر سے گذرا ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نا اتفاقی رہی

چنانچہ سنہ ۱۲۵۰ ہجری مین یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع ایگوان وغیرہ جو دیہات

کہ فتح معمور خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد مین شامل ہین نصیب شیر انداز خان
کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی مین بڑی ڈیوڑھی والون کے نام تھے
اسپر ایک فریق دوسرے فریق سے جھگڑا کرتا تھا چنانچہ مقدمہ دار القضا تک
پہونچا اور وہان ۹ رمضان سنہ ۱۲۸۵ ہجری کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے
خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و زبردست خان و پردل خان ثالثدارون
کی راے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استمراری لکھدین اور مبلغ
ایکہزار دو روپیہ بڑی ڈیوڑھی والونکو جنکی جاگیر مین پرگنہ شاہ آباد ہے ادا کرتے
رہین اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھین اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی
ڈیوڑھی والون سے پٹہ لکھا لین چنانچہ ابتداے فصلخریف سنہ ۱۲۵۲ سے یہ کاغذات
فریقین کیطرف سے لکھکر مرتب ہوگئے بہرہ مند خان ہدایت خان خردمند خان
صالح محمد خان جو فرزندان مرتضے خان رئیس چوک کیطرف سے اسکے گماشتہ
محمد شہباز نے اور تربیت علیخان و سعد اللہ خان و خدا یار خان کیطرف سے اسکے
گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھدی کہ ہم چچا بھتیجون کے گماشتے جو مستاجر
موضع ایگوان وغیرہ کے ہین اور یہ دیہات خانصاحب شیر انداز خان و محمد یار خان
پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق
رکھتے ہین لہذا ہم ہر سال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہر ہے شیر انداز خان
رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی مہری ہوئی ہین وہ مواضعات یہ ہین

ایگوان	محمد پور	بسولی	نگلا سہاگ
بنسی پور	مصری پور	نعمت پور	ادانا پور

اور باغات وغیرہ بھی ہین جو مشترکہ علاقہ مین داخل تھے یہ کینہ ہمیشہ دونون ڈیوڑھیون مین
برابر قایم رہا اور یہ پرانا خمیازہ اعزاز خان اور شیر زمان خان بن محمد ہدایت خان
سے سنہ ۱۲۱۰ ہجری مین از سر نو اوکھڑا ہے اور لکھنؤ تک پہونچا نواب اعزاز خان
اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اودھ سے نہایت مراسم تھے اسلیے اعزاز خان
نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس مین مقدمہ
دائر کیا وہان سے دو شتر سوار رسالہ جھاؤلال کے شاہ آباد آے اور شیر زمان خان
کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حسب الطلب لکھنؤ گئے اور انکے
بعد اعزاز خان بھی لکھنؤ روانہ ہوے جناب عالی یعنے نواب آصف الدولہ سے
عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر ہین جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جھاؤلال کے
سپرد کیا کہ وہ فیصل کرین اور مہا راجہ مذکور نے راے بالکرشن راے بالکرام
کے ذمہ کیا کہ یہ دونون صاحبان یہ جھگڑا فیصل کرین چند روز تک ان صاحبان
کے اجلاس مین شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خان صاحب کیطرف سے
وکیل حاضر ہوتا تھا اور روبکاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچہری نہین جاتے
تھے۔ راے بالکرام نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہین آتے ہین لہذا ہمسے
یہ فیصلہ نہین ہو سکتا آخر کار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے
پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس مین شرعی فیصلہ کے
لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوے اور تین چار روز تک مقدمہ
پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس مین بھی نہ گئے اور انکی طرف
سے غلام محمد صاحب وکیل سوال وجواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزاز خان کے پاس تھے اون کاغذات کی روسے دعوے اپنے جدامجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کرسکے اسلیے مفتی صاحب نے دعوے نامنظور کیا اور نواب اعزاز خان کے وکیلون سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق مین وہ کاغذات کچھ نقصان رسان نہ ہوے اس عرصہ مین نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنو سے کوچ کر کے جنگل کی طرف رُخ کیا اور مہاراجہ جھاؤلال اور دیگر امرا بھی اونکے ہمرکاب روانہ ہوے اور یہ معاملہ مذبذب یون ہی پڑا رہا اور اسکے بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سلاکلہ ہجری مین جب کہ شاہزادہ عالی گوہر[1] دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوے تو پہلے مراد آباد و بریلی آئے اور وہان سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلہ نے اپنے علاقہ مین نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ موصوف شاہجہان پور آئے اور یہان نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی وہانسے شاہزادہ بہادر

[1] شاہزادۂ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر و قدرے رفیقان از راہ مراد آباد و بریلی عازم گردید در عرض راہ سعد اللہ خان خلف علی محمد خان روہلہ ضیافت در خور استطاعت بعمل آورد و از انجا شاہجہانپور نزول اجلال فرمود نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان حاضر آمد شرف ملازمت حاصل نمودہ بہ خلعت و خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی سرفرازی یافت و بمقام سانڈی نواب صلابت محمد خان بحضور رسیدہ بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب دلیر خان مخاطب شد۔ اخبار محبت صفحہ ۲۷۳۔

سانڈی تشریف لے گئے وہان صلح محمد خان ابن مرتضے خان حاضر ہوے
اوسوقت شاہزادہ نے محمد صلح خان کو خلعت وخطاب
دلیر خان مرحمت کیا۔
نواب دلیر خان کی اولاد مین چوک والون کو وخطاب خاندان شاہی سے دستیاب
ہوی اسکے بعد شاہزادہ صاحب لکھنو مین نواب شجاع الدولہ سے نذر لیتے ہوے
الہ آباد گئے اور وہان سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوے اور اثناے راہ مین اپنے
باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سنکر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی
آکر مستقل طور پر دار السلطنت مین شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کرکے
حکمرانی مین مصروف ہوے۔
خاندان فتح معمور خان مین شجاعت اور تیغزنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند
کریم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور
صلح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف تھے اب گذرے ہین انکی والدہ زینت بیگم
نواب عبد اللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر صولت جنگ کی بیٹی تھین
جنسے یہ اور انکے بھائی نواب مردان علیخان پیدا ہوے تھے نواب محبت خان
کا عقد نواب مہتاب خان شاہجہان پوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب
محبت خان اپنے نانہالی وسسرالی رشتہ کیوجہ سے شاہ آباد سے جاکر اکثر
شاہجہانپور کے قلعہ مین رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انکین کی تصنیفات
سے ہے جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع النظر اور
صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابون مین ایسے ذی علم ولایق شخص

کم ہوے ہین بہت سے مستند خاندانی واقعات انھون نے لکھے ہین اور
تاریخی کتابین بھی بہت سی فراہم کی تھین اکثر اپنے بزرگون اور خاندان کے
قابل الذکر لوگون کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ مین ترتیب وار لکھے
ہین اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھون نے
اخبار محبت مین تحریر کیے ہین وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ
راست و بے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہین نواب صاحب
نے جن کتابون کے نام اپنی کتاب مین لکھے ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا
ذخیرہ اونکے پیش نظر تھا اور بڑی معلومات کے انسان تھے بعض رسائل
قلمی نایاب روزگار اونکے ہاتھ آئے تھے جنکا اب کہین نام و نشان نہین ملتا
مثلاً رسالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات مین معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً
دلیر خان کا لکھوایا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے
متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے اسمین مندرج
ہونا معلوم ہوتے ہین جو انھون نے خود لکھوائے ہونگے۔ مابقی کتب مندرجہ
جنسے اخبار محبت مرتب کی ہے یہ ہین۔ اکبر نامہ ابوالفضل۔ تاریخ سلطان ناصرالدین
سبکتگین و سلطان محمود مصنفہ عنصری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ
علاء الدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ مولانا اعزالدین۔ تاریخ افغانیہ بہلول لودہی
و شیر شاہ مصنفہ حسین افغان۔ ظفر نامہ تیمور صاحبقران مصنفہ مولانا شرف الدین یزدی
تیمور نامہ منظوم مصنفہ مولانا ے حاجی برادر زادہ مولانا ے جامی و اقعات
بابری [illegible] مترجمہ خانخانان عبدالرحیم بزبان فارسی۔ تاریخ اکبری

مصنفہ عطا بیگ قزوینی اکبر شاہی مصنفہ شیخ الہداد منشی مرتضے خانی طبقات اکبری مصنفہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی اکبری۔ اقبالنامہ جہانگیری مصنفہ معتمد خان عرف محمد شریف خان تزک جہانگیری مصنفہ جہانگیر بادشاہ تاریخ شاہ جہانی مصنفہ محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیرنامہ تاریخ بہادر شاہی مصنفہ مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہابھارت ورامائن برس پران سری کشن پوتھی بھاگوت جوگ بشست گل افشان عرف سنگھاسن بتیسی حال راجہ بکرماجیت پدماوت وغیرہ کا حوالہ ہے۔

نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہین محلہ چوک کے مورث اعلی یہ تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوے۔ چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال بجز دس سال کے مسلسل نہین ملتا اسوجہ سے انکے عہدہ کی تفصیل نہین ملسکی انکے فرزند پردل خان عرف داؤد خان دو ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصبدار تھے پردل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا سجع بھی اونھون نے اپنی مہر مین کندہ کرایا تھا اور وہ یہ ہے

زلطف حضرت فرخ سیر خدیو جہان

خطاب شوکت داؤد یافت پردل خان

انکی ڈیوڑھی مین بھی مثل اپنے بھائی بندون کے داد و دہش کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام سمعیل شاہ تھا سنہ ۱۱۲۹ ہجری مین ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آجتک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے ملاحظہ کے لیے تحریر کیجاتی ہے۔

(مہر: زلطف حضرت فرخ سیر خدیو جہان یافت خطاب شوکت داؤد پردل خان)

متصدیان مہمات حال و استقبال تعلق سرکار عنایت التفات امیدوار بودہ بدانند چون رسوم وجہ معیشت شاہ سمعیل ولد شاہ باقی فقیران بموجب سند سابق از تغیر اسم وجہ شاہ محمد فقیر

ساکن موضع پر پیرا از روشن و رسم چراغ وغیرہ عرس درگاہ مقدسہ متبرکہ حضرت شاہنشاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سرکار اینجانب من ابتدا سے تاریخ بست ویکم شہر رمضان ۱۲۹۰ھ ہجری مقرر نمودہ شدمی باید کہ وجہ مسطورہ سال بسال در تصرف مومی الیہ واگذارند کہ بفراغ خاطر متصرف شدہ وقابض بودہ بدعاء ذکر خیر وعبادت وریاضت مشغول شدہ باید کہ بہیچ من الوجوہ مزاحمت بحال فقرام قوم نرسانند دریں باب حسب الحکم قوم تحتی قدغن دانستہ بعمل آرند۔ فی التاریخ بست ودویم شہر رمضان سنہ از جلوس والاتحریر یافت

پردل خان کے بیٹے قایم علیخان وبہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ دادا کے نامور اور شجاعت ورئیسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد میں رجب علیخاں صاحب بھی معزز وذی مقدرت شخص گذرے حکام اور برادری میں اونکا لحاظ کیا جاتا تھا عہد نوابی میں شاہ اودھ کیطرف سے جو چکلیدار شاہ آباد آتا تھا اور اوسکے پاس زر مالگذاری کسی کے پاس پہونچنے میں تامل ہوتا اور اوسکی جانب سے مالگذار شخص پر تشدد کیا جاتا تو اونکی ضمانت زبانی بھی یہ کر دیتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہین کیا جاتا تھا رئیسانہ فیاضی سے انھون نے اکثر اہل استحقاق کو معافیان دی ہین جنکی سندین راقم کی نظر سے گذری ہین اور بعض سند موجود بھی ہے مگر بوجہ طوالت کے قلم انداز کیجاتی ہے دس بارہ موضع بھی اونکے قبضہ مین تھے تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ انکا شاندار مکان وپھاٹک کھدا ہے۔

افسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز اونکے خاندان کے کاغذات نہین

دستیاب ہوے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔
بعض شاخین انکی اولاد کی صحیح النسب ہین اولاد کے نام شجرۂ دلیرخانی مین دیکھنا چاہیے۔

نواب الہداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دلیر خان کے تھے محلہ تالہ مین انکی ڈیوڑھی تھی امیرانہ اوصاف مین اپنے باپ و بھائیون کے ہمدوش تھے نوروزپور کا علاقہ انکے قبضہ مین تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقرزئی کی دختر انکو منسوب تھین لاولد رہے انکے انتقال کے بعد انکی منکوحہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئین اور انھون نے اپنے حین حیات کل املاک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علیخان کے نام تحریر کردی اور اوسپر عمائدین شہر کی مہرین کرادین سہاگپور علاقہ نوروزپور۔ روشن آراوالا باغ اور ایک حویلی جو کمال الدین خان کے محلسرا کیطرف بڑی ڈیوڑھی مین تھی غرضکہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوسمین شامل کردین اور یہ تملیک نامہ ۲۶۔ جمادی الاول ۱۱۳۷ ہجری مین تحریر ہوا ہے۔ محمد علیخان جو قطب خان کے فرزند تھے انکے ورثا مین آخری شخص افضل خان تا دین ہین جو لاولد تھے جسپر اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

نقل تملیک نامہ الہداد اللہ دیے خان بنام محمد علیخان

بمہر قاضی فیض اللہ و قاضی نادر الزمان و قاضی ناصر الزمان و مواہیر خانزادہ

سعادت خان ولد دلدار خان و محمد روشن خان و فتح محمد خان و خردمند خان بن فتح محمد خان
مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان
و عالم خان و قاسم خان و ہادی داد خان و حامد خان فرزندان نعمت خان مرحوم
و بمہر خواجہ جواہر و بمہر سید امید و بمہر سید فتح محمد و دیگر متمندان شاہ آباد
از قرار بتاریخ بست و ششم شہر جمادی الاول ۱۳۳۷ھ
آنکہ اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مسماۃ فاضلہ خانم بنت نعمت خان
ولد یوسف خان قوم افغان باقرزئی زوجہ خانزادہ اللہ دیے خان ولد نواب
دلیر خان مرحوم ساکن قصبۂ شاہ آباد سرکار خیرآباد مضاف صوبۂ اختر نگر اودھ
فی الحال بصحت اقرار ہا شرعاً بر این جملہ کہ چون سابق موازی بست بسوہ
زمینداری دروبست موضع جٹ پورہ ساحت عملہ پرگنہ پالی سرکار و صوبہ مسطورہ
و دو قطعہ باغ نودہا و باغ متصل مھینڈہ تالاب سواد قصبہ شاہ آباد مذکور
کہ موسوم بہ باغ چوبے پیران ناتھ است و یک منزل حویلی تعمیر پختہ
واقع قصبہ شاہ آباد مذکور کہ مشہور بکوٹھ بران چوبے است مسمی محمد علیخان ولد
قطب خان ترین کہ ابن الاخت اعیانی است تملیک بلاعیوض کردہ دادم حالا موازی
چہل بسوہ دروبست موضع نوروز پور و موضع سہاگ پور عملہ پرگنہ پالی مذکورہ و
یک محلہ روشن بازار عرف بروا بازار و یک منزل حویلی تعمیر پختہ داخل اندرون
قلعہ واقع شاہ آباد و یک قطعہ باغ کلان معہ تالاب واقعہ سواد قصبہ شاہ آباد
مرقوم کہ منجملہ عیوض زر مہر خود از ترکہ خانزادہ اللہ دیے خان مرحوم کہ زوج
من بود در قبض و تصرف مالکانہ خود تا زمان این تملیک بلاعیوض میدادم

بدین حدود اربعہ معروفہ مذکور کما فصلت -

بسوہ با موضع نوروزپور ۴۰ بسوہ

نوروزپور مسطور ملحق بست بسوہ دربست - سوہاگ پور مسطور ملحق بست بسوہ دربست

محلہ روشن بازار عرف بروا بازار مع اربعہ حدود معروضہ و مطابق مقبوضہ قدیم

معہ اراضی آن یک محلہ باغ کلان معہ تالاب و زمین و اشجار واقع شاہ آباد مذکور -

حد شرقی	حد غربی	حد جنوبی	حد شمالی
پٹی محمد حیات حویلی تعمیر داخل اندرون قلعہ واقع شاہ آباد حد جنوبی کوٹھا خاص اندرون دروازہ	حد باغیچہ علاول خانخیل و محاذی یکقطعہ مذکور بدین حدود اربعہ یک منزل حویلی محلسرائے نواب دلیرخان مرحوم حد شمالی شارع عام	محلہ خضر خان خیل لازک و سماۃ لیخہ زن خیل حد شرقی دروازہ محلسرائے کمال الدین خان مرحوم	تالاب وغیرہ و باغ نواب کمال الدین خان مرحوم حد جنوبی صحن محلسرائے نواب دلیرخان مرحوم

بجمیع حدود و حقوق و مرافق و منافع ان اشجار و اثمار و آبار و خاص و ارکان و خاکدان و عملہ حویلی مذکور معہ عملہ داخل و لکل قلیل و کثیر دبہا و فیہا و مایضاف و بسبب الیہا خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقاف مسمی محمد علیخان ولد قطب خان مرقوم الصدر را تملیک بلاعیوض کردہ دادیم کہ قابض و متصرف باشد چنانچہ عقد تملیک بلاعیوض درمیان مملکہ و مملک لہ مرقومین واقع شد و تملیک لہ مذکورہ مملک را وقبض و تصرف

مملکہ برآوردہ در قبض و تصرف خود آورد تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً پس نماند بعد از عقد تملیک بلاعوض مملکہ مذکورہ را و من مقدم مقامہا در ملک مرقوم حقے و دعوے و دستخط تملیک بلاعوض باقرار مسماۃ مذکور بتصدیق گواہی اشرف خان و قطب خان برادران علاتی مسماۃ مذکورہ و مستحسن عالم خان و قائم خان و ہادی داد خان و خانزادان برادران علاتی مسماۃ مرقوم نوشتہ شد وکان ذلک تحریر مرقوم الصدر شد
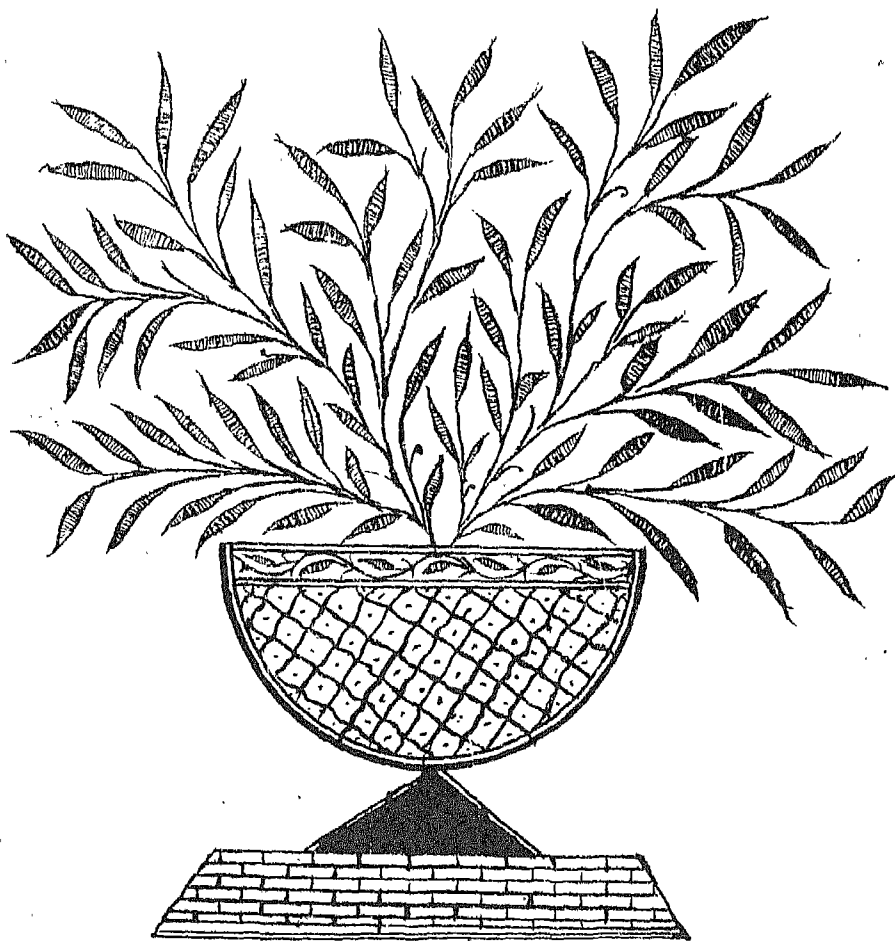
نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے
یہی مورث اعلے تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہین جب دس برس
کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آجتک موجود ہے اس سے امارت کے آثار
پائے جاتے ہین۔
انہار ابھر مین ہے کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان
تھے اور انکے پسر بند علیخان تھے یہ دونون باپ بیٹے نہایت زوردار اور رئیس
گذرے ہین شاہ آباد مین کسیکی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون وچرا کر سکتا
بند علیخان کے صاحبزادہ احمد علیخان تھے جو ایسے شہ زور ہوے کہ شیر کے
پنجے پھیر دیے اور اوسکی کلائیان بیکار کر دی تھین اسکا یہ قصہ مشہور ہے کہ
نواب احمد علیخان کو راجہ مظفر علیخان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھین
یہ نانپارہ گئے ہوے تھے وہان خیمہ مین ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل
کی طرف نکلے شیر کا سامنا ہو گیا اوسنے حملہ کیا اونھون نے اسکی دونون
کلائیان تھام لین آخرکار دونون شیرون کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوے
مگر وہ جنگلی شیر انپر نہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہین کہ اوسکے اور انکے بیچ مین
ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر انپر حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے
دوسری طرف تھے اوسنے کلائیان بڑھا کر انکو دبوچنا چاہا مگر انھون نے
اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوڑے جب یہ اُسکا جھگڑا ختم کر چکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔
جلد مین جو خراش اوسکے پنجون سے آگیا تھا وہ لونڈی سے صاف کرایا اور خود
کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہوگئی۔
اونکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے
تھے انکی ہیبت لوگون کے دلون مین بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے
کہ راجہ ہلاس راے کے یہان لکھنؤ مین نواب احمد علیخان بیٹھے ہوے تھے
اس اثنا مین شاہ اودھ کے کوئی عزیز آئے اُنھون نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھون
نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا زعم اونکو والی ملک کے عزیز ہونیکا
پندار اشتعال بڑھا احمد علیخان نے اوٹھکر سر مجلس تپانچہ مارا حاضرین
جلسہ نے رفع شر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانون
تک پہونچا مگر راجہ ہلاس راے نے رفع فساد کرادیا۔
اپنے بھائی بندون مین بجز دو تین صاحبون کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہین
لیا کرتے تھے۔
بعض لوگ انکے طرز عمل مین جابرانہ رنگ بھی بتلاتے ہین مگر اسکے ساتھ
انکی یہ خوبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زبردست انکے سامنے کسی کمزور پر
زیادتی نہین کرسکتا تھا ہمیشہ زیر دست کے شریک ہوکر اوس موذی کی مزاج
پرسی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ غلام علیخان مرحوم ایک
نقل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علیخان کہ وہ بھی ہمنام نواب احمد علیخان
اور شجاعت و بہادری مین نہایت مشہور شخص تھے جب اونکے لڑکپن مین

اونکے والد عبداللہ خان جو زور و قوت مین پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک
قادر داد خان نے حقیت کے جھگڑے پر اونکو دبانا چاہا وہ تنہا تھے کوئی
بھائی دوسرا اونکا نہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور اُنسے
سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سُنکر ہاتھی پر سوار ہوئے اور محلہ
سلیمانی کو آئے یہان ملک لوگون کو بُلوایا اور کہا کہ اگر تمنے اس لڑکے کو جو ہمارے
دوست ملک اکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمھارے حق مین بہتر نہوگا
ہم اوسکے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوے کسکی جراءت ہوسکتی ہے
کہ اسے مجبور کر سکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگون کو لڑائی کی ہمت نپڑی
نواب احمد علیخان نے اپنی حیات مین اپنے پس ماندگان کے نام ہبہ نامہ لکھکر
ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کر دیا تھا اور یہ ہبہ نامہ ماہ ذیقعدہ
سنہ ۱۲۳۲ ہجری مین تحریر کیا ہے اوسپر مہرین رجب علیخان و امانی خان سید غلام
مصطفے وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین۔ ایک ہزار دو سو روپیہ نقد اور مال ۲۶۶ بیگہ
اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور مال ۱۴۷ بیگہ
اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوہاگ پور وٹھرکی وغیرہ سے اور حقوق
زمینداری بازار سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی
اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ما ۹۲ نقد اور خرد محل
یعنے مادر دوست علیخان کو دو سو روپیہ نقد اور ۶۹ بیگہ اراضی بخشیش اور
اپنی دختر والدہ جیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھاوج زوجہ
لطف علیخان کو ما ۱۳۶ بیگہ اراضی سیر کی دیہات تعلقہ باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔
نواب احمد علیخان کے انتقال کے بعد اونکی رانی صاحبہ کا انتقال ہوا ہے چونکہ وہ لاولد تھین اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آئے اور اوسکے اشیاء مقبوضہ کا حساب لگاکر فرد بنائی کہ جبتک سرکار اودہ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقفل و محفوظ رکھا رہے۔
اور یہ فہرست اسباب کوٹھ جات رانی صاحبہ کی ۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۲۴۶ھ کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ مین تحریر کی گئی ہے اور بلا زمان سرکاری سے مرزا محمد مہدی صاحب تحصیلدار اور ہرپرشاد صاحب پیشکار دیبی سہاے متصدی چیت رام گماشتہ اخبار دیبی سنگہ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک دالان مین ۶۵ عدد اور دوسرے کوٹھے مین اکیسو عدد سامان کے نکلے جس مین پارچہ جات اور ظروف وکتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست پر قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب و حکیم عیوض رائے بیجناتھ دستخط اور ٹیش دگلہ پوشش کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔
اسکے بعد نواب دوست علیخان نے تعلقہ داری باسطنگر کی حاصل کرنیکی کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جو انکی سوتیلی بہن تھین انھون نے اور انکے لڑکون نے دعوے کیا بڑا جھگڑا ہوا دوست علیخان نے جو درخواست سرکار اودہ مین گذرانی تھی اسکے پیروکار و سفارشی فقیر محمد خانصاحب رسالدار

بلیخ آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اسلیے دوسرے حقداروں نکے مقابلہ
مین انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسط نگر قرار پاے انکی درخواست
پر جو حکم شاہ اودہ کی روبکاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے نقل
حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کرکے ترجمہ اسکا یہان پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کو معلوم ہو کہ تمھاری عرضداشت
۱۹ ذیقعدہ سنہ جلوس معلے کو نظر اقدس سے گذری اوسمین تمنے خاندانی
قدامت اور شاہان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسط نگر کی جاگیرداری
کا جسمین ۴۵ موضع احمد علیخان متوفی کے قبضہ مین ہونا اور
پانچہزار روپیہ نانکاری کے مجرا ہونے کے بعد زر سرکاری کا ادا کرنا اور بسبب

نقل فرمان والاشان وبمہر شاہی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس معلے۔ صاد خاص حضور والا
فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نوزدہم
ماہ ذیقعدہ متضمن حال قدامت و سرفرازی بخدمات سترگ آبا و اجداد در حضرات سلاطین پیشین
انار اللہ برہانہم وجاگیرداری وتقرر جاگیر پرگنہ شاہ آباد و متعلق بودن پرگنہ باسط نگر چہل وپنج
دیہات بقبضہ احمد علیخان متوفی معہ قصبہ شاہ آباد و زر واجب الاداے سرکاری ادا نمودہ ماندن بعد
مجرائی پنجہزار روپیہ نانکار و سقیم الاحوالی خود بسبب نبودن حلاوت از سنگینی جمع مشخصہ
واجازت ملازمی مردم یک ہزار سوار و پیادہ وچہار ضرب توپ واجازت عطاے تنخواہ
ملازمان از خزانہ عامرہ وخواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس واعلے گذشت
وانشاء اللہ العزیز عنقریب بعد فتح یابی کامل کہ بنا بر انتظام ملکی افواج ظفر
امواج روانہ آن طرف خواہد گشت وبندوبست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجایش نہ باقی رہنا اور چار ضرب توپ ایک ہزار سوار و پیادون
کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہین امور مندرجہ معلوم
ہوے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوس طرف جائیگی
وہ بندوبست تمھارے طرف کا بھی بخوبی کر دیگی تمکو بالفعل استنے سوار کہ رعایا
کی حفاظت اور کاشتکاری وغیرہ کی ضرورت پوری کرسکین ملازم رکھنا کچھ
مضائقہ نہین تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ
جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ مین ادا ے مالگذاری و تنخواہ ملازمین
کے بعد کل جمع خرچ ہمارے حضور مین بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان رکھو
اس خیر خواہی کیصورت مین منصب موروثی و خدمات خاص تمکو پیشگاہ سلطانی
سے عنایت کیے جائینگے اور ہر طرح سے مورد الطاف خسروانہ رہوگے۔

زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کوشش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار
باسط نگر کے ہوے اور اپنی لیاقت و مکرمت رئیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو

ولیکن فی الحال بنا بر حفاظت نفوس و خلق اللہ و اجراے کشتکاری و افزونی زراعت و آبادی رعیت
بقدر ضرورت ملازم داشتن سوار و برات تنخواہ آنہا از آمدنی ہمان محال مضائقہ ندارد تا در اعانت
آنہا چشمہ تحصیل جاری گردد وقت وصول محاصل بعد اداے تنخواہ ملازمان و عین المال
سرکار دولتمدار معہ حساب جمع خرچ ابلاغ حضور پرنور باید ساخت و اطمینان کلی باید داشت کہ در
صورت ظہور اینگونہ خیر اندیشی با سرفرازی خاص بخدمت و منصب موروثی از پیشگاہ والا
خواہد شد و ہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہد گشت زیادہ تفضلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم و صلوۃ اور خوش آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرائض کی جمعیت بھی مزاج مین تھی عشرہ محرم مین امام عالیمقام کی فاتحہ وغیرہ بھی نہایت خلوص و شان و شوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے اسلیے فقرا اور علما کی خاطر و عزت بھی دلسے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین میان صاحب جنکا تکیہ مین مزار ہے اور وہ بزرگ عارف باللہ تھے آنکی ہر سال اپنے مکان پر دعوت کرتے نذر دیا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد انکے خلیفہ سید شبیر علی صاحب سے بھی وہی برتاؤ رکھا اسیطرح پیرزادگان بلگرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن و سلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورتحال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گڈھی نے ایک نالش انکے نام سرکار لکھنؤ مین اس امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنؤ سے انکے نام مفراول جاری ہوئی نواب صاحب نے یہان اس مضمون کی صورتحال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علیخان خانزادہ رئیس شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثا سے خرید کیا تھا اور وہ پینتیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے مجھپر اتہام لگاکر دردولت پر استغاثہ کیا ہے مینے اس باغ کو ذاتی سمجھکر کٹوایا ہے کاغذ اس باغ کا بھی تھا لیکن جسطرح کہ دیگر کاغذات رہنا ہے جیتا ہے فرامین شاہی جو رانی صاحبہ کے قبضہ مین تھے اور انکا انتقال ہوگیا مین اس زمانہ مین لکھنؤ مین تھا

جیون خان و حسن علیخان اونکے نواسون نے چالاکی سے اوڑا لیے اور وہ
کاغذات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جملہ صاحبان اس واقعہ کو تصدیق
کرکے دستخط کر دین تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ روبکاری حضور مین
ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا سجع مہر مین کندہ کرایا تھا جسمین ۱۲۳۲ھ ہجری
کندہ تھے **بطفیل احمد است دوست علی** نواب دوست علیخان نکے
فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسط نگر تھے انکی اولاد نرینہ کوئی نتھی ایک
دختر مسماۃ لطیف النسا بیگم تھین جو ولیعہد ریاست قرار پائی تھین پہلے انکا عقد
نواب اصغر حسین خان باون ہزاری رئیس فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن اُن سے
نا اتفاقی پیش آئی اسلیے اونھون نے اپنا عقد ثانی شاہزادہ کیوان شاہ ثریا جاہ دہلی
سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان وشوکت سے شاہ آباد تشریف لائے

لہ شاہزادہ مرزا ثریا جاہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت متین وقابل تھے۔ ذاتی اعزاز کے
علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا سنہ ۱۸۵۳ء مین پیدا ہوے اور
سنہ ۱۸۹۰ء مین دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گورنمنٹ نے عدالت
دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنے کیا تھا شہر دہلی کے آپ آنریری مجسٹریٹ اور منیونسپل کمشنر
اور جامع مسجد اور مسجد فتحپوری اور مدارس عربیہ کی منتظم کمیٹیون کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار
نو سے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی ورثہ مین پہونچی تھی سنہ ۱۸۹۹ء مین جناب
موصوف نے شاہزادون کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد جیب خاص سے
کرتے رہے اور درسگاہ کے لیے ایک مکان بھی بلا کرایہ مرحمت فرمایا۔ ایک لاکھ پچپن ہزار

مگر نواب امانت فاطمہ بیگم اور لطیف النسا بیگم اور شاہزادہ صاحب سے

بقیہ صفحہ ماقبل | جو نواب کلب علیخان بہادر فرمانروائے رام پور نے جامع مسجد دہلی کی مرمت کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کمیٹی متعلقہ کے صدرنشین ہونیکی وجہ سے آپ ہی کے زیر اہتمام صرف ہوا گورنمنٹ عالیہ نے سنہ ۱۸۹۱ء مین آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس عورتون اور پانچ مردون اور پھر سنہ ۱۸۹۲ء مین باسٹھ عورات اور چالیس اشخاص کی پنشن پرورش کے لیے مقرر کردی۔ صاحب عالم شاہزادہ ثریا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی شاہزادہ مرزا ہدایت افزا عرف مرزا الٰہی بخش بہادر تھا جنکی دادی نواب عمدۃ الزمانی النسا بیگم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھین شاہزادہ صاحب موصوف کی پھوپھی فتح الملک مرزا فخرو ولیعہد کو بیاہی تھین شاہی محل مین آپ کے والد ماجد کا بڑا اثر تھا کیونکہ زینت محل بیگم یعنی سراج الدین ابوظفر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیگم آپ پر نہایت مہربان تھین ایام غدر مین مرزا الٰہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خیرخواہی ظہور مین آئی جسکے صلہ مین یکم مئی سنہ ۱۸۵۸ء کو گورنمنٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ نسلاً بعد نسل پنشن عطا فرمائی اور سنہ ۱۸۶۰ء کو گورنمنٹ نے پانچہزار روپیہ سالانہ کی دوامی پنشن اس معاوضہ مین جو ضلع رہتک کے مواضعات سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عنایت کی اور سنہ ۱۸۵۹ء کو اضلاع دہلی و میرٹھ مین دو ہزار دو سو چھبیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند مواضعات مرحمت فرمائے۔ اور ایام غدر مین جو اسباب تلف ہوگیا تھا اسکی تلافی مین ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو چھہتر روپیہ نقد گورنمنٹ نے عطا فرمائے اور سنہ ۱۸۷۶ء مین چھتیس ہزار روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسمین سے نصف رقم معاف کردی اور جب سنہ ۱۸۷۷ء مین ملکہ معظمہ نے قیصر ہند خطاب اختیار کرنے کا دربار دہلی مین کیا تو اوس وقت

موافقت نہین ہوئی شاہزادہ صاحب بڑی ڈیوڑھی مین جاکر مقیم ہوے کچھ
وظیفہ صفحہ ماقبل دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ماہوار کا اسکے لیے اضافہ کیا جب مرزا آقا
سنہ ۱۸۹۸ء مین رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ
اونکے قائم مقام ہوے اور وہ بارہ برس جانشین رہ کر سنہ ۱۹۱۰ء کو انتقال کر گئے
جسکے بعد آپ بااختیار و اکبر خاندان ہوے- شاہزادہ ثریا جاہ بہادر نے کئی شادیان
کین پہلا عقد ہز ہائنس نواب محمد علیخان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا
عقد اپنے حقیقی ماموں مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے
پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیفۃ النسا بیگم ولیعہد تعلقہ باسطنگر بنت نواب
امانت فاطمہ بیگم تعلقہ دار و رئیسہ شاہ آباد سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب
شاہ آباد تشریف لائے اور آپکے اوصاف درج کرنے کا تاریخ شاہ آباد مین موقع ملا
بعد عقد جس زمانہ مین کہ شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لائے ہین آپکی شان و شوکت اور
خوشروئی و لیاقت کی بڑی دہوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عہد و وضع
کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سن کا ہے- آپکی اولاد مین ایک فرزند مرزا جوان بخت
تھے جو ۱۸ برس کی عمر مین ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کو بزمانہ تاجپوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جارج پنجم رحلت کر گئے
اور دو شاہزادیان یعنے نواب ملکہ جہان بیگم اور نواب بادشاہ جہان بیگم آپکی اولاد مین موجود اور
کل املاک کی وارث ہین اور یہ تین اولادین آپکی ان بیگمصاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی
دختر ہین پیدا ہوئین اور یہی بیگمصاحبہ حسب منشاء گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئین بیگمصاحبہ
ٹونک بھی زندہ اور گذارا پاتی ہین مگر لاولد ہین افسوس کہ کئی سال ہوے شاہزادہ صاحب
نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تا ادائے قرضہ انتظام کورٹ کا فرمادیا ہے-

عرصہ تک اونکا یہان قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک اونکے
ملازم اور سامان جو بکثرت ہر قسم کا تھا یہین رہا اور پھر دہلی واپس گیا اسکے بعد
نواب لطیف النسا بیگم کا جواہر گ انتقال ہوگیا انکے انتقال کے بعد نواب دلیرخان
کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد
اپنے شوہر نواب حسن علیخان کے تعلقہ باسط نگر کی سربراہ کار اور لطیف النسا بیگم
کی ولیہ قرار پائی تھین تعلقہ کی مالک و منتظم رہین بیگمصاحبہ موضع نگرینہ کی جس کا کہ
خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھین انھون نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا
اور انھین کو علاقہ بھی دیا سنہ ۱۹۰۳ء مین بیگمصاحبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب انکے
بعد نواب محمد عبد الکریم خانصاحب تعلقہ دار باسط نگر مالک علاقہ ہوے
ہین نواب صاحب موصوف فی نفسہ با مروت مستقل مزاج رئیس ہین راقم کے
کہنے سے کئی تصویرین اس تاریخ کے متعلق آپنے فراہم کردین۔

صوبۂ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا او
شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی حتے کہ اوسکے حدود نہایت وسیع ہوگئے۔ اس پُرانے قصبہ کی وسعت کافی نہوسکی اور چھبیس موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اوسکی آبادی مین شامل ہوگئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے شاہ آباد مین بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیٹیر ضلع ہردوئی مین مسٹر ایچ ارینول صاحب لکھتے ہین کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہگئی تھی۔ سنہ ۱۷۷ء مین ٹی فن ٹہلر صاحب یہان آئے تھے اونھون نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھا ہے اور اوسکی ویرانی کا زمانہ شروع سنہ ۱۷۹۹ء سے تحریر کیا ہے اور اسکے بعد بہت جلدی کے ساتھ اسکی ویرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹینٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور بشپ ہیبر نے سنہ ۱۸۲۴ء مین اسکے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رس اور یہان کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ اودھ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات مین شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب اونکا انتقال ہوگیا اور اس صوبہ کی حکومت اور
افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضعات کا مستقل علاقہ اپنے
خاندان مین چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا
اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود
حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک
صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اودہ بھی اونکے ملکیت مین آگیا اسکے بعد
شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمانروائی
برائے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ
نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آگیا جب برہان
الملک کا انتقال ہوگیا تو انکے بعد انکے بھانجے مرزا مقیم عرف نواب منصور علیخان
صفدر جنگ صوبہ اودہ کے صوبہ دار ہوے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے
عہد مین دہلی کے وزیر اعظم بھی ہوگیے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیارات اونکو ملکی
ومالی حاصل تھے اور اونکی حکومت زیادہ مضبوط ہوگئی وزیر الممالک کا غلبہ
اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان اسباب
کے پیدا ہوجانیسے نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقے دلیر خانی انکی اولاد کے قبضہ سے
نکلکر صوبہ اودہ مین شامل ہوگئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرگنے جنکا تعلق اودھ
سے تھا اور وہ انسے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے ٹھیکہ مین لیے
تھے مگر اسکے سالانہ زر ٹھیکہ برابر حسب اقرار ادا کرتے تھے کیونکہ جب تک

خاندان دلیر خان کبھی حضور رس اور صاحب قدرت تھا زبردستی اُسکے
علاقہ کا چھین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک
کی کوئی بے معاملگی سننے میں آئی جب صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور وزیر
اعظم دہلی کے ہوئے اور مرتضےٰ خان عرف نواب قیمور خان جو زور دار اور اولوالعزم
شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند پرگنہ دلیر خانی جو نواب
سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ میں لیے تھے قرق کرکے ضبط کیے
اور زر اجارہ نہ دیا اور ملک اودہ میں شامل کرے مگر جاگیر محال وطن و معافی
انعام التمغا جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بحال و برقرار رہی۔
یہ سب شرح کتاب اخبار محبت میں درج ہے چند سطریں اس حال کے
متعلق اسکی درج کیجاتی ہیں۔

اکثر پرگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آنہا
اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میرسانید
در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضےٰ خان کہ عالی حوصلہ
بود وفات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان
زر تعہد نرسانیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن
جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

۱۲۴۳ فصلی سے ۱۲۴۵ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار
مین داخل ہو گیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران
فتحمعمور خان کے باہمی اقرارنامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والون کیطرف سے
محمد معقول کریم بخش فوجدار و امین اور گلاب رام دیوان نے یہ تحریر لکھی ہے
کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہو جانے سے حسب الحکم نواب سردار خان
فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھکر سرکار اودھ مین داخل کی ہے مگر منظوری
کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ
اظہار کیا تھا کہ ان تعلقہ مین فتح معمور خان کا بھی تعلقہ ہے اسلیے خانصاحب
مرحوم کے فرزندون سے بھی دستخط و مہرین کرالینا چاہیے۔
بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیون نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ
سے کہا کہ قبولیت پر پسران فتح معمور خان بھی اپنے دستخط کر دین اور جب
اسکے متعلق محمد روشن خان و بہرہ مند خان و ہدایت خان و خرمند خان سے
کہا گیا تو اونھون نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے
یہ کچھ انتظام نہین ہو سکتا اس بات سے بڑی ڈیوڑھی والون کو اندیشہ پیدا ہوا
کہ ہمسے سرکار برہان الملک سے بے لطفی و برہمی نہ ہو جائے اسوجہ سے
بڑی ڈیوڑھی کے اہلکارون نے چوک والون کے کارندون سے اقرار لیکر
اس امر کی دستاویز کرالی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جو چوک والون کے
تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک مین پہونچاتے رہینگے اور ہم
زر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہینگے یہ تحریر ماہ صفر ۱۲۴۸ ہجری مطابق

سنہ ۱۷ جلوس مین تحریر ہوئی ہے۔
بڑی ڈیوڑھی اور چوک والون سے اکثر معاملات رہے ہین چنانچہ ۱۲۳۲ھ ہجری
مین مصطفےٰ خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان نے اپنی
خواہش کی تھی کہ موضع جالپور آپ کا زرخرید ہے اوسکے چہار طرف ہمارے دیہات
ہین لہذا اوسکی قیمت لیکر وہ موضع ہمکو دیدیجیے چنانچہ اونھون نے حسب خواہش
نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیعنامہ لکھدیا اور انکار نہین کیا اس بیعنامہ
پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی مہرین بھی ہوئی ہین
واجب العرض سرکاری مین ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ
تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اوسکے بعد جائداد مین روز بروز زوال
ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شجاع الدولہ و نواب
آصف الدولہ جب شاہ آباد ہوکر صوبہ کٹھیر کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے
نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علیخان صوبۂ اودھ پر
حکمران ہوے تو اونھون نے جبر سے تمام معافیان ضبط کین اور اپنی عادت
کے بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اسوجہ سے سعادت علیخان کو
لوگ غارت علیخان کہنے لگے تھے بڑی ڈیوڑھی اور چوک اور کیھرہ کی جائداد
کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہوگیا جب نوابی کا عہد
جاتا رہا اور انگریزی عملداری ہوئی تو جو جائداد ہر ایک خاندان مین باقی تھی
وہ بھی برباد ہوگئی۔
اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

چالیس پچاس مواضعات کا باقی رہا ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائداد نہیں رہی ہے انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۶۲) ایکڑ موضع چرپا اور موضع پیرپا میں پسران نواب رعد انداز خان اور مسماۃ افضل النسا بیگم اور امیر حسین خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۱۹ دسمبر سنہ ۱۸۶۱ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ بنام نواب امیر حسین خان وغیرہ

دربار کمشنر صاحب چیف ملک اودھ

ازانجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا کہ افضل النسا بیگم اور امیر حسین خان عہد شاہی سے اکتیس [۳۱] ایکڑ اراضی موضع چرپا اور اکتیس ایکڑ موضع پیرپا اور تین سو چالیس ایکڑ چکات شاہ آباد ضلع ہردوئی پر قابض رہے ہین۔
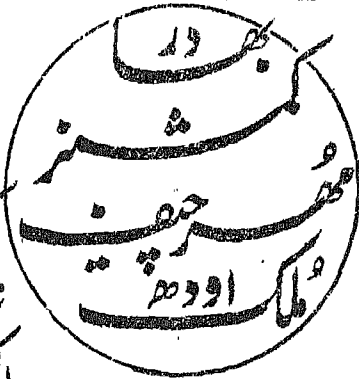
جناب چیف کمشنر بہادر حسب منظوری بندگان نواب مستطاب معلےٰ القاب نائب سلطنت ویسرائے گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ معہ جلسہ کونسل کے اوس نصف آراضی کو نسلاً بعد نسل پسران رعد انداز خان کے تئین بابت شرائط مرحمت فرماتے ہین۔

اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسناد و دستاویزات اونکے پاس

موجود ہون وہ سرکار مین داخل کرچکے ہون۔
دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمینداروں کے ہوا کرتی ہین اسکو بخوبی بجالائین اور مقدمات متعلقہ پولیس اور نیز امورات جنگی وملکی مین جواعانت سرکار کو مطلوب ہو اوسکی بخوبی تعمیل کیا کرین۔
تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا شبہہ انکے ذمہ نہ عائد ہو۔
درصورت انحراف ہونے کسی شرط مندرجۂ بالا کے افضل النسا بیگم و امیر حسینخان سے اراضی مذکور فوراً ضبط کر لیجائیگی۔
جواہر سنگہ محافظ دفتر محکمۂ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ دسمبر سنہ ۱۸۶۱ء
نولکشور پریس مین چھپا۔
عہد شاہی مین قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبداللہ صاحب اور امانی خان مہمند وغیرہ سے لکھتے تھے اور سنہ ۱۲۷۶ فصلی سے بندوبست انگریزی مین باستثناے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات وچکات پر مالگذاری تشخیص کر لی گئی۔
اب اولاد نواب دلیر خان مین باعتبار مقدرت اور لیاقت کے شاہ آباد مین کوئی ایسا شخص نظر نہین آتا جسکے حالات مین خامہ فرسائی کی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیٹیر سرکاری نے خوب کھینچا ہے۔

نقل ترجمۂ گزیٹر ضلع ہردوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعۂ گورنمنٹ پریس نینی تال مورخہ سنہ ۱۹۰۴ء مرتبۂ و مصنّفۂ

مسٹر ایچ اربنول آئی سی ایس

شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عمدگی موقع کے زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے تنزل کے زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ سنہ ۱۶۲۷ء مین ڈی فن ٹھلر صاحب ایک انگریز یہان آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط مین ایک محل اینٹون سے بنایا گیا تھا جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجون کے توپخانہ سے کی گئی تھی اس مُصنّف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے جہان ایک پرانا مشہور قصبہ انگدپور تھا جسکی بنیاد رام کے بھتیجے انگد نے ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو نواب دلیر خان شاہجہان کے مشہور افسر افغانی نے آباد کیا تھا جو شاہجہانپور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس شخص نے انگئی کھیڑہ کے پانڈہ پرو ار کو شکست دی تھی

اور غالباً ٹیفن تھلر نے اسی مقام سے انگد پور کی مراد لی۔
نواب دلیر خان کو شاہ آباد اور پرگنہ سرا ین جاگیر دیگئی تھی جہان کہ اونھون نے سنہ ۱۶۷۷ء مین شاہ آباد کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان نے اپنے افغانی رشتہ دارون اور فوج سے محلون کو بھر دیا اور ایک محل موسومہ بڑی ڈیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھاٹک اب تک موجود ہین اونسنے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا گنبد گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے مسطح کنکر کے ٹکڑون سے بنایا گیا ہے اور بالاخانہ کی دیوارون پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام کیا ہے۔ اس قصبہ مین باون محلے ہین جسمین اکثر کے نام اسکے بانی کے نام پر رکھے گئے ہین اس مقام کی بربادی سنہ ۱۷۹۹ء مین بہت سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹینٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا اور بشپ ہیبر نے سنہ ۱۸۲۴ء مین اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ قصبہ قریب ایک شہر کے آباد تھا جسمین بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی ہین۔

نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان دلدار خان۔ فتح معمور خان۔ سب سے بڑی اولاد ڈیوڑھی والی مشہور ہے۔ چاند خان کی اولاد کھیڑہ والی کہی جاتی ہے اور دلدار خان کی اولاد تعلقہ دار باسط نگر ہے۔ بڑی ڈیوڑھی والے بالکل آوارہ ہوگئے ہین

نواب بہادر خان بانئ شاہجہانپور

عمدۃ الملک نواب بہادر خان بانی شاہجہان پور

نواب بہادر خان کا اصلی نام سرابدال خان تھا اور عمدۃ الملک بہادر خان جنگ سے ملقب تھے دریاخان کے فرزند اور نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے بڑے بھائی اور نہایت بہادر خوش نصیب امیر تھے انکی شجاعت نے ہندوستان سے بلخ و بدخشان تک اپنی شہرت کا ڈنکا بجا دیا تھا انکے کارناموں سے سیکڑون صفحے تاریخ کے مملو ہین۔ فتح بندیلکھنڈ و قلعہ ستارا گڈھ و بلخ و بدخشان وغیرہ انسے ظہور مین آئین صوبہ داری و سپہ سالاری دونون جلیل القدر خدمتین انھون نے انجام دین اسلام آباد۔ صوبہ ملتان۔ بلخ و بدخشان کی گورنری اور قنوج و کالپی کی سرکار انکی جاگیر مین تھی اور پنجہزاری منصب تھا آپ شاہجہان بادشاہ کے قدیمی رفیق و مصاحب تھے اپنے والد کے حیات ہی مین شاہجہان کی بدولت قدر و منزلت حاصل کر چکے تھے بہادر خان[1] پندرہ برس کی عمر سے شاہجہان کی مصاحبت مین آئے باوجودیکہ انکے والد دریا خان خانجہان کی دوستی کے اثر سے نورجہان کے جھگڑے مین شاہزادہ سے جدا ہوگئے مگر بہادر خان شاہجہان کی خدمت سے علیحدہ نہوے اور برابر حضر و سفر مین موجود اور ہمیشہ شاہجہان کی رنج و خوشی مین شریک رہے چنانچہ خود شاہجہان نے بادشاہنامہ مین انکا نام قدیمی جان نثارون کی فہرست مین لکھا ہے اسبارہ مین کتاب عمل صالح مصنفہ محمد صالح کے صفحہ ۳۸۶ مین یہ عبارت مرقوم ہے

---

[1] چون دریاخان متعین بسرکار شاہجہان شدہ پسرش بہادر خان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امرائے ہمدم شاہزادہ والا تبار افتخار یافت از اخلاص محبت

بہادر خان فی الواقع دریا خان کے برعکس پدر خلاف نقش ہرگز در آئینۂ عقیدت فی مرات اراد نقش جز صورت صفائی اخلاص و نقش وفا و وفاق مصور نشدہ۔

جب نورالدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو پہلی ہی مرتبہ بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع اور منصب چار ہزاری ذات اور دو ہزار سوار و علم و اسپ خاصہ معہ زین طلائی و ہاتھی اور پچاس ہزار روپیہ نقد مرحمت ہوا۔[1]

اتنی بڑی شاہانہ نوازش صرف بہادر خان کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے مبذول ہو گئی ورنہ دیگر امرا دو صدی و پانصدی کے درجہ سے بتدریج ترقی پا کر چار ہزاری و پنجہزاری منصب کو پہنچے ہیں[2] جب بہادر خان کو قنوج و کالپی کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہاں کے سرکشوں کی گوشمالی بھی انکے سپرد کی گئی سنہ جلوس شاہجہانی میں جھجہار سنگھ نے بندیلکھنڈ میں بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوندچھہ[3] میں وہ محصور ہو گیا بادشاہی لشکر ہر طرف سے اُس کی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس مہم

---

[1] بہادر خان را بخلعت و خنجر مرصع و منصب چار ہزاری ذات دو ہزار سوار و علم و اسپ طویلہ خاصہ با زین مطلا و فیل و انعام پنجاہ ہزار روپیہ سرفراز گشت۔ (بادشاہنامہ)

[2] بہادر خان پسر دریا خان افغان روزی ست در زندگی پدر بوسیلۂ نیکو پرستاری بدولت و شناسی شاہزادہ شاہجہان چہرۂ امتیاز افروخت و پدرش ساحت بیوفائی پیمودہ از شاہزادہ جدا گشت بہادر خان ست توسل بفتراک عنایت بادشاہی مستحکم تر ساخت از رکاب اقبال انفکاک نمودہ پس از جلوس بمنصب چار ہزاری دو ہزار سوار سرافراز گشتہ تیولداری سرکار کالپی مالش سرکشان آن مرز و بوم دستوری یافت

[3] چون در سنہ ہشتم سال جلوس ججہار تیرہ روزگار بغی ورزیدہ باوندچھہ متحصن گشت افواج قاہرہ از ہر جانب بمالک او رو آورد عبداللہ خان فیروز جنگ باتفاق بہادر خان از جانب کالپی کہ مشرق رویہ آن سرزمین است برآمدہ بر حصار ایرج کہ ہر برجش از کمال ارتفاع سر بفلک میشود سرسواری یورش نمود مخالفان بر بہادران ہجوم تمام آوردہ ہنگامۂ نبرد گرم گردانید خانمذکور با تابینان خود پیادہ شدہ صف شکن برو تاخت بافزونی دلاوری آن ہر دو نہادہ دو دہم شکستہ قطرہ زنان بقلعہ در آمد و ہندوان پیغام راتیغ سوسن رنگ داغ لالہ در خون نشاندہ گلگونۂ فتح بر چہرۂ دلاوری کشیدہ در جائزۂ این تردد نمایان فتح شایان بنوازش نقارہ بلند گشت۔ از ماثر الامرا

[4] قلعہ اوندچھہ قصبہ جادو سے ۱۶ کوس تھا کالپی کے قریب قلعہ ایرج تھا اس سے اوندچھہ تیدہ سولہ کوس تھا۔

سے کے لیے کالپی مین داخل ہوے اور قلعہ ایرچ پر جسکا ہر برج بلندی مین آسمان سے باتین
کرتا تھا یورش شروع کی مخالف گروہ نے بھی بادشاہی بہادرون پر خوب ہجوم کیا سخت مقابلہ ہوا
بہادر خان نے صف شکن ہاتھی کو آگے کیا اور اپنے پٹھانون کے
ساتھ پا پیادہ ہوکر نہایت جلد قلعہ کے دروازے پر پہونچ گئے اور کمال
چستی و بہادری سے دو ہزار باغیون کو قتل کیا اور حصار کی دیوار توڑ کر
قلعہ مین گھس گئے اور اپنی تلوار سے ان [illegible] قاہرون کو خون مین نہلا دیا
اس فتح کے صلہ مین شاہجہان بادشاہ نے انکو نقارہ[1] مرحمت کیا
اسکے بعد خانجہان خان لودی کے استیصال کے لیے بادشاہ نے بہادر خان اور
اعظم خان ناظم دکن کو مقرر کیا جب شاہی لشکر دھاوا کر کے کوہ راجوری مین اسکے سر پر
جا پہونچا تو وہ اسوقت تین سو پچاس سوارونکو لیکر نہایت استقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلا
جب یہ لشکر اسکے قریب ہوگیا تو اسنے گھوم کر تیر اندازی سے روکا اور کوہ راجوری پر
چڑھ گیا بہادر خان اسوقت نہایت جلدی سے اسکے پیچھے چڑھ گئے خانجہان خان کا
ایک بھتیجا بہادر خان لودی جو انکا ہمنام تھا اور اسکا ہزاری منصب تھا وہ بھی اپنی جوانمردی
اور بہادری مین مشہور تھا اسنے بڑھکر انسے مقابلہ کیا دونون بہادرون نے اپنی مردانگی
اور بہادری کے جوہر ختم کر دیے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا چاہتا تھا کوئی
ہنر سپہ گری کا نہ اٹھا رکھا گیا یہ مقابلہ رستم و اسفندیار کا معرکہ تھا جب بہادر خان با قرینی
کی مدد کو بادشاہی لشکر سے کوئی شخص نہ پہونچا تو آخر مین یہ پیادہ ہو گئے اور پھر انکی
طرح تلوار کے شعلہ پر پہونچنے لگے اسکے ثبوت مین کتاب عمل صالح جسکا مصنف

[1] خاقان قدردان در جایزہ این خدمت بہادر خان را بعنایت نقارہ سربلند گردانید صفحہ ۳۲۴ بادشاہنامہ ۲۵ بہادر خان
بقدم استعجال خود را رسانیدہ با بہادر زادہ او بہادر خان کہ منصب ہزاری داشت و بجوانی و مردانگی اشتہار داشت بود در آویختہ و کشتی
و کوشش کارنامہ دلیری او داد [illegible] بر روے کار آورد و کشتی داستان رستم و اسفندیار گشت) مآثر الامرا

محمد صالح شاہجہان بادشاہ کے دفتر کا منشی اور منصبدار تھا لکھتا ہے۔ خصوص بہادر خان کہ بنیروے دلیری ذاتی و بہادری جبلی چون کوہ پا برجا قدم ثبات قرار استوار ساختہ بزد و خورد درآمد چندانکہ چہرۂ تن را بسپر ساختہ جمع کثیر را زخم ارا از پاے درانداخت و خود بنیر دو زخم یکے برو و دیگرے بر پہلو برداشتہ از پرتو زخم رو بہانا روے تازہ یافت۔

جب ایک زخم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کاری لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہنامہ مین صرف اسقدر ہی مگر ماثر الامراء مین یہ بھی لکھا ہوا ہی کہ مخالفون نے انکے سر کو کاٹنا چاہا انھون نے کہا کہ مین یادگار و پسر دریا خان کا ہون خانجہان نے یہ سنکر آدمیون کو منع کیا اسعرصہ مین بادشاہی لشکر کے جوان بھی آگئے اور بہادر خان لودی کو قتل کیا۔ جب بہادر خان کی اس جان نثاری کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدردانی سے بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کرکے چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا معہ زین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

سہ جلوس شاہجہانی مین قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن مین جب گنہ بہالکی وچت کوپہ کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر دریاے مانجرہ کے کنارہ جاکر پڑا ہے تو اسوقت رندولہ خان عادلشاہی سردار نے شاہجہانی لشکر مین یہ مکر پیام بھیجا کہ اگر بادشاہ

لہ شہنشاہ حق آگاہ از قدردانی و جوہر شناسی بجلدوے۔ این فتح نمایان بہادر خان را خلعت و خنجر مرصع مرحمت فرمودہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری سہ ہزار سوار و عطاے اسپ با زین مطلا و فیل عز اختصاص بخشید صفحہ ۳۲۲ بادشاہنامہ

ٹہ بادشاہنامہ مین بہادر خان کا دو تیرون سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہین تحریر ہے مگر ماثر الامراء مین تین پر گرنا اور انکے سر کاٹنے کا ارادہ تحریر ہے۔

ٹلہ یہ قلعہ قندھار ملک دکن تلنگانہ مین واقع ہے یہ قلعہ کابل و قندھار کے علاوہ اسنام کا دکن مین ہے اس قندھار کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے چڑھائی کی تھی۔

والی بیجاپور کی خطا معاف کردے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سنکر اعظم خان نے
شاہجہان لشکر کے جملہ افسرونسے مشورہ کرکے یہ رائے قائم کی کہ برسات سر پر آگئی ہے
بالفعل پر گنجات کو جو صوبہ بیدر کے متعلق ہیں توقف کرنا چاہیے اگر رندولہ خان کا قول سچا
ہو تو شاہجہان سے عرض کرکے عادلشاہ کی خطا معاف کرادینگے ورنہ یہ محال تاراج و برباد
کر ڈالینگے اور اسکی عہد شکنی کا بدلہ ملجائیگا چنانچہ یہ خیال کرکے لشکر آگے بڑھا اور دریا کے
کنارہ ٹھہر گیا اسوقت یہ بات طے پائی کہ جبتک لشکر کے خیمے نصب ہوں تب تک فوج کا اگلا اور
دایان و بایان حصہ اپنی جگہہ پر کھڑا رہے اسکے بعد ہر روز ایک سردار اپنی فوج لیکر ایک کوس
کے فاصلہ پر جاکر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جاکر گھاس چارہ وغیرہ اطمینان
سے لائیں چنانچہ اسیطرح عملدرآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کہیں نشان نہ تھا دوسرے
روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خان موصوف معہ شہباز خان و رشید خان و ضمانی
یوسف محمد خان تاشکندی کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھوں نے احتیاط کو دخل نہ دیا اور
تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہان جاکر اطمینان سے بیٹھ گئے لشکر کے آدمی گھاس
وغیرہ کیلیے چارونطرف پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھکر ایک گاؤن مین
لوٹ مار مچانے لگے گاؤن والے ایک دیوار کی آڑ مین آکر اپنے مال و آدمیوں کی حفاظت
اور راجپوتونکے ہٹانے مین مستعد ہوے بہادر خان جب اس جھگڑے سے آگاہ ہوے تو
راجپوتونکی مدد کو پہونچے اور جو لوگ انکے ہمراہی تھے وہ گاؤنسے غلہ و گھاس لیکر
پڑاؤ چلے آئے اب انکے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نہ رہے اسعرصہ مین کچھ اہل دکن
جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے ادہر آنکلے تھے جب
وہ اس موضع کے قریب پہونچے اور انکو بہادر خان کے فوج کی کمی پر اطلاع ہوئی تو

اونھون نے اپنا ایک سوار اپنے سردارونکے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر ملگیا ہے اسکے
بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور اسکے ہمراہیونکو اپنی طرف مشغول کیا
بادشاہی بہادرون نے اپنی قلت اور دشمنونکی کثرت پر کچھ خیال نکیا اور دوڑکر اونپر حملہ
کردیا اونھون نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور پیچھے ہٹتے ہوے چلے گئے یہانتک کہ وہ واپس
آکر اپنے پیچھے آدمیونکو بھگا لیگئے اتنے مین رندولہ خان بہلول خان سرفراز خان اور دیگر
افسران عادلشاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار لیکر جلدی سے آگئے بہادر خان اور
انکے ہمراہیونکو دشمنون نے حلقہ مین لیلیا اسوقت بہادر خان اور انکے ہمراہی گھوڑون سے
اوترکر پیادہ ہوے اور انتہا سے شجاعت سے لڑنے لگے ایسی کوشش مردانہ کی اور ولولہ دکھ
لایا کہ بڑی جماعت دکنیون کی قتل کرڈالی اس حالتمین بہادر خان جو سہ ہزاری
منصب کے امیر تھے مع اپنے فرزند کے شہید ہوے اور بہادر خان یوسف محمد خان کثرت
زخمون سے چور ہوکر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوے مگر انکے بھائی بند کل شہید ہوگئے
اس قیامت ناک معرکہ مین بہادر خان کے اعزہ اور پٹھان ماتحت سو آدمی کام آے دشمنون
نے بہادر خان یوسف محمد خان کو زخمون سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سمجھے اور اٹھاکر
اپنے ہمراہ لیگئے اور قلعہ بیجاپور مین پہونچادیا رشید خان زخمی ہوکر لشکرگاہ کو واپس آئے
جب اعظم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیزی سے میدان جنگ کو روانہ
ہوے مگر جب وہان پہونچے تو مخالف دریاے مانجرہ سے پار اتر چکے تھے اور رات ہوچکی تھی
تعاقب بیکار سمجھا ناچار با دل بریان و با چشم گریان شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا
جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخمون سے بیہوش ہوکر زمین پر
گر پڑے اور اہل دکن انکو بیجاپور لیگئے تو اسنے یمین الدولہ آصف خان کو ایک جرار

لشکر دیگر روانہ کیا کہ عادلشاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور جو نظام شاہی ممالک تسخیر ہو چکے ہیں وہ سپرد کر دے ورنہ قلعہ بیجاپور جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دینا چاہیے چنانچہ یمین الدولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر کسی مصلحت سے وہاں سے کوچ کر کے دریائے بھیرہ کے کنارہ قیام کیا اور وہاں سے بیجاپور جا کر تالاب نورس پور اور شاہ پور کے قریب خیمہ زن ہوا اور بیجاپور کا محاصرہ کیا چند روز صف آرائی رہی آخر بیجاپوریوں نے مجبور ہو کر پناہ مانگی اور چالیس لاکھ روپئے جواہرات مرصع آلات و دیگر نفیس اشیا نقد پیشکش داخل کرنے پر فیصلہ کر لیا اور عہدنامہ تحریر ہو گیا بہادر خان و یوسف محمد خان کو خیریت خان حبشی اور مصطفیٰ خان یمین الدولہ آصف خان کے پاس پہونچا گئے اور شیخ عبد الرحیم خیر آبادی جو یمین الدولہ کے معتمد تھے وہ عہدنامہ پر عادلشاہ سے مہر کرا لائے اس زمانہ میں شاہجہان بادشاہ برہانپور سے اکبرآباد آرہا تھا اثنائے راہ میں بہادر خان اور یوسف محمد خان شاہجہان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدردانی سے ہر دو کو خلعت و تلوار و سپر اور گھوڑے ہاتھی سے مع ساز طلائی کے سرفراز کیا اسکے علاوہ بہادر خان کا پانصدی کا اضافہ کر کے چہار ہزاری ذات اور ساڑھے تین ہزار سوار کیے اور پچیس ہزار

لہ چون یمین الدولہ بتخریب مملکت عادلشاہی متوجہ گشتہ بحوالی بیجاپور رسید عادلشاہ ہر دو را بانموده بہادر خان باستلام سدۂ خلافت جبہ افروز گشتہ باضافہ منصب پانصدی افروزی اعتبار مورد عواطف شاہانہ گردیده بتازگی جاگیرداری کالپی و قنوج منضماً فاں محال سربلندی یافتہ ماثر الامرا تذکرۂ بہادر خان

لہ روز دیگر بہادر خان و یوسف محمد خان تاشکندی کہ کیفیت مردانگی و گرفتاری ایشان نگارش یافتہ از لشکر نصرت آمده بدولت زمین بوس رسیدند بادشاه مہربان قدردان براہم بادشاہانہ کہ ہموارہ درباره بندگان فاگزین عقیدت آئین مبذول است تدارک گذشتہ فرموده ہر کدام را بمرحمت خلعت و شمشیر و سپر با یراق طلائی میناکار و اسپ و فیل سر برافراختہ بخشیدن باضافہ پانصد سوار بمنصب چہار ہزاری ذات و سہ ہزار و پانصد سوار و بانعام بست و پنجہزار روپیہ نقد مباہی گردانید ۱۱۴ بادشاہنامہ

روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منصب کے ساتھ جاگیر قنوج وکالپی کے
متصل چند محال بھی اور عنایت کیے گئے لکھ حافظ اسمعیل صاحب مین لکھا ہے کہ
جسوقت بہادر خان دشمنون سے چھوٹ کر آئے تو شاہجہان بادشاہ نے بغلگیر ہوا
اور خلعت وانعام سے سرفراز ہوے چونکہ بہادر خان موزون طبع تھے اسلیے انھون نے
یہ شعر تصنیف کرکے اپنی مہر مین کندہ کرایا ؎

شدہ بجنگ دکن جانفشان بہادر خان
حیات یافت دوبارہ ز لطف شاہجہان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکوسہ کے سرکشونکی گوشمالی کو
بھیجے گئے وہانکی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتیار
نرہتا حتے کہ ہل والا بھی جب ہل جوتتے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کرکے اپنے ہل پر
رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام مین مشغول ہوتا اس عہد مین تمام ہندوستانکے مردون
سے وہانکے باشندے سرکشی مین زیادہ مشہور تھے انھین وجوہات سے وہ مثل
دوسری رعایا کے اطاعت نہین کرتے تھے ان ایام مین جملہ باغی سیر گانون جو وہانکے
مقامات مین محفوظ مقام تھا آکر جمع ہوے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔
بہادر خان انکے سر پہونچ گئے اور انھون نے تائید الٰہی پر بھروسہ کرکے ان موذیون پر
یکبارگی حملہ کر دیا طرفین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بڑا معرکہ پیش آیا دشمنون نے

ط ؎ بمعنانی تائید ایزدی ہمت گماشتہ دفعۃً بر سر آن بدعاقبتان ترکتاز نمودہ غریب کارزاریے فیمابین روداد بہادر خان سپر حمایت
الٰہی بر سر کشیدہ بدو پشت رسیدہ مقاہیر پاے کمی نیاوردہ دست از جلادت و تہور برنداشتہ انجام کار دست و گریبان شدہ بہم در آویختند
و جمعے عنصر پاشیدہ سر در پے ہرولان سر باختہ بقیۃ السیف رو بفرار گذاشتند بہادر خان بتخریب آن مکان پرداختہ بمقر خود بازگشت
داند چگونہ فتح کہ دران سرزمین مفسد خیز نصیب ہیچکس نشدہ بود نقش خاطر ظفر قرین بر وفق دلخواہ درست
نشین گردید۔ ماثر الامرا تذکرہ بہادر خان

کوئی بات اٹھا نہین رکھی نوبت دست و گریبان کی پہونچگئی اور دونون طرف کی فوجین ملگئین خوب تلوار چلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلوار کے روبرو ٹھیر نیکی تاب نہ لاے آخر کار بھاگے خانموصوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود کر دیا اور اپنے قیامگاہ کو واپس آے ایسی فتح اس سرزمین مین بجز بہادر خانکے کسی شخص کو نصیب نہین ہوئی تھی انکی فتحمندی کا سکہ وہان بیٹھ گیا تھا۔

اسی ضمن مین ۲۳ شوال ۱۰۴۴ھ روز جمعہ کو شاہجہانی جشن منعقد ہوا اور بہادر خان اپنی جاگیر سے حاضر ہوے شاہجہان نے بعد اختتام جشن کے بہادر خان کو خلعت اور پانصدی اضافہ کرکے چارہزاری ذات و چارہزار سوار کے منصب سے سربلند فرمایا اور جاگیر پر جانیکی رخصت دی۔

اسکے بعد دوبارہ جھجار سنگہ نے بعد معاف ہوجانے خطا کے بیم نرائن والی گڈھ کو دھوکا دیکر قتل کیا اور اسکے قلعہ چوراگڈھ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر ہوکر فریادی ہوا شاہجہان نے اسکی گوشمالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان فیروز جنگ اور خاندوران خان بھی اس مہم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان ہراول و مقدمۃ الجیش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گڈھ کنکا اور ملانچی سے نکلکر ملک چاندہ مین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ اسوقت خان ممدوح کا مزاج علیل تھا اسلیے بہادر خان نے اپنے چچا نیکنام خان کو جو منصبدار الٰہی

ملہ بہادر خان از اقطاع خود آمدہ تقبیل آستان سلاطین مقتدا نمودہ باعطاے خلعت با ضافہ پانصدی پانصد سوار منصب چارہزاری چارہزار سوار مباہی ساختہ باقطاعش رخصت فرمودند صفحہ ۸۸ بادشاہنامہ ؎ ۵ جھجار سنگہ پسر نرسنگہ دیو کا ہے اسکا باپ شیخ ابوالفضل کا قاتل تھا جہانگیر نے اس صلہ مین نرسنگہ دیو کو بہت کچھ ملک جاگیر سے مالا مال کیا تھا جب جھجار سنگہ اسکا جانشین ہوا تو یہ کثرت مال و سامان پر مغرور ہوکر باغی ہوگیا تھا جھجار سنگہ کا بیٹا بکرماجیت مخاطب بہ جگراج تھا۔

شاہی پیچھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ اسکو اپنی
طرف مشغول رکھین جہجار سنگہ نے تھوڑی جماعت دیکھکر جراءت کر کے نیکنام خان کو حلقہ
مین لیلیا اور حملہ کیا وہ زخمی ہو کر معہ سات آدمیونکے گر گئے اس اثنا مین بہادر خان
اور خاندوران بھی پیچھے سے آ گئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ اسکا
گروہ پریشان کر دیا آخر کار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھرا اور ایک جنگل مین
گونڈ کی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکرماجیت کے مارا گیا اور انکے سر بادشاہ کے پاس سیہور
مین بھیجے گئے اور قریبا ایک کرور کے روپیہ نقد جو جنگل مین کنوین کھود کر دفن کیا تھا اور
پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ مین آیا اور اسکو خون ناحق نے زندہ اور سبز
نہ رہنے دیا یہ جہانسی اور دتیہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان
کے حضور مین آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تپچاق سے معہ
زین مطلا کے سرفراز ہوے۔

بعد ازان جب ساہوجی کی گوشمالی اور عادلشاہ والی بیجاپور اور قطب الملک والی گولکنڈہ
کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کیگئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر
چنداولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور
والی بیجاپور نے بادشاہی فرمان کا استقبال کیا اور اسیطرح قطب الملک نے اپنی دارالسلطنت
سے پانچ کوس چلکر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرضکہ یہان بادشاہی لشکر سے جنگ

لہ از ورود افواج قاہرہ سرزمین فتنہ آگین جہانی و مال آن بد آل در معرض تلف افتاد و از جملہ دفاین و نقود سے کہ با خود گرفتہ بود بہ مرات قریب یک کرور روپیہ بخزانہ عامرہ رسید و ولایتے کہ نزدیک پنجاہ لک روپیہ حاصل دارد بتصرف در آمد ۱۱۷ بادشاہنامہ

لہ بہادر خان و سیلہ بخلاء ست از و دختہ بمر جمت خلعت و خنجر مرصع واسپ تپچاق و زین مطلا سرفراز گردید ۱۳۴ بادشاہنامہ

لہ ۵ رمضان کو بہادر خان کو خلعت مع جمہر خاصہ و اسپ خاصہ و فیل خاصہ معہ ساز طلائی کے مرحمت کیا گیا

کی نوبت نہین آئی اور مصالحت ہوگئی مگر ساہوجی سے مقابلہ ہوا اور اسکے اکثر قلعجات
بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہوجی بھاگ کر اور پارگانونسے ہٹکر جویہ ست کونکن
وچاکنہ کے پہاڑ وجنگل کے درمیان ہے گیا تو ان اقطاع کی محافظت بھی بہادر خان کے
ذمہ مقرر تھی جسوقت خانزمان کو لاہور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر مین زیادہ تھا وہ
بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب باشندگان کو لاپور نے مجمع کرکے بادشاہی لشکر کو
مغلوب کرنا چاہا اسوقت بھی بہادر خان سرگروہ لشکر تھے انھون نے پہاڑ پر چڑھکر اپنی تلوار کے
جوہر دکھلاے اور دو ہزار آدمی گرفتار کرلیے اور بہت سا مال ومویشی انکے ہاتھ آئے
ساہوجی مقابلہ مین آیا تین روز تک بان اندازی اور معرکہ آرائی رہی آخرکار مغلوب ہوکر
بھاگا جسوقت بادشاہی لشکر نے وہانسے کوچ کیا اُسوقت غنیم نے موقع پاکر بہادر خان
کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ سبکو بھگا دیا
اس اثنا مین عادلشاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اسوقت قلعہ
جنیر کی فتح کے لیے بہادر خان معہ کار طلب خان کے متعین ہوے مگر آخرکار
ساہوجی نے عاجز ہوکر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکایا اور عادلشاہی ملازمت
کی درخواست کی اور مہم ختم ہوئی بادشاہی لشکر مظفر ومنصور ہوکر بہت سے قلعجات
لیکر واپس آیا بہادر خان شرف حضوری سے مشرف ہوے
۲۷ رجب کو شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت واسپ
عربی خاص طویلہ کا معہ زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انکی
جاگیر قنوج پر رخصت کیا۔

بست وہفتم شعبان بہادر خان بمرحمت خلعت و اسپ عربی از طویلۂ خاصہ با زین طلا ملتمع یافتہ بصوب قنوج مرخص شد بادشاہنامہ

اسکے بعد جب قندہار کی مہم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے نام فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے آکر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی مہم کے لیے روانہ ہو اور یہ حسب الحکم کمر بستہ ہوے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہان نے شہزادہ کے استقبال کے لیے بہادر خان کو معہ چند امرا کے بھیجا بعدہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ کو حسب التماس سعید خان ظفر جنگ کے کابل سے معہ چند امرا و برق انداز و سلحداران و پانچ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کیطرف روانہ کیا جب قندہار مین صف آرائی ہوئی تو وہان ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہان بادشاہ کی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور دار الخلافت کو واپس آرہا تھا جبکہ باغ حسن ابدال مین رونق افروز ہوا تو شہزادہ دارا شکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی خدمت مین حاضر ہوا بہادر خان بھی شہزادہ کے ہمرکاب تھے یہ بھی بادشاہی حضوری سے مشرف ہوے۔

بعد ازان ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۳ جلوس شاہجہانی مین جب عبد اللہ فیروز جنگ سے چنپت[1] بندیلہ کی گوشمالی نہو سکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت[2]

---

[1] و از انجا کہ عبد اللہ خان بہادر فیروز جنگ استیصال چنپت و سائر فتنہ گرایان بندیلہ چنانچہ باید نتوانست نمود بہادر خان عرضداشت و التماس نمود کہ تقدیم این خدمت بہ بندہ مفوض گردد سہ ہزار سوار از منصب او کہ چار ہزاری چار ہزار سوار بود دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ قلع و قمع بندیلہ بعہدہ او باز گذاشتند بادشاہنامہ صفحہ ۱۹۵۔ [2] چنپت سنگہ جہار سنگہ کے فیلبانون مین تھا اسنے ایک لڑکا جہار سنگہ کا مسمی پرتھیراج کو اسکا وارث قرار دیکر قلعہ اونچہہ و جہانسی مین فساد برپا کیا تھا چنانچہ مفسدہ پردازیون پر پرتھیراج گرفتار ہو کر قلعہ گوالیار مین مقید ہوا اور چنپت سنگہ معہ ہمراہیون کے مفرور رہا ۱۶ ذی الحجہ ۱۰۴۹ھ یہ بغاوت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

[3] سلخ ماہ رمضان از عرضداشت بہادر خان کہ از پیشگاہ خلافت بہ تنبیہ چنپت و دیگر مفسدان بندیلہ معین گشتہ بود و وقائع نگاری کہ با او بود بسامع حقائق مجامع رسید کہ خان مذکور جنگل بری نمودہ گروہ انبوہ از ان مقاہیر بقتل رسانید و چنپت سپاہی بلکتے ہمراہان او بارہ سپر فرار گشتند بادشاہنامہ ۲۲۱۔

بادشاہ کی خدمت مین پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کیجاے چنانچہ حسب خواہش انکے بادشاہ نے اس سرکش راجہ کی گوشمالی انکے ذمہ مقرر فرمائی اسوقت منجملہ چارہزار سوارونکے تین ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کیے خانموصوف بندیلکھنڈ پہونچے انھون نے وہان جنگل کٹوایا اور ہزارون دشمنونکو قتل کیا اس امر کی اطلاع شاہجہان کے دربار مین بھیجی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان مین پہونچی اور وقائع نگار نے بھی تحریر کیا کہ بہت سے باغی تہ تیغ بیدریغ ہوے اور جگت سنگھ اور سبحانی سنگھ معہ ہمراہیون کے مفرور ہو گئے ۲۴ شعبان سنہ کو بہادرخان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد سے جلد روانہ ہوکر شہزادہ مرادبخش کیخدمت مین جاؤ اور جگت سنگھ کی گوشمالی مین شریک ہو بادشاہنامہ مین صرف اسقدر مضمون ہو مگر ماثر الامرا مین اس واقعہ کے متعلق یہ بھی فقرہ لکھا ہوا ہو کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خودغرضی سے بابت شاہجہان بادشاہ کے ذہن مین جمادی کہ بندیلکھنڈ کو روہیلکھنڈ کرنا ملکی مصلحت کے خلاف ہے اسلیے یہ وہان سے ہٹالئے گئے آخر شعبان معظم مین بہادرخان حسب الحکم اسلام آباد عرف بندیلکھنڈ سے روانہ ہوے اور بمقام پٹھان شاہزادہ کیخدمت مین پہونچے اسوقت انکے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے قلعہ مئو اور نورپور جو کوہستان مین نہایت مستحکم بنے تھے اور وہان کا راجہ جگت سنگھ جسنے پرتھی چند والی چنبہ کے باپ کو قتل کرکے مضافات چنبہ پر قبضہ کیا تھا بہادرخان اسکے قلع و قمع کو بڑھے وہانکے مفسدون نے تمام راستے بند کر دیے تھے بہادرخان

سلہ در سال سیزدہم بہادرخان تیولداری اسلام آباد و قلع و قمع آن شقاوت گرا رخصت یافت اما اغراض نگذاشتند و بادشاہ خاطرنشان کردند کہ بندیلکھنڈ را روہیلکھنڈ کردن صلاح ملکی نیست ماثر الامرا

دیوارین گراتے جنگل کٹاتے ہوے قلعہ مئو کے قریب پہونچگئے جگت سنگہ اپنی پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھولکر لڑا بہادر خان نے اس مہم مین انتہاے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھلائے اور افغانی جرات و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کردی پانچ روز تک قیامت ناک لڑائی ہوتی رہی بہادر خان کے پٹھانون نے فرط دلاوری سے لاشون کے پشتے لگادیے اور انکی سیڑہیان بناکر مورچون پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ مین سات سو پٹھان بہادر خان کے کام آے آخر کار بہادر خان نے قلعہ فتح کرلیا اور اسکے اندر گھس گئے راجہ نے اپنے متعلقین قلعہ تارا گڈھ مین جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیجدیے تھے جب اسنے یہ حال دیکھا تو خود بھی وہین بھاگ گیا اسکے بعد نور پور کا قلعہ بھی خالی ہوگیا جب شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کی اس غیر معمولی بہادری کا حال سُنا تو چار ہزاری سے پنجہزاری منصب پر بہادر خان کو سربلند کیا

لہ در مہم جگتا و تسخیر مئو داد شجاعت و جلادت داده ترددِ نمایان خود بر عالم ظاہر ساخت بہر یافتن کو بیکار فرمائی ہزار اکشتہا نردبان ساختہ بمورچال مقابر مید تیر مرد ان و نہفتصد افغان زنا تنبیان او بکار آمدند ماثر الامراء و نزدہم محرم بہادر خان بقلعہ و قمع کوہستان تعین شده بود ند یا ستلام سعادت رخصت مستعد گشتند بادشاہنامہ ۲۹۱-

سلہ چون این ماجرا بسامع بشایر مجامع رسید خاقان ممالک ستان بہ منصب بہادر خان ہزاری ذات افزوده دو ہزار سوار ازسواران او دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرموده او را بمنصب پنجہزاری چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ نوازش فرموده ہرگاہ این مہم بوقتش بہ پایسہ رسیده بود او را بنوازشے خاص و عنایتے مخصوص سربلند گردانید ۲۷۳ بادشاہنامہ

اور ایک ہزار سوار اُنکے دو اسپہ سہ اسپہ کیے گئے

غرضکہ اب پنجہزاری ذات اور چہار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے ممتاز کیے گئے

اس فتح کے بعد شہزادہ مراد بخش اور بہادر خان حسب الحکم بادشاہ کیخدمتمین روانہ

ہوے اور وہان سے بموجب ارشاد بادشاہی بارہ ہزار سوار لیکر بہادر خان معہ

اصالت خان خانجہان کے تارہ گڈھ کی فتح کو آئے یہ قلعہ پہاڑ پر چنبہ کے قریب واقع

تھا اسکے قلع و قمع کرنےمین مصروف ہوے نہایت سخت لڑائی ہوئی جگت سنگہ عاجز ہوا

اور پناہ کی استدعا کی اور خود شہزادہ مراد بخش کیخدمتمین حاضر ہوا شہزادہ نے بادشاہ سے

سفارش کر کے اسکی خطا معاف کرادی بادشاہ نے قلعۂ تارہ گڈھ کے مسمار کردینے کا حکم

صادر کیا چنانچہ حسب الحکم قلعہ مو اور نور پور کا حصار گرادیا گیا اور جنگل جو نہایت گنجان

تھا وہ کاٹکر صاف کردیا گیا ۸ محرم ۱۰۵۲ھ کو بہادر خان معہ اصالت خان کے قلعجات

کوہستان کی فتح سے فرصت کر کے دردولت پر حاضر ہوے۔

۱۰۵۲ھ مین جبکہ شاہ ایران نے صوبۂ قندہار پر لشکر کشی کا قصد کیا اور اپنے سپہ سالار

رستم خان گرجی کو معہ فوج کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے آنے تک تجکو بُشیا پور مین

ٹھہرنا چاہیے اس امر کی عرضداشت صفدر خان صوبہ قندہار نے شاہجہان بادشاہ کو

بھیجی جب شاہجہان کو شاہ ایران کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اسنے شہزادہ داراشکوہ

پچاس ہزار سوار اور بیشمار سامان لیکر ۲۰ محرم کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ بہادر خان

کو بھی بھیجا اسوقت بہادر خان کو بادشاہ نے خلعت[۱] خاص اور ایک

گھوڑا جو خاصے کے طویلہ کا تھا معہ زین طلائی کے مرحمت کیا

---

[۱] بہادر خان را بہ خلعت خاصہ و اسپ از طویلہ خاصہ با زین مطلا سرافرازی بخشید بادشاہنامہ ص ۲۹۴

بادشاہی لشکر ابھی دریائے نیلاب کے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی نبیرۂ شاہ عباس نے کثرت شراب سے اٹھارہ روز بیمار پڑ کر ۱۲ صفر ۱۰۵۲ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان کو پہونچی تو اسنے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلا لیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو خوردسال بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال مین تخت نشین کیا ہوا اوسکے مقابلہ مین سلطنت پر چڑھائی کرنا مروت سے بعید ہی۔ غرضکہ یہ مہم اسطرح پر ختم ہو گئی ۲۱ رجب[1] کو بہادر خان قندہار سے واپس آکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے ۱۰۵۲ھ مین بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوے چونکہ اسوقت فصل ربیع کی تیار تھی اور اسکو انکی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلیے دیوانی کے متصدیوں کو حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہوا اسکا حساب کر کے انکی تنخواہ مین محسوب کر دیا جاوے ۱۰۵۵ھ مین امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلائے جائین اور کمک کے لیے مقرر کیے جائین نذر محمد خان والی توران سے مقابلہ اور بلخ و بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین ہوا اوس زمانہ مین نذر محمد خان نے موقع پاکر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی سے واپس گئے تھے شاہجہان کو اوسکے اسکا عوض بھی لینا مناسب تھا اسکے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کا موروثی ملک بھی تھا کیونکہ امیر تیمور کا سمرقند پایہ تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طرز عمل کچھ ایسا ناقص تھا کہ ملک مین بے امنی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلیے شاہجہان

[1] بہادر خان و اصالت خان وغیر ایشان از قندہار آمدہ دولت ملازمت اندوختند (۳۱۰) بادشاہنامہ

پر مظلوم مسلمانون کی اعانت و حمایت لازم آئی توران مین فتنہ اور فساد کے پیدا
پیش آسے نکھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے دستبردار
ہو کر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجاے اپنے بھائی کے توران مین تخت نشین
ہوے انھون نے بخارا کو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور حکمرانی مین مصروف ہوے
اس زمانہ مین اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹون نے نذر محمد خان کی اطاعت
کا خطبہ پڑھا مگر انھون نے حرص کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دست درازی شروع
کی اسی قسم کی حرکتین انسے سرزد ہوئین اور تمام اوزبک قوم بگڑ گئی ہرچند کہ نذر محمد خان نے
اپنے بڑے بیٹے عبد العزیز خان کو سمرقند وغیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشکند و اسکے
محالات بہرام خان کو مرحمت کیے اور قتلق بے جو امام قلیخان کا اتالیق اور بااثر سردار تھا
اسکو بلخ کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے نظمی ظہور مین آئی کہ رعایا
انکے قابو مین نہ آئی اندجان مین فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیان شروع کین تو نذر محمد خان
نے وہان کی رعایا سے کہلا بھیجا کہ تم خود اپنی راے سے کوئی حاکم انتخاب کرلو انھین ایام مین
جہانگیر قزاق نے لکھا کہ مجھپر لشکر قلماق نے چڑھائی کی غرضکہ ہر طرف سے یورش کا بادل
امڈا اور کوئی تدبیر کا تیر تقدیر کے موافق نہ بیٹھا اسلیے عنان حکومت انکے قبضہ اختیار سے
نکلگئی اور ملک مین ظالمون نے بدنظمی برپا کردی شاہجہان تو عرصہ سے نذر محمد خان کی
پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان پسر نذر محمد خان نے رعایا کے
ہاتھون سے تنگ ہوکر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کی خدمت مین بھیجا تھا
اسلیے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو پچاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر
اس مہم کے لیے تعین کیا اس لشکر کی تیاری و سامان بھی قابل الذکر ہے ایسا

اچھا انتظام لشکر کا سابق مین بھی شاید نہوا ہوگا چار سو اشخاص صرف امراء منصبدار تھے
تمام[51] مسلمان سردارون کی افسری جنمین بڑے بڑے نامی جوانمرد امیر
تھے بہادر خان کو عطا کیگئی اور ہندو سردارونکی سرگروہی ہمقوم ہونیکی وجہ سے
راجہ بتھلداس کے متعلق کیگئی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ جانیکا
حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۹ سمبت میں شہزادہ روانہ
ہوگیا بہادر خان پشاور پہونچے تھے کہ انکے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت[52]
خاصہ اور جمدھر مرصع معہ پھولکٹارہ اور ایک گھوڑا و ہاتھی خاصہ کا
اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دلجوئی سے
مطمئن و خوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ کو لاہور سے کابل کو
روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہونچگیا اسی درمیان مین بہادر خان
بھی معہ اپنے لشکر کے مقام بنگش سے کوچ کرتے ہوے
کابل مین شہزادہ سے ملگئے جب شہزادہ پاے کتل کو پہونچا اور وہان سے
بدخشان تک ایک تنگ و ناہموار راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار بیلدار
امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کرکے اصالت خانکو بھیجے
تھے کہ سراز یرسے سرا بالا تک جو برف کہ راستہ مین پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر
اودھر ڈالدین اور راستہ اتنا بنادین کہ ایک اونٹ معہ بوجھ کے نکل جاے اور باقی
برف کو کوٹ کر ایسا برابر کردین کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے مین وقت نہو مگر یہ کام

---

[51] وسرداری مسلمان بہ بہادر خان و پیشوائی راجپوتان براجہ بتھلداس مقرر گردید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۵۔ و فوج ہراول بہ چار صد و ہفتاد کس از امراء و منصبداران کہ از انجملہ است بہادر خان است و راجہ بتھلداس بادشاہنامہ ۴۸۴ [52] بہادر خان اکہ در پشاور بود خلعت خاصہ جیغہ مرصع بپھولکٹارہ و اسپ از طویلہ خاصہ با یراق طلا و فیل از حلقہ خاصہ مصحوب اصالت خان فرستادہ سرافراز گردانید بادشاہنامہ صفحہ ۴۸۸

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنلنے نکلنا مشکل تھا دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام اپنے سوار و پیادے برف اٹھانے اور راستہ بنانے کے لیے لگادیے اور کل لشکر انکا جسجگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے اٹھاکر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس تک دو گز چوڑا راستہ جہان کہ بیحد برف پڑا ہوا تھا بن سکا ۸ جمادی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچگیا اور ۹ جمادی الاول کو خسرو پسر نذر محمد خان معہ فرزندان و متعلقین کے آکر شہزادہ سے موضع سراب مین ملگیا حسب الحکم بادشاہ کے خسرو خلعت فاخرہ جیغہ ہاتھی و گھوڑے و پچاس ہزار روپیہ نقد سے سرفراز کیا گیا پھر وہ بعد پہونچنے خسرو کابل پہونچکر شاہجہان بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور شاہجہان نے شاہانہ خلعت و الطاف سے شاد کام کرکے شش ہزاری منصب و پچاس ہزار روپیہ اور مرحمت کیا اور خاندوران بہادر نصرت جنگ کی حویلی مین اسکو ٹھہرایا اور نہایت پرتکلف سامان مہمانی کی اسی اثنا مین شاہجہان نے نذر محمد خان والی توران کے نام بہ مضمون کا نامہ لکھا کہ آپ کے ملک مین باغیون نے جو بدامنی پھیلائی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر معہ شہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ آپکی اعانت کرے اور ناہنجار باغیونکو بدکردارکی سزا پہونچاے شاہجہان کا بھی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بلخ دوبارہ دیدیا جاے اور ایک جرار لشکر بدخشان مین رکھا جاے کہ ظالم باغیونکی شرارت سے رعایا کو نجات بخشتا رہے اسکے بعد

سلہ چون کار از اینا متمشی نشد و بدون تعبیر متعذر بود بہادر خان باتفاق اصالت خان تمامی سوار و پیادہ با خود ہمراہ گرفتہ برف و کشودن راہ و شست لشکریان ہمہ دست فراز کرد یافتند برف را کندہ بدامن و دست برکنار ازراہ میریختند بکار ے بہادر خان تا یک کروہ کہ برف بسیار بود بعرض دو گز راہ پیدا شدہ ماثر الامرا خلاصہ بادشاہ نامہ

بادشاہی لشکر نے قلعہ کہمرد۔ حصار غوری۔ قندز۔ فتح کر لیے اور بلخ کے قریب پہونچ گیا
نذر محمد خان والی توران نے چند ارکان دولت و سبحان قلی و بہرام اپنے ہر دو فرزند کو
شہزادہ مراد بخش کی خدمت مین بھیجا اسنے انکا نہایت اعزاز و احترام کیا اور سب کو
خلعت دیکر واپس کیا۔ ۲۸ جمادی الاول کو شہزادہ مراد بخش نے لشکر آراستہ کیا
اور بکمال عظمت و شوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ
کرنیکا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہوکر حصار کے دروازہ کے قریب جاکر ٹھہر گیا
اور نذر محمد خان کو کہلا بھیجا کہ آپکی ملاقات کے لیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف
لائین اسکے بعد مین حاضر ہون نذر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ
اسبات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکان مین آوے اسوجہ سے وہ آزردہ خاطر فرار
کیطرف متوجہ ہوے۔ ظہر کیوقت ایک پٹکہ جسمین چند لعل ٹکے ہوے تھے کمر سے باندھا اور اسپر
زرہ اور جامہ پہنا کچھ اشرفیان و جواہرات وغیرہ اٹھالے اور اپنے ہر دو فرزند سبحان محمد و قتلق محمد
اور چند اوزبک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کرکے باغ مراد کو چلے گئے اور وہانسے مفرور
ہوگئے انکے جانیکی کسیکو اطلاع بھی نہوی کیونکہ شہر بڑا ہے بلخ کی چار دیواری پانچ کوس کے گرد
مین ہے لوگ ادہر ادہر مصروف تھے پیشتر مقصود علی بیگ کو اس امر کی اطلاع ہوئی اسنے امیر الامرا
کو مطلع کیا اور امیر الامرا نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خانکو نذر محمد خان

سلہ شاہزادہ بہادر خان و اصالت خان وغیرہ را بتعاقب نذر محمد خان رخصت نمودند او دران شب تا بمیر قندز رفتہ و سجدہ کردہ زمین سر
بیکسے طے کردہ راہ گم کردند و پا نزدہ آفتاب براہ روز چہارم اشرآبادی یافتند خبر رسید کہ دہ ہزار اوزبک با نذر محمد خان فراہم آمدہ بود مستعد
کارزار گشتہ طے مسافت نمایند بہادر خان از شنیدن این خبر بجاے کہ وحشت سخت جانی نمود اسپ تاختہ بتعاقب آن خصم پرداختند
[illegible] تا آنکہ نذر محمد خان معہ غلامان و قریب ہزار بادہ ایران بغرض امداد سنان معطوف داشت فوج بادشاہی در اسپان
[illegible] باخبر روز دہ سواد آبادی رسیدہ اسپ و شتر و گوسفند و شتر از بکان تاراج نمود و روز دیگر عرضداشت بہ بہادر شاہ
[illegible] آفرین گشتہ با سجبر اجعت ممنون گردید۔ خافی خان

والی توران کے تعاقب کو بھیجا تھا موصوف معہ اصالت خان اور اپنے لشکر
کے شدت گرمی میں پہر دن رہے سوار ہوئے اور دوسرے دن پہر دن چڑھے تک
جہانتک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تار میں سترہ اٹھارہ کوس زمین
ریگ وغیرہ کی طے کی اثنائے راہ میں راستہ بھول گئے جب دن نکلا تو راستہ ملا شبرغان
کے قریب جب پہونچے بہادر خان نے سنا کہ نذر محمد خان جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں
بہادر خان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی
ترتیب دی قلب لشکر میں اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیکنام خان و حیات خان تارین
علاول خان جمال خان لوہانی پہاڑ خان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتون و سیدون کو
دائین طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو معہ اپنے ساتھیون کے بائین جانب
قائم کیا اور نہایت تزک و شان کیساتھ بہادر خان مقابلہ کو بڑھے اوزبک و المان
جو قریب دس ہزار کے شبرغان مین جمع ہوئے تھے اکثر بہادر خان کے آنیکی خبر سنکر اندخود
کیطرف بھاگ گئے نذر محمد خان شبرغان سے نکلکر اپنی فوجکو تین حصو نپر تقسیم کرکے لڑائی پر
آمادہ ہوئے ادھر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بندوق کی باڑھ ماری اور بان چھوڑے
نذر محمد خان کے پاس جو ناتجربہ کار بھیڑ جمع ہوئی تھی اسنے کبھی لڑائی کا شور کبھی نہیں سنا تھا
بے اختیار بھاگی ناچار نذر محمد خان نے پیٹھ پھیری اور اندخود بھاگ گئے اور اسکے
بہتسے لوگ قتل و قید ہوئے سبحان قلی انکا بڑا بیٹا جو بخارا کیطرف بھاگ گیا تھا اسکا
بہت سا مال و سامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادر خان رعایا کے
بندوبست اور نذر محمد خان کے حالات کی تحقیق کے لیے ٹھہر گئے اگر خان موصوف فتح پر
قناعت نکرتے اور نذر محمد خان کا تعاقب کرتے تو نذر محمد خان یقینی گرفتار ہو جاتے

خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب مین قصداً اغماض کیا یا ہمراہیون کی سستی و صلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر متوجہ نہوے اور اس فتح کی عرضداشت[1] بہادر خان نے شاہجہان بادشاہ کے حضور مین بھیجی اور بادشاہ قدردان کرم گستر نے بہادر خان کو خلعت خاصہ اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے پنجہزاری ذات اور پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دو لاکھ روپیہ نقد خزانہ بلخ سے مرحمت فرمائے۔

اور اصالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان و عنایت خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوے حیات خان و لدعلی تارین خان کو خلعت و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علاول خان تارین کو خلعت و منصب ہزار و پانصدی ذات و چھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہان دلخواہ مدد نملی شاہجہان نے انکو دلجوی کا نامہ لکھا مگر وہ کچھ ایسے وہم مین مبتلا ہوگئے تھے کہ شاہجہانی عنایت و تاج بخشی سے اسوقت محروم رہے نذر محمد خان کے دو لڑکے عبدالرحمن و بہرام اور تین لڑکیان اور تین بیویان تھین یہ سب بلخ سے شاہجہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ عادل رحیم مزاج ان سبکے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق یہ شعر مشہور ہے شدہ بلخ و بدخشان نذر محمد خان چو زر و قبیلہ و املاک گذشت ازان

[1] و چون ششم جمادی الثانیہ حقیقت جدکاری و جانسپاری و کیفیت فیروزی اولیای دولت بلند صولت از عرضداشت بہادر خان بکرامت اضواء و اقفان پیشگاہ سریر جہانبانی رسید بہادر خان بخلعت خاصہ و باضافہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ و بانعام دو لک روپیہ از خزانہ بلخ سرفراز گشتند صفحہ ۴۵۵ بادشاہ نامہ

کتاب مجمع الصنائع مین نظام الدین احمد صاحب جو اپنے والد محمد صالح صاحب کیساتھ
جنگ بدخشان مین شاہزادہ مرادبخش کی ہمرکابی مین تھے رقمطراز ہین کہ مرزا عبدالرزاق
نے بلخ و بدخشان کی فتح اور نذر محمد خان کے تنہا نکلنے پر یہ بیت تاریخ لکھی ہے ؎

شدہ ز بلخ و بدخشان نذر محمد خان ٭ ز زر و قبیلہ و املاک الغرض دران ٭ جب اعداد
بلخ و بدخشان سے اعداد نذر محمد خان معہ عدد ہر دو دال مہملہ کے نکالے جائین اور
اعداد زر اور قبیلہ اور املاک کے بڑھائے جائین تو ۱۰۵۶ھ نکل آئینگے۔

۲۰ سنہ جلوس مین شاہجہان بادشاہ کا خطبہ بلخ مین پڑھا گیا۔

اس فتح کے بعد بلخ مین شہزادہ مرادبخش کی دلچسپی نہوئی اور اسنے اپنے والد بزرگوار
کیخدمتمین وہانسے واپس آنیکی درخواست کی بادشاہ نے لکھا کہ یہ وقت رخصت کیسی اور
بیموقع واپسی کیسی نہ ابھی وہان پورے طور سے تسلط ہوا ہے نہ اچھی طرح باغیونکا استیصال
ہوسکا اس حکم کے بعد بھی دوبارہ مرادبخش نے عرضداشت بھیجی اور یہ لکھا کہ اب یہان
کوئی بڑا کام باقی نہین ہے بہادر خان بند و بست کے لیے موجود ہین ملک فتح ہو چکا ہے
مین بغیر حاضری کے یہان نہین ٹھہر سکتا شہزادہ کیحالت کو دیکھکر فوج زیادہ برداشتہ خاطر ہوئی
اور اپنے وطن کے آنے پر آمادہ ہوئی شاہجہان بادشاہ نے مرادبخش کی دوسری
عرضداشت پر یہ فرمان[1] تحریر کرکے صادر کیا کہ تمسے قبل فتح کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر خدا

---

[1] در جواب فرمان صادر شد کہ قبل از فتح ولایت بر زبان گذشتہ بود کہ ہرگاہ از فضل الٰہی نہضت ملک بلخ و بدخشان بہ تسخیر در آید بان نور حشم کامگار عنایت خواہیم نمود
الحال کہ بعنایت ایزد متعال آن ہر دو ملک بدست آمد [illegible] آن نور الابصار بر آمدہ ہنوز کہ نسق قلعجات و آبادی ملک و تسلی رعایای دلشکستہ و تعین حکام و اہتمام تھانہ بندی
آنجا بصورت نگرفتہ این ارادہ بیجا باعث زیادہ فسردہ ساختن اہالی تباہ رعایا و سپاہ و ہمہ سکنۂ آنجا خواہد گردید خصوص چغتای اخلاص آثار کہ از مدت بتمنا
بدعای این زمان آرزو تمنا داشتند و حق سبحانہ تعالیٰ مراد دیرینہ دل آنہا بر آوردہ نہایت ملول خاطر خواہند گشت صلاح دولت [illegible]
کامرانی در آنجا فرمانروائی [illegible] تسلی رعایای ستم دیدہ و آبادی ملک غارت گشتہ کوشند۔ و با وجود رسیدن این جواب عنایت آمیز عنایت اثر دل
مرادبخش اثر نبخشید و پیشنہاد بر آوردہ خافی خان [illegible]

نے کہا کہ بلخ و بدخشان کی ولایت فتح ہو گئی تو یہ ملک تم برخوردار کو دیا جائیگا اب کہ
خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایائے
مظلوم دلشکستہ کی تسلی ظہور مین آئی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہین نہ جا بجا تھانہ بٹھلائے گئے
ہین ایسی حالتمین اس ارادہ سے بجز رعایا و سپاہ کی دلشکنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہے
ہماری قوم چغتائی جسکی عرصہ دراز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم مین
آئے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمہارے چلے آنیسے نہایت رنجیدہ ہو جاینگے مناسب ہے
کہ کچھ دنون وہان عیش و کامیابی کیساتھ قیام کرکے ملک کی آبادی اور رعایائے ستم دیدہ
کی دلجوئی کیطرف توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت آمیز فہمایش
کے کچھ مراد بخش کے دلپر اثر نہوا اور وہ یکبارگی سب انتظام مفتوحہ ملک کا چھوڑکر
وہانسے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے روبرو
آنیسے منع کر دیا اور منصب و جاگیر شہزادہ کی ضبط کر لی اور صوبہ بلخ کی حکومت و حفاظت
بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ مین خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے
روزنامچہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۴۸۵ مین یہ فقرہ لکھا ہے بہادر خان کہ بما سمت و
همت انصاف دارد و سردار جمعیت دار است۔
حضرت انکی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پرداخت اصالت خان کے متعلق کیگئی
گویا دیوانی کی خدمت انکے زیر انتظام مقرر کیگئی اور ان جملہ احکام کے جاری کرنیکے لیے

سلہ مراد بخش پر جملہ امیرونکو جانیکی ممانعت کیگئی اور شہر مین آنا بند کیا گیا اور پیشاور مین رہنیکی اجازت دی گئی ایک مدت تک
بعتاب رہا لیکن شہزادہ محمد شجاع جب آیا تو اسنے بھائی کی خطا باپ سے معاف کرادی اور ۲۴ ربیع الثانی کو پیشاور سے مراد بخش آیا
اور شاہجہان کے حضور مین ایک ہزار مہر گذرانی اور ۱۶ ذیقعدہ پھر بحالیے دوازدہ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا

علامہ سعد اللہ خان ۱۰ زیر عطیہ کے لیے بھیجا گیا اور مدار المہام موصوف کے ہاتھ ایک تلوار مرصع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجہان نے سعد اللہ خان سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابل قدر ارشاد جو شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی زبان سے حسن امر کے حق میں نکلے سائیکلٹ مایۂ افتخار ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہنامہ اور خافی خان وغیرہ سے یہاں نقل کیا جاتا ہے وخد یہ وہ ہیں یہ مدار المہام علامی سعد اللہ خان حکم فرمودند حکومت صوبہ بلخ را بہ بہادر خان وا گذاشتہ الی آخرہ قسما و بہ بہادر خان کہ نکاست و جمعیت اتصاف دارد و سردار جمعیت دار بہت معتبر ساز و صفحہ (۵۶) بادشاہنامہ اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اصرار کے ساتھ بہادر خان سے کہنا کہ تم اور اصالت خان ہر دو سردار صاحب ارشل شیر و شکر کے اتفاق رکھنا اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایائے مظلوم کی خبر گیری کرتے رہنا۔ غرضکہ حسب الحکم سعد اللہ خان گیارہ روز میں بلخ پہونچے اور وہاں جا کر کل انتظامات حسب ہدایت بادشاہ کے عمل میں لائے اور صوبہ داری بلخ کی بہادر خان کے سپرد کی اور بائیس روز بلخ میں رہکر ہ شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

۱؎ و بہادر خان را بار سال شمشیر مرصع معہ علامی عز افتخار بخشید صفحہ ۵۶ بادشاہنامہ

۲؎ و بہادر خان و اصالت خان را تسلیم صوبہ داری بلخ فرمودہ و باتفاق ایشان شروع در آنجاح مہمات و عارسان قلاع و تھانہ داران انجاز مقاصد آنہا نمود۔ بادشاہنامہ صفحہ مذکورہ بالا۔

۳؎ و بسعد اللہ خان شاہجہان ایما نمود کہ بہادر خان او دزی را برفاقت ہر کہ مناسب دانند تادیب سرکشان خواستہ الگذارد و اصالت خان را پرداخت و نسق مالی بلخ مستقل ساختہ بمبالغہ از زبان ما ارشاد نماید کہ نظر بر فراہم آوردن مال و جمعیت فراغ خاطر نمودہ ہر دو سردار صاحب دل باہم چون شیر و شکر آمیزش اتفاق نمودہ در آباد ساختن ملک ویران و گرد آوری رعایائے سوختہ مالگذار و پرداخت حال تجار و دیگر اہل حرفہ و تمام سکنہ آنجا کوشیدہ از زیجان غارت پردا دادہ باشان مرحوم آزار ما و روپیہ ریز اندیار آفت جانی و مالی غربا نرسد۔

پچاس لاکھ روپیہ بہادر خان کو ملکی ضرورتوں کے لیے شاہجہان بادشاہ نے باین تفصیل بھیجا کہ سید فیروز خانجہان کا بھتیجا پچیس لاکھ روپیہ پشیر کی راہ سے بلخ پہونچا آیا اور بعد ازان پندرہ لاکھ اور ستر ہزار اشرفیان جنکی تعداد پچیس لاکھ روپیہ ہوتی ہے ۲۱ رجب کو شاہ بیگ خان دے آیا۔

۲۵ رجب کو خاص اصطبل کا گھوڑا معہ طلائی ساز کے شیر مرد اور خواجہ سبا کے ہاتھ بادشاہ نے بہادر خان کو بھیجا اسکے بعد ۸ شعبان کو ایک اور گھوڑا طویلہ خاصہ محمد محسن کے ہاتھ شاہجہان نے بہادر خان کو بلخ بھجوایا ۱۸ شعبان کو مبلغ دس لاکھ روپیہ بہادر خان کو اور بادشاہ نے بھجوائے اور وہ اس انتظام سے روانہ کیے گئے کہ لاہور سے میر خلیل اور مرشداد پیرہ روپیہ کابل لیجا کر امیر الامرا کے سپرد کریں اور امیر الامرا اپنے آدمیوں کے ہاتھ شاہ بیگ خان قلعدار غوری کو پہونچا دے اور وہ بہادر خان کو روانہ کرے اور بہادر خان جسطرح مناسب ہو خرچ کریں۔

لہ و عاقل خان را بعنایت اسپ سربر افراختہ حکم فرمودند کہ مبلغ پانزدہ لک روپیہ و ہفتاد ہزار اشرفی کہ مجموعہ بیست و پنج لک روپیہ باشد بشاہ بیگ خان قلعدار غوری رسانیدہ برگردد و بہ بہادر خان و اصالت خان فرمان شد کہ آنرا مصحوب جمعے ببلخ طلبیدہ با بیست و پنج لک روپیہ کہ سابقا سید فیروز بردہ بود و ہم پنجاہ لک روپیہ شود در وجہ علوفہ لشکر و دیگر ضروریات صرف نمایند صفحہ ۵۷۷ بادشاہنامہ

تلہ بیست و پنجم رجب سہ اسپ از طویلہ خاصہ با یراق طلا بہ بہادر خان و رستم خان و اصالت خان مصحوب شیر مرد خواجہ سیہ بابی ببلخ معین شدہ بود ارسال داشتند ۵۸۵ بادشاہنامہ تلہ و مصحوب محمد محسن بہادر خان و اصالت خان و اسپ از طویلہ خاصہ با ساز طلا ارسال داشتند تلہ درین تاریخ خزانہ کہ از دار السلطنت لاہور طلب داشتہ بودند و از انجملہ آن مبلغ دہ لک روپیہ مصحوب میر خلیل ارسال یافت روانہ غوری سازد تا بہادر خان و اصالت خان جمعے را فرستادہ از غوری ببلخ طلب نمایند بادشاہنامہ ۶۰۲۔

حالات محاربات بلخ بزمانہ صوبہ داری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ پانچ چھ ہزار سوار قوم المان کے دریاے جیحون سے اترکر
کلیف کے راستہ مین جمع ہوے ہین اور فساد پر آمادہ ہین تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ
شعبان کو بلخ سے مومن آباد پہونچے اور انکو مار کر بھگا دیا اور جو مویشی وغیرہ وہ لوٹ کر
لائے تھے وہ بھی چھین لیے اور انکے دریافت حال و استیصال کی فکر مین تین روز مومن آباد
مین قیام کیا یہ مقام بلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنا مین دوسری خبر یہ آئی کہ
دس ہزار باغی قبادیان کی راہ سے آکر نواح بلخ مین لوٹ مار کر رہے ہین بہادر خان یہ سنکر
یکبارگی انکے سر و پر پہونچے مگر وہ باغی انکے آنیکی دہشت سے بھاگ گئے اسکے بعد
ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد قطغان اور قاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی
تھوڑی فوج لیکر چار و قطرف پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ بادشاہی
بہادر خان کے پاس آرہا ہے اسکو لوٹ لین بہادر خان نے اسبات سے آگاہ ہو کر چند اشخاص
(مثل راجہ جیرام و گوپال سنگہ و راے تلوکچند و جگرام و خوشحال بیگ و قاضی نظام
بخشی بلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریاے جیحون تک گئے باغی کوہ شمر
سے نکلے اسوقت تیکتام خان ہراول فوج تھے وہ معہ اپنے بھتیجے عنایت خان کے
نہایت تیزی سے بڑھکر مقابل ہوے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلوار کی لڑائی
ہوئی بہت سے باغی قتل و قید ہوے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی
اور غنیم کے پیر اکھڑ گئے اس جنگ مین کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے
شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آرہے تھے اثناے راہ

مین معلوم ہوا کہ المان کچھ مال لوٹے ہوے موضع خلم مین سے گئے ہین اور وہان خزانہ کے
لوٹنے کے انتظار مین بیٹھے ہین لیکن ۴ شعبان کو خزانہ بخیریت پہونچ گیا مگر چند روز ان
ڈاکون کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس نواح مین ٹھہر گئے اور پھر
۱۱ رمضان کو بلخ مین داخل ہو گئے۔

۵ شوال کو امان بیگ اور آتش قلماق کچھ روسا نواح چچکتو و میمنہ کے لائے اور
بلخ مین انھون نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرفداری ظاہر کی بہادر خان نے
ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کیطرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کو ساٹھ ہزار
شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلماق کو تیس ہزار شاہی انعام مین دیے اور امان بیگ
جو مرد فہمیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتا کا سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصدی
سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلماق جو استقلال و وضعداری مین معمولی شخص
تھا اسکے لیے ہشتصدی ذات اور چار سو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ
کو حسب التماس محالات میمنہ اور قلعہ چچکتو و غرجستان فاریاب خیراباد جاگیر مین دیے
آتش قلماق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے
قبیلون کے لیے چاہے بہادر خان نے قلعہ میمنہ و شبرغان اسکے متعلقین کے رہنے
کو مرحمت کیا۔ مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیر خواہی دیکھکر بہادر خان نے
اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے انکی سفارش پر
امان بیگ کو خطاب قیچاق خانی کا عنایت کیا۔

۱۲ محرم کو بہت بڑا گروہ المانون کا پچھلی رات کو آ کر ایک تھانہ پر لوٹ پڑا بہادر خان نے
یہ سنکر دو ہزار سوار اپنے چچا نیک نام خان کو دیکر مع چند سردارون کے مقابلے کے لیے

روانہ کیا نیکنام خان نے وہان پہونچکر ان مفسدون کو بھگا دیا۔

۲۵ محرم کو المان کی جماعت نیلگون کے راستہ سے شبرغان کے قریب ہوتی ہوئی سرپل کیطرف گئی بہادرخان کو جب یہ خبر پہونچی تو انھون نے اپنے چچا نیکنام خان کو دو ہزار سوار دیے اور معہ چند سرداروں کے روانہ کیا ڈاکو نواح شبرغم و سرپل کو غارت کرکے اونٹ گھوڑے گائے بکریاں بہت سی لیے ہوے دریاے جیحون کیطرف جا رہے تھے آدھی رات کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جوانمرد دوڑکر انکے سر پر پہونچے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھاگے انکا پیچھا آخر دن تک کیا گیا اور جو انکے پاس مویشی تھے سب چھین لیے چونکہ رات ہو گئی تھی اسوجہ سے وہین قیام کیا پھر رات کے پانچ چھ ہزار سوار ناگہانی طور پر آگئے اور انھون نے حملہ کیا ادھر سے بھی مقابلہ کیا گیا مارڈھاڑ کی بازار خوب گرم ہوئی اس حربہ مین بھی بہت سے باغی تہ تیغ ہوے اور جو بچے وہ بڑی مصیبت سے جان بچاکر بھاگ سکے مگر اس لڑائی مین بادشاہی لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنون کے مقتولین کچھ سر بعضے اوزبک سردارون کے مثل نظر بیگ وغیرہ کے بھی نکلے آخرکار بادشاہی لشکر فتحمند پھرا۔

ایکبار جب ازبکون نے بہت بڑا ہجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ رہا کہ سوار گھوڑونکی زین سے نہ اتر سکے اور دونون طرف کے سپاہی کثرت سے قتل ہوے

ف تا سہ روز ... کارزار گرم بود کہ از پشت زین و زین از اسپ جدا نکردند و جمع از ہر دو طرف کشتہ شدند و قریب بود کہ ازبہ اوگرسین کچھواہہ بدست سواران الحاقی عبدالعزیز خان دستگیر گردد زین ضمن فوج بہادرخان بر کمک سید المانان و بفرار آوردند و تا خبر یافتن بہادرخان خود بجوالی بلخ رسانیدہ دو شتر و گوسفند بیشمار بدست آوردہ کارزار صعب رو نمود ارالماناں رو بفرار آوردند و نیکنام خان سردار فوج بہادرخان غنائم بسیار بدست آوردہ۔ خافی خان

قریب تھا کہ راجہ اور کرسین گرفتار ہوجائیں عبد العزیز خان کے امان سوار وسکے ہاتھ گرفتار ہوجاتا مگر اسعرصہ مین بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہونچگئی اور امان بھاگ گئے بلخ کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۶ ربیع الاول کو مخبر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک حق نظر مینگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبد العزیز خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کیطرف گئے ہین و رانکا قصد ہے کہ درہ کمر اور شادیان سے بھر اگکاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور رعایا کے مویشی لوٹ لین بہادر خان یہ خبر سنکر انکی گوشمالی پر آمادہ ہوے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ اب کی مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایکبار مجکو ان موذیون کی تنبیہ کی اجازت دیجے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ بہار سنگھ و راجہ جیرام و معتمد خان و جمال خان لوہانی اور محمد حسین و حاجی منصور اور دیگر جوانمرد اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدونکے سر پر پہونچے ڈاکو ان حدود کے مویشی لوٹے ہوے جاتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا چھین لیا آخر کار باغی بھاگے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب رات ہوگئی تو وہ درہ کمر سے اترے تمام دن زرہ چلتہ بکتر وغیرہ پہنے رہنے سے لباس و بدن تر ہو گیا تھا اسوقت انھون نے نماز مغرب و عشا کے وضو کیلیے اپنا چلتہ اتارا اور بہت سرد ہوا بدن مین لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے واپسی کے متعلق تاکید لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸ ربیع الاول کو قریب پندرہ ہزار سوار وتکے خنجر المان وقولاو سرلے وھراو قرغز وغیرہ عبد العزیز خان کے حکم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے پیشتر ایک ہزار سوار ظاہر ہوئے باقی چھپکر ادھر اودھر بیٹھ رہے شمشیر خان اور ھراو قلی سلطان نے اپنی جماعت سے ان ایکہزار کا مقابلہ کیا وہ ہٹتے گئے اور یہ پیچھے بڑھتے گئے ناگاہ گھاٹی سے وہ مفسد جو چھپے بیٹھے تھے نکل پڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ کی جماعت سے وہ موذی دس گنے سے بھی زیادہ تھے اس سبب سے سید ساوات پسر سید صدر خان بخاری دبہلول خان برادر شمشیر خان ور چند منصبدار دیگر معہ اپنی جماعت کے کام آئے بہت سے اوزبک بھی قتل ہوئے جب دن آخر ہو گیا اور تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اسلیے باقی جوانمردون نے لڑتے او ہٹتے ہوئے تھانہ تک اپنے آپکو پہونچایا اور تھانہ کے آس پاس بندوقچیونکو بٹھلایا مخالفین نے تھانہ کو حلقہ مین لیلیا دو روز تک اندر و باہر اسی جانبازی سے تھانہ والون نے بسر کیے ۹ ربیع الاول کو یہ خبر بہادر خان کو پہونچی انھون نے آہی لیے اصالت خان[1] کو دو دہ کر سے

---

[1] اصالت خان کا اصلی نام میر عبد الہادی ہے سنہ جلوس شاہجہانی نے انکو اصالت خانی کا خطاب عنایت کیا تھا یہ میر میران یزدی کے بیٹے تھے انکے باپ سے جب شاہ عباس صفوی فرمانروائے ایران کا مزاج منحرف ہوا تو وہ اپنی جان لیکر ہندوستان بھاگے یہ اور انکے بڑے بھائی خلیل اللہ خان عراق مین رہگئے جب میر میران بادشاہ جہانگیر کے حضور مین حاضر ہوئے تو سنہ جلوس مین جہانگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے انکے بیٹونکو شاہ ایران سے طلب کیا اور شاہ ایران نے کمال مروت سے ان ہر دو کو ہندوستان روانہ کردیا سنہ مین جب یمین الدولہ کے ساتھ اصالت خان عادلشاہ کی گوشمالی کو گئے ہین تو وہان کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے بان کی آگ سے انکا تھوڑا حصہ منھ کا اور ایک ہاتھ جلگیا تھا اسکے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوئے بعدہ مہابت خان سپہ سالار جو کج خلقی مین مشہور تھا اسنے اپنا نائب انھین کیا ایسے بد مزاج شخص کے ساتھ نہایت خوشخوئی سے نباہ کرنا انھین کا کام تھا اسکے بعد یہ دہلی کے صوبہ دار مقرر ہوئے اور سہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان اور بہادر خانکا ساتھ بارہا رہا چنانچہ

تاکید کرکے بلا لیا تھا اور شہر کی حفاظت انکے ذمہ کرکے خود معہ بہادرون کے اُدھر کا رخ کیا غنیم نے بہادرخان کے آنیکی خبر سنکر بدحواسی سے فرار کیا خان موصوف نے خان آباد کے تھانہ مین ان مفرورون کے دریافت حال کے لیے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھ کلیف کیطرف چلے گئے اور کچھ ریگستان چول کیجانب اور ایک جماعت علی مغل کے چشمہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اسطرف کل مجمع معہ خوشی لب چاک ورخش نظر بینگ کے دوبارہ جاکر درہ کز کے حدود کو لوٹین بہادرخان نے بارود و بان دیگر سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیکر خان آباد کے تھانہ سے کوچ کیا اور قریب درہ کز اورکو مال و مول کے جاکر خیمہ زن ہوے دشمن بہادرخان کے آنیکی خبر سنکر بھاگ گئے اسکے بعد بہادرخان نے سرپل اور امام بکری مین قیام کیا اور ہر طرف مخبر و ہرکارہ دوڑایا اس اثنا مین خبر آئی کہ ۲۲ ربیع الاول کو اصالت خان نے انتقال کیا اس حادثہ کو سنکر بہادرخان نے رام سنگھ راٹھور اور عجب سنگھ بھواہہ کو بھیجا کہ وہ جاکر معہ محکم سنگھ کے قلعہ بلخ کی حفاظت کرین اور شہر بلخ کی نگرانی

بقیہ صفحہ ماقبل والی ہوا وقلعہ تارا گڈھ کی بربادی انھون نے ساتھ ساتھ کی ہوئی ۱۰۵۵ھ مین چلتے اتا بیسے انکو بخار آیا اور اسی مرض مین وہ ہفتہ بیمار پڑکر عین جوانی مین چالیس برس کی عمر مین ۲۲ صفر کو اصالت خان نے انتقال کیا جب شاہجہان بادشاہ نے انکے مرنیکی خبر سنی تو افسوس کرکے کہا کہ اگر یہ جوانمرد زندہ رہتا تو بڑے بڑے کام کرتا اور بہت کچھ عہدہ مین ترقی پاتا نہایت ذی مروت صاحب حیا انسان تھے ہمیشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کلمہ فحش کسیکو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہونچے تھے اس مہم بلخ مین ہزاری منصب کا شاہجہان نے اضافہ کرکے پنجہزاری ذات چار ہزار سوار سے سرفراز کیا تھا وہ بادشاہانہ شجاعت و تدبیر دونون جوہر سے ہم آغوش تھے خلیل اللہ خان میر بخشی نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جوانمرگی کی خبر سنی تو انھین ایسا صدمہ ہوا کہ دنیا ترک کرکے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اورنگ زیب خود انکے گھر برسم تعزیت گیا اور بہت کچھ فہمائش کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہوے۔ اصالت خان کے بیٹون مین سلطان حسین افتخارخان۔ ملتفت خان بہاء الدین محمد ابراہیم نہایت لائق اشخاص ہوے تھے۔

شیخ فرید الدولہ و لطف الدین خان کوکہ کے متعلق کی۔ اس دوران مین مخبرون نے
خبر پہنچائی کہ باغی المان دریاے جیحون سے اتر آئے ہین اور عبد العزیز خان والی
توران قرشی سے روانہ ہو کر اسطرف معہ فوج کے آرہے ہین اور بیگ اوغلی کو بہت سے
اوزبک والمان ویکرادھر بھیجا ہے بہادر خان نے یہ سنکر اسطرف سے باگ پھیری اور بلخ
سے ایک کوس کے فاصلہ پر جا کر گذر کلیف کیطرف قیام کیا اور جنگ پر آمادہ
ہو کر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ اوغلی معہ اپنے بڑے ہنگامہ
کے دریاے جیحون سے اوتر کر اس طرف آئے تو اُسکے
ساتھ مین ایک ایسا معرکہ کرون جسکا کہ آیندہ زمانہ بھی
ذکر باقی رہے اور قدیم وقتون کی لڑائیان بھول جائین
بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ
بادشاہنامہ کے صفحہ (۴۵۰) مین تحریر کئے گئے ہین اسکی نقل بیان پر خالی از دلچسپی
نہین (و بہادر خان) استعداد نبرد نمودہ قرار داد کہ اگر بیگ اوغلی
با گروہ حشرے کہ با او نشان میدہند از آب گذشتہ باین
صوب بیاید نبرد کند کہ در قرون آیندہ باز گویند و حروب گذشتہ
را فراموش کنند بوجود کار آرد۔
بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبد العزیز خان ابن نذر محمد خان کے
لشکر کشی کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجہان نے کیفیت سنی تو
اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا ۵ محرم
کو شاہزادہ لاہور سے رخصت ہوکر ۹ صفر کو پشاور آیا اور یہاں تین روز قیام
کرکے سہ ماہہ پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کرکے ۸ ربیع الاول
کو کابل مین داخل ہوا اور یہان بھی تین روز قیام کیا بعدہ بلخ و بدخشان کیطرف
رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کرکے ایک کوس
کے فاصلہ پر بلخ سے لڑائی کے انتظار مین پڑے ہوے تھے کہ شہزادہ اورنگ زیب
سلخ جمادی الثانی کو نواح بلخ مین پہونچا بہادر خان نے ایک منزل بڑھکر نذر محمد خان
کے پل کے کنارہ شہزادہ اورنگ زیب سے ملازمت حاصل
کی اور اوزبک کے لشکر کی آمد اور قتلق محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان
کی اسی زمانہ مین نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے مایوس ہوکر توران کے حدود
مین آچکے تھے اور قلعہ میمنہ کے لینے کی فکر مین تھے مگر جب انسے قلعہ کشائی
نہوسکی تو بیسلہراغ مین جاکر قیام کیا اور جب انکو یہ معلوم ہوا کہ بلخ مین بہادر خان
نہین ہین دار السلطنت سے باہر انتظام کو گئے ہین تو انکے مشیرون نے مشورہ دیا
کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کا لینا ہی مشکل ہے اور
اوس سے زیادہ اسکا ہاتھ مین رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سنکر غرہ جمادی الاول کو بلخ مین پہونچا مگر شہر مین نہ آیا شہزادہ
اورنگ زیب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب اترا دوسرے
روز شہر مین گیا خواجہ عبد الغفار ابن خواجہ صالح اور خواجہ عبد الولی جو خواجہ محمد پارسا
کی اولاد و امجاد اور اکابران شہر سے تھے اور عبد العزیز خان انھین خواجہ عبد الغفار کا

مرید تھا انکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم تنخواہ مین مشغول رہا اسکے بعد لشکر آراستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرداری بہادر خان کے سپرد کرکے اونکو تمام لشکر کا مقدمۃ الجیش کیا اور امیر الامرا کو اپنے داہنے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائین طرف مقرر کرکے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

۷ جمادی الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تیمور آباد جو فتح آباد سے ایک کوس پر ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے ہجوم کیا مگر وہ آگے نہین بڑھتی تھی جو اس کیطرف جاتا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادر خان مع اپنے رفقا کے آگے بڑھکر اوس سے معرکہ آرا ہوے اور غنیمان کیطرف سے امیر الامرا نے ہجوم کیا جب شہزادہ نے یہ سنا کہ امیر الامرا کیطرف دشمنون کا بہت لشکر جھک پڑا تو اُسنے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجا شاہنامہ وغیرہ مین ہے کہ بہادر خان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنونکے مقابلہ مین سرگرم ہے کہ اوزبکون نے اطراف لشکر کو حلقہ مین لیا پندرہ ہزار سوارون نے قلب لشکر کیطرف جاکر بیحد شوخی شروع کی بہادر خان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی اوس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہرچند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

سلہ و بصوابدید خیر اندیشان چنین مقرر شد کہ فوج قول بوجود نصرت آمود بادشاہزادہ کامگار استظہار یابد و بہادر خان با تمام سپاہی کہ ہمراہ او در بلخ بود ہراول باشد بادشاہنامہ ۶۸۷

سلہ امیر الامرا و بہادر خان براہ افتادند از ہر طرف فوج از بکیہ نمود ار تاخبر دار شدہ ان بہادر خان امیر الامرا جوق جوق اطراف لشکر تاختہ حلقہ وار میان گرفتند القصہ دپانزدہ ہزار سوار از بکیہ را بادوخان در سائرہ شوخی از حد گذرانیدند بہادر خان

بہادر خان نے وہ دستمانہ بہادری کی کہ تمام لشکر مین شہرت
ہوگئی جسوقت امیر الامرا پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے اسوقت
بہادر خان خود غنیم سے لڑ رہے تھے مگر انھون نے نہایت شجاعت
سے اپنے روبرو جو غنیم کا لشکر تھا اُسکو پسپا کر کے امیر الامرا کی کمک
کو پہونچے اور پھر اوسکو مدد دیکر ازبکونکو آگے سے ہٹایا اور بادشاہی
لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جسپر تمام سادات و راجپوتون نے
بہادر خان کی لاجواب بہادری پر تحسین و آفرین کی بادشاہنامہ
مین ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ چونکہ بیمار پڑے تھے شہزادہ نے چاہا کہ انکو
بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ اُٹھا ہے جوانمردی سے پیچھے رہنے پر
راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آے تھے انکی طرف سے بھی توپخانہ لگایا گیا تھا
ہر بار دو تین ہزار سوار اوزبکیہ کے بادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے اودھر

بقیہ صفحہ ۴۴۲- گرم کارزار گشت ازبکان ایلیش از خود بیرون شتہ شدان بجا شور قیامت عیان بگردون رسانیدند خان و سپاہی خیر شمشان
و جوشان بجنگ بہم گرو بہ بیدادجنگ بہم جنگ از تنگ بستہ میان بگردون در آورد گرد گران بہر چند علی مردان خان
دران روز داد مردانگی داد لاکن بہادر خان با وصف فرو رفتن دران شجون خود را بمدد علی مردان خان رسانیدہ ازان حین جا
داد کہ ہمہ سادات و راجپوت بر بہادر خان آفرین گفتند۔ شاہنشاہنامہ قلمی صفحہ ۴۴۲
بہادر خان ہمراہ امیر الامرا برانغار و سعید خان راجرانغار نمودہ متوجہ مقابلہ عبدالعزیز خان گردید بہادر خان با انگروہ نبرد
عظیم و پیکار غریب داد ہر چند کہ علی مردان خان ان روز داد مردانگی دادہ با وجود فرو رفتن آنطرف بہادر خان خود را برق کردار
رساندہ بیران گروہ زدہ باعث امیدامان بہادر خان گردید و افغان بہادر دل شیر نبرد و شیر دستمانہ نمودہ پیش صد
بر لے فوج ازبکان استقامت ورزید صفحہ ۴۴۲ خافی خان۔

بادشاہی لشکر کے جوانمرد بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غنیم
مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاکی سے آکر مقابلہ کرتے
جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنون کو آگے رکھ لیا
اور توپ و بندوق کی باڑھ کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور
بہت سے زخمی ہوگئے امیر الامرا نے بھی کمک والون کی مدد سے دشمنون
کو متفرق کیا ہر ایک حملہ مین دشمن ناکامی سے منھ پھیرتے تھے بادشاہی لشکر قتلق محمد
کے خیمہ تک جو بیگ اوغلی کے پڑاؤ کے قریب تھا پہونچگیا اور اسکا سامان وچولے
چھینکر اطمینان وسلامتی کے ساتھ اپنے پڑاو مین آگیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف
کے باہین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نہوے تھے انھون نے اپنے
بخشی صادق بیگ اور جہان خان ملازم کو چارسو پانسو جوان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کردیا تھا
اور کہدیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمھارے
پاس آجائین تو تم اُنکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چند ازبک
ان جوانون کے پاس آے اور یہ اس فہمائش کو فراموش کرکے اُنکے پیچھے بڑھ گئے وہ
مکر سے انکو ہٹا لیگیے اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہوگئے تو ازبک گھاٹی سے نکلکر
انپر حملہ آور ہوے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انھون نے لطف اللہ خان
وخانہ زاد خان اپنے بیٹون کو کچھ فوج دیکر ان احمقونکی مدد کو بھیجا ان ہر دو بھائیون نے پہونچکر
خوب حملے کیے اور بکمال شجاعت سے مخالفونکی جماعت کو متفرق کردیا مگر وہ ظالم ایک دیوار
کی پناہ مین آکر تیر و بندوق برسانے لگے اور بہانپر بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج
کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر کا موجود تھا اور توپخانہ بھی اُنکے پاس تھا

مگر خدا معلوم کہ کیا سبب ہوا کہ بہادر خان نے انکی خبر نہ لی جب دشمنون نے سعید خان کی
طرف جماعت کم دیکھی تو بہادر خان کی فوج کی طرف سے منہ پھیر کر سعید خان کیطرف رخ کیا
جب انکی طرف بہت ہجوم ہوا تو سعید خان کے جوانمردون نے بھی خوب جان توڑ کے حملے
کیے اور قدم پیچھے نہ ہٹایا حتے کہ بہت سے اشخاص کام آئے سعید خان نے جب یہ حال دیکھا
تو باوجود علالت و ناتوانی کے خود سوار ہوے اور اپنی جماعت لیکر شیر کیطرح اُن روباہ
خصالون پر جھپٹے اور نہایت مردانہ حملے کیے اور بذات خاص چند اشخاص کو زخمی کیا اور
چار دشمنون کا کام تمام کیا آخر کار نو زخم کہا کر گرے اور انکے گھوڑے کا اگلا پیر ایک گڑھے
مین جا تا رہا اور سعید[1] خان بہادر زین سے زمین پر گر پڑے لطف اللہ خان انکے فرزند

[۱] سعید خان از شنیدن زخمی گردیدن پسران جہان چشم او تاریک نمود با کمال ضعف چون شیر غران خود را بہ دلیران آن گمرہ
پدر آمدہ بودند با ورسیدہ استمداد از پدر نمودند رسیدہ مقابلہ از بکان پرداخت و ہمیکہ اطراف پسران آن داشتند چند نفر بدست
خود از ضرب شمشیر جان ستان از پا در آورد و در ینحال پاے اسپ سعید خان سکندری خوردہ از زین جدا گشت در ان حال
زخمہاے پیاپے بدو رسیدند و باوصف رسیدن زخمہاے کاری و ضعف عارضہ جسمانی باز برخاستہ کار چار نفر حریف کہ زخمہاے
کاری و ضعف بدو رسانیدہ بودند یا تمام رسانیدند شاہنشاہ نامہ ۲۵۱-

[۲] سعید خان کا خطاب چغتائی تھا احمد بیگ کابلی کے فرزند تھے ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے انکے بزرگ تیمور
کے عہد سے امرا رہے تھے جنکی دس پشتین گذری تھین یہ شجاعت اور حسن تدبیر دونون باتون مین یکتاے روزگار
تھے۔ سعید خان صوبہ دار کابل بھی رہے تھے خانجہان لودی کے اغوا سے جب کمال خان روہیلے نے افغانستان مین
شورش برپا کی تو انہون اسکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور تہ تیغ کر کے پانچ کوس بھگاتے لیگیے۔ اور جس وقت مین کابل
کے حنفی المذہب لوگ لشکر خان صوبہ دار کے خلاف عقیدہ سے بگڑے تو سعید خان نے یہ شعلہ فساد کا بھی ٹھنڈا کیا
اور سرگروہ افغانون کو لیکر بادشاہ کیخدمت مین حاضر ہوے پنجہزاری منصب اور نوازش شاہانہ سے سرفراز ہو
سنہ ۱۰۴۶ مین صوبہ دار لاہور اور سنہ ۱۰۵۰ مین صوبہ دار قندہار کیے گئے انکا بیٹا خانہ زاد خان پنجاب کا منتظم کیا گیا
سنہ ۱۰۵۲ مین انہون نے لطف اللہ خان اپنے فرزند کو اپنا نائب کر کے ملتان مین شاہجہان کے حضور مین حاضر ہو
اور پھر منصب ہفت ہزاری پر پہونچے۔ جنگ ہفت روزہ ازبک مین اورنگ زیب کے ہمراہ تھے جسکا قصہ اوپر تحریر
کیا گیا ہے زخمی ہوے اور اچھے ہو کر حسب الحکم بادشاہ کی قدمت مین حاضر ہوے بہت کچھ تسلی اور احسانات سے مراہ

نہایت جوانمردی سے لڑے اور زخمون سے چور ہوکر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوے اور اسکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہوکر گھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال سُنا تو فورا انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچگئی اور اسنے مقابلہ کیا تو اوزبک منہ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اُٹھا کر پڑاؤ لے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار اوزبک بادشاہی توپخانہ کیطرف بڑھے اس عرصہ مین بہادر خان اپنے دشمنوں کو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آرہے تھے اونہون نے اس جماعت کو دیکھا اور اپنے آگے دھر لیا اوزبک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال وقتال کا گرم رہا اور اب شام ہوگئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے فتحمندی سے واپس آچکا تھا اسلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاؤ کیطرف بڑھا موضع پشتالی جو آقچہ کے متصل ہے وہان ازبکون نے جمع ہوکر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادرون نے اودھر توجہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایکبار غنیم نے بادشاہی لشکر کے دائین بائین حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھی جست کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل شاہ کا کام فرماے گئے اور صوبہ بہار کے ناظم کیے گئے اور ایک لاکھ روپیہ جو انکے بیٹو نکے ذمہ تھا وہ معاف کیا گیا سنہ ۱۰۵۴ھ مین جبکہ صوبہ دار کابل تھے سنہ ۱۰۶۲ھ مین انتقال کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر سنکر تاسف کیا اور دعاے مغفرت جناب الہی مین مانگی اسکے بائیس بیٹے تھے بڑا کنبہ تھا باوضع تھے تازیست دولتمند رہے انکے فرزندون مین عبداللہ خان و فتح اللہ خان وغیرہ تھے جنمین بعض دو ہزاری منصب تک پہونچے۔

بہادر خان نے معہ اپنے ساتھیون کے نہایت بہادری سے اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوے آخر کار مخالف میدان سے منہ پھیر کر بھاگ گے اس اثنا مین بیگ اوغلی بادشاہی لشکر کے برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوے لوگون کو واپس لایا اور اونکو ہراول فوج کے مقابلہ مین روبرو کر کے آپ معہ تمام لشکر کے امیر الامرا کے مقابل ہوا امیر الامرا اور اسکے ہمراہیون نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی کمک کو آگیا جب اسمرتبہ بھی ازبکون نے غلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ مین لیکر چارونطرف سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمن مین یہ خبر معلوم ہوئی کہ قتلق محمد و بیگ اوغلی معہ دیگر اوزبکون کے علی آباد کیطرف گئے اور سبحان قلی معروف بہ قلقان معہ ایک لشکر کے آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ مین فساد برپا کرے اسلیے شاہزادہ نے اسطرف سے بلخ کیجانب رخ کیا علی آباد مین پہلے اوزبکون نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادر خان سے جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنون نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر بہادر خان نہایت جلدی سے ان ڈاکوون کے سر پر پہونچ گئے اور سبکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال وقتال کا بازار گرم رہا شام کیوقت لشکر نے پڑاؤ کیطرف رخ کیا اسیدن سبحان قلی بڑ ہجوم سے آکر اپنی فوج مین شامل ہوا۔

۱۳۔ جمادی الاول شب دوشنبہ کو عبد العزیز خان والی توران جو اپنے والد نذر محمد خان کیطرف سے پیشتر حکومت پاچکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے ساتھ آیا اور پلنگتوش سے ملگیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادر خان کو لشکر

کا چنداول کیا یعنے فوج کے پچھلے حصہ کی حفاظت و سرداری انکے متعلق کی اور نہایت زور شور کے ساتھ مقاتلہ و مجادلہ کیا۔

۱۴۔ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے جنبش کی اسروز تین فوجین غنیم کی مقابلہ مین آئین۔ عبدالعزیز خان و سبحان قلی و بیگ اوغلی نے اپنی اپنی فوجون سے حملہ کیا امیرالامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیرالامرا نے خوب داد شجاعت کی دی۔ عبدالعزیز خان کی فوج کے پیر اوکھڑ گئے۔

۱۵۔ جمادی الاول روز چہارشنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اسروز نیکنام خان اور انکے دیگر ساتھیون نے خوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶۔ جمادی الاول روز پنجشنبہ کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبدالعزیز خان والی توران کیطرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اورنگ زیب سے عرض کرتا ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور والی توران کیجانب سے میرک شاہ جو امام قلیخان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبدالعزیز خان کہتے ہین کہ ہمنے سنا ہے کہ اعلیحضرت شاہجہان بادشاہ کا ارادہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک واپس کرنیکا ہے اگر یہ خیال صحیح ہے تو انکا فرزند سبحان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اسکے جواب مین کہلا بھیجا کہ مین یہ امر لکھکر دریافت کرونگا جو کچھ اعلیحضرت حکم دینگے اوسپر عمل کیا جائیگا اب اسکے بعد یلنگتوش اور بیگ اوغلی پیام و سلام کو آنے لگے۔

۱۸۔ جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح بلخ مین آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی نہین ہوئی مگر اوزبک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

یہ بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ معرکہ جنگ ہفت روزہ اوزبک کے نام سے مشہور ہے۔ پانچ چھ ہزار غنیم کے لوگ اسمین مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر کے بھی کام آئے اس جنگ مین قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا اس جنگ مین کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھین اول یہ کہ شہزادہ مرادبخش کا بلا بندوبست ملکی کے بلخ سے فوراً چلا آنا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خانکو تعاقب کرکے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے باہر جاکر ٹھہرنا اگر شہر کے قریب رہکر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر اپنی ضرورت نہ پڑتی اور سامان غیر ضروری شہر مین چھوڑ کر عبد العزیز خان کے مفرور ہونے کے بعد چھریدہ طور پر تعاقب کرنے مین آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا اضطرابی مین دریا اترنے کے وقت ڈوب جاتے اور تمام ملک ماوراء النہر کا فتح ہو جاتا چار کرور روپے اس مہم مین صرف ہوے اور کچھ حاصل نہین ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ مین وہان کا خرچ زیادہ تھا اسلیے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجہان بادشاہ نے کیا۔ جب نذر محمد خان بلخ کیطرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کیطرف سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اُسوقت نذر محمد خان نے بجاے اپنے بھتیجے قاسم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زرنقد اور پچاس ہزار من غلہ جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خانکو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجہان بادشاہ کے حکم سے انکو بخشدیا اور وہان سے ہندوستان کیطرف کوچ کیا دوران حکومت مین شاہجہان بادشاہ نے بدخشان و بلخ کی رعایا کے ساتھ نہایت عدالت و فیاضی سے برتاو کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل و

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے مہمان رکھا اور خلعت و عنایت کے
ساتھ واپس بھیجدیا۔ اوزبک و قزلباش لوگون کی مذہبی مخالفت سے امیر الامرا کو وہانکی صوبہ
داری نہ دی اور بجاے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سے سرفراز کیا
اور امیر الامرا[سلہ] کو علحدہ رکھا جب شاہجہانی لشکر نے بلخ سے کوچ کیا تو تمام لشکر کی

سلہ امیر الامرا کا نام علی مردان خان تھا یہ گنج علیخان کرد کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصبدار و نہیں تھے جہانگیر کے
زمانہ مین قلعہ قندھار ۴۵ روز مین جب عبد العزیز خان سے لیلیا گیا تو وہانکے حاکم کیے گئے تھے مگر یہ وہانکے قلعہ سے گرکر
مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مردان خان حاکم قندھار ہوے جب یہ شاہ ایران سے خائف ہو کر ہندوستان آئے
اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب الحکم سعید خان صوبہ دار کابل کے سپرد کردیا تو لاہور مین یہ شاہجہان بادشاہ
کی حضوری سے مشرف ہوے۔ چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار و علم و نقارہ اور حویلی اعتماد الدولہ کی انہین عنایت
ہوئی اور دس شخص انکے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور ناموافقت آب ہوا کے خیال سے علی مردان خان کو
صوبہ کشمیر کی حکومت دیگئی سنہ ۱۰۴۹ھ مین جب یہ دار الخلافت مین حاضر ہوے تو ہفت ہزاری منصب و ہفت
ہزار سوار و صوبہ داری پنجاب و خلعت سے سرفراز ہوے اور بعد تبدیلی سعید خان کے کابل کی صوبہ داری پر مقرر
کیے گئے سنہ ۱۶ مین انکو بمقام اکبرآباد امیر الامرا کا خطاب اور ایک کرور دام اور اعتقاد خان کی حویلی کہ اس سے
عالیشان کوئی عمارت امرا کی نہ تھی مرحمت کیگئی بعد ازان کابل کو رخصت کیے گئے سنہ ۱۸ مین بلخ و بدخشان کی مہم
مین جسمین نواب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین بڑی بڑی کارنمائیان کین
بعض کی تفصیل تذکرہ بہادر خان مین آچکی ہے سنہ ۲۳ مین کابل سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوے
سنہ ۳۱ جلوس مطابق سنہ ۱۰۶۷ھ کو اسہال کے مرض مین علی مردان خان نے انتقال کیا انکی نعش لاہور مین انکے والدہ کے
مقبرہ مین دفن کیگئی ایک کرور روپیہ کا ترکہ چھوڑا جسمین نقد و جنس دونون چیزین تھین شاہجہان کے مزاج مین کل امرا سے
زیادہ انھون نے گھر کیا تھا اکثر بادشاہ مخاطبت مین انکو یار وفادار کہا کرتا تھا لاہور مین شاہ نہر انھون نے درست کرائی
انکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنھون نے نہایت ترقی کی تھی دوسرے بیٹے کا نام عبد اللہ بیگ تھا جنکو عالمگیر نے گنج
علیخان کا خطاب دیا تھا امیر الامرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے حسب الطلب شاہجہان کو بھیجدیا تھا علی مردان خان نے شاہجہان بادشاہ
کی دعوت مین سو لنگری طلائی اور تین سو لنگری نقرئی میوہ و پیش کے مجلس مین رکھی تھین۔

چند اولی و نگہبانی بہادر خان کے سپرد کیگئی بہادر خان اُن دشوار راہون سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر کو واپس لائے جب بہادر خان ہندوکوہ کی کتل کے قریب پہونچے اول تو وہان نشیب و فراز ایسا دشوار گذار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طرہ یہ ہوا کہ وہان برفباری شروع ہو گئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک خونی برف برستا رہا نہایت مصیبت سے اونھون نے لشکر کو نکالا اُنکی جفاکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ اوس شدت برفباری مین ایک شبانہ روز بہادر خان کھڑے رہے۔

تاریخ خافی خان و شاہنشاہ نامہ مین ہے کہ اثنائے راہ مین شمشیر خان رسد لانیکے لیے گئے تھے چند اوزبک آکر اُنپر ٹوٹ پڑے اور مار دھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے اونٹ گلے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگونکو زخمی کیا جب بہادر خان نے یہ خبر سنی تو جاکر اُنکو اِس بلا سے نجات دلائی اور وہان یہ انتظام کیا کہ جب تک غوربند تک لشکر نہ پہونچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر بادشاہی تھانے قائم رہین جسوقت درہ غور مین لشکر پہونچا اور وہان خزانہ شاہی لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قلمان والمان ہر طرف سے جمع ہوگئے اور لشکر کے آگے آکر سد راہ ہوگئے سے پراگندہ پھر جانب کہ لشکر چنگیر دگر دروے راہ صرصر چا ونکے حائل ہونیسے آمدو رفت بالکل بند ہوگئی اور اونھون نے جان توڑ حملہ کرکے بہت سامال لوٹ لیا اور خزانہ پر آکر ٹوٹ پڑے ذوالفقار خان و نورالحسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہوگئے جب بہادر خان

نے سنا تو وہ آئے اور انکو دفع کیا غوربند تک تین بار نہایت
سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر کتل ہندوکش پر پہونچا اسقدر خونین برف گرا اور ایسی
ہوا چلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مرگئے کہرا اسقدر چھایا کہ آدمی نہین
دکھلائی دیتا تھا شاہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال دیکھکر لشکر کو
چھوڑا اور بہادر خان کو اسباب و خزانہ و بھیڑ وغیرہ سپرد کی
اور لشکر کی خبرداری اونکے ذمہ کرکے خود کابل پہونچا ایکروز
شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادر خان لشکر سے جدا ہوگئے اور راہ
بھول گئے اوسروز بہت سی بھیڑ اور باربرداری کے جانور تباہ ہوگئے بہادر خان
چند کوس چلکر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آنیکا انتظار کرنے لگے کہ لستے مین
پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر ٹوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام
سردار پیادہ ہوکر خزانہ کے پاس آگئے اور دستانہ تواتر چلے گئے آخر ایک
بڑی لڑائی کے بعد لوٹیرے پسپا ہوئے اور جان بچاکر بھاگے اور خزانہ بچگیا مگر
چار پانچہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑا لے گئے بہادر خان
کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادر خان پیچھے آتے
ہین اسباب چھوڑکر بھاگ گئے بعد ازان بہادر خان کے سپاہیون نے ہزارہ کے
بھاگ جانیکی خبر سنی تو وہ اسباب اٹھا لائے جب بہادر خان لشکر سے ملنے
کو انکی فوج نہایت تباہ حالی و پریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہوگئے
تھے ڈاکو رات و دن آتے تھے اور جو کچھ پاتے تھے لیجاتے تھے باربرداری کے
جانور اکثر ضائع ہوگئے تھے اور جو بچے تھے اونمین خزانہ لیجانیکی بالکل طاقت

نہین رہی تھی اسلیے بہادر خان نے خزانہ کے صندوقونکو توڑا اور انمین سے تھیلیان نکالین اور روپیہ شمار کرکے ہر ایک معتبر اشخاص کو سپرد کیا کہ انکو منزل تک پہنچاؤ اور باقی اسباب کو وہین چھوڑ دیا اہل ہزارہ دوڑ آتے مگر خزانہ نہین پاتے تھے ان ڈاکوون سے اگرچہ تین چار بار جدال و قتال ہوا مگر ہر بار وہ پسپا ہوے۔

ماثر الامرا مین ہے۔ کہ ذوالفقار خان جنکے متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ بار بردای کے ساقط ہو جانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادر خان نے اپنے اونٹ جسقدر کہ باقی رہ گئے تھے انپر سے اسباب اتروایا اور خزانہ لدوایا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہ لڑتے بھڑتے انکو گوشمالی دیتے ہوے شاہزادہ کے آنیکے چودہ روز کے بعد کابل مین داخل ہوے اور شرف حضوری سے مشرف ہو کر مورد تحسین و آفرین کے ہوے شدت برف و شوریدگی ہوا اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار جسمین قریب نصف کے آدمی مابقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہو گئے بہت سا اسباب برف کے نیچے دب گیا۔

بہادر خان نے اگرچہ اس جنگ اوزبکیہ مین کہ وہ مور و ملخ سے تعداد مین زیادہ تھے اپنی مردانگی و بہادری سے ایسے ایسے کارنمایان کیے کہ جنکی چار سمت عالم مین شہرت ہو گئی لیکن بعض مخالفین و حاسدین نے شاہجہان بادشاہ کے دل مین خلاف واقعہ باتین جمائین۔ نذر محمد خان کے تعاقب مین انکا نہ جانا سعید خان کی مدد کو نہ پہنچنا قصداً انکی بے پرواہی پر محمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان انکے ذمہ عائد کیا گیا اور اسکے معاوضہ مین انکی جاگیر جو قنوج و کالپی تھی ضبط کیگئی باوجود اس مشقت شاقہ کے انکو آزردہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

میں لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ برتاؤ صرف چشم نمائی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینہ کے بعد انکی تنخواہ وجاگیر سب بحال کر دیگئی اور جو روپیہ کہ متصدیوں نے انکے ذمّہ نکالا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کیوجہ انکے خاندان میں تواتر کے ساتھ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بلخ و بدخشان کی مہم مین بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگ زیب کو چند کلمات سخت کہدیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلیے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آیندہ کسی امیر کو شہزادہ کی شان مین گستاخی کی جرات نہ رہے۔

سنہ ۲۲ جلوس شاہجہانی مین جب پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بھیجے گئے اور وہان پہونچکر انہون نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کرکے دروازہ مالوری کے روبرو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹ رجب سنہ ۱۰۵۹ ہجری کو ضیق النفس کے مرض مین بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت مین آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پیشہ اور پیشقدمان کارطلب سے تھے قضائے طبعی سے راہی آخرت ہوے یہ فقرہ بجنسہ تاریخ خافی خان کے صفحہ ۲۳۹ سے نقل کرکے یہان پر تحریر کیا جاتا ہے۔

واز واقعہ فوج قندھار بعرض رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پیشہ وپیشقدمان کارطلب بود باجل طبعی رحلت نمایان سفر آخرت گردید

شاہزادہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان وزیر اعظم نے بہادر خان کی فوج سے دو ہزار سوار جو ہر ایک کارگذار و اطاعت شعار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب کر لیے اور علی قدر مراتب اُنکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی تمامت پٹھانون کو دیگر امرا نے لے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے بڑے فرزند دلاور خان کو جو اسوقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب و پانسو سوار سے سربلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندون کو جو خورد سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب عنایت کیے اور سواے ہاتھیون کے جملہ مال و سامان اونکے بیٹونکو مرحمت کیا ماثر الامرا مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کامونمین اسقدر جانفشانی و خیر خواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے دلمین اُنکے باپ دریا خان کیطرف سے خانجہان خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل رفع ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا افسوس رہا کہ ہینے اپنا انتقام بیجاپوریون سے نہ لیا کیونکہ بیجاپور پر دوبارہ لشکر کشی کا موقع اُنکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل مین بھی درج ہے کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوے اور اُنکی مُٹھ بھیڑ دریا خان کے منہ سے نکلی تو اسوقت شاہجہان نے کمال تکرمت سے فرمایا کہ بہادر خان تمھارا باپ دریا خان خانجہان لودی کو رباطن کے فریب مین آکر مارا گیا لیکن اب مین تیرا باپ ہون بہادر خان آنکھونمین آنسو بھر لاے اور بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت مین لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب یہ میرے چھوٹے بھائی اور خانجہان کی اولاد حاضر ہے اور بیقصور ہے ان سبکی

پرورش کا مین کفیل ہوا ہون میری خاطر سے اعلیحضرت ان سکی جان بخشی فرمائین
چنانچہ حسب التماس سکی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چغتا سے جو خاص خاندان تیموریہ
کا لقب تھا اور اسوقت تک کسیکو دیا گیا بھی نہ تھا نواب بہادر خان کو سرفراز
کیا اور علاوہ خلعت و انعام کے چغتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی
بھی بہادر خان کے نکاح مین دیگی۔
بہادر خان کی تنخواہ معہ ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی
اور اس کے متعلق انکو قنوج و کالپی کی جاگیر دیدی گئی تھی۔
ہرایک پنجہزاری منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد مین یہی تنخواہ ہوتی تھی
چنانچہ اسبارہ مین بادشاہنامہ کے صفحہ (۷۲۳) مین یہ عبارت درج ہے۔
وللہ الحمد کہ درین دولت خداداد مدت ازل بنیاد بندہاے
کہ منصب پنجہزاری ذات و پنجہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سرفرازند
ہر کدام بست و پنج لک روپیہ می یابد۔
اور مواضعات محال وطن جو انعام التمغا مین شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے
انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان موضعات
سے بھی حاصل ہوا کرتی تھی خلعت و انعام بادشاہی سے وقتاً فوقتاً علیحدہ مالامال
ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی مین رحلت کی ہی صرف ۴۲ برس کی عمر تھی حسب وصیت
قندھار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج مین دفن کی گئی راقم بھی

لہ اقرباے نعش او را بوطنش رسانند۔ شاہنشاہنامہ صفحہ ۲۸۵

مقبرہ میں فاتحہ خوانی کی غرض سے گیا ہے پیشتر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر سنہ ۱۸۵۷
کے غدر میں توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹون کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہی
گنبد نہایت عالیشان ہے۔

انکی پیدایش کا زمانہ سنہ ۱۰۱۷ھ بتلایا جاتا ہے سنہ ۱۰۳۳ھ مین جب کہ بیس برس کے
تھے منصب و ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوے بائیس برس ملازمت کی
شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت افسوس کیا اور جان نثاری کی
تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب
غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی از راہ حساب
انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

مایۂ فخر خان سر ابدال	ہمدم و جان نثار شاہجہان
موجب ناز قوم بانی شہر	رفت از دہر سوے باغ جنان

این مظفر برائے سال وفات
گفت عالی ہمم بہادر خان

نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے
ایک غزل انکی تصنیف سے درج ذیل کیجاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ
صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم مین قلم کے نیزہ سے شجاعت کے جوہر
کو فصاحت کے استعارہ مین خوب چمکایا ہے۔

ترک سر کردن بمیدان شیوۂ رندان بود	مشکل است این کار لیکن پیش مرد آسان بود
ہر نہ گردم زخم دشمن مرے در میدان جنگ	میکنم جنگ و جدل گر رستم دستان بود

روے او از قبلہ برگردد بوقت ہر نماز	ہر کہ از کفار روز جنگ روگردان بود
قوت بازو شود اندر مصاف از زخم تیر	پر برآمد بر تنم صد تیر اگر پران بود

اے برادر در جہان ہر باغ دارد میوۂ
میوہ در باغ بہادر خنجر و پیکان بود

تاریخی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان مین اخلاقی خوبیان بھی مثل شجاعت سخاوت اطاعت و اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلیٰ درجہ کی تھین جو صفتین کہ انسان کو بلند پایہ پر پہونچاتی ہین وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود نہ ہوتین شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی تمام عمر مجالست و مصاحبت مین رہے تھے اسلیے شاہانہ آداب و تہذیب کے رنگ مین ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار مین اکثر عمارتین جابجا موجود ہین جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہجہانپور کی آبادی مین آچکا ہی قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر جلی حرفونسے سنگین کتبہ این گنبد عالی در زمان دولت نواب معلی القاب بہادر خان ابن دریا خان افغان غوریہ خیل داودزی عمارت پذیرفت تحریر ہے۔ اگر ناموری مین باپ دریا تھا تو لیاقت و شہرت مین بیٹا سمندر تھا بہادر خان کی تصویر جو اصلی ہے اور وہ مصور کے ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آجتک موجود ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ نہایت متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی و ولایتی قد و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی مہذب وضع نہایت متین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد مین صاحب ماثر الامرا نے سات فرزند لکھے ہین غالباً انکو تین چھوٹے بچون کا نام نہ معلوم ہوسکا اور خافی خان و شاہنشاہنامہ مین انکے

چار خرد سال بچون کا یومیہ بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان نے اپنی تاریخ محبت مین جو اس خاندان کے محقق ہیں و مصنف تھے ذاتی وقفیت سے دس فرزند لکھے ہین اور ہر ایک کے علحدہ علحدہ نام تحریر کیے ہین جنکو بہادر خان کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزندونکے اسماء یہ ہین۔

دلاور خان۔ غیرت خان۔ بختیار خان۔ اختیار خان۔ مظفر خان۔ دلیر ہمت خان نصرت خان۔ حسین خان۔ فتح خان۔ عزیز خان۔ انہین دلاور خان نے جوانمرگ انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی انکا تذکرہ علحدہ مرتب کیا گیا ہے فتح خان کے بارہ مین شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان کی جلد نہم صفحہ ۹۸ مین لکھا ہے کہ فتحعلیخان داروغہ توپخانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے معاربہ فرخ سیر اور جہاندارشاہ مین موجود تھے دلیر ہمت خان نصرت خان غیرت خان وغیرہ اپنے عم نامدار دلیر خان کے ہمراہ مہمات بنگالہ و دکن وغیرہ مین موجود رہے ہین اور خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ مین موجود ہے راقم نے ضمناً جابجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان کے ان ہر دو پسران کو نواب دلیر خان کی لڑکیاں منسوب تھین۔ نواب دلیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے مرنیکے بعد کل ترکہ اپنے بھتیجونپر بحصہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔

بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جنمین بعض خاندان شاہی کے اعزہ او بعض ارکان سلطنت اور بعض راجہ اور نامی گرامی امرا تھے دو شخص پنجہزاری منصب کے انکی حیات مین انتقال کر گئے تھے جنکی جگہہ پر انکی زندگی مین کوئی امیر منصبدار نہین ہوا تھا نواب بہادر خان کی اولوالعزمی و شروت انکی تعمیرات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انھون نے اپنے عہد حکومت مین جابجا عمارات بنوائین قنوج وغیرہ کی عمارت کا تذکرہ اوپر تحریر ہو چکا ہے ملن پور مین جو نوابصاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ کے متعلق مکانات بنوائے اسکا حال تاریخ ملن پور مین بھی درج ہے جسکا ترجمہ لکھا جاتا ہے

دالان تہ خانہ نمبر (۱) یہ عمارت پتھر کی ہے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین تعمیر ہوئی ہے نواب بہادر خان شاہجہانپوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معتقدون سے تھے بنوائی ہے کتبہ مین یہ قطعہ کندہ ہے ؎ بر آستانہ مہر سپہر عین یقین ٭ مدار عالم و علم و عمل بدیع الدین بعہد شاہجہان بادشاہ دین پرور ٭ کہ شد ز لطف عمیمش جہان بر آئین ٭ باعتقاد دل و نیت بہادر خان ٭ کشید سر بفلک این عمارت سنگین ٭ بچشم اہل یقین این مقام محمود است اگر گفت حضرت عیسی فلک بحبل متین۔ اس دالان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ کی چاردیواری کے اندر نواب بہادر خان نے بنوائے ہین کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر کہنہ ہو جانے سے حروف پڑھے نہین جاتے دیکھو صفحہ (۱۴۰) تذکرۃ المتقین۔

نواب بہادر خان کے منصب کے متعلق بھی تاریخ ملن پور مذکور مین مضمون درج ہے کہ وہ ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے اور نوابصاحب ممدوح کی اولاد بھی اسبات پر زور دیتی ہے کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذری ہین انمین انکا منصب پنجہزاری تحریر ہے ممکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری منصب پر پہونچے ہون اور جسطرح کہ چغتائی خطاب بادشاہ نامہ مین درج ہونے سے چھوٹ گیا اسیطرح ماثر الامرا وغیرہ مین ہفت ہزاری منصب تک پہونچنا لکھنے سے رہ گیا ہو۔ کل شاہجہانی سلطنت کا روزنامچہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہین ہوئی اور اسوجہ سے علم نہو۔ واللہ اعلم۔ نواب ضمیر حسن خانصاحب تحصیلدار جو نواب بہادر خانصاحب کی

اولادین ہین وہ ہفت ہزاری منصب کے ثبوت مین یہ عبارت تاریخ مکن پوری کی پیش کرتے ہین۔ نواب احمد خان شاہجہانپوری اپنی تاریخ انھار البحر مین انکا منصب شش ہزاری لکھتے ہین۔ نواب بہادر خان کہ بعہد شاہجہان بادشاہ نور اللہ مرقدہ صوبہ دار کالپی وقنوج وبہادر گڈھ وشاہجہانپور وقندھار وملتان وصوبہ اودھ وغیرہ وغیرہ بود منصب ایشان ہفت ہزاری وخطاب عمدۃ الملک چغتا خان بہادر بود نام صلی وے سر اپدال خان ولد دریا خان سکونت بنواح پیشاور میداشت روساء شاہجہانپور افغانان از نواح کابل وپیشاور اندر بعہد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان در شاہجہانپور آباد شدند الخ۔ دیکھو تذکرۃ المتقین فی احوال خلفاے حضرت سید بدیع الدین صاحب مدار مطبوعہ مطبع عزیزی کانپور۔

نواب بہادر خان شیخ آدم[1] بنوری کے مرید اور نہایت خدا پرست دیندار وخوش اعتقاد تھے۔

---

[1] خواجہ سید آدم بنوری قدس سرہٗ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی کے خلیفہ اعظم ہین آپکی پیدائش حضور سرور عالم صلعم کی عنایت سے ہوئی والد آپکے سید اور والدہ قوم کی پٹھانی تہین مادرزاد ولی تھے غیبی فیض سے آپکو قرآن شریف حفظ ہوگیا تہا اور جامع کمالات شریعت وطریقت کے تھے ہزارون طالبان حق آپکی توجہ سے صاحب ولایت ہوگئے ایکہزار سے زیادہ طلبا روزمرہ آپکے لنگر سے کہانا پاتے تھے ۱۰۵۲ھ مین جب آپ لاہور تشریف لائے اور تو ہزارون افغان وسادات آپکے ہمراہ تھے مخالفین نے شاہجہان بادشاہ کے خیالات خراب کیے اور بادشاہ نے نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم کو بھیجا اور آپکو وطن واپس جانیکا پیام دیا آپ فورا قصبہ بنور کہ جو سرہند کے متعلق ہے واپس گئے اور پہر حرمین چلے گئے بہت سی کرامتین آپ سے ظہور مین آئین ایک لاکھ مریدون مین سو خلیفہ آپکے کامل صاحب ارشاد تھے مدینہ منورہ مین جب روضہ نبوی کے روبرو کہڑے ہوئے تو دروازہ روضہ مقدس کا کہلگیا تھا اور پہر دو دست مبارک جناب رسالت مآب صلعم کے مرقد منورہ سے برآمد ہوئے تھے اور مصافحہ کا شرف آپکو حاصل ہوا کل حاضرین نے آپکا مشاہدہ کیا تہا ۲۳ شوال ۱۰۵۳ھ مین بمقام مدینہ منورہ آپنے وفات فرمائی اور جنت البقیع مین زیر سایہ روضہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ مدفون ہین۔ ہادی حق فخر آدم مادہ رحلت ہے

فتح جنگ خان

یہ ذکریا خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے چچازاد بھائی تھے ذکریا خانصاحب شجاعت
اور دیگر اوصاف مین نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوے فتح جنگ خان نے اپنی
کوشش و پامردی سے شاہجہان بادشاہ کے عہد مین ہزاری ذات اور
ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا
حالانکہ انکے باپ وچچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونون سے بڑھ گئے
سنہ ۲۶ جلوس شاہجہانی مین یہ تونداپور مین جو خاندیس کے متعلق اور بالاگھاٹ کے قریب ہے
فوجدار مقرر ہوے اسکے بعد چوپڑہ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندیس کے
متعلق ہے سرفراز ہوے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان
تھے امیرانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے انکی شان وشوکت اور ساز وسامان انکے منصب سے بڑھا
ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد ودہش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور ہوشمند
تھے مگر نرمی و تواضع مزاج مین اسقدر تھی کہ اگر کسی ادنی شخص سے بھی انکا کوئی کام
پڑتا تو اسکے گھر جاکر اسقدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہوجاتے تھے اور اپنے خاندان مین
کنبہ پروری کی صفت مین تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور تمنداری و فنسری کی قابلیت مین
شہرۂ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھون نے
انکی ہر ایک امر کی خبرگیری کا بار اپنے بازوے ہمت پر اٹھا لیا تھا۔

اورنگ زیب ایام شاہزادگی مین جبکہ ملک دکن کا ناظم تھا انھون نے
اسکی خدمت مین بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا خیرخواہ و معتمد جانتا تھا۔

جس زمانہ مین کہ قلعہ بدر اور قلعہ کلیان کی مہم پیش آئی تو اورنگ زیب نے اس مہم کے لیے انکو اور میر ملک حسین کوکہ کو تعینات کیا جب یہ دونون قلعے فتح ہو گئے تو یہ قلعہ بیلنا پر متعین ہوے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جاکر کھڑے کھڑے لیلیا اسکے بعد جب شاہجہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلیے دکن سے دار السلطنت کیطرف روانہ ہوا تو اسوقت فتح جنگ خان بھی معہ اپنے بھائی بندونکے شاہزادہ کے ہمرکاب تھے برہانپور سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب نے انکو خانی کے خطاب سے سربلند کیا اور جب مہاراجہ جسونت سنگہ کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پائی اور اس پہلے معرکہ داراشکوہی مین انھون نے نہایت کارنمائیان کین تو عالمگیر نے بجاے فتح خانکے فتح جنگ خان[1] کا خطاب دیا اور علم و نقارہ اور دو ہزار و پانصدی ذات اور دو ہزار و پانصد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اسکے بعد جب اورنگ زیب اور داراشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محاربہ مین انھون نے نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔ اسکے صلہ[2] مین پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ کرکے سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سربلند کیا اور اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔

ہمیشہ مدعیان سلطنت کے محاربہ مین یہ عالمگیر کے شریک رہے چنانچہ جب جنگ

---

[1] و فتح رو بلہ بخطاب فتح جنگ خان و مکرمت نقارہ و علم و باضافہ پانصدی بمنصب دو ہزار و پانصد سوار سر بلند گشتہ صفحہ ۱۰۷ عالمگیر نامہ جنگ جسونت سنگھ از طرف داراشکوہ۔

[2] و فتح جنگ خان باضافہ پانصدی پانصد سوار بمنصب سہ ہزار سوار مباہی گشتند عالمگیر نامہ صفحہ ۱۱۷ جنگ داراشکوہی و فتح جنگ خان[؟] بیست ہزار روپیہ و زبردست خان و سکندر خان[؟] پنجہزار روپیہ عطا شد صفحہ ۱۲۸ عالمگیر نامہ بعد فتح جنگ داراشکوہی

ہجوہ مین سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانخانان کو بھیجا گیا
تو اسکی فوج کے مقدمۃ الجیش **فتح جنگ خان** مقرر ہوے اس لشکر کی
ہراولی مین خانموصوف نے بڑی کارگذاری وجوانمردی دکھلائی سنہ جلوس
عالمگیری مین خانخانان اکبرنگر سے سوتی کیطرف جو جہانگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ
پر ہے روانہ ہوا تو اسنے لشکر کے نامور بہادرونکو انتخاب کر کے کشتیون مین بٹھلا کر دریا
کے دوسرے کنارہ کیطرف جدہر مخالفونکا مورچہ تھا بھجوایا ہنوز چند اشخاص کشتی
سے اترنے پاے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیم کے جنگی بیڑے نے انکو آکر
گھیر لیا اکثر ناتجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان مخاطب بہ
زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند رفقا کے ساتھ
ایک کشتی مین سوار تھے اکثر مخالف سے مقابل ہوے اور سخت حملہ کیا فریق مخالف کے
بہت سے لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک زخم کولی اور دو زخم تیر کے کھا کر
لڑتے اور بھڑتے ہوے دشمنونمین گھس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنونکو
پسپا کر دیا **شہباز خان** اور **شریف خان** جو فتح جنگ خان کے لائق بھائی تھے
اور **رستم خان** و **رسول خان** جو خانموصوف کے بھتیجے تھے انکے علاوہ اور دیگر اعزہ
و تابعین جو دوسری کشتی مین سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہین پاے تھے کہ دشمن کی فوج
نے انپر حملہ کر دیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کرایا ان جوانمردون نے شیر کیطرح
ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر **شہباز خان** کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ
پہونچا کہ وہ ہلاک ہوگئے اور **رستم خان** و **رسول خان** بھی دشمنون کی
جماعت سے لڑکر کام آئے اسکے بعد اہتمام خان بھی قتل ہوے اور اکثر خانموصوف

سے کے ہمراہی جو زخمی ہوکر بیکار ہوگئے تھے دشمنون نے انکو گرفتار کرلیا۔
بعد ازان جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کرکے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کرنا چاہا تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کیگئی اسوقت پٹھانونکے دو ہزار سوار تھے جنمین فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان دلاور خان نیکنام خان۔ لودیخان۔ وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹھانون نے دریا سے اوترکر غنیم سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنونکو بھگا دیا اور جبتک وہ ناپور لشکر پہونچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سراسیمگی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان معہ فوج ہراول کے تعاقب کیلیے بلاتحقیق روانہ ہوگئے اور اسلام خان بھی معہ اپنی فوج کے دفعۃً پہونچگئے حالانکہ خانخانان انکو ممانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے نہ ملے جب نالہ دوکاچی تک پہونچے تو وہان مخالف کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی۔ فتح جنگ خان اور اسلام خان نالہ پر گھوڑونکی باگین کھینچکر کھڑے ہوگئے تھے کسیکو مجال آگے جانیکی نتھی اس عرصہ مین خانخانان معہ ذوالفقار خان اور فدائی خان کے آگیا اور بادشاہی لشکر اور غنیم سے خوب لڑائیان ہوئین۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبرنگر کے مقرر کیے گئے ہین اسوقت فتح جنگ خان اور زبردست خان بھی معہ ہزار سوار و نکے انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہوگئی اور فتح جنگ خان بنگالہ سے دارالسلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور مین حاضر ہوے تو پیشگاہ شاہی سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ مین جو امرا کہ مہم بنگالہ سے بعد فتحیابی کے حاضر حضور ہوے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے تفصیل نہین کی ہے اسلیے مجمل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ دکن کی تعیناتی

پر دلدادہ تھے اسلیے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو از راہ دلجوئی کلکی فوج مین مقرر کرکے دکن بھیجا اسکے بعد جب بیجاپور کی مہم پیش آئی تو راجہ جیسنگھ اور نواب دلیر خان کے ہمراہ یہ تعینات کیے گئے اور انھون نے اس معرکہ مین کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرہ دلیر خان مین تحریر کر آئے ہین اور مختصر طور پر بعض محاربے یہان پر لکھے دیتے ہین جسوقت بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلے کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بایان حصہ فتح جنگ خان کی ماتحتی مین دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبدالرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب حوالی بیجاپور مین یہ خبر آئی کہ پانچ کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت فتح جنگ خان معہ چند سرداروں کے انکی گوشمالی کو روانہ ہوگئے مگر جب وہان پہونچے تو مخالف وہانسے مفرور ہوچکے تھے ناگاہ اسعرصہ مین دہوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگھ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور جدال و قتال کرکے دشمنونکو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی۔ جب بادشاہی لشکر اطراف بیجاپور مین پہونچا تو ایک بڑا قیامت ناک واقعہ پیش آگیا کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب بہ صلابت خان راجہ جیسنگھ کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پرینده کیطرف سے آرہے تھے چار کوس قلعہ سے آگے بڑھے ہونگے کہ شرزہ خان مہدوی کو انکے آنیکی خبر مخبروں سے معلوم ہوگئی تو اسنے کہلا بھیجا کہ یہان آکر ہمسے ملاقات کرین سکندر خان نے بمقتضاے راستبازی یہ جواب دیا کہ ہماری تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ مین ہے شرزہ خان یہ جواب سنکر معہ چھ ہزار سواروں کے انکے سرپر آگیا سکندر خان بیچارہ کے ساتھ کل ایکسو سوار تھے جنمین چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت مین

پر بندہ سے آ رہے تھے جب دشمن انکے نزدیک آ گئے تو وہ ساٹھ سوار جو انکے ساتھ آ رہے تھے جدا ہو گئے مگر سکندر خان کو شجاعت اور سپاہگری کی غیرت دامنگیر ہوئی اور انھون نے دشمن کے گروہ سے منھ پھیرنا گوارا نکیا اور بکمال دلاوری و مردانگی سے معہ اپنے چالیس سوار کے جو سب ایکدل تھے گھوڑون سے اتر پڑے اور نہایت جانبازی سے مقابلہ کیا اور بہتسے ان نامردونکو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا آخرکار اپنا نقد جان بھی نثار کر دیا اور سب شہید ہو گئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصون کے زخمی ہو کر میدان جنگ مین گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھا لیگئے اور شولاپور کے قلعہ مین بھیجدیا۔

جنگ چاپور مین ایکروز شام کیوقت نواب دلیر خان و راجہ جیسنگہ دشمنونکو پسپا کر کے پڑاو کیطرف آ رہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی صدمۂ بان سے زخمی ہو کر پیچھے رہگیا تھا اور پریشان پھر رہا تھا شرزہ خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پاکر اس ہاتھی کو پہاڑ لیسے باندھ دیا جب راجہ صاحب موصوف کو اسبات سے آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی تھوڑی جماعت سے پہاڑی پر پہونچگئے جب مخالفون نے دیکھا کہ راجہ کیساتھ آدمی تھوڑے ہین تو ہاتھی چھوڑ کر وہ انکی طرف مخاطب ہوے اور راجہ صاحب سے لڑنا چاہا اسعرصہ مین فتح جنگ خان اور کیرت سنگہ بھی پہونچگئے اور اس گروہ پر بجلی کیطرح گرے اور بہتسے نامردونکو مار کر خاک پر ڈالدیا اور انکی جمعیت کو منتشر کر دیا جب غنیم بھاگے تو ایک کوس انکا تعاقب کیا اس جنگ مین راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے چارونطرف سے اہل لشکر کے پاس پہونچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھاتے تھے مآثر الامرا مین لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت و بہادری مین بینظیر اور ذی عزت تھا۔ پرگنہ جامیرہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی

نواب عزیز خان چغتا

جاگیر مین تھا اور اسطرف کے اکثر مواضعات انکی زمینداری مین تھے موضع پیری
کو جو فرواپور سے آٹھ کوس پر برہانپور کے اثناے راہ مین واقع ہے خانصوبے نے اپنا وطن
قرار دیا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اسی جگہ آباد تھی تاج خان اسکے فرزند
جو نہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد
جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت مین بے انتظامی پیدا
ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خاندان کے اعزاز مین کمی کے آثار شروع
ہوگئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپر انکے ورثا قابض رہے تھے الہ داد خان جو
فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصبہ منگلور شاہ بدر الدین مین سکونت گزین تھے اور اپنی
حویلی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جسمین انکی اولاد آباد تھی۔

نواب عزیز خان بہادر چتا ہفت ہزاری

آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے داماد
و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت مین بے مثل ہوے نواب بہادر خان کی اولاد مین
جسقدر انکو عروج ہوا کسیکو نصیب نہوا یہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو اسپہ
سہ اسپہ کے منصب کو پہونچے اور صوبہ داری الہ آباد پر سربلند ہوے انھون نے بڑے بڑے
کام سر کیے عالیشان عمارتین بنوائین چنانچہ جامع مسجد شاہجہانپور انھین کی تعمیر کرائی
ہوئی ہے مقدرت اور ہمت کا یہ عالم تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر لاکھون روپیہ خرچ کر ڈالے

[1] نواب عزیز خان داماد دلیر خان امراے عالمگیری بعہد محمد شاہ بمراتب ہفت ہزاری رسیدہ بصوبہ داری الہ آباد سرفراز بود
وبعد ازان عزیز خان رکن رکین سلطنت ورفیق سلطان معز الدین بود۔

چنانچہ انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو حقیقتاً یا بخوف انکے آوارہ اور دیوانہ سنگئے تھے اور جا بجا اعلانیہ بطور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے[1] جب انسے یہ ناخوش ہوگئے تو اسوقت دو لاکھ روپیہ صرف کرکے اور بادشاہی وقایع نگارونکو ہموار کرکے تاریخ فرخ سیری سے انکا نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان و شوکت و امارت کے آثار پائے جاتے ہین قسمت سے دنیاوی جاہ و حشم پانیکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تا زیست زمانہ برابر موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اورنگزیب عالمگیر۔ محمد معظم شاہ عالم المخاطب بہادر شاہ۔ معز الدین جہاندار شاہ۔ سلطان فرخ سیر۔ محمد شاہ بادشاہ انکی قدر و منزلت کرتا رہا اور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہوا اور ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا۔ بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے بوجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت انس تھا انکو منصب و ماہوار سے سرفراز کیا تھا۔ نوابصاحب موصوف شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت مین بمقام دہلی پیدا ہوے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی مان خاندان شاہی کی لڑکی تھین جو شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نواب بہادر خان کو خطاب چغتا مرحمت فرمانیکے وقت نکاح مین دی تھی۔ کتاب انہار البحر مین انکا نام صاحبہ خاتون لکھا ہوا ہے۔ اس خاندانکے اشخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہین مگر بعض لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انکی مان قوم کی پٹھانی تھین بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہین واللہ اعلم بہرکیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری مین اپنے شباب کو

[1] عزیز خان از بس عداوت از زین الدین خان داشت دو لک روپیہ خرچ نمودہ و سعی فراوان کردہ وقایع نویسان را ہموار ساختہ از ابتدا سے تا آخر نام و نشان خیر خواہی و جانفشانی زین الدین خان و دیگر پسران او خارج کنانیدہ لہذا نام آنہا در تواریخ فرخ سیری مندرج نیست۔ اخبار محبت۔
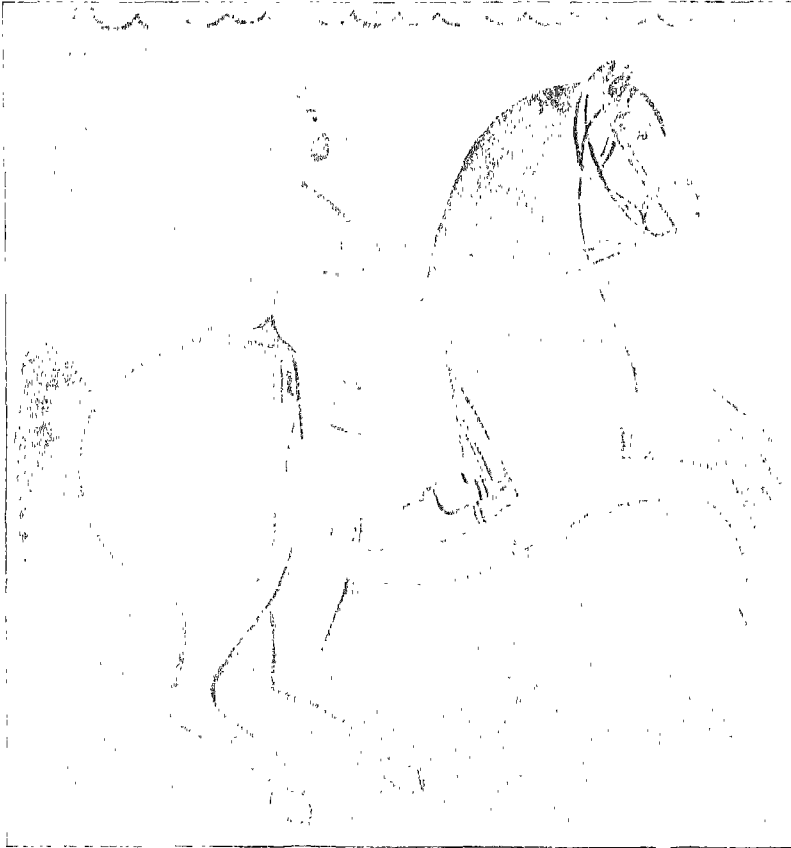
نواب عزیز خان

پہونچے اور شجاعت کے جوہر دکھلائے جب قلعۂ واکنکرہ انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے ساتھ جاکر فتح کیا ہی تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافۂ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی مرحمت کیا تھا چنانچہ صمصام الدولہ شاہنواز خان اپنی کتاب ماثر الامرا مین لکھتے ہین کہ

یکے از پسران بہادر خان عزیز خان بہادر ست کہ بسال چہل و ہشتم عالمگیری در محاصرہ واکنکرہ مصدر تردد شدہ و بمرحمت افزایش لفظ چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوخت۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ جبتک خانی یا بہادری کا خطاب نہین ملتا تھا نام کیساتھ کوئی شاہی مورخ یہ الفاظ نہین لکھ سکتا تھا۔ اس خطاب کے متعلق ماثر عالمگیری کے صفحہ ۵۱۸ مین محمد ساقی المخاطب بہ مستعد خان شاہی منشی مسطر ہے کہ

عزیز خان بہادر رو ہیلہ بمکرمت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیر مایہ سرافرازی بہادر خان پدرش بود زیب و اذین بخت و دولت افزود۔

اور یہ بھی اسی کتاب کے صفحۂ مذکورۂ بالا مین تحریر ہی کہ اسوقت عزیز خان کا منصب دو ہزار و پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کرکے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفراز کیا اصل عبارت یہ ہے

عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی اضافہ پانصدی یافت۔

اسکے بعد بتدریج یہ ترقی پاتے رہے اور محمد شاہ کے عہد مین ہفت ہزاری منصب کو پہونچگئے قلعہ واکنکرہ جسکی فتح مین انکو اپنے ہمچشمون مین شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی اسکا مختصر حال یہ ہی کہ یہ قلعہ بمقام سنکر ایک کوہ کے دامن مین واقع تھا اسکے زمیندار پیم نائک نے جب عالمگیر کے خلاف تاناشاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اسپر عتاب کرکے یہ قلعہ چھین لیا

اور اسکے بھتیجے مسمی پریا کو دیدیا اسنے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ پندرہ ہزار تیرانداز اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کرکے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کرلیا اور بادشاہ سے باغی ہو گیا اسکے بعد جب بادشاہ پونا کے قلعون کی تسخیر کو گیا اور ساڑھے سات مہینے اُسطرف قیام رہا تو اس باغی کے فساد اور تمردی کی روز خبرین آتی تھین اسلیے اورنگزیب نے قلعہ واکنکرہ کی تسخیر کا ارادہ کردیا اور وہان معہ لشکر کے پہونچکر ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ لگایا امرا فوج لیکر قلعہ کشائی پر مصروف ہوے ایکروز صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان فیروز جنگ اور عزیز خان بہادر بطریق طلایہ کے سیر کرتے ہوے ایک پشتہ پر جو لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہان کچھ قلعہ جیسا بھی ہوا تھا پہونچے اور جسجگہ جتنی مخالفت کی جماعت تھی سبکو تہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر مورچال قائم کرنیمین مصروف ہوے اس عرصہ مین دشمن حصار سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کیطرح پستی و بلندی پر پہونچکر اور ہجوم کرکے بادشاہی بہادرون پر نرغہ کیا ان جوانمردون نے بہادری کی شرط کو خوب

سلہ سحرگاہے چون قلیچ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و عزیز خان بہادر روہلہ فرصت جویان پشتہ راکہ لال ٹیکری گویند و از کثرت کوہ نشینان پس ستوہ بتصرف شد بوم تیر اوان خبر یافتہ ہجوم آوردند و پشتہ گیرا از سنگ باران آفتہ مجال اقامت ندادند بہادرانہ پا از قاپو پیادہ بندی کردہ بودند ماثر عالمگیری صفحہ ۴۹۹۔ محاربات عظیم بمیان آمد و از ہر دو طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زخمی گردیدند تا آنکہ روز دیگر وقت طلوع نیر اعظم محمد امین خان و چین قلیچ خان بہادر و عزیز خان روہلہ و اخلاص خان میانہ کفر دقایو بجویان بطریق طلایہ اطراف سیری نمودند بر پشتہ کہ لال ٹیکری شہرت داشت و پارہ سرکوب حصار آن نمودہ بود جلو ریز رسیدہ جمع از بیدقدازان راکہ نگاہبان آن مکان بودند بضرب شمشیر و تیر بجہنم فرستادہ از پیش برداشتہ بقدر مورچال قائم نمودہ تردد رستمانہ بظہور آوردند تاریخ خافی خان قلمی صفحہ ۴۲۱۔ و از طرف دیگر ذوالفقار خان بہادر و عزیز خان روہلہ و متقرب خان وغیرہ حملہ آوردہ جنگ صعب واقع شد زمانہ شور محشر گردید جمعے از ہر دو طرف کشتہ و شہید گشتند و بہادران جملہ ہاے متواتر ابتدا پشتہ کہ بالاے آن بازار بودہ بدست آوردند و مورچال قائم نمودند و آن بدکیشان روبفرار آوردند و کوہ نوردان زیادہ از یک گروہ تعاقب نمودند و بسیارے کفار طعمۂ تیغ گشتند و زخمی گشتند دلاوران بر فراز کوہ برآمدہ نزدیک دروازہ نشان فتح برداشتند۔ شاہنشاہ نامہ قلمی صفحہ ۲۲۴۔

ادا کیا مگر کوئی فائدہ نہوا جانستان گولون کے اولے برس رہے تھے اور قیامت تک
لڑائی ہو رہی تھی اس اثنا مین محمد امین خان کے گھوڑے کے دونون پانون اور قلیچ خان
کے گھوڑے کا اگلا پیر اوڑ گیا دونون امیر پیادہ ہو کر خدا کا شکر بجالائے کہ ہماری جان
تو بچگئی۔ اس مہم مین بڑی بڑی مصیبتین پیش آئی تھین بادشاہ دشمن کی بدعہدی سے
دہوکا کھا کر گھر گیا تھا ایکروز گولہ رس مقام پر قصدًا جاکر اسنے قیام کیا تھا کیونکہ اوسکے
کے دلمین عرصہ سے آرزو تھی کہ کسی جہاد مین شریک ہو کر شہید ہون مگر امرا نے اپنے
سینون کو سپر بناکر دشمنونکا ایسا مقابلہ کیا کہ ایک قیامت برپا کردی تھی اس جنگ
مین بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے ایک شقہ لکھکر بخشی الملک ذوالفقار خان نصرت جنگ
کے پاس اس مضمون کا کہ اے یاری دہ بیکسان زود خود را برسان بھیجا تھا
اور انکو اورنگ آباد سے بلایا تھا اور بجلے واکنکرہ کے قلعہ کا نام رحمن بخش رکھا گیا
اس معرکہ مین نواب عزیز خان نے بڑی بہادری کو دخل دیا تھا اور فتحیابی کے
صلہ مین خطاب و ترقی منصب و عزت و نیکنامی سے سربلندی پائی تھی۔
تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب عزیز خان بہادر بڑے بیدھڑک اور دریدہ دہن

سلہ در وقتیکہ صورتحال بر معزولی فرخ سیر نوشتہ و ہمہ سرداران پایۂ تخت چہ از صغیر و چہ از کبیر مہر و رضامندی خود ثبت نمودہ
مگر دو کس یکے ازان نواب نظام الملک دیگرے نواب عزیز خان مہر خود بانکردہ عزیز خان جواب صاف دادہ روبرو سید عبداللہ خان
و سید حسین علیخان برملا گفت کہ اے حاضرین مجلس آگاہ شوید کہ من ملازم سلطانی و تابع تاج و تخت ہندوستان ام و از یک مدت
مدید بزرگانم جد و پدر من مراتب عمارت یافتہ و ماخود از عہد شاہجہان بادشاہ تا سلطان فرخ سیر پنج بادشاہ از آل حضرت تیمور دیدہ نمک
خوردم و از روزیکہ انقلاب خان جہان لودی و دریا خان افغان غریاخیل معہ ہزار کس یکجہتی در محاربات تقبل رسید و پنج کس
از انہا و پسر خانجہان خان سہ پسر جد نامدار دریا خان جان بخشی یافت و بیعت شاہجہان نمودہ ازان روز تا امروز ازین سرہنگی کم
قصورے در کار بادشاہی از نمک حرامی و یا در جانسپاری دیا گاہے پشت در محاربات ندادہ کدام ہست کہ در خواست بوجہ ایت
ازین کند یکے خود ہمراہیان خود سرداران موجودہ پایۂ تخت را در سلک نمک حرامی آوردن چہ مناسب معاذ اللہ تا وقتیکہ
بندہ و سلطان فرخ سیر سلامت ست این سپاہے تابع امر اوست ہرچہ او حکم نماید بجا آرم و دیگر کلام بزبان گفت و برخاست
در دل عبداللہ خان اندیشہ گذشت ہر یکے خیر خواہان بہ بہانہ باطراف مملکت پراگندہ ساخت ۱۲ — از اخبار محبت

اور صاف گو تھے سر دربار بھی حقگوئی سے نہین رکتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک
واقعہ بیان کیا جاتا ہے حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ جو امورات
سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور بادشاہ گر مشہور تھے جب انھون نے فرخ سیر
بادشاہ کی معزولی کی صورتحال لکھی اور فرخ سیر کو مقید کرنا چاہا تو محضر پر تمام ارکین دولت
سے دستخط کرالے مگر صرف دو شخصون نے اس صورتحال پر اپنی مہرین نہ کین ایک انمین
نواب نظام الملک آصفجاہ اور دوسرے نواب عزیز خان بہادر تھے جب نواب صاحب
موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہا ہے تو نواب عزیز خان نے سر دربار
حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ مین ملازم
سلطانی تابع تخت و تاج کا ہون مدت دراز سے میرے بزرگون نے امارت پائی زمانہ
نور الدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار مین حاضر ہوے اور خود مینے شاہجہان
بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے
اور انکا نمک کھایا انقلاب زمانہ سے جب خانجہان خان لودی اور دریا خان ایک ہزار
لودی افغان کیساتھ قتل ہوے اور صرف پانچ شخص انمین سے بچے تھے جنمین دو پسر
خانجہان خان کے اور تین پسر میرے جد نامدار دریا خان کے تھے جنکی جان بخشی شاہجہان
بادشاہ نے کی تھی اور جس روز سے انھون نے شاہجہان بادشاہ سے بیعت کی اس روز سے
آجتک کوئی قصور انسے بارگاہ شاہی مین سرزد نہین ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکہ مین
پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھسے کوئی بیجا درخواست پیش کرکے ناجائز مطلب
حاصل کر سکتا ہی خود اور نیز پلے تخت کے دوسرے سرداروںکو نمک حرامونکے زمرہ مین منسلک
کرنا یہ نہایت نامناسب بات ہے معاذ اللہ جبتک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر سلامت ہے

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کریگا بجا لائیگا اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نوابصاحب ممدوح زبانپر لائے اور طول طویل تقریر کرکے دربار سے اٹھ آئے۔

عزیز خان بہادر جبتک سلطان معزالدین تخت نشین رہا اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے اور اُسکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر حقدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اوسکے خلاف کارروائی وسازش نمک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلمین اسی دن سے انکے خاندان کیطرف سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اسیوجہ سے انھون نے جتنے خیرخواہ سلطان فرخ سیر کے تھے سبکو پایۂ تخت سے ہٹا دیا تھا کسیکو جاگیر پر بھیجدیا کسیکو کسی صوبہ پر تبدیل کردیا اور وہ شطرنج کی سی چالین چلے۔ مگر نواب لطف اللہ خان سالہ وار جو نواب زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیز خان کے بھتیجے کی اولاد مین تھے وہ ذرہ دولت پر رہگئے تھے جسروز فرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہو کر معہ ایکسو سوار کے جو انکے ماتحت تھے لڑتے ہوے اور مخالف جماعت کو قتل کرتے ہوے نقارخانہ بادشاہی تک پہنچگئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزارون آدمی تھے وہ انپر ٹوٹ پڑے اور یہ آخر مین لڑکر قتل ہوگئے مگر جبتک تن مین دم رہا انکی مفسدہ پردازی مین شریک نہوے محاربہ اعظم شاہ اور شاہ عالم مین بھی نواب عزیز خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے جب اعظم شاہ قتل ہوگیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر امرا کے نواب عزیز خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ مین تحریر کرآئے ہین۔

یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب عزیز خان نے بھی میدان جنگ مین منہ نہین پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایکو تبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہو گئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کر کے انتقال کیا تو اُسکا بڑا بیٹا معزالدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اسنے بھی نواب عزیز خان کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کیخدمت میں انکو بڑا تقرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا درجہ عنایت ہوا تھے کہ یہ محسود امرا ہوے انکے بھتیجے نواب زین الدین خان جو نواب غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ انسے نہایت عداوت رکھتے مگر چونکہ عزیز خان رکن سلطنت اور سلطان معزالدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل رکھتے تھے اسلیے انکی کچھ نہین چلتی تھی لیکن نواب زین الدین خان تحاسدا و غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معزالدین کو بادشاہ نہین جانتے ہین ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھون نے شاہجہانپور مین عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا اور پانسو سوار و پیادونکو ہمراہ لیکر شاہجہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ گئے اس زمانہ مین فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا جب نواب زین الدین خان بنگالہ مین فرخ سیر کے حضور مین پہونچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جبتک پیش خیمہ حضور کا سلطان معزالدین سے جنگ کے قصد سے باہر نہ نکلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولیگا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز اسبارہ مین چندے توقف تھا مگر اتفاقا انکو اپنا رفیق اور اس فتح کو نعمت خداداد سمجھکر سجدہ شکر بجا لایا اور اسیوقت نواب زین الدین خان کی خاطر سے اپنی راوٹی باہر نکلوائی اور نواب زین الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بند ملکھنڈی کی جاگیر مقرر کی اور اسکی سند بھی انکے نام لکھدی چنانچہ انھون نے اسی سند کی بنا پر سلطان معزالدین کے

عامل کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصہ فرخ سیر سلطان معزالدین کے ساتھ
جنگ کرنیکے قصد سے بنگالہ سے دارالخلافت کیطرف روانہ ہوا اور نواب زین الدین خان
ہمراہ ہوئے سید عبداللہ اور سید حسین علی جو سادات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے
مخاطب ہوئے ہین یہ دونون بھائی نہایت دلاور تھے ایک صوبہ اودہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد
کا ناظم تھا مگر ان دنون انکو سلطان معزالدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ
بھی حاضر ہو کر نواب زین الدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت سے مشرف ہوئے
اس دوران مین جو خزانہ کہ بنگالہ سے دارالخلافت کو جا رہا تھا وہ بھی الہ آباد مین فرخ سیر کے
قبضہ مین آگیا محمد خان بنگش فرخ آبادی مع چند سوار ونکے حاضر ہو کر ملازم ہوئے غرضکہ سلطان
فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دارالخلافت آگرہ کے قریب پہونچگیا اور سلطان معزالدین
کو اسکے آنیکی خبر ہوگئی پیشتر اسنے اپنے بڑے بیٹے اعزالدین کو فوج جرار کے ساتھ مقابلہ
کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ نواب مرتضےٰ خان عرف قمقمو خان اور انکے بڑے بھائی
نواب مصطفےٰ خان شاہ آبادی کو بھیجا جب دونون لشکر مقابل ہوئے تھوڑی چپقلش کے
بعد شاہزادہ اعزالدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضےٰ خان مین تحریر کر چکے
ہین جب اس فرار کی خبر سلطان معزالدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے
مقابلہ کو آیا سلطان معزالدین کیطرف سے خانجہان بہادر کو کلتاس فوج کا ہراول تھا اور
نواب عزیز خان بہادر فوجکے چنداول تھے اور فرخ سیر کیطرف سے نواب زین الدین خان
مقدمۃ الجیش تھے جو ہاتھی پر سوار تھے اور فیلبان کو نہایت قہر سے ڈانٹتے جلتے تھے کہ
کہ ہمارا ہاتھی آگے بڑھائے جا اور قریب خانجہان بہادر کے پہونچا دے اور دوسری روایت
مین ہیکہ بار بار فیلبان سے کہتے تھے کہ ہوشیار ہمارا اچھا عزیز خان کے ہودہ کے برابر کر دے

غرضکہ یہ آگے بہت بڑھگئے پیشتر تیر و گولی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی نوبت
پہونچی خوب جدال و قتال برپا رہا نواب زین الدین خان چودہ زخم کھاکر جان بحق ہوے
اور سلطان معزالدین کیطرف سے خانجہان کوکلتاس بھی امیرالامرا ذوالفقار خان کے تساہل سے
مارا گیا لڑائی دونو نطرف سے برابر تھی ہزارہا آدمی مجروح و قتل ہوے سلطان معزالدین کیجانب
اسکی معشوقہ[1] لعل کنور تماشہ جنگ کیغرض سے معہ اپنی خواصونکے جو پانسو ہاتھیونپر سوار تھین
ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیرالامرا ذوالفقار خان ایک لاکھ سوار جرار لیے
ہوے علحدہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطانی غول مین کچھ فاصلہ پر بے حرج
حرکت یورش کیلیے سلطانی حکم کے منتظر کھڑے ہوے تھے اور نیرنگی زمانہ کا نظارہ کر رہے تھے
اتفاقا نواب نظام الدین خان و لطف اللہ خان پسران نواب زین الدین خان مقتول اور
نواب محمد خان بنگش اور سادات بارہہ نے ادہر اُدہر گھوڑے دوڑاے دیکھا لعل کنور معہ
خواصونکے ہاتھیونپر سوار ہے اور نشیب مین کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہے اور تھوڑے
سوار اسکے ہمراہ ہین ان بہادرونمین باہم صلاح ہوئی کہ اسپر حملہ کرنا چاہیے فیلبانون نے
یہ حال دیکھکر ہاتھی بھگاے جب یہ ہاتھی سلطان معزالدین کیطرف سے نکلے تو بادشاہ نے
اپنے ہمراہ جو ہاتھی جنگی تھے انکے فیلبانونکو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑاکر بھاگتے ہوے ہاتھیونکو روکو
اور آگے نہ بھاگنے دو چنانچہ حسب الحکم ہزارہا ہاتھی فیلبانون نے سد راہ ہونیکے لیے دوڑاے
ناگاہ ان ہاتھیونکے ہمراہ خاص بادشاہ معزالدین کی سواری کا ہاتھی بھی بیقابو ہوکر بھاگا

[1] لعل کنور معشوقہ سلطان معزالدین برلے دیدن تماشہ جنگ با حلقہ با قصد پانصد فیل بر زمین نشیب استادہ بود و امیرالامرا ذوالفقار خان با یک لک سوار جرار استادہ و نواب عزیز خان از فاصلہ دور بے حرج حرکت استادہ منتظر حکم یورش سلطان بتماشاے نیرنگی میکرد در غول خاص سلطان معزالدین بود و مقابل آنہا عبداللہ خان و حسین علیخان بہادران سادات بارہہ و نیز دو مشغول بودند غالب ناگاہ نظام الدین خان و لطف اللہ خان پسرہا تاختہ طرفہ ماجرا دیدند لعل کنور با قصد سوار فیلان کہ بران اکثر نساء مصاحبہ بودند و با چند سواران در زمین نشیب استادہ تماشاے جنگ میکرد و این بہادران باخود صلاح کردہ حملہ آور شدہ۔ انبا محبت

ہرچند کوشش کی مگروہ نہ رکا جب فوج نے بادشاہی ہاتھی کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو کل لشکر بھی بھاگ گیا مگر امیر الامراء ذوالفقار خان اور نواب عزیز خان بہادر بدستور اپنی جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھاکر گرے اور فتح کی مبارکبادی ادا کرکے اپنے والد نواب زین الدین خان کی رفاقت مین ملک عدم کو روانہ ہوے اسصورتمین فرخ سیر کی فتح اور سلطان معزالدین کی شکست ہوئی اور یہ فتحیابی نواب نظام الدین اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطف اللہ خان فرخ سیر کے حضور مین فتح کی مبارکباد بجالاے اور سلطان فرخ سیر نے انکے باپ بھائی کی لاش اٹھانیکے لیے پالکی مرحمت فرمائی بعض مورخ اس شکست کیوجہ سلطان معزالدین کے بعض امرا کی سازش اور بعض راوی خانجہان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معزالدین کا خوف کھاکر بھاگنا بیان کرتے ہین حاصل کلام یہ ہے کہ نواب عزیز خان کی ثابت قدمی مین فرق نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے شکست و فتح تقدیر الٰہی سے ہوا کرتی ہے اسمین کسیکا اختیار نہین مگر کسی امر کا ثابت قدم رہنا اسکے لیے قابل داد ہوتا ہے جیساکہ میر تقی میر نے اس امر کے حسب حال یہ شعر لکھا ہے ؎ شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر ٭ مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ٭ بھی چندسال فرخ سیر تخت سلطنت پر بیٹھکر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پاکر اسے سلطنت سے معزول کیا اور اسکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہونچی اس بادشاہ کے عہد مین نواب عزیز خان بہادر کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ نواب[2] عزیز خان داماد دلیر خان جوامراے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

[1] امیر الامرا ذوالفقار خان و عزیز خان بمقابلہ استادہ بودہ ہمچنان استادہ ماندہ ۴۸۔ اخبار محبت [2] نواب عزیز خان چون داماد دلیر خان

کے عہد مین منصب ہفت ہزاری کو پہونچے نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان جو تیر اندازی کے فن مین محمد شاہ بادشاہ کے استاد تھے اکثر خلوت مین انکو روبرو بیٹھنے کا بھی حکم تھا اور وہ بھی ہفت ہزاری تھے باپ بیٹے دونون صوبہ داری کے عہدہ پر سرفراز ہوے اور منصبداری مین ہمعصر تھے نواب عزیز خان اکبرآباد کی صوبہ داری پر مامور تھے اور خان بہادر خان اودھ کے صوبہ دار تھے اسکے ساتھ قانونگوی اور چودہرایت پرگنہ کانٹ کی بھی انکے متعلق تھی اور سرکار قنوج وکالپی کی جاگیر بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب عزیز خان کے نام بحال ہوی تھی اور تا زندگی وہ انکے متعلق رہی انکے بعد وہ بھی اس خاندان سے جاتی رہی۔

جب سادات بارہہ کی خودسری حد سے بڑھ گئی اور وہ بادشاہ کو برائے نام تخت پر قایم کرکے اشارون پر چلانا اور خود دربردہ سلطنت پر حکومت کرنا چاہتے تھے بطور عام طور پر تمام ارکان دولت مین انسے ناراضگی پیدا ہو گئی اور سب انکے استیصال پر اتفاق کیا اور بادشاہ کی مدد کی اسمین بھی نواب عزیز خان شریک ہوے ہین چنانچہ تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۱۹۲ مین شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہین کہ جب حسین علی خان امیر الامرا جو سادات بارہہ سے تھا اوجہ اپنی خودستائی کے قتل ہوا تو اسکے بھائی سید عبد اللہ خان قطب الملک نے محمد شاہ پر لشکرکشی کی اور اسوقت بعض والیان ملک اور امرا شرکت

بقیہ صفحہ ماقبل امراء عالمگیری بمراتب ہفت ہزاری وپسرش بہادر خان بمنصب ہفت ہزاری پدر و پسر ہمعصر بودند یکے صوبہ داری اکبرآباد و دیگرے صوبہ دار اودہ معہ چودہرایت وقانونگوی داشت وخان بہادر خان مسطور در علم تیراندازی استاد بادشاہ محمد شاہ بود اکثر در خلوت روبرو بادشاہ حکم نشستن بود وجاگیرات نواب بہادر خان کہ سرکار کالپی وقنوج بود بعد دلیر خان تا حیات عزیز خان بحال ماندہ بعدش از انہم رفتہ۔ اخبار محبت

جنگ کیلیے بادشاہ کے پاس آئے تو عزیز خان بھی یکتاز نکے ساتھ مین بادشاہ کے حضور مین آئے
اور تاریخ خافیخان قلمی کے صفحہ ۵۰۰ مین ہے کہ ۹ محرم سنہ [1] جلوس محمد شاہی کو بادشاہی
لشکر موضع شاہپور مین خیمہ زن تھا کہ امراے لشکر ترتیب مین مصروف تھے اور محمد شاہی
لشکر قطب الملک کے لشکر سے نصف بلکہ اس سے بھی کم تھا سیف الدولہ عبدالصمد خان
بہادر دلیر جنگ اور راجہ و مہاراج جیسنگہ کے آنیکا انتظار ہو رہا تھا کہ نواب عزیز خان
بہادر اور بایزید خان بھی اپنی اپنی جانباز جماعتون سے محمد شاہ کی ہمرکابی مین حاضر ہوے
اور علم فدویت کا اٹھایا مگر چند امرا کے اکثر اس مہم مین شریک ہو سکے محمد خان بنگش
البتہ دو تین ہزار سوارون سے آکر شرف پابوسی سے مشرف ہوے نقل ہو کہ محمد خان بنگش
فرخ آبادی کہ اس زمانہ مین وہ منصب ہزاری کو پہونچے تھے ایکروز نواب عزیز خان
کی ملاقات کو آے نوابصاحب موصوف نے انکی تعظیم و توقیر انکے مرتبہ کے موافق کی
جب محمد خان کی نظر نواب عزیز خان کی پشت کیطرف پڑی دیکھا کہ عبدالحمید نواب عزیز خان
کا تنبہ نوابصاحب کے سر پر مورچھل ہلا رہا ہے محمد خان بنگش نے اسے پہچانا اور فوراً اٹھ کھڑے
ہوکر عبدالحمید کے سامنے مجرا بجا لاے نواب عزیز خان نے عبدالحمید سے پوچھا کہ تو انسے
کہانکی وقفیت رکھتا ہے اسنے عرض کیا کہ جس زمانہ مین فدوی صوبہ اودھ کی حکومت کی
نیابت پر مامور تھا یہ خانصاحب فدوی کے یہان بعہدہ جمعداری ملازم تھے اسروز

[1] نہم و دہم محرم الحرام کہ از موضع شاہپور مضرب خیام لشکر ظفر انجام شاہ والا مقام گردید امراے عظام باہتمام ترتیب افواج ظفر موج پرداختند
تا آنکہ فوج بادشاہ قاہر کمی از نصف لشکر خصم کم بود و انتظار رسیدن سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ و راجہ و مہاراج جیسنگہ
داشتند عزیز خان بہادر و بایزید خان سوائی جمیع از ہمراہیان جانباز در رکاب ظفر انتساب حاضر آمدہ علم فدویت برداشت ۵۰۰ تاریخ
خافیخان محمد ہاشم۔ بسبب بعد مسافت بعض و تنخواہان و بعضے موانع بروقت کار نرسیدند و سواے محمد خان بنگش کہ با دو سہ ہزار
سوار بحضور رسیدہ سعادت ملازمت حاصل کردہ بود۔ خافی خان۔

کبھی عزیز خان چغتا نے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان بنگش نے اس امر کی انسے شکایت کی فیمابین نواب بنگش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم رہے ہیں نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسنا بی بی جو نواب دلیر خان کی بیٹی تھین انکے بطن سے ایک صاحبزادہ تہور خان و تین صاحبزادیان مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھین تہور خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف رستم خان نے اپنی بہن کو ایک باغ موضع مریدا پور مین دیکر اسکی سند بھی لکھی ہے جسکی نقل بطور یادگار کے[1] حاشیہ پر درج کر دیگئی ہے۔

نواب عزیز خان کی وفات ۱۱۳۵ھ مین قضائے طبعی سے ہوئی اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (بجنت رفت) ہے جسکو راقم نے یون موزون کیا ہے ؎

شجاع وصاحب غیرت عزیز خان حیف	ازین دیار چو رخت حیات را بربست
بسال مرگ مظفر نمود فکر بلیغ	ندا رسید ز ہاتف بگو بجنت رفت ۱۱۳۵ھ

نواب عزیز خان اپنے بنوائے ہوئے مقبرہ واقع بہادر گنج منجملات شاہجہانپور مین مدفون ہوئے نوے برس کی عمر ہوئی مشہور ہو کہ نواب بہادر خان کے مزاج مین

[1] نقل سند نواب کمال الدین خان عرف رستم خان بنام ہمشیرہ خود (عالمگیر بادشاہ محمد رستم خانہ زاد) ہو الغنی متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد محال جاگیر بعنایت امیدوار بودہ بدانند

چون باغ موضع مریدا پور عملہ پرگنہ مذکور از ابتدائے فصل ربیع ۱۱۱۲ھ یکہزار و یکصد و دوازدہ فصلی بنام ہمشیرہ مقررہ دادہ باید کہ باغ مذکور لا بتصرف مشار الیہا واگذارند کہ محصول آنرا سال بسال در قبض و تصرف خود بیارند بوجہے من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ چہاردہم شہر ربیع الثانی ۱۱۱۶ھ نقل بدفتر رسید۔

اتنا نیت وغصہ بہت تھا ذرا ذرا سی بات پر معتمد الخدمت لوگوں کو ذلیل کروا دیتے تھے
بعض اشخاص انکا نام عبد العزیز خان بتلاتے ہیں۔

نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب الغضب و سخت مزاج بیان کیے جاتے ہیں یہ اپنے باپ کی وفات[1] کے تھوڑے عرصہ کے بعد آپنے ماموں کے ہاتھ سے قتل ہوے انکو دوست محمد خان بازید خیل کی بیٹی جو فضل خان کی ہمشیرہ تھیں بیاہی تھیں خان بہادر خان لا ولد رہے انکی بیوہ بیوی عرف بہو صاحبہ اور بی میّان بنت عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا رہا اور نند بھاوج کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کرایا تھا بی میّان جو نواب دلیر خان کی نواسی تھیں بڑی منتظم اور بہادر تھیں انکی مہر جو کاغذات پر ہے یہ ہیں (ہمشیرہ خان بہادر خان بنت عزیز خان بہادر جنگ سنہ ۱۱۳۹ھ اور سنہ ۸ جلوس محمد شاہی) تحریر ہے

[1] نواب عزیز خان بہادر جنگ در عہد محمد شاہ غازی وفات یافت وخان بہادر خان پسرش بعد چندی نزدیکی ہمان ایام از دست ماموان کشتہ شد و میّان بی بی بنت عزیز خان بر ترکہ پدر و برادر قابض و متصرف شد مسماۃ مستان بی بی عرف بہو صاحبہ بحضور مستغاث شد دران زمان خدمت الضلع راجہ صاحب رام از حضور بادشاہ خلعت یافتہ ہنگام رخصت بادشاہ مسماۃ مستان بی بی زوجہ خان بہادر خان مرحوم بہ صاحبرام سپرد و حکم فرمود کہ بموجب شرع شریف انفصال کردہ دہند و اگر میّان بی بی بریں راضی نشود روانہ درگاہ سازند چون راجہ صاحبرام در قلعہ پرگنہ کانٹ کولہ معہ مستان بی بی از شاہجہان آباد رسیدہ بی بی میّان مستعد پیکار شدہ با فوج جرار پیش آمدہ با صاحبرام جنگ صعب رو نمود بعد ستیز بسیار صاحبرام در رزم گاہ کشتہ مستان بی بی را مقید ساختہ بر دایں خبر از روے وقایع بحضور بادشاہ رسید فرمان عتاب آمیز بنام میّان صاحبہ نظام نام احدیے ورود فرمود و بی میّان بورود فرمان ہمراہ احدیے مذکور بدرگاہ بادشاہ رسید چند گاہ از مجرا محروم ماندہ چون نواب وزیر الممالک قمر الدین خان پسر محمد امین خان تورانی میّان صاحبہ را ہمشیرہ خواندہ بود بوساطت ان بحضور محمد شاہ رسیدہ و بادشاہ ملحوظ قدامت و جانفشانی بزرگانش عفو تقصیر فرمودہ و خلعت گرانمایہ عطا فرمودہ و فہمایش و قسم سر مبارک خود دادہ فرمود کہ میان بی بی زوجہ خان بہادر خان را مقید ندارید و بار دیگر قصد قتل یکدیگر ہرگز نسازند بموجب شرع شریف قسمت باخود ہا کردہ بگیرید ازانجا کہ اولاد نبود بسبب دلیر خان و نواب بہادر خان در حضور بماندہ ــ صفحہ (۵۳۱) اخبار محبت قلمی ــ

نواب عزیز خان کی صاحبزادی میان بی بی کامگار خان کو اور دوسری صاحبزادی اللہ بخشی
صاحبہ نامدار خان کو اور تیسری منا بی بی نیکنام خان کو منسوب تھین یہ ہر سہ فرزندان نواب
عنایت خان برادر دلیر خان کے فرزندان تھے میان بی بی کی دو لڑکیان تھین ایک اللہ
بندی صاحبہ جو لال صاحب پیرزادہ کلگہ کو بیاہی تھین انکے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی
تھی جو فخر الدین خان بن نواب محمد خان بنگش کے عقد مین تھین دوسری صاحبزادی میان بی بی
کی گھاسی بی تھین جو نواب جہان خان بن نیکنام خان کو منسوب ہوئی تھین انکے بطن سے ایک
دختر کی پیدائش ہوئی تھی جو نواب ذوالفقار خان بن نواب حسین خان بن نواب محمد خان
غضنفر جنگ بنگش کو منسوب تھین گھاسی بی کی بیٹی کے بطن سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ نواب مرتضے
خان شاہجہانپوری سے منسوب تھین جنسے نواب محمد خان عرف جمعہ میان جانشین نواب عزا خان
رئیس بڑی ڈیوڑھی پیدا ہوے تھے

جب بی بی میان نے باپ بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کرلیا تو بہو صاحبہ یعنی بیوہ خان بہادر
خان نے اس امر کا استغاثہ محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین کیا اس زمانہ مین اس ضلع کھیڑ کی
راجہ صاحبرام کو بادشاہ کیطرف سے مرحمت ہوئی تھی رخصت کیوقت بادشاہ نے اس قضیہ کو
راجہ صاحبرام کے سپرد کردیا اور حکم دیا کہ شرع شریف کے بموجب انکا فیصلہ کرادینا۔ اگر
بی بی میان اسپر راضی نہون تو انکو یہان روانہ کردینا صاحبرام پرگنہ کانٹ کے قلعہ مین آگئے
اور زوجہ خان بہادر خان بھی دہلی سے ضلع شاہجہانپور مین آگئین تو بی بی میان جنگ پر
مستعد ہوئین اور بڑی جرار فوج سے انھون نے مقابلہ کیا اور نہایت سخت
لڑائی ہوئی آخر بعد اک بڑے معرکے راجہ صاحبرام کو میدان جنگ
مین قتل کرڈالا اور اپنی بھاوج زوجہ خان بہادر خانکو قید کرکے ہمراہ لیگئین

جب خبر وقایع نگار نے بادشاہ کو لکھی تو وہانسے ایک فرمان عتاب آمیز بی بی میاں کے نام ایک شخص نظام نامی لایا بی بی میاں فرمان کے صادر ہونیسے دہلی کو گئین اور چند روز دربار کی حاضری سے محروم رہین لیکن اسکے بعد نواب قمر الدین خان جو محمد امین خان تورانی کے فرزند تھے وہ میان بی بی کو بہن کہتے تھے انکے واسطہ سے محمد شاہ بادشاہ کے حضور مین حاضر ہوئین بادشاہ نے بلحاظ قدامت جانفشانی کے جو انکے بزرگون سے ظہور مین آئی تھی انکی خطا معاف فرمائی بعد ازان خلعت گرانمایہ عطا فرما کر نہایت اعزاز و احترام سے رخصت کیا اور جو انکے اور بھاوج کے باہم رنجش تھی اسکے بارہ مین فرمایا کہ تمھین ضرور مصالحت کر لینا چاہیے اور اپنے سر مبارک کی قسم دیکر ارشاد کیا کہ تم بیوہ خان بہادر خان کو مقید نرکھو اور ایک دوسیر کی قتل انکی درپے نہو اور ترکہ بموجب شرع شریف کے تقسیم کر لو۔ میان بی بی کی ہیبت ایسی تھی کہ انکے مکان کیطرف سے دیہات وغیرہ کے ڈاکہ نہین نکلتے تھے۔ نقل مشہور ہیکہ انکی ایک لڑکی تھی ایکبار اسکی دایہ نے کچھ بیدردی سے اسکے سر کے بال صاف کیے جس سے وہ بیچین ہو گئی میانصاحبہ نے اس دایہ کی لڑکی کو آگ کی انگیٹھی مین ڈالدیا اور کہا کہ اب تجکو دوسرے کے بچہ کا قلق آئیگا۔ اپنے باپ کیطرح بہادری مین بینظیر تھین گو عورت ذات تھین مگر دلاوری و جوانمردی مین مردونسے بڑھی ہوئی تھین انہین شجاعت کا جوہر موروثی طور پر اپنے دادا نانا سے پہونچا تھا میانصاحبہ قلعہ کے باہر محل لوہانی مین رہتی تھین اور وہین انکی ڈیوڑہی اور فوج اور دیگر کارخانے بھی تھے۔

سنہ ۲۶ جلوس[1] مین جب محمد شاہ بادشاہ نے امرا ے پایۂ تخت کے نام فرامین صادر کیے

---

[1] درسال بست و ششم جلوس محمد شاہ فرامین شاہی بنابر طلبی امرایان صادر شدند منجملہ یک فرمان طلبی نواب ابو المنصور خان

تو منجملہ دیگر امرا کے ابوالمنصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اودھ کے نام بھی فرمان ارسال کیا

بقیہ صفحۂ ماقبل صفدر جنگ صوبہ دار اودہ اصدار یافت دریں ایام مساۃ میان بی بی مخاطب بہ بہو صاحبہ زوجہ نواب خان بہادر خان ابن عزیز خان داماد غفران پناہ نواب دلیر خان بنام زین الدین خان بہادر چغتای برادر زادہ خان بہادر خان مرحوم شوہر خود کہ باہم عبداللہ خان مشہور بود بحضور بادشاہ مستغاثی آمدہ و انواع ظلم و انواع تعدی واظہار کرد احوال قرابت یکجدی او و شوہر خود ظاہر کرد چون ملحوظ خاطر و پاس عزت میان بی بی برای انحضور بسیار بود لہذا در فرمان ابوالمنصور خان اصدار یافتہ در این باب اشارہ مرقوم کرد کہ عبداللہ خان نام زمیندار شاہجہانپور کہ متمرد و با متوسلان درگاہ خصومت و عداوت بسیار میدارد و آن ناحق شناس بیوہ عزیز القدر خان بہادر خان اکثر اوقات ایذا میرساند چون مسکن و اشنای راہ ایشان است بوقت ورود شاہجہانپور نامبردہ را مقید ساختہ آرید و اگر بتمردی پیش آید سرش بریدہ بدرگاہ آرید چونکہ ابوالمنصور خان قریب ہشت کروہ از شاہجہانپور در شاہ آباد نزول اجلال فرمودہ بود دو کس رسالہ داران لشکر خود حکم فرمود کہ قبل از ورود ما بدولت ایشایان در شاہجہانپور رسیدہ عبداللہ نامی زمیندار از انجا ہست او را مقید ساختہ بحضور آرید و اگر مقابلہ نماید سزایش کردار او در کنار او دہند رسالہ داران ز احوال او واقف بودند معروض نمودند کہ نواب عبداللہ خان سردار است و نبیرہ نواب بہادر خان ہراول بادشاہی ہست و چہار ہزار افغان ز ولایت آوردہ در شاہجہان آباد ساختہ و ہمہ یک یک خود را رستم زمان میشارند و ہفتاد ہزار کس افغانان شہر مذکور تابع فرمان اوست اگر حضور بادشاہ بذات خود بتوجہ شوند امید کہ سالہا کارش باتمام خواہد رسید و اولاد او دران شہر ہمان افغان ہست کہ ہمراہ خانجہان خان لودی مقابلہ شاہجہان بادشاہ نمود و مقابلہ نذر محمد خان والی توران کردہ ہمراہ نواب دلیر خان ملک آسام تہ تیغ نمودہ و تمام دفتر از بہادری آنہا سیاہ ہست سر بریدن او سرسری نیست و علاوہ این ز عبداللہ خان بلکہ از تمام اولاد دلیر خان بہادر خان گاہی نافرمانی سلطانی از آنہا بعمل نیامدہ و ازان کسی کہ نمک حرامی از امرایان یا سلطان نمودہ و اولاد دلیر خان برا و طعنہ زن ہست امید کہ اگر حضور عبداللہ خان را طلب فرمایند از حکم حضور سرتابی نخواہد گردانیدہ ہر چہ حکم صادر گردد بجا آرم بر طبق اظہار آنہا حکم شد کہ از ایشان یک کس رفتہ باحترام و اکرام او را بیارند چنانچہ رسالہ دار مذکور پیشتر روانہ شدہ نزدیک نواب عبداللہ خان رسیدہ با عبداللہ خان ملاقات کرد و از احوال حکم بیان اظہار خود مفصل بیان نمود ہم درین عرصہ جناب عالی قریب شاہجہانپور بموضع لودی پور نزول اجلال فرمودہ ہمان وقت نواب عبداللہ خان از مسکن خود بتجمل و شکوہ شصت ہزار افغان جرار کہ دامن جامہ با کمر بستہ و تیغ با در دست گرد اگرد مثل دور انگشتری پالکی سردار خود ساختہ دف و دوتارہ سرانیدہ و آہنگ پستول بفلک میرسانید و ہر دو ملسفی از جمعیت او کہ ہمراہ سواری او بودند دخل حساب نیست وقتیکہ سواری او قریب اردو رسیدہ رسالہ دار مذکور از انکہ پیش بحضور آمدہ اطلاع نمود آن وقت نواب صفدر جنگ از مسند برخاست قریب سراپردہ خود سراچہ را قدری چاک کردہ شکوہ سواری و جمعیت او ملاحظہ کرد از رسالہ دار نہایت خوش شدہ فرمود کہ تو راست عرض کردہ وقتیکہ عبداللہ خان لب فرش رسیدند نواب صفدر جنگ از مسند برخاستہ قدری پیش آمدہ معانقہ کرد و استفسار حال نمود او احوال مفصل کہ باہم زوجہ خان بہادر خان مناقشہ و قضیہ درمیان درپیش بود عرض کرد و نواب صفدر جنگ فرمود کہ راستگوی من این احوال زبانی معتمدان شنیدہ ام لیکن مفصل حال معلوم نبود کہ این بزرگان شما ہست ۱۲ اخبار محبت۔

اس عرصہ مین زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان عرف
زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور مین پیش کی اور انکے ظلم کا استغاثہ کیا اونکے
طرح طرحکے مظالم بیان کیے اور کچھ بدی قرابت کا حال کچھ ظاہر نہین کیا چونکہ پاس
عزت بہو صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تھا لہذا جو فرمان طلبی کا ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے
نام صادر ہوا اسمین یہ حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت
متمرد اور سرکش ہی وہ ناحق شناس ما بدولت کے متوسلون سے عداوت رکھتا ہی زوجہ
عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہی چونکہ مسکن اسکا تمھارے اثنائے
راہ مین ہی لہذا شاہجہانپور پہونچنے کیوقت نامبردہ کو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا چاہیے
اگر وہ متمرد ویسے پیش آئے تو اسکا سر کاٹکر ہماری درگاہ مین حاضر کرنا چاہیے جب صفدر جنگ
اودھ سے روانہ ہوکر شاہ آباد مین پہونچے تو رات کیوقت اپنے لشکر کے دو رسالدارونکو
حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہان عبداللہ نام ایک زمیندار ہے
اسکو مقید کرکے ہمارے روبرو لانا اگر وہ مقابلہ کرے تو اسکے کردار کی اسکو سزا پہونچانا
وہ رسالدار نواب عبداللہ خان سے واقف تھے انھون نے عرضکیا کہ نواب عبداللہ خان
وہانکا سردار ہی اور نواب بہادر خان ہراول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہی اسکے دادا نے
ہزارہا افغان ولایت سے لاکر شاہجہانپور آباد کیا اور ہر ایک پٹھان اُنمین کا اپنے آپکو رستم
زمانہ سمجھتا ہی ستر ہزار پٹھان شریف القوم اسکے فرمان کے تابع ہین اگر حضور بادشاہ
بذات خاص بھی متوجہ ہون تو امید ہی کہ سالہا سال مین اسکا کام تمام ہو اور اس شہر مین
اولاد انھین افغانون کی ہی جنھون نے خانجہان لودھی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ
کیا ہی اور نذر محمد خان والی توران کو بلخ و بدخشان سے بیدخل کرکے بھگا دیا ہے اور ہمراہ

نواب دلیر خان کے ملک آسام کو تہ تیغ بیدریغ کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے ہوے ہین عبداللہ خان کا سر کاٹنا کوئی سرسری کام نہین ہے اسکے علاوہ عبداللہ خان بلکہ جسقدر اولاد بہادر خان اور دلیر خان کی ہے اسنے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہین کی بلکہ جب کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ نمکحرامی کی اسپر نواب دلیر خان کی اولاد طعنہ زن ہوئی اگر حضور نواب عبداللہ خان کو طلب فرمائینگے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہین کرینگے آیندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجا لائین جب صفدر جنگ کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ ایک تم مین سے جاکر انکو باکرام تمام لائے چنانچہ رسالہ دار پیشتر روانہ ہوا اور عبداللہ خان کے پاس جاکر ملاقات کی اور کل حال اور انکے متعلق جو حکم بادشاہی صادر ہوا تھا مفصل بیان کیا اس عرصہ مین جناب عالی یعنے نواب صفدر جنگ قریب شاہجہانپور کے موضع لودیپور مین جاکر خیمہ زن ہوے اسوقت نواب عبداللہ خان اپنے مکان سے نہایت شان وتجمل سے برآمد ہوے اور ساٹھ ہزار پٹھان جرار جو اپنے جامہ کے دامن کمر سے باندھے ہوے اور تلوارین ہاتھ مین لیے ہوے دف اور دوتارا بجاتے اور پستولون کی آواز آسمان پر پہونچاتے تھے ساتھ لائے ان پٹھانونکے علاوہ دوسری جماعت عالی کی بھی سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہونچی رسالہ دار نے تھوڑی دیر پیشتر آکر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور قریب سراپردہ کے جاکر تھوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان وشوکت اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبداللہ خان خیمہ مین داخل ہوے اور جب فرش پر پہونچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے بڑھکر معانقہ کیا اور حالات دریافت کیے انھون نے مفصل طور پر خاندان کی

موروثی نفسانیت اور زوجہ خان بہادر خان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا ماورا ذاتی رسُوخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فرخ سیر کے حالات مین تحریر ہو چکا ہے اور کچھ اپنے بزرگون کی شجاعت کے کارنامے سنائے جنکو نواب صفدر جنگ نے سنکر فرمایا کہ تمھاری راستگوی مین کوئی شک نہین ہے ہمنے بھی یہ واقعات زبانی معتمد و نکے سنے ہین لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ تمھارے ہین اسلیے دریافت کرنا تھا کہ آپ اسوقت کہان ہین اب حال معلوم ہوا خاطر جمع رکھیے مین دہلی جاتا ہون انشاء اللہ آنمہربان کے ہاتھ سے عمدہ کام لیے جائینگے بعدہ عبداللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار شاہی کو روانہ ہوے۔

عبداللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادر خان کے خلف الرشید تھے نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب الغضبی اور تند مزاجی مین ضرب المثل گذرے ہین۔ انکا مجملاً ذکر اوپر معرض تحریر مین آچکا ہے نواب زین الدین خان اور نواب عزیز خان مین ہمیشہ نا اتفاقی رہی اور چچا بھتیجون کے باہم کبھی صفائی نہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست مین مشغول رہتے اور نواب عزیز خان بادشاہی دربار کے حاضرباش و شاہی خدمتون پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے دیوانے بنے ہوے تھے مگر انکے حرکات و سکنات تو سہ دیوانہ بکار خویش ہشیار کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہو جاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اسطرف کے کوچہ و بازار
سے ایسے بدحواس ہوکر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پانون ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر
رات مین فقیری لباس پہنکر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات
نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بد مزاجی کے حالات بادشاہ کے
حضور مین پہونچائے لیکن بادشاہ نے بخیال قدامت و خیر خواہی نواب بہادر خان
کے کہ جو انکے دادا تھے انکے بیباکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم
پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سر دربار فرمایا کہ آپ اپنے
دیوانہ بھتیجے کا علاج نہین کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب مین یہ عرض کیا
کہ اسکے لیے بجز قتل کے اور کوئی داروے شفا نہین ہے اور خود انکے قتل پر کمر
باندھی مگر بادشاہ نے بسبب رحم ذاتی کے اسکا تدارک نہ کیا اور فرد واقعہ پر دستخط
خاص کر کے یہ تحریر فرمایا کہ بر دیوانہ حکم سیاست ناجائز اس عرصہ مین
سیمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر مین غلہ وغیرہ کی رسد پہونچاتا تھا حسب اتفاق
شاہجہانپور مین وارد ہوا زین الدین خان نے اس سے ہزار ہا روپے کی شکر لیکر
خورد برد کر لی بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور مین استغاثہ کیا وہان سے تاد دیئا؟
نور احمد نام ایک شخص مقرر کر کے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زین الدین خان مستغیث
سے لیکر داخل کرین یا خود حضور مین حاضر ہون حسب الحکم بادشاہی فرستادہ
شاہجہانپور آیا اور وہ بہانہ سے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا
کہ زین الدین خان درحقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ
اسنے عجیب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو جُو کی روٹیان لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مجکو کھلائین ملازم اُسکے مجنونانہ حرکات سے اسکو اکثر علٰحدہ مکانین مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت سماجت کے ساتھ عذر خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیان دین۔
انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھین جو اپنے چچا زاد برادر غیرت خان کو منسوب تھین یہ باپ بیٹے دونون خوشرو جوان تھے راقم نے ان ہردو کی تصویرین دیکھی ہین شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی تصنیف کا یہ شعر جو بطور سجع کے ہے مہر پر کندہ کرایا تھا ؎ چو با فرخ سیر سلطانی آمد ٭ بزین الدین بہادر خانی آمد ٭ اور یہ شعر بھی انکا جو اکثر اُنکے وردِ زبان رہتا تھا بہت خوب ہے ؎ ہمچو سیماب تا نگشتہ شوم ٭ نکنم ترک بیقراریہا ٭ انکی شہادت کا واقعہ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ نے بھی تاریخ ہندوستان کے صفحۂ (۱۰۸) جلد نہم مین تحریر کیا ہے کہ زین الدین خان فرخ سیر اور جہاندار شاہ کے معرکہ مین کام آئے ہین۔ جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان کیا ہے۔
نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ مین ۱۶ برس کی عمر مین جان بحق ہوے۔ دوسرے نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے یہ فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمرکاب رہا کرتے تھے فرخ سیر کی معزولی مین سادات بارہہ کے ہمخیال نہونے سے قتل ہوے انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونون لاولد رہے ہے۔ انکی حویلی کوٹلہ فیروز شاہ معروف ہے

قدم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا چمیلی باغ گوہر آرا بیگم مین متصل درگاہ خواجہ باقی باللہ کے پرانی دہلی مین ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے بوجہ موروثی عداوت کے بادشاہ کے روبرو باغی ظاہر کر کے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یون لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محمد شاہ بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل رکھتے تھے انھون نے بادشاہ سے انکی بغاوت بیان کر کے اجازت قتل کی حاصل کر لی تھی تاج الدین خان کسی تقریب مین شاہ آباد آئے ہوئے تھے اور یہان سے شاہجہانپور واپس جا رہے تھے موضع گنواری مین خان بہادر خان سے مقابلہ ہو گیا اسوقت تاج الدین خان نے اپنے دونون چھوٹے بھائی یعنے نواب عبد اللہ خان و ظہور الدین خان کو مصلحتاً ہاتھی پر سوار کر کے اپنے مصاحبونکے ہمراہ نواب بنگش کے یہان جنسے دوستانہ مراسم تھے فرخ آباد بھیجدیا اور آپ تن تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر خوب لڑے اور بہت سے لوگونکو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزونکے زخم کھا کر شہید ہوے اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے ہاتھی پر سوار کر لیا اور مصری پور مین لیجا کر خیمہ مین اتار کر نظر بند کر لیا اور افضل خان بازید خیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور مین بھیجا جو دہلی مین متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے دفن کیا گیا اور نعش مصری پور مین دریاے کھنوت پر دفن ہوئی اور یہ زمانہ ۱۱۳۸ھ کا تھا۔ بعد انتقال خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے اپنے باپ کے قصاص مین قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جنکا نام عبداللہ خان وظہور الدین خان تھا باقی رہے نواب عبداللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت شش پارچہ و سہ رقم جواہرات اور خطاب زین الدین خان بہادر چغتائی کا عطا ہوا تھا اس سرفرازی کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علیخان صفدر جنگ نے نواب عبداللہ خان کو بلایا تھا اور جب دم انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو نواب عزیز خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو انسے وعدہ کیا تھا کہ جب کوئی مہم پیش آئیگی تو آنمہربان کو بلایا جائیگا۔

چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی عملداری مین چرائی کو گئے اور روہلہ کے آدمیون نے نواب صفدر جنگ کے شتربانون کو زخمی کرکے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے اخراج کی تدبیرین کین اور بادشاہ کو اونسے برہم کرکے فوجکشی کا ارادہ کیا عمدۃ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رائے اپنے ملازم و مصاحب کو بلایا اور نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازون نے بطور فہمایش کے انسے عرض کیا کہ آپ کے شاہجہانپور کے علاقہ کی سرحد روہیلونکی سرحد سے ملی ہوئی ہے آپ اس جنگ مین نہ شریک ہون ورنہ روہلونکے عمل قائم رہنیکے بعد آپ کے علاقہ کی بربادی ہوجائیگی نواب صاحب نے یہ جواب دیا کہ مین بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر اعظم کی وعدہ خلافی کے جسمین دارین کی خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہین کرسکتا چنانچہ نواب عبداللہ خان

دس بارہ ہزار پٹھان لیکر راجہ نول رائے کے ساتھ جو صوبہ اودہ سے آئے تھے
شاہجہانپور سے نواب صفدر جنگ کی مدد کو روانہ ہوئے اودہر دہلی سے محمد شاہ
بادشاہ ۲۸ جلوس مین معہ امرا اور لشکر کے روہلو نکی تاراجی کے لیے بریلی و
انولہ کیطرف آئے سعد اللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ مین نہ ٹھہر سکے
اور حصار بنگڈہ کیطرف مفرور ہوگئے اسوقت نواب عبداللہ خان صفدر جنگ
کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت وخطاب مذکورۂ بالا
سے سربلند ہوئے۔ اس معرکہ مین نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی فوج کے
ہراول مقرر ہوئے تھے۔
بعد ازان علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہوکر
امرا مین منسلک ہوئے۔
روہیلونکے اس انقلاب مین اعظم خان جو روہیلونکے سردار تھے دو ہزار سوار لیکر
شاہجہانپور چلے آئے اور نواب ظہور الدین خان کے پاس ملازم ہوئے۔
اس عہد مین دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہانپور کے نوابون کے پاس تھے
جسمین دیہات بداون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہور الدین خان کے حصہ مین
آئے تھے جب انکے پاس روہیلونکی جمعیت آگئی تو انھون نے روہیلون کے
سوا سے پایان وغیرہ کے دیہات جو انکے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت
مین تھے انپر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہانپور کے قلعہ مین
نظر بند کرلیا۔ شاہباز خان متبنہ بھی ساتھ مین تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی
سے پاہر نکلکر اسمٰعیل خان کانکڑ کے یہان پہونچے اور ملک زمان خان کے

تام بابت بلانیکے رقعہ لکھا اور خود عظم خان خلیل کے یہان چلے گئے اور وہان شیخ جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور یسین خان کو لباس نوشاہ کا پہنایا اور اپنے ساتھ ایک بڑی جماعت خونخوار پٹھانون کی لیکر لڑائی کو گئے ادہر ظہور الدین معہ عظم خان روہلہ کے قلعہ مین جنگ کے لیے مستعد ہوے عبد اللہ خان نے دو ہزار پٹھانون سے قلعہ پر یورش کی اور روہلون نے بندوقونکی باڑھ پر رکھ لیا مگر شیخ محمد فضل و نواب عبد اللہ خان نے رستمانہ حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ کھول لیا اور اندر گھس گئے اور دونون جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچگئی گویا اعظم شاہ و معظم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبد اللہ خان کا اقبال برسر اوج تھا روہلونکے سردار عظم خان مارےگئے اور انکی جمعیت مین تزلزل ہوگیا اور ادہر سے بھی بہت پٹھان کام آے ابتک ظہور الدین خان مقابلہ پر نہین آے تھے شیخ محمد فضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی اور نواب عبد اللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی اسوقت ظہور الدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اُٹھے اور جیسا کہ شیر بکریون کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً مصاحبون کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوے۔ اب نواب ظہور الدین خان اور نواب عبد اللہ خان دونون بھائیون کا مقابلہ ہوا چونکہ دونون گل ایک ہی شاخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے ایک دوسرے پر حملہ کر کے قتل کرنیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہور الدین خان زخمون سے چور ہو کر زمین پر گرے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی نواب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خانزادہ شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا اسعرصہ مین ظہور الدین خان نے تدبیر کرکے راجپوتونکو جنگل مین فراہم کیا اور قلعہ چھین لینے کا قصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی نواب نے زخمی بھائی کو بلاکر اپنی نگہداشت مین رکھا۔

کہتے ہین کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے اُنکے زخم اچھے ہوچلے تھے مگر انھون نے طیش مین آکر سب ٹانکے زخمونکے توڑ ڈالے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے اسوجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور اسی مین انکا انتقال ہوگیا نواب عبداللہ خان نے موضع کھریا اپنی بہن بصیرن بی بی کو خانزادہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیا جب اس جھگڑے سے فرصت ہوئی تو نواب عبداللہ خان اور روہلونکے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان روہلہ کی ملاقات کو گئے تو انھون نے اعظم خان مقتول کے بھائیون سے میل کرادیا اور اُنکے قیامی مکان پر روہلون کو لاکر دوسو روپے کی شیرینی منگاکر فاتحہ خیر پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے یہان لیجاکر انکی طرف سے دوسو روپے کی شیرینی منگاکر تقسیم کروادی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ معہ فوج اور سرداران روہلہ کے بڑی دہوم سے بارات لیکر شاہجہانپور آئے نواب عبداللہ خان

کے یہان بھی لکھنو اور دہلی کے امرا آکر شریک ہوئے تھے جہیز کا سامان اور کھانون
کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیہات بھی
داماد کو دیے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور مین نہوئی ہوگی۔
اسکے بعد جب شاہزادۂ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے ولیعہدی
کے زمانہ مین صوبہ الہ آباد جانیکے قصد سے شاہجہانپور ہوکر نکلے تو نواب عبداللہ
خان نے حاضر ہوکر نذر و پیشکش گذرانی تھی اور شاہزادہ موصوف نے اوسوقت زین الدین
خان بہادر چغتائی کے ساتھ اپنی طرف سے **صولت جنگ** کا خطاب بھی
مرحمت کیا تھا۔
جس زمانہ مین کہ نواب قاسم علیخان بنگالہ سے شکست پاکر شاہجہانپور آئے ہین
تو نواب عبداللہ خان اوسوقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے
ہوئے تھے مگر اونکی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل مین ٹھہرایا اور سامان
ضروری انکے پاس بھجوادیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آئے تو بہت
خوش ہوئے اور مہینون نواب بنگالہ کو مہمان رکھا اور مہمان نوازی کی کوئی حد اٹھا
نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کینہ متمین بھی بہت بے تکلفی تھی
اور معرکہ حافظ رحمت خان مین عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہوکر
جانیکی راہ دیدی تھی اور انھین امور کے لحاظ سے نواب شجاع الدولہ نے انکا علاقہ
قائم رکھا تھا اور انکے داماد ہونیکی وجہ سے ارادت خان پسر حافظ رحمت خان کو
امن دی تھی غرضکہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسایش و ناموری و حشمت
ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت مین گردش فلکی سے کچھ آثار تنزل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چل بسے۔

دریا خان

خان موصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور با وضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی سے تھے داودزی ایک بڑی قوم پٹھانون کی ہے اوسکی شاخ باقرزئی بھی ہے۔
دریا خان کا اصلی وطن قصبہ بربر تھا جو پشاور کے نواح مین چند کوس بسمت مشرق و شمال واقع ہے یہ وہان کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہان دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہانکے سردار کو خان بولتے ہین چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری چلی آتی تھی دریا خان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریا خان کاشتکاری اور گھوڑون کی تجارت کیا کرتے تھے تاریخ اخبار محبت مین ہے کہ شاہی ملازمت سے پیشتر بھی دریا خان ہندوستان آئے تھے ان ایام مین شیخ رکن الدین بازیدخیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریا خان کو صاحب اقبال دیکھکر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی انکے نکاح مین دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ ضلع مراد آباد مین واقع ہے عمل مین آیا تھا اسکے بعد پھر ہوائے وطن نے کشش کی اور دریا خان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد انکے آنیکا سبب غیب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میر الامرا پیر خان جو خانجہان خان لودی کے

دریا خان
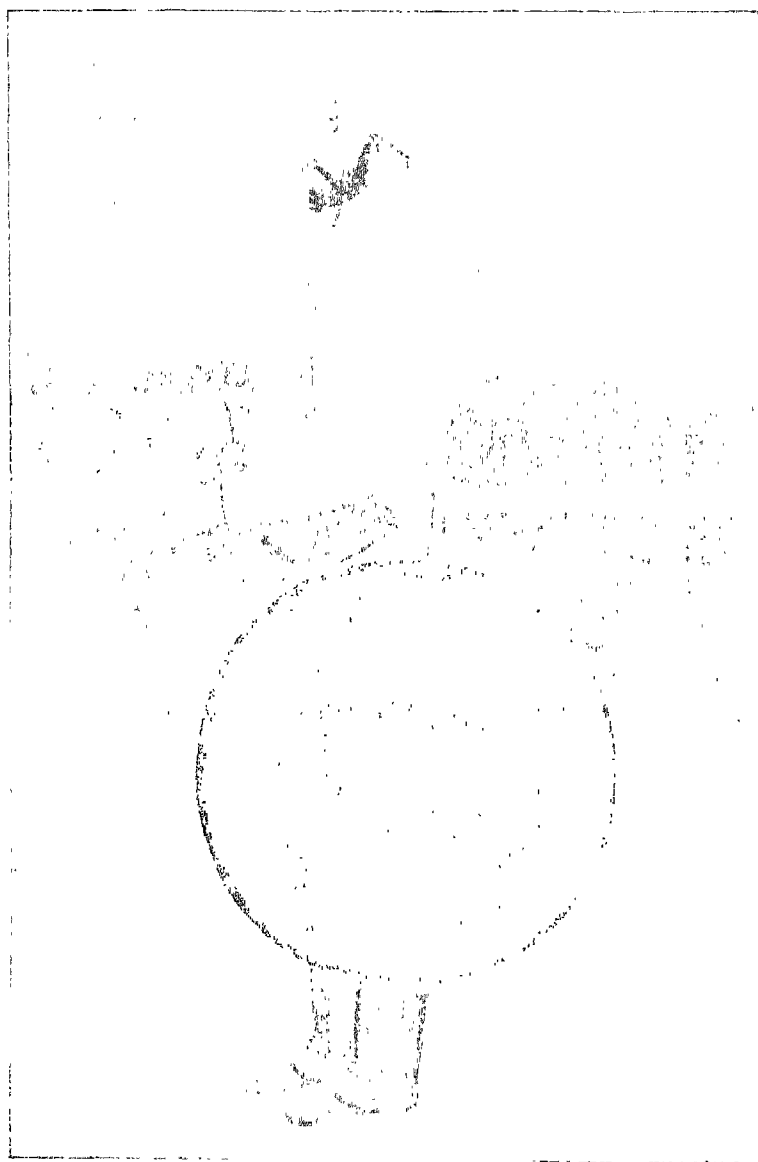
تمام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخر مین ترقی کرکے
صلابت خان یار وفادار سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اوسے
سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک دکن کے
کئی صوبونکا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا
حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا قصبۂ بریرین
پہونچگیا اوسوقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اوسنے دریاخان کے
خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہین چھپی رہتی دریاخان کی
نظر جب خانجہان پر پڑی اوسکو سردار سمجھکر گھوڑے سے اوتار لاے پانی اور پر تکلف
کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار
بدلکر انکو اپنا بھائی کہا اور باصرار تمام اپنے ہمراہ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے حضور
مین لایا دربار شاہی مین اسنے دریاخانکو پیش کرکے انسے نذر دلوائی اور انکی شرافت
خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مدح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ برتاؤ کیا تھا
وہ بھی بیان کیا جسپر بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریاخان سے مخاطب ہوکر
مختلف حالات دریافت فرمایے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا بعد
دریاخان اور خانجہان کے درمیان اسقدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ صیغۂ
اخوت پڑھا گیا بادشاہ ممدوح نے اول **دریاخان کو منصب سہ**
ہزاری ذات اور سہ ہزار سوار کا مرحمت کیا اور اسکے بعد
انکا اسقدر رسوخ بڑھا کہ شاہزادۂ خرم ملقب بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے
دریاخان کو سپہ گری کے فن مین اتالیق مقرر کیا اور انکے بیٹے سرابدال خان ذیب

بہادر خان کو جنکی عمر اوسوقت ۱۵- سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصاحبت
مین منسلک ہوے دریا خان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا
کیا اور اکثر معرکون مین افواج شاہی کے ساتھ شریک ہو کر فتوحات حاصل کیے
یہ بیان مُصنّف اخبار محبت کا ہے اور مُصنّف ماثر الامرا نے کسیقدر تفاوت سے
ماثر الامرا کے صفحہ ۱۸ ردیف دال جلد دوم حصۂ اول مین تحریر کیا ہے کہ دریا خان
داوودزی ابتدا مین مرتضے خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت مین منسلک
ہوے اور پھر ایام شاہزادگی مین شاہجہان کے پاس آکر سربلندی حاصل کی
اور یہی مضمون بادشاہنامہ مین شاہجہان بادشاہ نے لکھایا ہے اس تھوڑے سے
اختلاف کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد مین چونکہ مرتضے خان
بخشی فوج تھے اسلیے دریا خان شاہی ملازمت کیحالت مین مرتضے خان کی ماتحتی
مین رہے ہون اور پھر شاہجہان نے انکو کارگذار و خوشرو جوان پاکر اپنی سرکار مین
لے لیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریا خان نے افغانستان سے آکر چندے مرتضے
خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضے[1] خان شیخ فرید کے جود و سخا اور

---

[1] شیخ فرید سادات بخاری سے تھے انکا نسب سید جلال بخاری تک پہونچتا ہے اور سات واسطون سے امام علی نقی تک منتہی ہوتا ہے انکے جد چہارم عبدالغفار دہلوی نے اپنے فرزندونکو وصیت کی تھی کہ گذر اوقات ہمیشہ کسب سے کرنا اور سپاہگری کی نوکری کر کے معاش حاصل کرنا۔ چنانچہ شیخ فرید نے لڑکپن مین اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حُسن اطاعت اور کارگذاری سے نہایت قرب امتیاز پیدا کیا شجاعت اور عقلمندی مین مشہور ہو کر زمرۂ امرا مین یکتاے روزگار ہوے جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد انھین مرتضے خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی دونون سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ

فیض و برکات کا غلغلہ تمام ہندوستان مین بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ خصلت

بقیہ صفحہ ماقبل اہل عالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی انکے پاس پہونچا محروم نرہا جبتک دربار کو نہین جاتے
تھے کل چاشت درویشونکو تقسیم کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے خرد ریز گاری اشرفی و روپے کے
اور کچھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار آکر رقم لیگیا آٹھوین بار شیخ نے کہا کہ ایسا ہو کہ لوگ
جانتے اور تجھ سے لے لین اہل خانقاہ اور ارباب توکل و محتاجین و بیوہ مستورات کے لیے جو یومیہ
و سالانہ مقرر تھا حاضر و غائب اونکو برابر پہونچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی مین صرف ہوتی
تھی سادات کی ایک فوج پالی تھی اونکے کل مصارف ادا کر دیتے تھے ایکسال مین تین بار خلعت
لوگونکو عنایت کرتے بعض دوستونکو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار
منتخب تیار کیے تھے کبھی حویلی مین نرہتے ایکبار شیرخان تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چھ سال کے
بعد آیا دوارکاداس بخشی تنخواہ سے کہا کہ اسے خرچ دیدو اسنے فرد حاضری و غیر حاضری کی تیار کردی شیخ
برہم ہوے کہا کہ نوکر قدیم ہے اگر مکان پر جاکر عرصہ ہو گیا تو ہمارا کون کام حرج ہو گیا تاریخ روانگی سے
سات ہزار روپے نکلے کل دلوا دیے۔

دو کام ایسے ہوے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکا رتبہ بلند ہو گیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت
آخر ہوا مرزا عزیز کوکہ اور راجہ مانسنگھ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر
شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ مین لاکر تخت سلطنت پر بٹھلا دیا۔ دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی
ہو کر آگرہ سے لاہور تک لوٹتا ہوا گیا ہے تو شیخ ہی نے اوسے شکست دیکر بھگا دیا جسپر جہانگیر بادشاہ
فرط الفت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ مین رات کو رہا اس مقام مفتوحہ پر جو پرگنہ
بھیروان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پرگنہ فتح آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے
شیخ کو صاحب السیف والقلم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انگشتری لعل بدخشان کی جسکا نگینہ و حلقہ
ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوشرنگ و پچیس ہزار کی قیمتی تھی بادشاہ کو پیشکش
دی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت نفسانیت رکھتے تھے جب یہ پنجاب
کے صوبہ دار تھے سنہ ۱۰۲۵ ہجری کو قصبہ پٹھان مین انتقال کیا اور دہلی مین اپنے آبائی مقبرہ مین مدفون
ہوے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ مین کل ایک ہزار اشرفی چھوڑی احمد آباد مین محلہ بخارا

تھے جنکی نظیر عالم مین ملنا مشکل ہے۔

غرضکہ دریا خان نے شاہجہان کی ایام شاہزادگی مین ایسی ایسی خدمتین نمایان کین کہ روز بروز انکا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر مین شاہجہان اور نورجہان کے باہمی نزاع مین انکی ساری خیرخواہی وجان نثاری خاک مین مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی خاندان مین حصول تخت کے لیے دو مدعیون مین جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک حقدار غالب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہین وہ سب بے در رد اور بدنام ہو جاتے ہین یہی صورت دریا خان کو پیش آئی نورجہان تو حکمرانی کے لیے چلتا ہوا پرزہ تھی اور شاہجہان ولیعہد اوسکا مقابل تھا اگرچہ شاہزادہ حق بجانب تھا اور نورجہان کی نفسانیت بیجا تھی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزاج پر غالب تھی اسلیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانجہان خان لودی بھی اوسکے جانب تھا اور دریا خان نے خانجہان خان کو اپنا ہمقوم و محسن سمجھکر اوسکا ساتھ نہ چھوڑا حتے کہ جان و مال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی مین انکا نام ہمیشہ کے لیے خانجہان کی طرفداری اور بادشاہ کی کورنمکی کے متعلق تحریر ہو کر مشہور ہو گیا۔

جبتک دریا خان شاہجہان کے ساتھ ایام شاہزادگی مین رہے نہایت دلسوزی سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگذاری کر کے ناموری حاصل کی جسوقت کہ شاہجہان کی جاگیر مین پرگنہ دھولپور بھی تھا نورجہان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر

بقیہ صفحہ ماقبل انھین کا آباد کیا ہوا ہے اور مسجد و مقبرہ شاہ وجیہ الدین کا انھون نے بنایا۔ دہلی مین فرید آباد و تالاب و دیگر عمارات یادگار چھوڑین اولاد مین ایک لڑکی کی تھی وہ بھی لاولد فوت ہو گئی تھی۔

شہریار کو دلوائی اوس زمانہ مین دریا خان شاہجہانپور کیطرف سے اس جاگیر کے ناظم تھے شہریار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھولپور کا ناظم مقرر کرکے بھیجا اور شریف الملک نے وہان پہونچکر اوسپر قبضہ کرنا چاہا تو دریا خان شاہجہان کیطرف سے مقابلہ کو آئے طرفین[1] مین نہایت جدال و قتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف الملک مارا گیا ایک تیر اوسکی آنکھ پر ایسا لگا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اور دریا خان بدستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب مین ہے کہ شریف الملک قلعہ دھولپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریا خان نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا مقاتلہ ہوا اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی۔ کہ نزاع جاگیر پر ہوا اور قلعہ مین ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہو اسلیے فیمابین تلوار چلی ہو بہرکیف دریا خان نے فتح پائی شاہجہان نے دریا خان کی اس وفاداری اور اطاعت شعاری سے نہایت خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا فرمایا۔ یہ وہ قصہ ۱۰۳۲ھ کا ہے۔ اس محاربہ سے نورجہان بیگم کا مزاج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اوٹھی لہٰذا اس نے جہانگیر کو شاہجہان کیطرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہجہان کی عرضداشتون کو نامناسب وقتون مین پیش کرایا اور تمام امورات کو بگاڑ دیا شاہجہان سے نورجہان کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اوسکی ایک بیٹی جو شیر افگن خان سے پیدا تھی یاد وہ شہزادہ شہریار کے عقد مین آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہریار بادشاہ ہو اگر شاہجہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سب خرچ جاتا رہیگا اور شہریار کے

---

[1] در جنگ دہولپور با شریف الملک نوکر سلطان شہریار نامی شجاعت بر آوردہ پایہ اعتبار برافروخت۔ مآثر الامرا جلد دوم تذکرہ دریا خان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔
مگر شاہجہان ولیعہد اور سب شہزادون مین لائق تھا بیسیون بڑی بڑی فتوحات حاصل کر چکا تھا بلا رنجش بادشاہ کے اوسپر غلبہ نہین پا سکتی تھی حالانکہ پہلے خود اسی نے اپنی بھتیجی ارجمند بانو عرف ممتاز محل سے شاہجہان کا عقد کرایا مگر اب اس خود غرضی سے بالکل خلاف ہوگئی شاہجہان کے وکیل کی آمد و رفت دربار مین بند کرادی اور قندہار کی مہم پر شہریار کو نامزد کر کے اوسکی اتالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجہان کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امرا کو طلب کر لیا شاہجہان ان وجوہات سے نہایت مکدر رہا اور اسنے افضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کی خدمت مین بھیجا اور اوسنے آکر شہزادہ کیطرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نورجہان[1] جہانگیر پر ایسی چھا رہی

[1] نورجہان کا نام مہر النسا تھا یہ غیاث بیگ طہرانی کی بیٹی اور آصف خان کی بہن ہے اسکی ماں عصمت النسا بیگم مرزا علاء الدولہ آقا ملا کی دختر تھی اوسکا دادا محمد شریف جو شاہ طہماسپ صفوی فرمانروائے ایران کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران مین ناموافق ہوا تو وہ دو پسر اور ایک دختر لیکر ہندوستان کو روانہ ہوا اثنائے راہ مین کل اسباب غارت ہوگیا اور بجز خچر سواری کے اور کچھ ساتھ نرہا جب قندہار مین پہونچا یہ مہر النسا پیدا ہوئی ملک مسعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسائی رکھتا تھا اوسکے احوال سے مطلع ہوا اوسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فتحپور مین پہونچا تو تاجر مذکور نے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرائی اور وہ حسن خدمت سے دیوانی کابل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان بیوتات ہوگیا جہانگیر نے آغاز سلطنت مین اسے مرزا اعتماد الدولہ کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیر الملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہر النسا عرف نورجہان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیر افگن خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفرچی تھا شاہ کے مرنیکے بعد وہ قندہار سے ملتان آیا اور خانخانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو اتا

ہوگئی تھی کہ کچھ فائدہ نہوا شاہجہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہین چلسکتا۔

بقیہ صفحہ ماقبل کی مہم مین بہادری دیکھکر شیر افگن خان کا خطاب دیا اور بردوان مین جاگیر عنایت کی جب قطب الدین خان کوکلتاش بنگالہ کا صوبہ دار کرکے رخصت کیا تو مہرالنسا کے بارہ مین اشارہ کردیا تھا خان کوکہ نے جب بنگالہ پہونچکر شیر افگن خان کو بلایا تو وہ اس امر پر مطلع ہوکر کوکہ پر حملہ آور ہوا اور کوکہ کا کام تمام کردیا کوکہ کے آدمیون نے اوسپر ہجوم کیا اور انبہ خان کشمیری نے اوسے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخمون کے اپنی جرات سے اپنے مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہرالنسا کو قتل کرکے جھگڑا ختم کردے مگر مہرالنسا کی مان نے اوسے چھپاکر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہونیکی خبر سنکر کنوئین مین گرگئی یہ خبر سنکر شیر افگن خان نے جان دی قتل کی تاریخ (مظلوم ۱۰۱۶ھ) ہے اسکے بعد شیخ غیاث جو خواہرزادہ قطب الدین خان کے تھے وہ مہرالنسا اور اوسکی مان اور اوسکی لڑکی جو شیر افگن خان سے پیدا ہوئی تھی لیکر جہانگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کوکہ کے جو اوسکے شوہر کے ہاتھ سے ہوا تھا معتوب رہی۔ پیشتر جہانگیر نے اسے سلیمہ بیگم اپنی مادر مرضعہ کو سپرد کیا تھا چند روز ناکامی رہی پھر پیام سلام ہونے لگے نورجہان نے ایک گلدستہ نرگس کا بادشاہ کے حضور مین پیش کیا اور تختی پر یہ مصرعہ لکھا ؎ نیست نرگس چشم قدرت گشتہ شوق روئے تو۔ جہانگیر نے اسکے جواب مین یہ مصرعہ لکھا ؎ کاش باشد نور ہم در نرگس دلجوئے تو۔ اسکے جواب مین یہ قابلانہ شعر نورجہان نے جہانگیر کو لکھکر بھیجا ؎ نور را در چشم از روز ازل جا دادہ اند۔ بیتم اندر پردہ پنہان جمال روئے تو۔ جہانگیر نے یہ رقعہ نورجہان کو تحریر کیا۔ مہر روشن آہوئے شیر افگن۔ کشیدہ زرکار بر حریر رومی است ملاحظہ گشت خواب است نا زحیلہ نیاز چرا باشد حجاب از عصمت بہتر نیست سخن ہائے قدسی بیگم را آویزہ گوش باید کرد ؎ با مہر و مہ کہ حسن بجاگیر دادہ اند۔ مہرت بقلب شاہ جہانگیر دادہ اند۔ اسکے جواب مین نورجہان نے یہ معروضہ رقم کیا۔ مہر در سایہ ظل الہ است و آہوئے شیر افگن در حسرت نخچیر بیک پلہ تیر در حریم شاہ عصمت بے پردہ چون شمع بے فانوس و جواب قدسی غیر عصمت نباشد باقی پردہ پوش مہر سایہ ظل الٰہ بس مہر تا درخانہ قطب است از جا نہ جنبد ؎

خود باپ کی خدمت مین چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے و دمعہ

بقیہ صفحہ ماقبل خورشید را کہ نور بجا گیر دادہ اند ٭ با مہر آستان جہانگیر دادہ اند ٭ سنہ
جلوس مطابق سنہ ۱۰۲۰ ہجری مین جہانگیر نے نور جہان کو دیکھا پھر پرانا عشق جوش زن ہوا اور ہزار
خوشیون سے اوسکو ازدواج مین لایا پہلے نور محل پھر نور جہان خطاب دیا اور اسی کی وجہ
سے اسکے باپ کو وکالت کل اور چھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ مرنے لگا جہانگیر
سرہانے آیا نور جہان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اوسنے یہ بیت انوری کی پڑھی ؎ آنکہ
نابینائے مادرزاد گر حاضر شود ٭ در جبین عالم آرایش بہ بیند مہتری ٭ جہانگیر کہا کرتا تھا کہ
اسکی صحبت ہزار یاقوتیون سے بہتر ہے۔ نور جہان بیگم حسن ظاہری کے علاوہ باطنی خوبیان
بھی رکھتی تھی بڑی رسا نہایت سلیقہ شعار مدبر یکتائے روزگار تھی بادشاہ کہتا تھا کہ جب تک
وہ میرے گھر مین نہین آئی تھی زینت گھر کی نہین آئی تھی اور کتخدائی کے معنے کو نہین جانتا تھا
اکثر زیور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نور جہان نے ایجاد کیے ہین مثل دودامنی پیشواز
پنچتولیہ۔ اوڑھنی بادلہ۔ کناری عطر جہانگیری۔ فرش چاندنی وغیرہ۔ جہانگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز
دو کباب اور ایک پیالہ شراب کے کچھ نہین چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہین نور جہان
جانے۔ تمام پروانے اور احکامات نور جہان صادر کرتی تھی حتے کہ بجائے بادشاہ کے جھروکہ
مین بیٹھکر امیرون کا مجرا بھی لیا کرتی تھی سکہ اسکے نام کا تھا ؎ بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نور جہان بادشاہ بیگم زر ٭ فرمانو نپر یہ عبارت ہوا کرتی تھی۔ حکم علیہ عالیہ مہد علیا نور جہان
بیگم بادشاہ۔ نور جہان گشت بفضل اله ٭ ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ ٭ تیس ہزاری منصب
کے موافق اوسکی جاگیر تھی جملہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترخانی سے سرفراز تھے حتے کہ
ہیرا کنیز دل آرام والی جو اسکی مرضعہ تھی بجائے حاجی کوکہ کے صدر اناث ہوئی تھی ؎
گفتند خویش و تبار از تو ناز میرسد ٭ بحسن یکتن اگر صد قبیلہ ناز کنند ٭ بیگم بڑی فیاض تھی
جسمیر زہام جاتی تھی تین ہزار روپیے کا خرچ مقرر تھا۔ مگر بمقتضائے عورت و ناقص العقلی کے
جہانگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہجہان جیسے خلف الرشید ولیعہد سے جو وارث سلطنت اور
شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ بیگم مین

فوج کے اس غرض سے بڑھا مگراس صورت کو نورجہان نے بادشاہ کے ذہن مین
یون جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے
مصاف کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا سنہ ۳۲ ہجری کو
بلوچپور اور قبولپور مین دونون فوجون نے زور آزمائی کی مگر اسکے بعد شاہجہان
بمقتضائے مصلحت برہانپور چلا گیا اور شہزادہ پرویز بیشمار لشکر لیکر جسمین تین سو
جنگی ہاتھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے تعاقب مین
روانہ کیا گیا شاہجہان کے امرا نے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حالت
دیکھکر شاہجہان دکن کو چلا گیا اور اوڈیسہ سے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد بیگ حاکم
کٹک سد راہ ہوا مگر شاہزادہ نے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا اور

بقیہ صفحہ ماقبل شجاعت بھی تھی شیرون کا شکار کھیلتی تھی چنانچہ اسکے متعلق جہانگیر نے یہ شعر
حسب حال لکھا تھا ؎ نورجہان گرچہ بصورت زن است ٭ درصف مردان زن شیرافگن است
جہانگیر نے عید کا چاند دیکھکر یہ مصرعہ پڑھا ؎ ہلال عید براوج فلک ہویدا شد ٭ نورجہان
نے کہا ؎ کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد ٭ بادشاہ کے قبائے حریر مین تکمہ لعل رمانی
کو دیکھکر نورجہان نے یہ شعر پڑھا ؎ ترا نہ تکمہ لعل است در قبائے حریر ٭ شدا ست قطرۂ
خون منت گریبان گیر ٭ یہ شعر بھی اوسی کا ہے ؎ کشاد غنچہ اگر از نسیم گلزار است ٭
کلید قفل دل ما تبسم یار است ٭ بعد انتقال جہانگیر کے نورجہان نے بجز سفید لباس کے دوسرا
کپڑہ نہ پہنا اور مجلس شادی مین نہ بیٹھی شاہجہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کردیا تھا
لاہور مین رہا کرتی تھی سنہ ۱۹ جلوس شاہجہانی مطابق سنہ ۵۵ ہجری کو ۷۲ برس کی عمر مین
انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرہ مین واقع لاہور مین مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے
سکھون نے سنہ ۵۷ کے غدر مین شکست وتاراج کردیا تھا۔

بھاگ گیا ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار بنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان
پیشتر سنکر جہانگیر نگر عرف ڈہاکہ سے نہایت جلد آلات حرب اور ست ہاتھی لیکر
اکبر نگر جسکو پیشتر راج محل کہتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر
گاہ بنایا اور وہان سے جنگی بیڑے جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریاے
گنگ اوتر کر دریاے کے کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجہان نے اوسکو برسر پرخاش جانکر
ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دار الخلافت جانیکی ہو تو بلا مزاحمت چلا جا اگرچہ
میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولانگاہ سے زیادہ نہین
ہے اس ملک مین جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجاے اوسنے جواب دیا کہ
ملک آپکے بزرگون نے میرے سپرد کیا ہے مین بلا اجازت نہین دیسکتا
چونکہ بغیر کشتیون کے دریا کا عبور نہین ہوسکتا تھا اسلیے دریا خان پانسو
پٹھانون کو لیکر آگے بڑھ گئے اور تلیہ راجہ نے جو غیر مشہور راستہ
بتایا تھا اوسطرف سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچگئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی
دریا کے اوسطرف نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار بنگالہ کی فوج
نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور
ثابت قدمی اختیار کی عبد اللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ مین بھی شہزادہ
کے لشکر کو اوسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لیگئے ہین لیجاؤن
مگر اس حالت کو دیکھکر وہ نہ بڑہ سکے دوسری راہ کیطرف متوجہ ہوے ابراہیم خان
نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجہان نے یہ خبر
سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبد اللہ خان کو ہمراہ لیجا کر دریا خان تک پہونچا وے

ہنوز یہ کوئی نہ پہونچ سکے کہ دریا خان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور جتھاپش
دیگر مخالف کو بھگا دیا مگر پاپیادہ ہونیکی وجہ سے تعاقب کرکے گرفتار نہ کرسکے
ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبار خود مقابلہ کے لیے بڑہا
اور دریا سے اوترکر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا
اپنی فوج جمع کی سید نور اللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار
لیکر اور خود اوسکے ساتھ ہزارون سوار پیادے تھے آگے آیا دونون طرف سے
جنگ شروع ہوئی سید نور اللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد
بیگ خان کے پاس پہونچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑکر زخمی ہوا
ابراہیم خان یہ حال دیکھکر دوڑا مگر اوسکے ساتھی شاہجہان کے بہادرونکی ضربون
کا صدمہ نہ برداشت کرسکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا
چارونطرف سے اسپر آدمیون کا ہجوم ہوا اور ابراہیم خان گھر کر قتل ہوا شاہجہان
کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان وہاتھی وگھوڑے شاہزادہ کی سرکار مین ضبط
کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا شاہجہان نے ایک لاکھ
روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریا خان کو عنایت کرکے شاہانہ
نوازش سے سرفراز کیا اور بنگالہ کی حکومت داراب خان پسر خانخانان[۱]

---

[۱] خانخانان کا نام مرزا عبد الرحیم تھا بیرم خان اسکا باپ اور جمال خان میواتی کی بیٹی اسکی مان
تھی یہ سنہ ۹۶۴ھ کو لاہور مین پیدا ہوا جب اسکا باپ گجرات مین ایک افغان کے ہاتھ سے
شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیوانہ اور زنبور مرزا نے اسکی والدہ کو وہانسے آشوب سے
نکالکر احمد آباد پہونچا دیا سنہ جلوس مین اکبر نے اسے آگرہ طلب کر لیا اور خود پرورش کیا مرزا خان

کو دیگر پٹنہ کیطرف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ مین آگیا تو

بقیہ صفحہ ماقبل خطاب دیکر ماہ بانو ہمشیرہ خان اعظم سے انکا نکاح کر دیا ۲۱ جلوس مین صوبہ داری گجرات کی عطا ہوئی ۲۵ جلوس مین حضوری بادشاہ مین جو خدمت میر عرضی کی تھی عنایت ہوئی ۲۸ کو شہزادہ سلیم عرف جہانگیر کی اتالیقی عنایت ہوئی مظفر گجراتی کی فتح مین جو کچھ اسکے پاس تھا کل تقسیم کر دیا ایک قلمدان باقی تھا ایک شخص آیا وہ اسکو دیدیا ۳۴ مین وقایع بابری کا ترجمہ اسنے ترکی سے فارسی زبان مین کیا اکبر بادشاہ نے نہایت تحسین کی ۹۸ ہجری مین وکالت بادشاہی کا منصب عطا ہوا اور جونپور اسکو دیا گیا ۹۹ مین صوبہ ملتان اسکی جاگیر مین مقرر کیا گیا صوبہ ٹھٹھہ کی فتح بھی اسنے کی ملا شکیبی نے مثنوی فتح کی لکھی اسنے صلہ مین اسکو ہزار اشرفی انعام مین دی خانخانان قابلیت و استعداد مین یکتاے روزگار تھا عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانون مین دستگاہ کامل رکھتا تھا اسکی شعر فہمی مشہور تھی فیاضی عالی ہمتی مین ضرب المثل تھا تمام زبانون مین گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجاے پیادے کے سوار کی تنخواہ پر دستخط کر دے پھر بدلنا کیسا کسرشان سمجھا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیدے شعرا کو مکرر سونے کے ہموزن تلوا دیا ملا نظیری کو لاکھ روپے دیدیے فقرا علما صلحا کو باعلان رقم کثیر دیتا تھا اسکے عہد مین اہل کمال مثل عہد سلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت و دانشمندی و تدبیر ملکی مین سرآمد زمانہ تھا عہد اکبری کا امراے اعظم تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفحہ دنیا پر باقی رہیگا۔ فتح گجرات تسخیر سندھ شکست سہیل خان بیجاپوری اسکے کارنامے ہین مجمر بہت رکھتا تھا بعض باتین اور چیزین اسکے یہان ایسی استعمال ہوتی ہین کہ بجز شاہزادون کے اور کوئی انکو استعمال نہ کر سکتا تھا۔ باپ اسکا شیعہ تھا مگر یہ اظہار اہلسنت کرتا تھا شاہنواز خان داراب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امر اللہ اسکا بیٹا مر لیے تو اوسکا داغ ہو گیا ایک کسبی جمال تھی اس سے اسکے مرنیکا ہر وقت قصہ کہکر تعزیت کیا کرتا تھا مگر حضرت شاہ عیسے سندھی کی تسلی دہی سے اسکے دلکو قرار آگیا محمد فہیم راجپوت کا لڑکا اسنے متبنٰے کیا تھا وہ ایسا متقی تھا کہ تادم واپسین تہجد و اشراق قضا نہوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر تندمزاج ہمیشہ صدلے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۷۵ لاکھ روپیہ اسکا

دریاخان وعبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بناکر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور اسکے بعد خود معہ پسر و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کیطرف متوجہ ہوا اثناے راہ مین اکثر اس صوبہ کے جاگیر دارون نے حاضر ہوکر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ رہتاس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل کرکے اپنا قبضہ کرلیا صوبہ اودہ کا حاکم دریاخان کو کیا اور صوبہ الہ آباد عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نورجہان نے یہ اخبار متوحش سنے تو اوسنے شاہزادہ پرویز کو بادشاہ کیطرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مہابت خان[1] سپہ سالار کو اسکا اتالیق کرکے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکو شاہجہان نے

بقیہ صفحہ ماقبل امرا کی نااتفاقی سے جنگ دکن مین ضایع ہوا مگر قلعہ احمد نگر چھین کر نظام شاہ کو برہانپور مین اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اوسکی دختر جانان بیگم شاہزادہ دانیال کو منسوب تھی ۱۰۲۲ھ مین اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا لاہور مین بیمار ہوکر ۱۰۳۶ھ ہجری مین ۷۲ برس کی عمر مین خانخانان نے انتقال کیا دہلی مین ہمایون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا راقم مقبرہ پر گیا ہے (خان سپہ سالار کو) تاریخ وفات ہے۔

[1] مہابت خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غیور بیگ کابلی کا لڑکا تھا سادات صحیح النسب امام موسی رضا کی اولاد سے ہے اسکا باپ شیراز سے کابل آیا اور وہین اکبر شاہ کا ملازم ہوا لڑکپن مین جہانگیر کی ملازمت مین بہت جلد شاگرد پیشہ ہو گیا جب جہانگیر راجہ اوجینیہ سے ناخوش ہوا یہ راجہ کے لشکر مین پہونچکر اسکے آدمیون سے بولا کہ تم ہٹ جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنہائی مین سنانا ہے چنانچہ راجہ کا سر کاٹکر شال مین لپٹیکر بغل مین دبالایا بادشاہ نے لشکر کے لوٹنے کا حکم دیدیا کل لشکر منتشر ہو گیا۔ زمانہ بیگ کو مہابت خانکا خطاب ہوا سہ ہزاری منصب سے صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی نے

اپنی رفاقت مین لے لیا تھا اونکے نام فرامین معافی قصور جاری کراکے شاہی

بقیہ صفحہ ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مہابت خان
صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سوار
اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امرا بھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان
دیوان دکن نے سب سے کہدیا کہ یہ معتوب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف
اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جا رہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع
ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا ادائے مطالبہ شاہی حضوری نہین حاصل ہو سکتی اور یہ بھی
سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی مین بٹھا لیگا بعدہ قید کرا دیگا اور حکم ہوکہ
فوج سے نہ ملنے پاوے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اوتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے
ایک ہزار پیدل کی حفاظت کو بھیجدیے اور راستہ مین شہریار اور داور بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا
اور دولتخانہ بادشاہی مین بلا اجازت سے گھس گیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھادیے
جب مہابت خان کے راجپوت غسلخانہ میں گھس آئے مقرب خان نے اس سے کہا کہ
او کوڑھی یہ کیا بے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر ماری خون بہنے لگا
اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ مین دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بدخشی نے
عرض کیا کہ یہ وقت حوصلہ آزمائی کا نہین ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دولت
یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کراکے اپنے گھر لے گیا
اپنے بیٹون کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوس پر نثار کیا اسکے بعد شہریار کے گھر لے گیا
جب نورجہان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو مین کر لیا غصہ و ندامت
سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیرونکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیون چھوڑا مگر پل
ٹوٹ چکا تھا تاہم نورجہان نے اپنا ہاتھی دریا مین ڈالدیا اور چار ترکش تیرون سے
خالی کردیے جب مخالفون نے حملہ کیا بیگم کی فوج کے قدم نہ جمے آصف خان قلعہ مین
چلے گیے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہمات
ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کراتا اور سبکو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو جہونو

عنایت کا امیدوار گیا جب دریا خان و عبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الہ آباد

بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب مین بھیجا گیا اسنے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور شاہجہان دکن سے اگرہ تخت نشینی کے لیے آرہا تھا اور اجمیر مین خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہابت خان نے قرآن مجید قبر شریف کے تعویذ پر رکھکر عرض کیا کہ میری مراد الحمد للہ پوری ہو گئی اب فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجاے تو حضور قسم کھاکر خواجہ بزرگ کو درمیان مین دین ورنہ تو فدوی کو کعبہ شریف جانیکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑیگا بادشاہ نے اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن مین اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہوجی کی گوشمالی کی اور جب نظام شاہی اور عادلشاہی فوجین اسکے سر پر آگئی ہین تو یہ ایسا لڑا کہ دکن مین ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ مہاکوٹ اسنے چھین لیا یاقوت خان حبشی مارا گیا غنیم بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ اس فتح کے صلہ مین مہابت خان کو دیے اور اس مہم مین بیس لاکھ روپے صرف ہوے پچیس لاکھ روپے خزانہ شاہی مین داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب درخواست اسکے جب شجاع دکن گیا او راسنے بیجاپور پر چڑہائی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی اور عادلشاہی کل فوجین مقابل آئین اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دو سو برس کے اندر ایسی جنگ نہین ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہو جاتا کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پراگندہ کر دیا جب خان دوران خان اور اوسسے نا اتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلسون مین بار بار کہا کہ مینے مہابت خان کی جان بچادی اسی مہم مین آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور تین ہزار جانور جل گئے تھے سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مارے گئے مگر برسات سر پر آجانے سے یہ جنگ ختم نہوئی اسنے لاکھون روپیہ بنجارون کو جانورون کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی بدنظمی سے معتوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ دق ہو گئی پرہیز نہین کرتا تھا

اپنی رفاقت مین لے لیا تھا اونکے نام فرامین معافی قصور جاری کراکے شاہی

بقیہ صفحہ ما قبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مہابت خان
صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بنگالہ پر راضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سوار
اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امرا بھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان
دیوان دکن نے سب سے کہدیا کہ یہ معتوب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف
اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جارہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع
ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا ادائے مطالبہ شاہی حضوری نہین حاصل ہوسکتی اور یہ سنے
بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی مین بٹھا لیگا بعدہ قید کرادیگا اور حکم ہوگا کہ
فوج سے نہ ملنے پائے یہ ہوشیار ہوگیا جب کل لشکر اوتر گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے
ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیجدیے اور راستہ مین شہریار اور داور بخش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا
اور دولتخانہ بادشاہی مین بلا اجازت پہونچگیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھادیے
جب مہابت خان کے راجپوت غسلخانہ مین گھس آئے مقرب خان نے اس سے کہا کہ
او کوڑھی یہ کیا بے ادبی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر ماری خون بہنے لگا
اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ مین دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بدخشی نے
عرض کیا کہ یہ وقت حوصلہ آزمائی کا نہین ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دولت
یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کراکے اپنے گھر لے گیا
اپنے بیٹون کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہریار کے گھر لے گیا
جب نورجہان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو مین کرلیا غصہ کے مارے
سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیرونکو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیون چھوڑا مگر پل
ٹوٹ چکا تھا تاہم نورجہان نے اپنا ہاتھی دریا مین ڈالدیا اور چار ترکش تیرون سے
خالی کردیے جب مخالفون نے حملہ کیا بیگم کی فوج کے قدم نہ جمے آصف خان قلعہ مین
چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو خلعت دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہابتی
ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کراتا اور سبکو بیدخل کردیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو جو لوگ

عنایت کا امیدوار گیا جب دریا خان وعبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الٰہ آباد

بقیہ صفحۂ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا غلبہ کم ہوگیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب مین بھیجا گیا
اسنے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جہانگیر کا انتقال ہوگیا اور شاہجہان دکن سے اگرہ تخت
نشینی کے لیے آرہا تھا اور اجمیر مین خواجہ بزرگوار کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہابت
خان نے قرآن مجید قبر شریف کے تعویذ پر رکھکر عرض کیا کہ میری مراد الحمدللہ پوری ہوگئی اب
فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کیجاے تو حضور قسم کھاکر خواجہ بزرگ کو درمیان مین دیدین تو
فدوی کو کعبہ شریف جانیکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑیگا بادشاہ نے
اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا
اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن مین اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہوجی کی
گوشمالی کی اور جب نظام شاہی اور عادلشاہی فوجین اسکے سر پر آگئی ہین تو یہ ایسا لڑا کہ دکن
مین ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ مہاکوٹ اسنے چھین لیا یاقوت خان حبشی مارا گیا غنیم
بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ
اس فتح کے صلہ مین مہابت خان کو دیے اور اس مہم مین بیس لاکھ روپے صرف ہوے پچیس
لاکھ روپے خزانہ شاہی مین داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اور حسب درخواست
اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجاپور پر چڑھائی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی
اور عادلشاہی کل فوجین مقابل آئین اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دو سو برس کے اندر
ایسی جنگ نہین ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہوجاتا
کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پراگندہ کردیا جب خان دوران خان اور
اوس سے نااتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلسون مین باربار کہا کہ مینے مہابت خان کی جان
بچادی اسی مہم مین آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور تیس ہزار جانور جل گئے تھے
سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مارے گئے مگر برسات سر پر آجانے سے یہ جنگ ختم نہوئی
اسنے لاکھون روپیہ بنجارون کو جانورون کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی بدنظمی سے
معتوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ دق ہوگئی پرہیز نہین کرتا تھا

اسوقت روانہ ہوے تو عبداللہ خان نے الہ آباد مین لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد
کے اردگرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر مانکپور مین دریاے گنگا کے کنارہ
جمایا عبداللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند
نہ کیا اسوجہ سے دونون سردارون مین کدورت پیدا ہو کر نااتفاقی ہو گئی اس ضمن
مین مہابت خان مع سلطان پرویز کے دریاے گنگا کے کنارہ آگیا دریا خان نے
جنگی بیڑے اور توپخانہ عبداللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند
کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا جاے اور وہ نہ اترنے پاے مگر عبداللہ خان
نے قصداً نفسانیت سے توپخانہ وغیرہ نہ بھیجا اس باہمی نااتفاقی سے شاہجہان
کا کام بگڑ گیا اسعرصہ مین مہابت خان کشتیان فراہم کر کے دوسرے راستہ
سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوے اور راجہ بھیم اور عبداللہ خان جو جونپور مین جمع

بقیہ صفحہ ماقبل اور کہتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جانبری ممکن
نہین ہے قلعہ پرینڈہ کے لینے مین جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ تالہ موہن پر سنہ ۱۰۴۳ھ
کو انتقال کیا (سپہ سالار رفتہ) تاریخ ہے کل اپنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خانم کو دیدی کہ بادشاہ
کی خدمت مین پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیجدینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردان دلی
مین دفن ہوا شاہجہان نے بجز ہاتھیون کے سب ترکہ اسکے بیٹون کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کروڑ
روپیہ سالانہ اوسکی آمدنی تھی سب خرچ کر ڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانیون کی صحبت
کا عاشق تھا خانجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اوسمین فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی
پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہوتی ہاتھیون کا بہت شوق تھا انکو چاول کمود
کے اور ولایتی خربزہ کھلاتا تھا۔ جوتش اور نجوم مین کامل تھا آخر مین شیعہ ہو گیا تھا سفاکی
اسکی مشہور ہے صوم و صلوۃ کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خانزمان امانی لہراسپ مرزا دلیرہمت
بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کاکا پنڈت تھا۔

ہوے تھے جاکر اونسے ملے اور وہان سے شاہجہانی افسر اتفاق کرکے بنارس
پہونچے اور وہان بادشاہی لشکر سے مقابلہ کرکے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی
جب بادشاہی لشکر کیطرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوے تو دریاخان کی نئی فوج
جو انکی سختی سے آزردہ خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریاخانکے
داہنے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہو گیا دونون طرف سے سخت مقاتلہ
ہوا راجہ بھیم معہ اپنے راجپوتون کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھاڑتا ہوا شہزادہ
پرویز کے قریب پہونچگیا اور ستائیس زخم کھاکر کام آیا اس گڑبڑ مین شاہجہان کے
لشکر کا انتظام بگڑ گیا اور اسکے گرد بجز قورچیون کے اور کوئی نرہا بادشاہی فوج نے
پرکار کیطرح شاہجہان کو اپنے حلقہ مین لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے
کے آکر لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہوکر لڑنے کا ارادہ کیا اسوقت عبداللہ خان نے
جانا کہ شاہجہان میدان نہین چھوڑیگا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار
کراکے وہان سے قلعہ رہتاس کو جہان کہ اوسنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو
لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے
شاہجہانی لشکر تھا۔

ظفر نامہ مین ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا مکروہ جانتا تھا مگر مجبور تھا
آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ اسیر
حوالہ کردو اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیجدو تو تمھاری تقصیر معاف
ہو جائے گی چنانچہ اوسنے ہر دو شاہزادے معہ دو لاکھ روپے کے ۳ جمادی الثانی
۱۰۳۴ھ سنہ ہجری کو جہانگیر کے پاس روانہ کردیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا

کہ میری جمعیت ٹوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہ گئے تو وہ بھی مصلحتاً دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمرکاب گئے اور جنیر تک ساتھ رہے لیکن وہاں سے شاہجہان سے جدا ہو کر خانجہان خان لودی صوبہ دار دکن کے پاس چلے گئے بعض روایت میں ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان عفو تقصیر کے بابت اور خانجہان خان لودی کا خط پہونچا لہذا دریا خان نے بھی علیحدگی اختیار کی لیکن اسقدر وضعداری برتی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہو کر شاہجہان کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ میں شاہجہان کے ایام نحس ختم ہو چکے تھے پانچ سال تک اسنے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگران سب تغیرات کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہونچایا اور کبھی چین بجبین نہوا۔

جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہونا اور دریا خان کا دوبارہ منصبدار ہونا

نور الدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آرہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸ ماہ سلطنت کر کے ۵۸ برس کی عمر میں ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ کو انتقال کر گیا یہ خبر سنکر

سلہ جہانگیر کے مرنے کی تاریخ ملا کشفی نے ع جہانگیر از جہان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرنیکے بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی میں بڑے جھگڑے پیش آئے نور جہان جہانگیر کے جنازہ کو لائی اور شہریار جو لاہور میں داء الثعلب کے مرض میں مبتلا تھا اسنے اسکو پہلے

۸ جمادی الثانی سنہ مذکور کو شاہجہان برہانپور دکن سے دار الخلافت آگرہ آگرا پہلے شاہزادگی والے مکانمین ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار ہوکر قلعہ مین آیا اور دوشنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر مین سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا ارکان سلطنت نے مبارکباد دیکر نذرانین گذرانین اور منبر پر شاہجہان بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اوسنے سردارونکو انعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحۂ ماقبل جہانگیر کے مرنیکی اطلاع دیدی تھی شہریار نے ستر لاکھ روپیہ خرچ کرکے ایک لشکر تیار کیا مگر آصف خان جو نورجہان کا بھائی تھا وہ اپنے داماد شاہجہان کی تخت نشینی کی فکر مین مصروف ہوا اوسنے شہزادہ داور بخش عرف بلاقی کو جو خسرو کا بیٹا تھا قید سے نکالکر شہریار کے مقابلے کے لیے تخت پر بٹھلا دیا ارادت خان میر بخشی کو ملالیا اور بنارسی داروغہ جیلخانہ کو جو تیزروی مین مشہور زمانہ تھا شاہجہان کے پاس دکن بھیجدیا کہ وہ آکر فوراً آگرہ مین تخت نشین ہوجاوے اور جلدی مین کچھ لکھ نہ سکا صرف اپنی مہر دیدی وہ بیس روز مین دکن پہونچا اور شاہجہان مطلع ہوکر آگرہ آگیا ادہر آصف خان نے نورجہان کے پاس لوگون کی آمد و رفت بند کردی دارا شکوہ و اورنگ زیب کو نورجہان کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا اور شہریار کی ناتجربہ کار بھیڑ پہلے حملہ مین بھاگ گئی شہریار کو قلعہ سے پکڑوا بلوایا اور خواجہ سرا فیروز لیکر الہ وردی خان کے حوالہ کردیا اور وہ رسی مین کمر باندھ کر داور بخش کے روبرو حاضر کیا گیا دو روز کے بعد اسکی آنکھوں مین نیل کی سلائیان پھیر کر نابینا کردیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب منشاء شاہجہان کے داور بخش کو قید کرکے شاہجہان کا خطبہ پڑھا گیا اور ۱۶ جمادی الاول کو وہ معہ گرشاسپ اور اسکے بھائی اور شہریار و طہمورث اور ہوشنگ جو سلطان دانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہجہان مستقل بلا کسی دعویدار کے بادشاہ ہوا۔ اسکے بعد آصف خان معہ شاہزادون کے ۱۲ رجب کو شاہجہان کے حضور مین حاضر ہوا یمین الدولہ اور عمو کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور پچاس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق اور مہر سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہجہانی تول اسکے خوراک تھی ڈہائی کروڑ کا اسنے ترکہ چھوڑا ہر علم مین دخل تھا سنہ ۱۰۵۱ ہجری مین بمقام لاہور انتقال کیا راقم اسکی قبر پر فاتحہ خوانی کو گیا ہے۔ نواب شائستہ خان اور تاج محل زوجہ شاہجہان اسکی اولاد مین تھے۔

جو امر معتوب تھے اُنکے قصورات معاف کیے اور خلعت و انعامات سے سربلند ہوے دریا خان بھی حاضر ہوے شاہجہان نے انکا قصور بھی معاف کیا اور خلعت خاصہ[1] اور منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا اسکے بعد ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۰۳۷ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کو خلعت خاصہ اور جمدہر مرصع اور اسپ بازین مطلا اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کرکے سرفراز کیا۔ اور انکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمھارے لیے صوبۂ دکن مین جاگیر مقرر کیگئی اور وہان رخصت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبد الحمید لاہوری کا ہے[2] اور ماثر الامرا مین ہے کہ دریا خان کی جاگیر بنگالہ مین بھی مقرر ہوئی تھی اور یہ قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہمراہیون مین متعین کیے گئے تھے جبکہ دریا خان کی جاگیر صوبہ[3] خاندیس مین تھی اس زمانہ مین دریا خان دکن مین موجود تھے اور وہان انھون نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔

[1] درین ہنگام کہ قوایم اورنگ جہانبانی بجلوس مقدس اسمانی پایہ شد آن بدمست بادۂ بے خردی و اطوار ناپسندیدہ ندامت کشیدہ ہزاران ضرعت بدرگاہ عرش جاہ آمدہ اعلحضرت از جرایم او اغماض نمودہ او را منصب چار ہزاری ذات سہ ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

[2] دریا خان روہلہ را بعنایت خلعت و جمدہر مرصع و اسپ بازین طلا و فیل و بست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بدکن دستوری دادند و حکم شد کہ جاگیر او در ہمان صوبہ تن شود بادشاہنامہ صفحہ ۲۲۶۔

[3] وتیولش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ بہمراہی قاسم خان صوبہ دار آنجا تعین گردید و بعد ازان پرگنہ بنا در وغیرہ صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ بیساق دکن مامور شد۔ از ماثر الامرا صفحہ ۲۰ تذکرۂ دریا خان۔

جہانگیر کے مرنیکے بعد خانجہان لودی نے بالاگھاٹ کے چند پرگنے نظام الملک
کو دیدیے تھے جب شاہجہان نے وہ پرگنے طلب کیے تو نظام الملک نے وہ
جملہ پرگنے بادشاہی آدمیون کے سپرد کردیے اور یہ عرضداشت بھیجی کہ سید کمال
قلعہ دار بیر اپنے پرگنہ کو قبضہ سے نہین چھوڑتا اور وہ میرے کہنے مین نہین ہے
شاہجہان نے یہ سنکر خانزمان کو ایک لشکر جرار دیکر بھیجا قلعہ دار مذکور نے وہ پرگنہ
جسکی آمدنی پچیس لاکھ تھی نہایت عاجزی سے پیش کیا جب نظام الملک نے
یہ حال دیکھا تو ازراہ شرارت اوسنے ساہوجی مرہٹہ کو ورغلایا اور وہ بادشاہی
ممالک مین غارتگری کو آیا اور چھ ہزار سوار اور ایک جماعت پیادونکی دولت آباد
سے لایا اوسوقت دریاخان[1] اپنی جاگیر محال شاوہ سے مثل آندھی
اور بجلی کے ساہوجی کے سر پر آگئے اور اسکو ایسی سخت گوشمالی
دی کہ وہ عاجز ہو گیا دریاخان نے اوسے بادشاہی حدود
سے باہر نکالدیا اس خبر کو سنکر شاہجہان دریاخان سے نہایت
خوش ہوا۔ اسکے بعد ۳ سنہ جلوس مطابق ۱۰۳۹ سنہ ہجری مین بماہ شعبان[2] دریاخان
کے منصب مین اضافہ ہوا اور ہزار سوار کا اضافہ ہوکر چار
ہزار سوار کیے گئے۔

---

[1] دریاخان روہلہ کہ دران ایام جاگیردار شاوہ وآن نواحی بود مثل بادوزان وسیل دمان بان خاکساران بادیہ ادبار کہ میان دواب پیتی وپورنہ نربدا در آمدہ خاک ادبار برفرق روزگار خود میریختند رسیدہ وبجنگ وپیکار مالش دادہ ازان ملک برآورد ۱۲- ۲۵۱- بادشاہنامہ۔

[2] ہشتم شعبان دریاخان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چہار ہزار سوار سرفراز شد۔ ۲۹۷ بادشاہنامہ

ابتک دریاخان کا ستارہ بلندی پر چمکتا تھا اب ترقی سے اوسکا تنزل شروع ہوا
تقدیری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانجہان خان لودی جسکی بدولت دریاخان نے بڑا
مرتبہ پایا اوسیکی دوستی و اتحاد کی بدولت دریاخان نے سخت مصیبتین بھی اوٹھائین
یہانتک کہ اپنی جان سے ہاتھ دہوئے مگر اپنی ذاتی وضعداری و وفاداری سے
اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانجہان خان شاہجہان کے
مخالفت کے زمانہ مین نورجہان کا مشیر و طرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب
اوسنے یہ خیال کرکے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہین ہے ایک عرضداشت اظہار
اطاعت کی بادشاہ کے حضور مین ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات سابق
سے درگذر کرکے معافی قصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیجدیا اور اسے اوسکی جاگیر
پر بدستور سرفراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمت کا اظہار ہوتا تھا اوسیقدر اسکی بدگمانی
ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت باینجا رسید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کرکے مع
عزیز و رفقا کے دارالسلطنت آگرہ سے نکل گیا دریاخان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا
دریاخان کے متعلق تین روایتین ہین اول یہ کہ دریاخان اس زمانہ مین دکن مین
تھے جب خانجہان خان دکن پہونچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ
لے لیا دوسری روایت یہ ہے کہ آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ
دریاخان روانہ ہوئے تیسری روایت جسکو دریاخان کے خاندان والے
زیادہ معتبر سمجھتے ہین یہ مشہور ہے کہ جس رات خانجہان خان آگرہ سے بھاگا تو اسکی
صبح کو حسب معمول دریاخان حاضر دربار ہوے اسوقت بادشاہ غصہ مین بھرا ہوا بیٹھا
تھا جو سردار آتے جاتے تھے خانجہان خان کے مقابلہ پر مامور ہو جاتے تھے

دریاخان جب سامنے آئے تو اونکا ربط ضبط خانجہان خان کے ساتھ اور نیز
دریاخان کا ایک مرتبہ باغوائے خانجہان منحرف ہوجانا بادشاہ کو یاد آیا اُسنے
عالم غیظ مین دریاخان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے دریاخان شنیدہ
ام او ننگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و
نشان ہستی دریںوقت مصیبت شریک یار وفادار نہ شدی
دریاخان نے اسکے جواب مین دست بستہ عرض کیا بلے پیر و مرشد۔
الامر فوق الادب یہ کہکر اوسیوقت کھڑے ہوگئے اور مکان پر اپنا مال
واسباب اور اپنے ہمراہی سوار و پیادے اور بچے و عورتین لیکر نقارہ پر ڈنکا
دیتے ہوے آگرہ سے نکلے اور خانجہان سے جاملے مگر بہادر خان نے باپ کا
ساتھ نہین دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت مین حاضر رہے۔ شاہجہان کو
اونکے اسوقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریاخان سے ایسی کج ادائی
وقوع مین آئیگی جب بادشاہ کو دریاخان کی مفروری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی
نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانجہان خان کے حق مین دیا تھا۔
لیکن دریاخان کا آگرہ سے خانجہان خان لودی کے ساتھ جانا کسی طرح صحیح
نہین کیونکہ بادشاہ نامہ مین جو شاہجہانی واقعات کا مستند روزنامچہ ہے اوسمین
برہانپور سے دریاخان کا سرکشی کرکے اور خانجہان خان سے ملنا مندرج ہے
اور بمقابلہ اوس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کرسنی ہو کسی دیگر روایات کا
اعتبار نہین ہوسکتا ہان یہ اختلاف تسلیم ہوسکتا ہے کہ برہانپور مین شاہجہان بادشاہ
نے دریاخان سے وہی الفاظ فارسی مخاطبت مین فرمائے ہون اور یہ غیرت

افغانی سے متحمل نہوے ہون اور چلے گئے ہون یا خانجہان خان کی دوستی کا

سلہ خانجہان خان قوم کا لودی شاہو خیل تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان اعظم کوکہ کے یہان نہایت
معتمد کارگذار رہا ہے جب کوکہ کی بہن مرزا عبدالرحیم خان خانخانان کو منسوب ہوئی تو اسنے دولتخان
کو دیکر خانخانان سے یہ کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا
خانخانان کے ساتھ دولت خان نے بڑی کارنمایان کین۔ ایکبار ابوالفضل وزیر اکبر نے ہندی تلوار کی
تعریف پوچھی اوسنے بے ساختہ کہا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تمھارے سر پر مارون تو دم تک پہونچے۔ ایکبار
شہزادہ دانیال نے خانخانان کے سر سے دستار گرادی اور معذرت کی کہ سہو ہوا اسنے بھی شہزادہ
کے سر سے دستار گرا کر کہا کہ مجھ سے بھی سہو ہوا سنہ ہجری مین دولت خان نے احمد نگر مین
انتقال کیا اکبر بادشاہ اسکی جراءت سے وہم کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے مرنیکی خبر سنی تو کہنے لگا
کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اوٹھا ہے۔ دولت خان شجاعت مین بے بدل تھا ہمیشہ
فوج کے آگے رہتا تھا۔ خانجہان جب نوجوانی مین باپ سے کچھ رنجیدہ ہو کر بنگالہ چلا گیا تو راجہ مانسنگہ
نے اسکے باپ کے قدیمی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیے تھے یہ شہزادہ دانیال کی خدمت
مین پہونچا اور شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا مصاحبت مین یہانتک تقرب حاصل کیا کہ غیریت باقی
نرہی گویا دونون یکذات ہو گئے یہانتک کہ فرزندی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شاہزادہ
دانیال کا انتقال ہو گیا تو خانجہان بیس برس کی عمر مین جہانگیر بادشاہ کے حضور مین پہونچا اور ایسی
قدر و منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ مین پنجہزاری منصب اور خانجہانی لقب سے سرفراز ہوا اور
ایسا محرم راز اور ذی اعتبار ہوا کہ اس مرتبہ مین اسکا کوئی شریک نرہا انجمن غسلخانہ مین روبرو بیٹھنے کا
حکم دیا گیا مگر بادشاہ اپنے ساتھ محلسرا مین لے گیا اور اسنے چاہا کہ خاندان شاہی مین کسی لڑکی سے
اسکی شادی کر کے اسکو سلطان جہان کے خطاب سے سربلند کرون جہانگیر نے اسکے ساتھ آقائی
اور نوکری کا معاملہ نہین رکھا بلکہ یارانہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی حد سے قدم باہر نرکھا جب شاہزادہ
پرویز و راجہ مانسنگہ و شریف خان امیرالامرا کے ہمراہ خانجہان خانخانان کی کمک کو دکن بھیجا
گیا تو رخصت کیوقت بادشاہ دیوانخانہ خاص و عام کے جھروکے کے نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے
سر پر باندھی اور اوسکا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے نقارہ بجاتا ہوا
روانہ ہو اسطرف سے بادشاہ اور اوسطرف سے خانجہان نے صدمۂ مفارقت سے بے اختیار رونا

پاس کر کے از خود جا کر مل گئے ہوں یا خانجہان خان نے مروت قدیمی کا دباؤ

بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر ہر منزل پر تحفے بھیجتا رہا دکن کی مہمات مین اسنے اکثر کارنمائی کی جب جہانگیر اور شاہجہان کے درمیان نورجہان کیوجہ سے مخالفت پیدا ہوئی تو خانجہان کے نام متواتر فرمان طلبی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر مین لکھا کہ اسوقت مین شیر خان سور باوجود اس عداوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم ابتک نہ آئے قلعہ آگرہ کی حفاظت اور خزانون کی کنجیان بھی اوسکے سپرد رہین۔ گجرات کی صوبہ داری پر بھی بجائے خان اعظم کوکہ کے متعین رہا سنہ ہجری مین جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہوگیا تو تمام ملک دکن کا کاروبار اوسکے سپرد ہوا۔

اسکے بعد جہانگیر کا انتقال ہوگیا زمانہ نے پلٹا کھایا شاہجہان نے دکن سے آگرہ کی روانگی کیوقت اپنے معتمد مزاجدان جان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان عنایت آمیز اسکو بھیجا کہ صوبہ داری ملک دکن کی تمھارے نام بحال رکھی گئی اور اوسطرف سے جانیکا ارادہ ظاہر کیا جب جان نثار خان خانجہان کے پاس گئے تو دریا خان اور فاضل تمان دیوان اور سکندر خان دوتانی نے کہا کہ سلطان داور بخش لاہور مین تخت پر بیٹھ چکا ہے شہریار سلطنت کا دعوے کر رہا ہے باوجود اس خلفشار کے تمھارے مخالف مہابت خان کو تمھارا خطاب سپہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے نواب فضل الہی سے صاحب جمعیت ولشکر ہین جو کوئی مستقل بادشاہ ہو اوسکی اطاعت وملازمت کرنا چونکہ زمانہ اوسکی دولت کا قریب تنزل کے تھا باوجود اس دانشمندی کے کر گیا ہے روزگار تھا غلطی کی اور جان نثار خان کو بلاجواب لکھے بے اعتنائی سے واپس کر دیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ عہد کر کے پچپن کرور دام کا بادشاہی ملک اوسکو دیدیا اور برہانپور سے روانہ ہو کر ملک مالوہ پر قبضہ کر لیا جب شاہجہان تخت نشین ہوگیا تو اب ندامت سے کیا ہوتا ہے مگر اوسنے اپنا وکیل مع عرضداشت کے بھیجا اور مسند نشینی کی مبارکباد مین ایک سرہ مروارید کا نہایت بیش بہا بادشاہ کو بھیجا شاہجہان جو دریائے مروت اور سراپا کرم تھا اوسنے حالات ماسبق سے درگذر کر کے اوسکی خطائین معاف کردین اور بدستور صوبہ داری دکن و برار و خاندیس پر اسکو بحال رکھا اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو دیوانی و وقائع نگاری پر مقرر کر دیا کہ جو خیالات خفیہ اوسکے ہون وہ مجھے برابر لکھتا رہے چنانچہ دیانت خان نے اسکے

والکر اسے اپنے ہمراہ لیجانے پر مجبور کیا ہو- برہانپور سے دریا خان کے جانیکا مفصل

بقیہ صفحہ ماقبل حالات لکھتے رہے اور یہ بھی اونھون نے لکھا کہ اسکا ارادہ بغاوت کا نہین ہے
لکر اپنے اقبال پر اندیشہ مند ہے اس واہمہ مین طرح طرح کے منصوبے سوچا کرتا ہے اعلیٰحضرت اسکو اپنے
حضور مین بلالین اور اوسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کرین یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو اطمینان
ہو گیا اور خانجہان کو مالوہ کا صوبہ دار کر دیا اسکے بعد خانجہان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزار اشرفی شاہجہانکو
نذر دی بادشاہ نے خلعت دیا- اسکے بعد یہ آگرہ آیا خانخانان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی
آٹھ ماہ تک آگرہ مین قیام رکھا شاہجہان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے
ہاتھ پر دربار مین کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن نیچی نہین کرتا ہے ایسا نہو کہ فیمابین
چشمک ہو اسلیے مہابت خان کو دلی بھیجدیا لیکن خانجہان خان کا پہلا سا اعزاز کہان جہانگیر کیطرح
سلوک کون کرے اور خاص وعام کی اوسکی طرف رجوعات کیسے ہو بلکہ طرفین مین دلی صفائی بھی نہین
جب عرصہ تک شاہجہان نے اسے دربار مین نہ دیکھا تو یمین الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی
یمین الدولہ نے سبب عرض کیا شاہجہان نے کمال عنایت سے اسکی دلجوئی و اطمینان کے لیے
اسلام خان کو بھیجا مگر جسقدر مکرمت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اوسکی بدگمانی ترقی کرتی تھی بادشاہ
نے حسب استدعا امان نامہ بھی دستخط خاص سے لکھکر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور مفسدون کے
ورغلانے سے دو ہزار پٹھان بارہ فرزند و داماد چھ سو پیادے ایک سو تین شاگرد پیشہ قدیمی خیرخواہ باقی
مستورات برقع پوش ہاتھی گھوڑوں پر سوار کر کے پہر رات گئے ۲۷ صفر ۱۰۳۹ ہجری کو آگرہ سے
نکل گیا یمین الدولہ نے شاہجہان سے آکر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بڑے بڑے
بہادر امرا اوسکے تعاقب مین روانہ کیے حالانکہ یمین الدولہ نے اللہ وردی خان کے ذریعہ سے
اسکے بھاگنے کی خبر اسدن پہونچا دی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانجہان کے دروازہ پر
پہرہ چوکی بٹھا دیا جائے مگر شاہجہان نے کہا کہ اسکو عہدنامہ لکھکر دیا گیا ہے قبل از خطا صادر ہونیکے
شرعًا عہد شکنی و سزا جائز نہین ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانجہان لڑتا بھڑتا ہوا دکن پہونچگیا
نظام الملک خانجہان کے آنیکو بڑی نعمت سمجھا بڑی گرمجوشی و تپاک کیا گھوڑے سے اترنے
بھی نہین پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانجہان کو اپنی مسند پر لیجا کر بٹھلایا اور خود
ایک کنارہ پر بیٹھا- اور اسکے خرچ کے لیے ایک معقول رقم اور جاگیر مقرر کی جب پچاس ہزار

قصہ آگے آتا ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل سوار شاہجہانی لشکر کے دکن پہونچے تو خانجہان بھی چالیس ہزار سوار لشکر شاہی سے مقابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک روز خانجہان لڑائی کی حالت مین پالکی کے اندر حقہ پی رہا تھا بیٹے نے کہا کہ لڑنا ہے تو سوار ہو کر لڑیے ورنہ ایک عالم کو خرابی مین کیون ڈال رکھا ہے وہ بولا کہ تمہارا خیال ہے کہ مین غالب آؤنگا ہرگز نہین اقبال خداداد ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصالحت ہو جاوے مین مکہ معظمہ چلا جاؤن اور تمہارے روزگار کی صورت نکل آسے خانجہان نے پٹھانون کے قبیلون کو پشاور وغیرہ مین بھڑکا دیا چنانچہ اٹک سے کابل تک عمند خلیل گگیانی داودزی یوسف زئی قبیلون نے فساد برپا کر دیا مگر شاہجہانی امرا نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا خانجہان چاہتا تھا کہ مین کسی گمنام جنگل مین چلا جاؤن مگر بادشاہی لشکر پیچھا نہین چھوڑتا تھا دکن مین اسکے قدم نہ جمنے دیے قصبہ کالنجر آیا اور وہان اسپر لشکر بادشاہی نے نرغہ کیا گرز بردارون نے اسکو پسپا کر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرز بردار نے اسکا سر کاٹا جو برہانپور مین شاہجہان کے حضور مین بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ رباعی پیش کی ؎

این مژدہ فتح از پے ہم زیبا بود ✿ این کیف دو بالا چہ نشاط افزا بود ✿ از کشتن دریا سپر اہم رفت گویا کہ سر او حباب این دریا بود ✿ خانجہان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پسند بتلاتے ہین اور بعض غیرت دار وحافظ آبرو جانتے ہین مگر وہ مرد ایسا تھا کہ زمانہ سازی نہین جانتا تھا گردش زمانہ کی نہین دیکھی تھی جہانگیر بادشاہ ہندوستان اوسپر فریفتہ تھا۔ ایکدن شاہجہان نے سید خانجہان سے کہا کہ تمکو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے شہزادے آرزومند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہین کرتا تھا اب لوگ ناموافقت زمانہ سے اوسکی ہمسری کرنے لگے اوسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا تحمل وقار مزاج مین بہت تھا آزاررسان نہ تھا نہ پاسنی تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے نظامی علی امر تقی کے شجاعت آہی نہین سکتی۔ شیخ فضل اللہ برہانپوری کی شرف صحبت سے تصوف کا شوق بھی اسکے دل مین پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے نفرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ ماہوار اوسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کچھ قرض بھی ہو جاتا تھا۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

جب خانجہان لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا بھڑتا ملک دکن تک پہونچگیا تو
آگے آگے خانجہان خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہانتک
کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ مین داخل ہوگیا چونکہ نظام الملک کو خانجہان کی زیارت
ہر طور سے منظور تھی لہذا اوسکے پاس پہونچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش
ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غرہ ربیع الثانی ۱۰۳۹ھ ہجری کو ملک دکن کی
طرف متوجہ ہوا اور وہان پہونچکر اول یہ انتظام کیا کہ پچاس ہزار لشکر کے تین حصہ
کرکے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب
شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار ارادت خان عرف اعظم خان کو مقرر کیا
اور کل فوج کی ذمہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کرکے خود برہانپور چلا گیا یہ
مضمون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ مین بادشاہ کی تاریخ روانگی اور فوج کی
ترتیب مین کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ مین تحریر ہے کہ ۸ جمادی الاول کو شاہجہان
دار الخلافت اکبر آباد سے روانہ ہوا اور ۹ رجب ۱۰۳۹ھ ہجری مطابق ۳ سنہ جلوس
کو خاندیس پہونچا جب وہان گیا تو کل امرا دکن کے حاضر ہوے چنانچہ
ارادت خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوے اور ایک ہزار اشرفیان نذر گذرانین
وہان بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یون تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری
اعظم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالہ کو اور
تیسرا حصہ راجہ گج سنگھ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مہم
مین شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانجہان خان کے استیصال
کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۶ رجب روز دوشنبہ ۱۰۳۹ھ کو

برہانپور پہونچگیا جب برہانپور بادشاہ پہونچا تو وہان دریاخان بھی اپنی
جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے
۸ شعبان المعظم روز پنجشنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر مین اضافہ
ہوکر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوئے اوسی روز دریاخان سہ ہزاری
سوارون سے ترقی پاکر چار ہزاری ذات اور چار ہزار
سوارون کے منصب سے سرفراز ہوئے تھے بادشاہنامہ
کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریاخان کی یہ ترقی ساہو مرہٹہ کے
صلہ مین انھین ایام مین بادشاہ نے برہانپور پہونچکر صادر فرمائی تھی۔
۲۴ شعبان کو دریاخان حالانکہ مورد عنایت بادشاہی
ہوئے تھے مگر برہانپور سے خانجہان کی دوستی
اور ہمقومی کا خیال کرکے اوسکے پاس چلے گئے بادشاہ
کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ خانجہان کا گروہ برار سے نکلکر تلنگانہ مین آچکا

ـــه غرہ شعبان دریاخان روہلہ از جاگیر آمدہ باستلام عتبہ فلک رتبہ پیشانی طالع
برافروخت (۲۹۷) بادشاہنامہ ـــه روز پنجشنبہ ہشتم شعبان سال سی ہزار و نہم دریں روز مسرت
افزا سالیانہ حضرت مہد علیا ممتاز الزمانی در اصل و اضافہ دوازدہ لک روپیہ مقرر گردید
و دریاخان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سربلند گردانیدہ
۲۹۷ بادشاہنامہ ـــه درین تاریخ دریای روہلہ کہ نقوش جرائم گذشتہ او را محو نمودہ بمنصب
چار ہزاری چار ہزار سوار سربلند گردانیدہ بودند برنایت آشنائی وہم الوسی پیراہن کج گیر لے چشم
از حقوق تربیت و نوازش پوشیدہ عار فرار بر خود پسندیدہ از برہانپور نزد آن کالیوہ بشیوہ رفت بادشاہنامہ

اور اوسکو جلا کر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ
اور لشکر اس گروہ کی گوشمالی کے لیے برار کی طرف بھیجا خانجہان
خان اور دریا خان اسی گھات مین بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی
کو غافل پائین اور اوسپر ٹوٹ پڑین مگرچہ جنگ کچھہ گریز کرتے ہوے
وہ ایک طرف کو نکل گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف
ہوگئی جب بارش ختم ہوگئی تو بادشاہی لشکر سیوگانون سے بڑہا
اس عرصہ مین خانجہان خان نواحی بیر مین تھے اور وہان تحصیل
وصول کے لیے اونھون نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا
اسی عرصہ مین دریا خان بھی نوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے
اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانون سے بیجاپور گئے
اور وہان سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسور مین جو
دس کوس دولت آباد سے ہے پہونچے اور وہان سے ایرھلتے
جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ
دولت آباد کے اندر پہونچا یا اور دریا خان ہزار افغانون کو لیکر
خانجہان سے جدا ہوے اور قصبۂ انڈول دھرن گانون کی تاراجی
کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوے اور اون
مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبد اللہ خان
اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوے دریا خان وہان سے
بالاگھاٹ چلے گئے آخرکار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خاندیس آئے اور وہان بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جمنے دیے
دوبارہ مالوہ مین آئے راجہ بکرماجیت ولد راجہ جھجہار سنگہ بندیلہ کی
علاقہ کی سرحد مین پہونچے پہلے جو اوسنے خانجہان خان کی خاطر تواضع کی
تھی اوسپر وہ معتوب بادشاہی ہوا اسلیے اوسنے ابکی بار یہ ارادہ کیا
کہ خانجہان کو گرفتار کرکے بادشاہ کے پاس پہونچادون تاکہ پچھلے قصور
کی تلافی ہوجاوے وہ استقبال کا حیلہ کرکے خانجہان کو گرفتار کرنیکی
غرض سے بڑھا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانجہان خان اسکے ارادہ
سے مطلع ہوگئے اور بچکر نکل گئے خانجہان خان کے پیچھے ایک میل کے
فاصلہ پر دریاخان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بیخبر تھے جیسے
ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دفعتہ دریاخان پر حملہ کردیا بندوق
کی گولی دریاخان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے پٹھانون اور راجہ کی
فوج سے خوب جنگ ہوئی دریاخان کے فرزند محمد خان جو لاولد تھے
اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے
چارسو پٹھان اونکی طرف سے اور دوسو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل
ہوے اس اثنا مین بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر مین نواب بہادر خان
دریاخان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اوترکر باپ کی
لاش کے پاس گئے اوسوقت دریاخان مین کچھ جان باقی تھی دریاخان
نے بیٹے کو سرھانے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھون مین آنسو بھر لاے اور
ایک آہ سرد کھینچکر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہوگیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کاٹکر بارگاہ شاہی مین عزت
حاصل کرے اور تو محروم رہجاے لہذا تو اپنی انگوٹھی جسمین تیرا نام کھدا
ہو میرے منھ مین ڈالدے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منھ سے
نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب مین تجکو خدا کے سپرد
اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہون یہ کہکر خدا کا نام لیا اور جان بحق ہوے
دریا خان کی جان نکلنے کے بعد بہادر خان نے باپ کی فہمایش کے مطابق
اپنی انگوٹھی اونکے منھ مین ڈالدی اور باپ کے غم مین روتے ہوے
اپنے مقام پر آے اوسکے بعد ایک راجپوت نے دریا خان کا سر کاٹکر
بہادر خان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور مین معہ محمد خان
کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادر خان نے خفیہ خط اپنے وکیل
کو جو دربار شاہی مین انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے
سامنے پیش ہو تو منھ کھولکر دیکھا جاے جسوقت دریا خان کا سر معہ
عرضداشت کے برہانپور مین بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہان
دریاے تپتی مین کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اسموقع پر
بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کرکے ارشاد فرمایا ؎

رفتم بسوے دریا دیدم عجب تماشہ   دریا درون کشتی کشتی درون دریا

جب منھ کھول کر دیکھا گیا تو بہادر خان کی انگوٹھی دریا خان کے منھ مین
نکلی جس سے بہادر خان کی کارگذاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت
کے مقابلہ مین باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادر خان خلعت وغیرہ سے

سرفراز کیے گئے۔
دریا خان ۱۹ جمادی الثانی سنہ ۱۰۴۰ ہجری کو اور بروایتے دیگر ۱۰۳۹ھ کو اپنے دوست خانجہان پر تصدق ہو گئے۔ دریا خان کی عمر ۴۹ برس کی تھی۔ دریا خان کا سر دہلی مین قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور لاش دہولپور مین دفن ہوئی جب خانجہان نے دریا خان کے قتل ہونے کا حال سُنا تو ایسے رفیق کی جدائی مین جو اونکا اس بیکسی و مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اوسکے غم مین بہت رویا اور بڑے افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اوس زمانہ مین دریا خان کی بیوی جو سہیندہ مین اپنے بیٹے کی جاگیر مین تھین جان جہان خانجہان خان کا بیٹا بھاگ کر اونکے پاس گیا دریا خان کی بیوی نے اپنے بیٹے جلال خان کے ساتھ جان جہان کو عبداللہ خان کے پاس بھیجدیا اور عبداللہ خان نے یکہ تاز خان کے ہمراہ شاہجہان بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔
دریا خان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیان تھین جنکا ذکر نواب دلیر خان کے تذکرہ مین آچکا ہے بعض راویون کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان اپنے بھائیون اور خانجہان خان کے بیٹون کو بادشاہ کے حضور مین لیگئے اور اون سبکی جان بخشی کرالی۔
دریا خان کے قتل کی تاریخ (داغ دل) مشہور ہے راقم نے اسکو یون نظم کیا ہے۔

قطعۂ تاریخ

حیف دریا خان شہادت یافت در میدان جنگ
در نیستان بقا خوابید آن شیر وغا

پارہ پارہ شد دل اہل شجاعت در جہان
(داغ دل) آمد مظفر سال تاریخ قضا

حصۂ دوم

خلیفہ عبد الرزاق صاحب یمینی

خلیفہ صاحب باعتبار علم و فضل و قابلیت کے شاہ آبادین وحید العصر و علامہ ہوے
ہین ابوالیمین کنیت تھی آپکے والد کا نام نامی سید محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا
سید محمد حسین صاحب سید محمد غضنفر کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا محمد فاخر مکین[1]
دہلوی کے شاگردون مین پایہ بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانروا ے
اودھ بھی خلیفہ صاحب کی ملاقات و فضیلت علمی سے بہت محظوظ ہوے تھے خلیفہ
صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات ہین پندرہ برس کی عمر مین مثنوی آزاد و جمیلہ
تصنیف کی اور مثنوی محشر لیلی مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ لکھی وزیر نامہ
نواب وزیر علی خان کی مسند نشینی اور گرفتاری وغیرہ کے حالات مین ترتیب دیا

---

[1] مرزا محمد فاخر مکین دہلی کے رہنے والے تھے احمد شاہ درانی کے فتنہ مین دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے مرزا صاحب فارسی گو فارسی دان صاحب کمال تھے صحت الفاظ و تحقیق لغت مین کامل اور مرزا عظیما ے کشمیری کے شاگرد ارشد تھے شہزادہ علی حزین سے بھی ملاقات تھی زمانے نے پورا حق انکی قدردانی کا ادا کیا تھا۔ انکے سیکڑون شاگرد امیر و فقیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیشہ اور مجرد رہے اور کبھی متاہل نہوے سنہ ۱۲۲۰ھ مین رحلت فرمائی دو شعر انکے بطور نمونہ کے یہان درج کیے جاتے ہین ؎ درکوی یار ظرف تماشا بود مکین ✤ [illegible] ✤ [illegible] چون سبو بمکیدہ بردوش من درا ✤ گاہی چو می بشیشہ درآغوش من درآ

مناظر الانوار سراپای محبوب اور مظاہر الاسرار حالات عشاق ہین دونون کتابین لاجواب لکھین۔ مثنوی ثمرۃ الفواد متعلقہ انبہ۔ مقدمات ظہوری در بارہ سہ نثر ظہوری مثنوی شاہ درویش سراپای معشوق اور شرح مثنوی نیرنگ عشق شرح مجمع الصنائع شرح پنجرقعہ و مینا بازار و دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمائین ان کے علاوہ دیوان بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات اُستادی سے معمور ہی بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک والاجاہ مولوی صدیق حسن خان اپنے تذکرہ شمع انجمن کے صفحہ (۵۴۲) مین لکھتے ہین کہ عینی سید عبد الرزاق شاہ آبادی سید عالی نژاد بود و سلالہ سلسلہ اجداد در جودت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی ممتاز عصر خویش است دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند و جز آن دارد اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر مکین گرفتہ و مناظر الانوار در سراپای محبوب و مظاہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر کتب درسیہ فارسی مثل گلگشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و مثنوی نیرنگ و جز آن شرح دارد دیوانش درین حین دستیاب نگردید و آنچہ از معتمدان مسموع شد این چند بیت است۔

غزل خلیفہ صاحب از دیوان عینی

اقرأ باسم ربک ایک آیت سبا بھا ای در ہوا معلق از حکمت اسیا بھا	تا ماندہ از وباقی بر صفحہ نشا بھا تا زم بکشتہ عشق کز مال خود ملک
مارا بعجز خواری بر روی خاک مفکن برخاک تربت او واکردہ سیا بھا	رفتی و در ہوایت مرغان نغمہ ہاگی چون بوی گل نہ از دو سوی آشیا بھا

جز دودِ آہ ازما نام ونشان نیابی — بر باد داد عشقت بسیار دودمانها
ناخن مزن بجز غم کز درد بینوائی — چون تار نغمه دارد در پردهٔ فغانها
اہل سخن یکایک زین انجمن گذشتند — زان دوستان تهی ماند آستانها

چند ابیات از مثنوی شاه درویش در بیان سراپای معشوق

قدِ او شعله موج دود بران — عاشقان خواند یاد و دبران
داشتی مو بفرق او وطنی — هم چو ابر سیاه بر چمنی
گیسوے او ز ترکتاز نظر — شب معراج و سیر پیغمبر
طرهٔ و زلف و کاکلِ پُرخم — تا بہ سر تا بدوش تا بقدم
زلف برتر ز عرشِ پایهٔ او — مه و خورشید زیر سایهٔ او
خال در ہر دو ابروش ما بین — چون پیمبر بر تبهٔ قوسین
چشم او زان دو ابروے پُرخم — چون دو ترکان کشیده تیغ بهم
در تبسم گل از لبان میریخت — شکّر و شیر از دہان میریخت

رباعیات

یارب بحق آنکه بود روح امین — از جمله خادمانش بر روی زمین
محشور کنی تجلی عاصی را — در زمرهٔ اہلبیت و اصحاب یقین

رباعی

آن زلف چو طایرِ بهشتی — پران برخ از نکو سرشتی
برخیز و برخ زلف شکن در شکن انداز — در گردن خورشید قیامت رسن انداز

ایضاً

تنها نه برد شوق تو از ہوش خود مرا — یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا

چون بر درت خجل ز خطای خود آمدم — چیزے بگو ز لطف خطا پوش خود مرا

ایضاً

عمری ست که بر پای تو سر می سایم — بر خاک درت دیدهٔ تر می سایم
چون سود نکرد سودن چشم و سرم — اکنون کف خود بیکدگر می سایم

رباعی

دلم شگفته نشد بتو پاره سال گذشت — نسیم رفت و صبا آمد و شمال گذشت
ز سر گذشت نپرسی دگر چه میپرسی — که روز ہجر گذشت و شب وصال گذشت

خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض مین لکھے ہوے ملے جنکو وہ اکثر پڑھا کرتے تھے

شنیدم که در روزگار کہن — شده عنصری بادشاهِ سخن
چو اورنگ از عنصری شد تہی — بفردوسی آمد کلاهِ مہی
چو فردوسی زین دو گیتی گذشت — نظامی بملک سخن شاه گشت
نظامی چو جام اجل در کشید — بسر چتر اشعار سعدی رسید
چو سعدی بپا آورد سر در کفن — بخاقانی آمد نشانِ سخن
چو خاقانی رفته ازین روزگار — سخن گشت بر فرق خسرو مدار
ازان پس چو نوبت بجامی کشید — سر سخن را تمامی رسید

ایک قصیدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کی مدح اور توصیف مین جنکے تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کیطرح روشن ہین لکہا ہے اور اسکو نواب احمد خان صاحب رئیس شاہجہانپور نے اپنی کتاب ملفوظ رزاقی مین تحریر کیا ہے اور

وہ قصیدہ یہ ہے

ای کہ مقبول جملہ آفاقی | مگر از خاندان رزاقی
آنکہ در بانسۂ شریف بود | مرقدش مظہر ہو الباقی
آنکہ مشائیان درگہ او | ہم چو خورشید جملہ اشراقی
آنکہ مسموم معصیت ہا را | خاکِ پایش نمود تریاقی
آنکہ ہر جاست تیغ ہیبت گردی | ہیچو سودائیان اسواقی
سر فرود آر بر در پاکش | گر تو فخّار روز تو فسّاقی
اوست محبوب عاشقان خدا | بشنو این امر گر ز عشاقی
بادشاہا بدستگیری خلق | تا تو محکوم حکم خلّاقی
دست ہر عاجزیکہ می گیری | وا رہانی ز درد مشتاقی
مقتدای زمانۂ خویشے | دیگر انند جملہ الحاقی
چون تو کس نیست وہم نخواہد بود | زیر این چرخِ گنبد طاقی
از علوم سفینۂ پیغمبرے | لیک در علم سینہ دقاقی
کاشفِ نکتہاے عرفانی | واقفِ رازہاے اطباقی
کیست غیر از تو عارف باللہ | حلّ عرفان را تو مصداقی
از معارف ہر انچہ مے گوئی | در نیاید کسے ز اعلاقی
رسم باشد کہ ہر مریدے را | وقتِ بیعت کنند حلاقی
از مرید تو چون خطوط شعاع | موفتد بر زمین ز برّاقی
آستان بوسیت ہوسدارم | ہوسم نیست غیر ازین باقی

حال مشتاق خویشتن دریاب | کہ بجا آمدم ز مشتاقی
از غلامان بخویشتن بشمار | کہ غلامی تست لمعتاقی
پیر عبد الصمد کہ مطبخ اوست | مائدہ بخش خوان رزاقی
زلہ این خوانم آرزو باشد | ہمہ را تو کفیل ارزاقی
نیست دور از تو دستگیری من | کہ تو مطبوع جملہ اخلاقی
چون توی ابن ساقی کوثر | باش درحق تشنگان ساقی
باآیینی ہمین بگو کہ فلان | بندہ من ز رو زیشاقی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شان میں اور بھی قطعات لکھے ہین منجملہ انکے ایک قطعہ نواب احمد خان صاحب رئیس شاہجہان پور نے فرمائش کرکے خلیفہ صاحب سے حضرت سیدنا شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا اس سے ۱۱۳۶ ہجری نکلتے ہین۔

خلیفہ صاحب کو انبہ سے بڑی رغبت تھی اسلیے انبہ کی تعریف مین آپنے ایک مثنوی ثمرۃ الفواد لکھی اشعار دو بحر و ثمین پائے جاتے ہین ایکبار نواب احمد علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر کی فرمائش سے اور دوسری بار اعظم خانصاحب بخشی کمیدان کی خاطر سے تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل مین درج کیے جاتے ہین ؎

شگوفہ گلہای رنگین ورق | چو نور شجر جلوہ گر از شفق
ز بس گل کہ سر زد ز دیوار انہا | ز دو دشت شد چون پری جانہا
کشیدہ بہم شاخ گلہا قطار | چو دست نگارین بدست نگار
ہمہ مرغ ہارین در آمد نشاط | کشودہ پر و بال خود در انبساط

بهم ساخته بلبل و فاخته
نوا بر نوا با هم انداخته

گل اندر چمن سبزه در جویبار
چو مستان ز شادی ببوس و کنار

زمین از گل آتشین مشتعل
بسردی و گرمی هوا معتدل

ز اقسام گلهای هندی بسی
که کم دیده اندر خراسان کسی

شگفته در شهر و در بوستان
همه وقت چشم و دل دوستان

خصوصا درختان انبه تمام
شدند از گل خویش مولی الکرام

شگوفه نمودند از هر طرف
ز انوار شان دیده یابد شرف

لذیذ و لطیف است آن با خورش
که یابد ازو جسم و جان پرورش

بیابان و صحرا و بستان و دشت
ز بوی خوشش مشک فردوس گشت

درین فصل مستان عشرت پرست
ندارند در شهر یکجا نشست

چو بوی گل از خانه با دوستان
نهاده رخ خود بسوی بوستان

غزلها سرایند و مستی کنند
بگلبانگ نی می پرستی کنند

درختان انبه به بار آوری
فرو برده در سر تواضع گری

بصد قدر و تمکین بصد سختگی
رسید انبه را هم به پختگی

چو شد پخته چون عاقل پخته کار
دهد تن با افتادگی بار بار

شده جلوه پیرای هر باغ و کشت
چو در حلهٔ سبز حور بهشت

بشیرین ادائی و دلبستگی
ربوده ز دل خستگان خستگی

دل از گلکده بسکه گل گل شگفت
بوصفش توان چند ابیات گفت

هر انبه که شد پیش اهل تمیز
پر از چار چیز و تهی از سه چیز

پر از شیرہ و رقت و لون صاف | کلائی بشیرینیش بے خلاف
ز چیزے کہ خالی توان بود ازان | نمایم بہ پیشش تو اظہم بیان
کلائی تخم و سطبری پوست | دگر ریشہ بے عیب نے بیضا نکوست
بہر انبہ کہ از ریشہ شد مایہ دار | چو حلوائے سمنک بود کم عیار
ز خوشرنگی خود چو جیلے پری | جداگانہ ہر یک بجلوہ گری
بیا ای ممینی کہ ختم کلام | نمایم برین شکوہ خاص و عام
چو پایان رسیدندم این داستان | کنون سال تاریخ سازم بیان
بسال ہزار و دو صد سی و یک | ز زر خویش رامی زدم بر محک
چو آغاز این بود ماہ صیام | تمامش نمودم بہ ماہ تمام
الٰہی قبول دہ این نامہ را | کہ فرمود در سجدہ سر خامہ را
باین چار محمود کن خاتمہ | علیؑ و حسینؑ و حسنؑ فاطمہؑ

تاریخ الصنائع کا مادہ بھی لکھا ہوا ہے کہ قطعہ عبد الرزاق صاحب یعنی شاہ آبادی کا ہے جو قطعہ تاریخ کا لکھا ہے اسکا [illegible] صنعت [illegible] [illegible] دو چشم نادر و یافت سال الاسلام چہار سر [illegible] [illegible]

خلیفہ صاحب کبھی اردو میں بھی لکھتے تھے مگر کم دو شعر اُنکے یہاں پر اُردو کے تحریر کیے جاتے ہیں ؎ اشک آکر چشم میں الفت کے مارے رہ گئے ؛ دو مسافر رات دریا کے کنارے رہ گئے ؛ شب تو گذری آئی ہچکی کب تلک سوئیگا تو ؛ آسمان پر ایک دو باقی ستارے رہ گئے ؛ خلیفہ صاحب کے مزاج میں کچھ خوش طبعی بھی تھی ایکمرتبہ نواب احمد علی خان تعلقدار باسط نگر خلیفہ صاحب کے مکان پر تشریف لائے اُس روز مکان صاف نہ تھا نواب صاحب نے کہا کہ خلیفہ صاحب کیا اس مکان میں بھوت بلا رہتے ہیں خلیفہ صاحب نے برجستہ جواب دیا کہ رہتے تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی آجاتے ہیں -

لالہ عیوض رائے مسرت شاہجہان پوری خلیفہ صاحب کے ہمعصر تھے اُن سے کبھی نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریاے مواج تھے۔ ایک بار مسرت کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کرکے ؎

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی		کہ فرشتہ کند سجود آنجا

اُن کے روبرو پیش کیا اور مسرت نے بجاے واہ کے۔ این چہ حسن ست و این چہ زیبائی۔ کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہونچا تو آپ نے بجاے واہ اور این کے لفظ اللہ کی بڑھا کر مصرع میں جان ڈالدی یعنی ؎

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی		کہ فرشتہ کند سجود آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کسقدر حسن پیدا ہوگیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر تصنیفات سنہ ۵۷ء کے غدر میں برباد و ضایع ہو گئے اُن کے گھر میں آگ لگادی گئی تھی۔ اور سنہ وفات نظر سے نہیں گذرا مگر عمر طویل پائی تھی ضعیفی کو پہونچ گئے تھے حافظ غلام جیلانی صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن میں ضعیف دیکھا تھا۔ اونکی ایک مہر میں سنہ ۱۲۰۱ ہجری اور دوسری مہر میں سنہ ۱۲۰۹ ہجری کندہ تھے۔ ایک مہر میں (ابوالیمین سید عبدالرزاق) اور دوسری مہر میں (ملان عبدالرزاق) منقوش تھا سنہ ۱۲۱۳ ہجری میں مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبدالرحمن صاحب کی اولاد ہوے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب درسی آپکی تصنیفات سے طبع ہو کر شایع ہو گئیں باقی کلام ضایع ہو گیا۔ کچھ حصہ تذکرۂ شعرا کا بھی قلمی موجود ہے۔

آپ کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہے انمیں بہت سے شاگرد نامور اور مشہور زمانہ ہوے

راجہ ہلاس راے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبداسد صاحب اُن کے برادر نامدار منشی محمد صالح صاحب دار وغہ کتبخانہ شاہ اودھ لالہ گرپرشاد مصنف تاریخ اودھ لالہ خوشوقت راے شاہ آبادی یہ سب آپ کے تلامذہ مین تھے اور خوشوقت راے نے مسرت شاہجہانپوری کے اس شعر کا ؎

بوقت لقمہ خوردن ای مسرت گفت لبہایم ٭ کہ روزی میکند از ہم جدا یاران ہمدم را

یہ جواب دیا ہے ؎

بہم یکجا کند یاران دورافتادہ را روزی ٭ لب و دست و دہن یکجا شوند ہنگام خوردن ہا

خلیفہ صاحب کے شاگردون مین ایک صاحب لالہ سداسکھ لال المتخلص بہ شایق بڑے قابل تھے انھون نے مثنوی سکھاسن بتیسی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی خوب داد دی اوسمین خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے اوصاف اور شایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلیے چند شعر نقل کیے جاتے ہین ؎

بوصف یمینی بہ بندم کمر	کہ شد در جہان از ہنر نامور
سبق برود در شعر و در شاعری	ز سعدی و خاقانی و انوری
کلاہ سعادت بود بر سرش	ملائک ببوسند خاک درش
براہ صفا مثل پیر من است	ازان در جہان دستگیر من ست
بہ الطاف مسند چو شعر ترم	با وج ثقا خر رساند سرم
گر از لطف و احسان کند یک نظر	شود نامۂ من بعالم ثمر
نوازش گر بہا از و دور نیست	بچشم امیدم جزا و نور نیست
نوشتم من این نامہ را مختصر	بہ ارشاد استاد والا گہر

چو شد نظم این نامہ نکتہ سنج	ہزار و دو صد بود بہ چہل و پنج
لکندم نامہ نامی بر دوستان	چو نظم مبینی بہ ہندوستان

خلیفہ صاحب کے ارشد تلامذہ مین ایک کندن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد تخلص تھا انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک مین پھیل گیا تھا وہ رعیوض رائے مسرت کے ساتھ مشاعرہ مین شریک ہوا کرتے تھے ایک بار ارشاد و مسرت مین مناظرہ ہوگیا ارشاد نے مسرت کے کلام کی دھجیان اڑادین اور اُن کے کلام کے نقایص مین ایک رسالہ مدلل لکھا اور وہ شعرای لکھنؤ کی خدمت مین پیش کیا اوسکو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جسکی حد نہین حتی کہ نواب وزیر الممالک فرمان روائے اودھ اور مرزا محمد فاخر مکین انشا اسد خان انشا میر تقی میر مرزا محمد حسن قتیل وغیرہ نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی۔ اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے خود اپنے تذکرہ شعرا مین درج کیا ہے اور سنداً اوس عبارت کا لکھنا اسجگہ پر مناسب معلوم ہوتا ہی

کندن لال ارشاد تخلص انداز موزون طبعان شاہ آباد دست تحقیقات اکثر کتب متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل نمودہ نوبتی اورا با شخص عیوض رائے نام مسرت تخلص شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمناظرہ انجامید غزلی چند کہ تصرف و دخل درآنہا کردہ و سخن فہمانان معاصرین مثل مرزا فاخر مکین دہلوی و انشاء اللہ خان و میر تقی و میرزا قتیل دہلوی و دیگر فضلاکہ در لکھنؤ حضور نواب وزیر از مشاہیر بودند آن تصرفات را دیدند و پسندیدہ و مسجل و مختتم آن طومار را تحسین قبول خود ہا ساختند۔

وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات ہین اور فارسی محاورات کی غلطیان نکالی ہین اوسکا لطف اوسی زبان مین ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھدینا ضروری ہے۔

شعر مسرت ؎

ز سیمین ساعدت پروای سیم و زر ندارم	شدم از دست واز دست تو دستی بر ندارم

اعتراض ارشاد

بجاے (پرواے) کے (سوداے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم و زر سے مناسبت تھی، اسکے علاوہ محاورہ اہل زبان کا (دست از چیزے برداشتن) ہے نہ کہ دست از چیز برداشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار ہون اور اوسکو یون لکھین = اصلاح ؎

ز سیمین ساعدت سوداے سیم و زر ندارم	ز دندانت تمناے دُر و گوہرے دارم

ہم اس بحث کو چھوڑکر چند شعر دیوان ارشاد کے لکھکر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو ختم کرتے ہین۔

کلام ارشاد شاہ آبادی

برخیز و بزن زلف شکن در شکن انداز	در گردن خورشید قیامت رسن انداز
آہ از دل ناصبور خیزد	چون شعلہ کہ از تنور خیزد
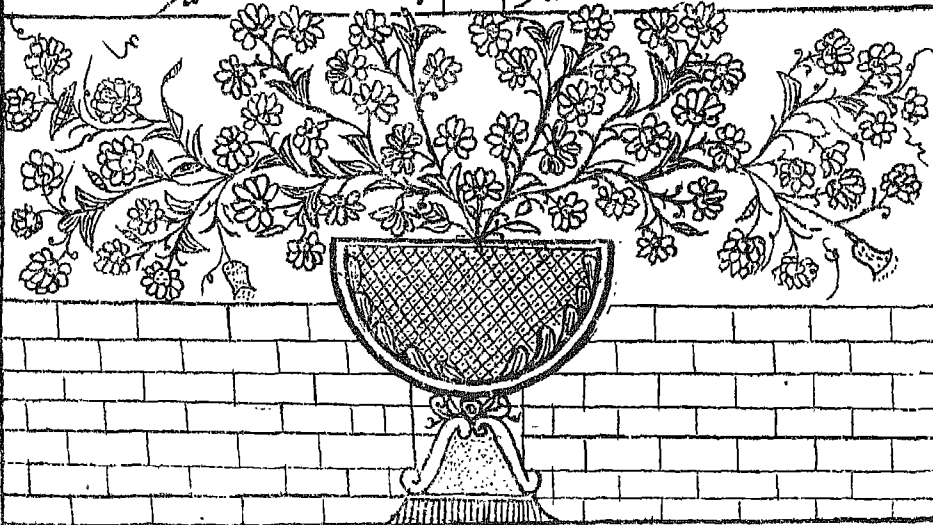
حضرت شاہ زمان صاحب علیہ الرحمۃ

شاہ صاحب مبرور اس نواح کے صاحب ولایت کہے جاتے ہین مزار اُن کا پُر تصرف ہے اکثر حاجتمندون کی مرادین آپ کے توسل سے حاصل ہوین۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے بتلائے جاتے ہین آپ کا مزار نواب دلیر خان کے مقبرہ کے اُتر و پچھم کی طرف لب سڑک واقع ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاورون کا گروہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ اللہ پور مین رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چکوک معاف کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاورین گذر اوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اوسکو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض سرکاری مین وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے جو تحریر ہوئی تھی اوسکی نقل یہان پر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

محمد اعزاز خان ۱۲۱۱
محمد خان بہادر ولد

متصدیان حال و استقبال سرکار امیدوار بودہ بدانند۔ چون موازی یک قطعہ پانزدہ بگہ اراضی نجنہ المشتہر چک گوشائین افتادہ خارج جمع سوائے مال سرکار درسواد موضع خانپور من ابتدائے سنہ ۱۲۲۳ فصلی نیاز زیارتگاہ حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز باسم [illegible] معاف نمودہ شد باید کہ قطعہ مزبورہ بتصرف موصی الیہ واگذارند [illegible]

حد شرقی چک شیخ اسمعیل صاحب — حد جنوبی چک لکھن میان صاحب — حد شمالی چھوٹا چک اعظم خان صاحب — حد غربی چک غلزئی

کہ مشار الیہ بحال جمع تمام دران قطعہ اراضی فصلاً بعد فصل حسبِ ترددِ نمودہ از حاصلات آن صرف مایحتاج خود و زیارت گاہ میکردہ باشند و بدعای خیر و یاد الٰہی مشغول و موظف باشند و گاہی کسی بوجہی من الوجوہ بابت اخذ ابواب ممنوعہ دغراحم و متعرض نشوند و ہر سال سند مجدد طلب ندارند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ یازدہم شہر صفر المظفر ۱۲۲۲ ہجری المقدس حسب المسطور بعمل آرند۔

ٹاٹ صاحب

آپ شاہ آباد مین صاحب ولایت بزرگ گذرے ہین۔ ایک واقعہ مستند حضرات کی زبانی سُنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد مین پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے یہان کی خلایق پریشان ہوگئی تھی لوگون نے آپ سے رجوع کیا۔ آپ نے ایک پرچہ لشکر مین ایک کفش دوز جو صاحب نسبت تھے اُنکے پاس بھیجدیا اونھون نے تھوڑا دن باقی تھا اوسی وقت کوچ ہونے کا فقرہ زبان سے ارشاد کیا اور معاً نواب شجاع الدولہ نے حکم کوچ کا دیدیا۔ آپ کے مزار مین اختلاف ہے بعض متصل مسجد خواجہ سرا واقع بازار چہارشنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب اور بعض اختیار پور کے قریب جو درخت تاڑ کہتلاتے ہین واللہ اعلم۔

راجہ ہلاس رای صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لایق ہوے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہین اونکی ترقی و تنزل کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کایستھ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب بلیغی کے
شاگرد رشید اور مہاراجہ ٹکیت رائے کے جو سرکار لکھنؤ مین دیوان تھے بھتیج داماد تھے۔
نواب آصف الدولہ بہادر کی مصاحبت کا بھی شرف حاصل تھا آپ نے حسن انتظام و دانشمندی
سے ملک اودھ مین وہ ہردلعزیزی و ناموری پیدا کی تھی کہ مرجع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاس رائے
کو نواب وزیرالممالک کا اسقدر تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی مین اپنی رائے سے احکام
نافذ کرکے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجگی کا بھی پیشگاہ نواب
وزیرالممالک فرمانروائے اودھ سے عطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج مین ایسی معقول پسندی
و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتا اور جو
کام کسی کا ہوتا اوسکے انصرام مین تا امکان کوتاہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے
باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہین منجملہ اُن کے کسیکی نقل بھی ثبوت کے
لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر و رئیس شاہ آباد جب لکھنؤ جاتے
تو وہ ان کے مکان پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب ممدوح اور نواب
وزیرالممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھین کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے
غصہ کی حالت مین اوسکے طمانچہ بھی ماردیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہونچا مگر راجہ صاحب
موصوف نے اپنی رسائی و خوش لیاقتی سے اوس معاملہ کو جناب عالی سے کہہ سن کر رفع
کرا دیا تھا اُن کے مکانات محلہ دلیر گنج بست شاہ آباد مین بنے تھے اور عمارت عالیشان تھی
اُنکی امارت کا اندازہ صرف کنور رام بخش کی شادی سے جو ان کے بھتیجے تھے ہو سکتا ہی کہ جب برات
ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عمائدین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب
کے یہان جو تقریب منعقد ہونے والی ہے اوسمین شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی

ما بدولت ہو چنانچہ اوسمین اکثر باشندگان وطن شریک ہوے تھے بارات موضع کندی تحصیل سندھولی ضلع سیتا پور مین اونکے ایک ہمقوم برادر کے یہان گئی تھی بہتر ین او رمعتبر اشخاص کی زبانی سُنا ہے کہ بارات اس ہجوم اور دھوم سے ہوئی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ پامالی زراعت اور ایک لاکھ روپیہ لٹوائی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کو رونمائی مین دیا گیا تھا غرضکہ جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوے تھے اور یہ روایت بھی مستند طور پر سُنی گئی ہو کہ نواب آصف الدولہ بہادر نے اونکے گھر تشریف لاکر اونکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب نے لاکھ روپیہ کا چبوترہ بناکر اوسپر اونکو بٹھلایا تھا اور وہ کل روپیہ اُن پر تصدق کیا گیا تھا۔

سرکار لکھنؤ مین ان کی رسائی کے متعلق یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ اور نواب آصف الدولہ اور اُن کے ارکان دولت اکثر صوبہ کٹھر کو آتے جاتے تھے چونکہ شاہ آباد اثنائے راہ مین واقع ہے اس لیے یہان بھی ٹھہرتے تھے ایکبار کسی ضرورت سے مہاراجہ ٹکیت راے بریلی کی آمد و رفت مین شاہ آباد ٹھہرے اور اونکو پوجا وغیرہ کی ضرورت سے کسی ہمقوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ اُن کو ایک شخص لالہ منی پرشاد صاحب کے مکان پر لے آیا اوسوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب رئیس اعظم شاہ آباد کے یہان نظر بند تھے اور ہلاس راے مع اپنے بھائیون کے اپنے مکان پر بیٹھے ہوے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے مہاراجہ ٹکیت راے کی جب نظر ہلاس راے کے چہرہ پر پڑی تو اونکو خوش نصیبی و اقبالمندی کے آثار محسوس ہوے مہاراجہ نے ان کا زائچہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے اونھون نے ہلاس راے کے والدین کو سلوک سے خوش کر کے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کرلیا اور مہاراجہ صاحب ان کو مع ان کے ہر دو بھائیون کے اپنے ساتھ لیگئے اور وہان انکی تعلیم و تربیت مین جو کمی رہگئی تھی

وہ نہایت توجہ سے پوری کرائی لیکن یہ مدۃ العمر اپنے پہلے اُستاد خلیفہ صاحب کو نہ بھولے اور ہمیشہ اونکی شاگردی پر ناز کرتے رہے۔ راجہ ہلاس رائے جب شاہ آباد آتے تو خلیفہ صاحب کے مکان پر ضرور جاتے اور اونکو اپنے یہان بہزار عزت افزائی بلا کر خدمت کرتے بلکہ خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور مین کر کے خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور عنقریب خلیفہ صاحب کے نام سرکار اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد مزاجی اور کمال استغنائی سے گھبرا کر لکھنؤ سے شاہ آباد چلے آئے۔

مہاراجہ ٹکیٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات مین راجہ ہلاس رائے کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ اُن کے کاروبار مین سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے۔ چونکہ مہاراجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی اونھون نے راجہ ہلاس رائے کو بیاہ دی تھی اور انھون نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دلعزیزی و نیکنامی پیدا ہوگئی تھی۔

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب گیان پرکاش مین جو بعہد نواب آصف الدولہ بہادر تصنیف ہوی ہے اور اسمین امرا و ارکین دولت کے ضمناً حالات مندرج ہین لکھا ہوا ہے اور وہ کتاب ہمین مکرمی راجہ درگا پرشاد صاحب متخلص بہ مہر تعلقہ دار سندیلہ نے دکھلائی اور حالات مندرجہ ذیل عنایت کیے۔

راجہ ہلاس رائے بہادر کہ از رشتہ مندان مہاراجہ دھرماتما بکار نیابت و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز است حسن ذاتی و صفاتی

ل۵ مہاراجہ دیرماتما مراد از راجہ نرندمہر بہادر راجہ ٹکیٹ رائے بہادر ہست ۱۲

بسیار میدارد که با تمامی برادران از خویش و بیگانگان دوازده قوم کالیستهان در پرداخت یکسان در سلفت که بسیار ہا نامور شده اند باین اوصاف کسی نبوده و نه شده گوی سبقت از ہمه ربوده وہی برد و بدولت خواہی خانه آقا یعنی خداوند دام ظله و اجلاله چنان بدل و جان مصروف که کسی دیگر نخواہد بود و بیقین دریافت میشود که روشنی نام مہاراج ادھراج دوبالا خواہد نمود و قسمی که در روز روشن لعل بدخشانی پیش آفتاب درخشان و نورانی میشود ہمچنان روبرو مہاراج منور و نام آوری ست راجه موصوف در آئین روش و فیض بخشی و فیض رسانی از راجه ہای پیشین نامداری پیدا کرده و در دلداری غریبان و ہمچشمان و خبرگیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی منشان بظہور می رد شرح ازان دشوارست و در نظم و نسق جد و جہد از نول رای به بندوبست پرداخته دقیقه از دقایق و گنجایش ہر جا که لایق میداند نمی گذارد و احدی را از و پرگنات و صوبجات و سپاه و کارخانجات جزو کل از قبضه خود بیرون نگذاشته که اطلاع نداشته باشد سخن اوصاف مختصر ہر چه میکند کتابه برطاق رو کاری سازد۔

منجملہ اُن اسنادوں کے جو معافیات کی ہین ایک سند گھورن شاہ تکیہ دار کے نام جو اُنکی طرف سے ہے اور اوس اراضی کے بعض قطعات راقم کی ملکیت مین ہین درج ذیل کیجاتی ہے۔

نقل سند بمہر راجہ ہلاس رای صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب سنہ ۱۲ فصلی

برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالیٰ۔

موازی پنجاہ بیگہ پختہ اراضی در سواد چکات موضع گکرہائی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ مقرر و معاف ست در نہولا پنجاہ بیگہ پختہ آراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

من ابتداے سنہ ۱۲۰۱ فصلی بنام مشار الیہ از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد کہ اراضی مذکورہ بمشار الیہ پیمایش کنانیدہ بتصرف شاہ صاحب واگذارند کہ بخاطر جمع تردد آنجا نمودہ وصرف معیشت خود ساختہ مدام بدعای دولت ابد مدت موظف و مشغول باشند زیادہ چہ قلمی شود۔

برآوردن پنجاہ بیگہ اراضی سوای معافی قدیم از موضع لکرھائی بہ گھوردن شاہ معاف شدہ لازم کہ بمجرد رسیدن نوشتہ اراضی مسطورہ بشاہ صاحب موصوف پیمایش کنانیدہ دہند توقف و تساہل نشود و افغانان را تاکید نمایند کہ باز از شاہ صاحب قضیہ نہ نمایند اگر قضیہ خواہند کرد تدارک از حضور پر نور خواہد شد خبر شرط است زیادہ چہ نوشتہ شد۔ فقط

یہ پچاس بیگہ اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عہد مین سنہ ۱۲۰۱ ہجری کو شاہ صاحب موصوف ساکن محلہ سلیمانی کے نام معاف ہوی تھی اس مین ایک درخت املی کا بھی تھا جب نواب سعادت علیخان نے چند قطع چھوڑ کر ضبطی کا حکم بھیجا تو وہ درخت بھی بدستور شاہ صاحب کے قبضہ مین چھوڑا۔ ایک سال نواب رجب علیخان نے اوس درخت سے مزاحمت کی جبپر تکیہ دار مذکور نے واویلا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک رقعہ نواب صاحب مذکور کو لکھا تھا اسی طرح بیشتر بھی ایک پروانہ واگذاشت اراضی کا سیف علی نے ۴ جمادی الثانی سنہ ۱۲۱۱ ہجری کو لکھا تھا ایک سند راجہ کیطرف سے اعظم خان و امانت خان ستیہ تحصیل کے نام موجود ہے اوسکی نقل بھی لکھی جاتی ہے۔

مقدم و کارندہ موضع خانپور وغیرہ بدانند۔ چک جٹریہ و چک سید ابو الخیر واقع موضع مرقوم از ابتداے فصل خریف سنہ ۱۱۸۰ فصلی باسم اعظم خان و امانت خان معاف نمودہ شد باید کہ محصول آنجا را از ابتدای مسطور در تصرف خان مشار الیہما گذاشتہ باشند و نسبت محصول بوجہی من الوجوہ مزاحم و متعرض نباید بود درین باب تاکید تمام دانند۔ مرقوم بست و ہفتم

جمادی الاول ۱۱۹۳ھ ہجری ۔ قطعات چک چٹریہ چک سید ابو الخیر راجہ صاحب کی مہر مین ۱۱۸۵ہجری کندہ ہین	۱۱۸۵ھ ہلاس سن رای

رای موہن لال صاحب چکلہ دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دانشمندی اور دیگر خوبیون مین مثل اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر انکی مہر دیکھنے مین آئی ہے چنانچہ موضع کھیم پور بھداسی جو حکیم دولت رائے صاحب کے خاندان مین ۱۲۳۰ھ کو معاف ہوا تھا وہ بھی انکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب رائے صاحب کا پیشگاہ نواب وزیر الممالک سے عطا ہوا تھا ان کی مہر مین ۱۲۰۹ہجری کندہ ہین ایک پروانہ مین جو عامل شاہ آباد کے نام ہے رائے صاحب لکھتے ہین کہ دس بگیہ زمین جو بنام اہلیہ شہامت خان معاف ہے اُس سے مزاحم نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے ۔

نقل پروانہ بمہر رائیصاحب رائے موہن لال مرقوم بست و پنجم شہر شعبان ۱۲۱۴ہجری

برادرم عزیز از جان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو ۔

موازی نود و دو بیگہ اراضی پختہ و مبلغ پنجروپیہ نقد در سواد دیہات ذیل شاہ آباد و علاقہ مولا گنج در وجہ مدد معاش باسم شیخ انوری و میکو بنا بر نیاز حضرت سید الشہدا معاف و واگذاشت گذاشتہ لازم کہ الحال تصرف امام باڑہ تعلق مشار الیہ واگذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحم و متعرض نشوند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بعمل آرند و ہر سال سند مجدد نہ طلبند ۔

تعداد درختان	گوریا	مرید پور	چکات باغات	کلیان پور	مرید پور کوئی
۵	صگہ	عگہ	۶عگہ	عگہ	عگہ

راے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ ہلاس راے کے نواب آصف الدولہ کے حضور مین ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھر کا چکلیدار اپنی راے سے مقرر کرکے بھیجدیا تھا اور اوسکے بعد جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

راے منسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکار اودھ مین مہتمم بند و بست تھے قصبہ محمدی کا جنگل کٹوا کر انھون نے صدہا مواضعات آباد کیے اور اکثر وہان کے باشندون کو معافیان بھی دیکے تھے اکثر سرکاری دفترین سیاہیون و واجب العرض اور بند و بستی کاغذات مین جو ضلع کھیری کے متعلق ہین ان کا نام دیکھنے مین آتا ہے۔

راے منسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیدار رہے اور اونکے فرزند راے للتا پرشاد بھی خلعت چکلیداری سے سرفراز ہوے تھے۔ کنور رام بخش کے عہد چکلیداری کے بعض دستخطی کاغذات راقم الحروف نے دیکھے ہین ان کے دوسرے فرزند کا نام بسنت راے تھا۔ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی نے جو دیہات راے موہن لال کو مرحمت کیے تھے اوسکی نقل تحریر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخشش نامہ دیہات زمینداری خانپور وغیرہ بمہر محمد اعزاز خان بہادر و بمہر قاضی شاہ آباد

مرقوم بست پنجم شہر صفر سنہ ۱۲۰۰ھ

منکہ محمد اعزاز خان خلف محمد شیر انداز خان رئیس و زمیندار قصبہ شاہ آباد سرکار خیرآباد مضاف صوبہ لکھنؤ گردیدہ ام چون زمینداری دیہات خانپور وغیرہ کہ بلاشرکت غیری در قبض و تصرف خود دائم الحال زمینداری دیہات مذکور تفصیلۂ ذیل ازراہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہ برخوردار نور چشم راے موہن لال

خلف لالہ بینی پرشاد وادیم وبخشیدیم باید کہ برحقوق زمینداری دیہات مذکورہ بالکلیہ بجمعی تمام قابض ومتصرف بودہ باشند و وجہ نذرانہ معرفت مولوی خلیل اللہ وامانت خان داخل سیاہہ سرکار شد ثانی الحال گاہی اہلکاران سرکار از رسومات زمینداری وغیرہ مزاحم ومتعرض نشوند نخواہد شد بنابرین چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد وعند الحاجت بکار آید۔

تفصیل ذیل

غانپور خاص سردار نگر آغاپور گڑھی پور نصیر پور بھٹہ کولہ ہرولی کوئیان پور واپیریا رسول پور چریا ایگوان نرسیا موچھیلیا نگرہ لوتھو سرائے کمال الدین خان لکراہی سرائے رانک بروری امریا منگیاوان پوروہ چھپٹ پور گوریا خاص سرسی پھولان

ایک مدت تک راجہ ہلاس رائے کا دور دورہ خوب رہا لیکن مہاراجہ ٹکیت رائے کی تنزلی سے ان کا ستارہ بھی جو اوج پر چمک رہا تھا مدھم ہوگیا چونکہ ویسی ریاستون اور ایشیائی سلطنتون مین اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آئے ہین کہ جب کوئی رکن سلطنت تنزل مین آیا تو اوسکے جتنے متوسل ہوتے ہین وہ بھی زرد رو اور علیحدہ کردیے جاتے ہین۔ یہی معاملہ مہاراجہ ٹکیت رائے کی معزولی سے راجہ ہلاس رائے کو پیش آیا۔ مہاراجہ کی معزولی کا قصہ تاریخ سلاطین اودھ وغیرہ مین مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہین۔

"جب بعد شجاع الدولہ کے نواب آصف الدولہ مسند نشین ہوئے تو ادنھون نے الچ خان کے بعد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مدار المہام اور مہاراجہ ٹکیت رائے کو دیوانی کا عہدہ عنایت فرمایا اور مہاراجہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاقیہ کسی ملکی ضرورت سے مہاراجہ کلکتہ گئے اور وہان سے ناکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا مزاج ان سے کچھ مکدر ہوگیا اور بعد واپسی کلکتہ کے فیما بین سرفراز الدولہ اور مہاراجہ کے بھی نفاق پیدا ہوگیا۔ اسی زمانہ مین

ایک روز مہاراجہ ٹکیت رائے نے نواب آصف الدولہ کو چھہتر لاکھ روپیہ کی فرد دکھلائی اور کہا
کہ اسقدر قرضہ سرکار پر مہاجنون کا ہوگیا ہے اور آیندہ سود بالاے سود سے زیرباری ہوگی
چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیر الدولہ حیدر بیگ خان نائب مدار المہام و متوسل
بینی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد مین ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا
لے لیا کرتے تھے اور ان باتون سے کچھ خبردار نہین ہوتے تھے اس فرد کو دیکھکر نہایت برہم
ہوے جب مہاراجہ ٹکیت رائے چلے گئے اور راجہ جھاؤلال حاضر ہوے تو جناب عالی نے
راجہ سے مخاطب ہوکر عرض کیا کہ خدا بخشے امیر الدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف
نہین دیتا تھا۔ مہاراجہ ٹکیت رائے کو دیکھو کہ آج اوسنے چھہتر لاکھ زر قرضہ کی فرد لاکر مجھے
دکھلائی یہ نہین جانتا کہ اگر یا بدولت سے دردسری ہوسکتی تو پھر نائب و مختار کی کیا ضرورت تھی
راجہ جھاؤلال یہ سنکر خاموش ہورہے جب مکرر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤلال نے عرض کیا
کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے ٹکیت رائے آدمی بد ہے تغلب و تصرف کرتا ہی جو کچھ حساب
اُسنے پیش کیا ہے جعلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنون سے حساب سمجھکر میرے
روبرو پیش کرو۔ راجہ جھاؤلعل حسب الحکم گئے حویلی کچہری مین مہاجنون اور ٹکیت رائے کو بلوایا
اور حساب سمجھا اسکے بعد سب کو قائل کرکے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار اودھ کے ذمہ عائد کیا اور تصفیہ
کرکے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرانی اوسی روز مہاراجہ ٹکیت رائے معزول کردیے
گئے اور بجاے ان کے راجہ جھاؤلال مقرر ہوے لیکن چند روز کے بعد ۱۲۱۱ ہجری مین راجہ
جھاؤلال کو بھی رزیڈنٹ صاحب نے موقوف کرکے پٹنہ عظیم آباد بھیجدیا اور ان کے ذمہ
سرداران مرہٹہ اور شاہ کابل سے خط و کتابت کا الزام لگایا گیا۔ مہاراجہ ٹکیت رائے کا
جملہ سامان ضبطی مین آیا سعادت علیخان کے عہد تک وہ زندہ رہے مہاراجہ فیاضی و سخاوت

اور سلوک مین بے نظیر امیر تھے ہندو اُن کو راجہ کرن کہتے تھے اُنھون نے جس جگہ شوالا
بنوایا با وجود ہندو ہونے کے وہان مسجد بھی بنوائی چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ اُن کے خرچ کا
مقرر تھا - مہاراجہ ٹکیٹ راے کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو انکے بعد
ترقی کرتے - الحاصل بعد علیحدگی مہاراجہ ٹکیٹ راے کے راجہ ہلاس راے بھی بیکار ہو گئے
ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہری سامان بدستور شاہ آباد مین موجود رہا مگر بعد کندورہ
رام بخش کے مستقل چکلیداری بھی انکی اولاد مین کسی نے نہ پائی جو کچھ اندوختہ آبائی تھا اُس سے
اہل خاندان اوقات بسری کرتے رہے بعدہُ اُنکے بنایا ہوا عالیشان مکان بھی کھود کھود کر
کھا گئے - راجہ ہلاس راے کے پھاٹک کے کواڑ خواجہ محمد شاہ صاحب کے پھاٹک مین
لگے ہوے ہین افسوس کہ اب نہ وہ شوکت و شان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہو - زمانہ
کے انقلاب سے یکسان رنگ کسی کا نہین رہتا اس ناپائدار دنیا مین کوئی حالت قابل اعتبار
کے نہین ہے ؎

اس باغ مین جس سرو کو دیکھو وہ روان ہو ٭ جس گل پہ بہار آج ہو کل اُسپہ خزان ہو

راے منگلی لال صاحب چکلیدار

راے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے مہاراجہ بالکرشن دیوان سرکار اودھ کے
ذریعہ سے انھون نے چکلیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی دیانت و
نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہین کیا شرفا کی قدردانی اور جوہر شناسی کی صفت بھی
بہت رکھتے تھے جب کوئی ضرورتمند اپنی جائداد وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے انکے
پاس گیا تو انھون نے کبھی اسکو دبایا نہین بلکہ اُسکی پوری قیمت ادا کی اور ایمانداری کام مین لائے

اونکی نیک نیتی کا یہ ثمرہ ہے کہ چکلیدارون مین اُن کے گھر آجتک جائداد باقی ہے ۱۲۸۸ھ فصلی مین راے صاحب موصوف نے نواب کمال الدین خان صاحب کی بنوائی ہوی سرائے کی مرمت کرائی اور اوسکی شکست وخام حالت کو پختگی سے تبدیل کردیا آخر زمانہ مین آنکو بصارت سے معذوری ہوگئی تھی مگر چکلیداری کا کام بدستور اہلکارون سے لیتے رہے بہت سے کاغذات جن پر راے صاحب کی مہرین ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اور بعض اسناد واحکامات بھی دیکھنے مین آئے ہین بعض پروانے ان کے یہان کے پڑھے ہین چنانچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۵۱ھ کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ مسمی عزیز ومحمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت ترکہ کے جھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طے کرا دو اور اوسکی کیفیت حضور مین ارسال کرو دوسرا پروانہ نواب امین الدولہ امداد حسین خان بہادر وزیر اعظم کا ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۹ھ ہجری کو آیا ہے کہ منجملہ دوسو روپیہ کے لعہ جو بابت نانکار کے چاہیے ہین وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔ ان کی جانب سے بھی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورۂ بالا کی آراضی کے بارہ مین حسن علیخان ویعقوب علیخان رئیسان کھیڑہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کردیگئی ہے۔

مہر
راے منگلی لال

خان صاحب مہربان حسن علیخان ویعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالیٰ
ظاہر دریافت شد کہ آراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر مزاحمت تعرض میسازند چون معافی قدیمست وگاہی احدی تعرض نساختہ حالا ایشان ازچہ اراضی مذکورہ فرق مینمایند لہذا تاکید مزید قلمی میشود کہ احیاناً اراضی مذکور تعرض نرسانند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سرفراز ہوے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہین اور دوسرے درگا پرشاد صاحب تھے۔ لال بہادر صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگا پرشاد صاحب کے راے راج بہادر صاحب ہین

جن کو ضعف بصارت کی شکایت ہوگئی ہے مگر اونھون نے امیرانہ انداز سے زندگی بسر کی۔

راے منگلی لال صاحب کی مہر مین ۱۲۱۵ہجری کندہ تھے جس سے زمانہ اُن کی حکیم داری کا ثابت ہوتا ہے ۱۲۳۱ہجری مین راے صاحب موصوف نے انتقال کیا قطعہ تاریخ یہ ہے

چون راے خوش اقبال ازین عالم فانی	راہی سوے جنت شدہ دردا و دریغا
ہر یک سر خود را پے تاریخ برید ند	رنج و غم و آہ و الم و آفت و سودا

حکیم خوشحال راے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (ملک روہیلکھنڈ) کے طبیب اور دواساز تھے۔ فن طبابت مین ید طولی حاصل تھا ان کے فرزند حکیم دولت راے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے حالات راقم نے واقفکارون کی زبان سے سُنے ہین حکیم دولت راے صاحب خوشرو اور خوش وضع بھی تھے اونکی لانبی کاکلین خوبصورت چہرہ کی زیب و زینت کو بڑھائے رہا کرتی تھین ان کے بیٹے خوشوقت راے خوشنویس و لائق و طبیب ہوے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی چل بسے اس خاندان کے مورث اعلی بھیا گنیش راے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوے یعنی (۱) چین سکھ راے (۲) روپ راے (۳) مصاحب راے۔ آخرالذکر کے دو بیٹے (۱) خوشحال راے اور

عیوض رائے انکے پاس جائداد بھی تھی اکثر غسل صحت پر ذی حوصلہ اشخاص نے باغات و چکات دیے تھے۔ موضع رتناپور و نبکاپور پرگنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے ولد بین رائے کے نام معاف تھے غالبًا یہ حافظ رحمت خان کے عہد سے ان کے قبضہ مین آئے۔ ایک باغ گڈھی مین کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے بچشم خود دیکھی ہے اور ۱۱۹۹ہجری کو وجاہت خان ذکریا خیل ساکنہ محلہ دلاور پور نے حکیم دولت رائے کو ایک قطعہ چار بیگہ کا دیا تھا اور ۱۲۱۰ہجری مین عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکریا خیل ساکن محلہ دلاور پور نے ایک باغ حکیم گنیش رائے کو عنایت کیا ہے اسپر خلیفہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کی مہر موجود ہے حکیم دولت رائے کے بعض معالجات معرکہ آرا ہوے ہین چنانچہ مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر والی جھالرا پاٹن کے علاج مین جب یہ طلب ہوے تو اونھون نے اطباے نامی کے مواجہہ مین نسخہ مرتب کیا اور نہایت حذاقت سے علاج کیا اور صحت بھی انھین کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابل تصنیف کیا ہے راقم نے اونکا وہ مجوزہ نسخہ دیکھا ہے اجزا کی ترتیب بھی نہایت قابلیت سے تحریر کی ہے بلکہ اوس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام جھالرا پاٹن بتجاویز شت مہاراج ادھراج راج رانا پرتھی سنگھ بہادر حسب الطلب بتفاق راقم شدہ بود و بکمال رعایت در ترتیب این کل عرق مرعی داشتہ دیگر اطباء دیار علامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کیطرف سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیم پور بھداسی مرحمت ہوا تھا نقل اوس پروانہ کی یہان تحریر کیجاتی ہے۔

نقل پروانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر ۱۱۹۵ فصلی

متصدیان مہمات حال و استقبال سرکار این جانب بعنایت امیدوار بودہ بدانند۔

موضع کھیم پور بھداسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد و محال وطن و جاگیر التمغا سرکار اینجانب است

آمراد خولامعہ رقبہ وسوای زمین مزروعہ وغیر مزروعہ وافتادہ محض وقابل زراعت وغیر ممکن
الزراعت وزمین شور وجلکر وبنکر وچاہات وتالاب وباغات وجمیع حقوق زمینداری دروجہ
انعام حسن المعالجت بنام حکمت وحذاقت مآب بھیالالہ مصاحب رائے حکیم این سرکار
بعنایت مرحمت نمودہ شد کہ بھیا موصوف بر جمیع اراضی وحقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت
قابض ومتصرف بودہ بجمعی تمام ہمگی اوقات خود بدوائی ومعالجۂ بیماران کہ کار ثواب ست
دانستہ باشند باید کہ جملہ اہلکاران سرکار اینجانب موضع مذکور را بنام بھیا موصوف معاف و
مرفوع القلم دانستہ احدی احیانا بوجہی من الوجوہ از بھیا موصوف مزاحم ومتعرض نشوند درینباب
تاکید دانستہ حسب الحکم بعمل آرند فقط

عیوض رائے صاحب لاولد تھے حکیم دولت رائے کے لڑکون مین بھوانی پرشاد
تکیت رائے نوبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوف کے پوتے
ہسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوے حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً
چالیس سال کا ہوا ہوگا ۔

نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علیخان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر ۔ نواب معتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علیخان بہادر ظفر جنگ کے
صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جہان خان کے پوتے تھے آپ بھی شاہ آباد کے
باشندہ ہین محلہ مولا گنج مین شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب رہا کرتے
تھے دیوانخانہ اور عمارت عالیشان بنی ہوئی تھی نواب صاحب اور اُن کے والد زمانہ دراز سے
دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لالن میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

منسوب تھین جنکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوے تھے نواب صاحب کے
ساتھ زمانہ نے بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن مین بیعنامے باغات و مکانات کے
نواب صاحب کے نام موجود ہین راقم کی نظر سے گذرے ہین اور ان کاغذون مین انکے
نام کے ساتھ امارت وایالت مرتبت حشمت وشوکت منزلت وغیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے
ہین۔ بعض بیعنامے اس وقت راقم کے پیش نظر ہین ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب
سعد اسد خان بازید خیل سمندر خان مہمند۔ سید ابو الخیر صاحب۔ یوسف خان و رسول خان
سلیمانی کی مہرین پڑی ہوئی ہین۔ یہ بیعنامہ بیس بیگھہ پختہ باغ کا ہے اسمین دو سو درخت
نصب تھے اور تالاب جو موضع کے پورب طرف واقع تھا مبلغ سات سو پچاس روپیہ کو
محمود خان بازید خیل عرف موٹی خیل سے خرید کیا تھا اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ ہجری کو یہ بیعنامہ
تحریر ہوا ہی۔ اسیطرح ایک بیعنامہ ۱۱ رمضان ۱۱۸۲ھ کو ایک پختہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگھہ
آراضی بھی تھی محمد پیرول ابن عبد الواحد دلیر خانی کی جانب سے نواب محمد علی خان
کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی ڈیوڑھی کے متصل تھا۔ اس بیعنامہ پر گواہیان مسیح الزمان خان
قادر داد خان مظفر علیخان وغیرہ کی پڑی ہوئی ہین نواب یعقوب علیخان کے دوسرے
صاحبزادے معتمد الدولہ مصطفے خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطابی نام
ایک مہر مین کھدا ہوا ہی یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کیطرف سے عطا ہوے تھے۔
نواب محسن الملک محمد علیخان بہادر کے فرزند شہباز علیخان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت
و امارت خطابوں سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ گردش ایام سے اُن کے مکانات کے
نام و نشان تک نہ رہے اور اس وقت کی نسل اُن کے خطابات سے بھی آگاہ نہیں۔

شاہ آباد کے قاضی

یہان کے قاضیون کے مورث اعلی قاضی فیض اللہ صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ
نے سنہ جلوس مین بجاے قاضی شیخ محمد او جیالی اور قاضی ابو البقا کے دار القضا شاہ آباد
مین مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی اُنکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہان سے بدل دیا۔
عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی و بحالی
ہوتی رہی اِس دوران مین قاضی صاحب موصوف نے عہدۂ قضا کی سند اپنے فرزند
بدیع الزمان صاحب کے نام منظور کرا کے شاہ آباد مین اُنکو مقرر کرا دیا اور خود قنوج کے قاضی
ہوے اس زمانہ تک شاہی دربار مین قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی متلاشی رہی
جب قاضی بدیع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے
بھائی نادر الزمان کو دار السلطنت دہلی بھیجا جب وہ شاہجہان آباد پہونچے تو اونھون نے ایک
مغل بچہ کو مبلغ ایکہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد
مین ہین اور ہماری جگہ کے متلاشی ہین اُن کو جان سے مار ڈالو چنانچہ اوس مغل نے نامبردہ
کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نادر الزمان بھاگ کر پالی مین آئے اور اپنے بھائی کے
پاس پناہ گزین ہوے۔ وہ مغل بچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زر خون
ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بدیع الزمان صاحب سے لیکر ہٹا
جب شیخ سعد اللہ کے بھائیون کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اونھون نے اپنے بھائی کے
خون ناحق کا دعوی بادشاہی اجلاس مین دائر کیا۔ بادشاہ نے اُن کے استغاثہ مین قاضی
فیض اللہ صاحب اور قاضی بدیع الزمان صاحب کو عہدۂ قضا سے معزول کر دیا اور جو

دیہات وچکات بطور مدد معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کر لیے اب ایک شخص
قنوج کا باشندہ انکی جگہ پر قاضی مقرر ہوا - ہر چند قاضی فیض اللہ صاحب اور اُن کے
پسران قاضی بدیع الزمان و نادر الزمان و مسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم
اپنے عہدہ پر بحال ہو جائین مگر کامیاب نہوے اب بیکاری و تنگی معاش سے نان
شبینہ کو محتاج ہو گئے - اس عرصہ مین ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی
فیض اللہ صاحب کے تھے اُنھون نے معقول و منقول وغیرہ کے علوم سے فراغ
حاصل کیا اور اپنے باپ کی عسرت پر مغموم ہو کر دار السلطنت دہلی کو روانہ ہوے کیونکہ
اُس زمانہ مین تمام خلایق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ وہان پہونچے تو اپنی
رسائی سے امرا اور ارکان دولت کے یہان تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ
پرگنات و شاہ آباد کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بحالی کرائی اور صدر الصدور کی مہر
بھی سند پر کرائی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بھیجدی - اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور
مین حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض اللہ صاحب شاہ آباد مین اپنے دوبارہ
عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے اُن کے عہدہ کی
سند اپنے نام کرالی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا چنانچہ قاضی فیض اللہ صاحب
تا حیات اپنے بیٹے کی نیابت مین کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا
انتقال ہو گیا تو اونکے دیگر فرزندان اس عہدۂ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان
صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار مین حاضر رہے بعد انتقال کرنے
اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند
اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء اللہ کے نام منتقل کرائی اور اُن کا چھوٹا لڑکا تحصیل علم کی غرض سے

ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء اسد صاحب پالی مین بھی رہتے اور فرائض منصبی کے ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا کرتے وہ انھین کے پاس بھیجتے انھون نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے باغات نصب کرائے دیہات خریدے کیے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال ہوگیا تو اُن کے فرزند قاضی رضاء اسد خان دہلی گئے اور مثل اپنے باپ کے امرا اور صدر الصدور وغیرہ کے یہاں رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہان رہے اور کوشش بلیغ کرکے اپنے بھائی قاضی ضیاء اسد خان کو پرگنہ پالی پر بحال کرا دیا اور اس عہدہ کی سند بھی دہلی سے بھجوا دی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہان کے مقدمات مین بھی پیدا ہوگئی تو قاضی رضاء اسد خان بھی وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے اسکے بعد قاضی رضاء اسد خان شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوے اور پالی مین قاضی ضیاء اللہ خان اس عہدہ پر متمکن ہوے جب تک یہ دونون بھائی زندہ رہے ملے رہے جب قاضی ضیاء اسد خان کا انتقال ہوگیا تو اُن کے فرزند ابو الحسن جنکی عمر اوسوقت دس برس کی تھی وہ قصبہ پالی مین بجائے اپنے باپ کے مسند قضا پر بٹھلائے گئے اور اونکی تعلیم و تربیت شاہ آباد مین چچا کے پاس ہوتی رہی چھیالیس سال تک رضاء اللہ خان شاہ آباد کے قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جزرسی سے گذر اوقات کی اور اہل و عیال کے لیے کچھ چکات مین اراضی بھی خرید کی پختہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر وزیر الممالک فرمانروائے اودھ کی طرف سے راجہ جھاؤ لال کو دیوانی کا خلعت عنایت ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوے تو سیتارام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب کے حکم سے عہدۂ قضا کی ممانعت کی اور یہ اجرائے کار سے باز رہے۔ اس زمانہ مین

شجاعت علیخان جو یہان تعینات تھے وہ بطور سزا ول کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد
و پالی پر متعین کیے گئے اور ان سے مچلکہ عدم مداخلت کا لکھایا گیا اس قضیہ کے پیش آنے
سے قاضی رضا اسدخان لکھنؤ گئے اور وہان کے ارکان دولت ملازمت حاصل کی اور بجائے
سرکار دہلی فرمانروائے اودھ کے حکم سے اجازت برقراری منصب حاصل کی
راجہ جھاؤلال راجہ ہلاس رائے راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بحالی عہدہ کے متعلق لیکر
شاہ آباد واپس آئے اور سیتارام سے عدم مداخلت کا مچلکہ واپس لیا اور بدستور اپنے عہدہ
پر قائم رہے اس عرصہ مین اُن کے مخالفون نے اُن کے بھتیجے ابو الحسن کو ورغلایا اور
ان کے مقابلہ مین لڑائی پر آمادہ کیا اُسنے تمام موروثی اشیاء و مکانات و اسناد و ملکیت پر
قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو نہایت پریشان کیا۔

قاضی رضا اسدخان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائداد کے متعلق ایک صورتحال
۹۔ رمضان ۱۲۳۱ ہجری کو لکھائی اور اُسپر عمائدین شاہ آباد کی مہرین کرائین اور وہ صورتحال
بہت لمبی اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد مین ایک سو سے زائد اشخاص
کی مہرین اسپر ثبت ہین اسپر دستخط و مواہیر قاضی سید فضل علیخان - نواب احمد علیخان تعلقہ دار
باسط نگر - محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی - نواب محمد خان عرف جمعہ میان
لالہ موہن لال صاحب - راجہ ہلاس رائے صاحب - خلیفہ عبدالرزاق صاحب کھیتی
اعظم خان صاحب ... سید خیل - امانت خان صاحب مظفر علیخان صاحب و ہمت ...
چودھری ... - ... خان ... شیخ علیخان - اشرف خان - صاحب داد خان
وغیرہ کے موجود ہین -

قاضی رضا اللہ خان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب یا ابن قاضی ظہور الزمان صاحب

شاہ آباد مین عہدہ قضا پر مامور رہے اور اونکے بعد اونکے صاحبزادہ قاضی حافظ علی صاحب
شاہ آباد کے قاضی ہوے عہد شاہی و نوابی تک ان قاضیون کے اجلاس سے فتوے
لیے جاتے فرائض مذہبی اور مقدمات شرعیہ کے فیصلے ہوا کرتے تھے حاکم وقت کیطرف
سے قاضیون کو بہت اختیارات دیے جاتے تھے یہ عہدہ گویا سشن جج کا منصب
تھا۔ یہ حضرات قوم کے سید تھے مگر لفظ خانی بطور خطاب نام کے ساتھ استعمال کیجاتی
ہے۔ بعد عہد شاہی کے یہ محکمہ بھی جاتا رہا اب بجز نکاح خوانی کے کوئی کام قاضیون کے
متعلق نہین رہا۔ بجاے فصل خصومات کے مخاصمت باہمی باقی رہگئی ہے۔ اب اس
خاندان مین قاضی علی حسن صاحب وغیرہ موجود ہین۔

قاضی رضاء اللہ خان صاحب کے نام فرامین شاہی جو محمد شاہ اور احمد شاہ کے
عہد سلطنت مین تحریر ہوے وہ اب تک موجود ہین راقم کی نظر سے اصلی کاغذات گذر چکے
ہین بعض کی نقل یہان درج کیجاتی ہے۔

نقل فرمان محمد شاہی بنام قاضی رضاء اللہ خان شاہ آبادی

عبید خان پسر خان
الصمد فدوی راسخ الاعتقاد
محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہاے جاگیر داران و کروریان و جمہور سکنہ پرگنہ سونی پت
وغیرہ سرکار و صوبہ دار الخلافۃ شاہجہان آباد در اعلام آنکہ
حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب احتساب
وغیرہ پرگنہ مسطور از تغیر محمد رؤف وغیرہ برضاء اللہ ولد ناصر الزمان حسب الضمن مقرر و مفوض
گشتہ باید کہ کما ینبغی بلوازم مناصب مذکور قیام نمودہ در تادیب اوقات مسکرات و زجر اصحاب
مسکرات و تعدیل اوزان و ذراع و مکیال و ما یکون من ہذا الشّی مساعی موفور بتقدیم رسانید

و دقیقہ از دقائق واحتیاط غیر مرعی نگذارد و خطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ بر طبق حکم فیض شیم عمل نمودہ مشار الیہ را محتسب و غیرہ دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ خدمت مستقل دانند و دیگری را سہیم و شریک او ندانند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ غرہ شہر صفر المظفر سنہ ۲۹ جلوس والا قلمی شد۔

ایضاً

عبیدہ خان پسر خان صدر الصدور فدوی راسخ الاعتقاد محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہای جاگیرداران و کروریان وجمہور سکنہ پرگنہ کنور سرکار و صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد اعلام آنکہ۔

حسب الحکم جہان مطاع آفتاب شعاع گردون ارتفاع منصب قضای و خطابت پرگنہ مسطور معہ سواد قصبہ و قریات متعلقہ آن از تغیر محمد تقی محمد رضا را بعہد انا علیہ الرحمان خان مقرر و مفوض گشتہ کہ کما ینبغی بلوازم مناسب آن بقیام نمودہ شد و در فصل قضایا و خصومت و اجراء حدود و تعزیرات و اقامت جمعہ و جماعات و ترغیب مردم بطاعات و النکاح من لا ولی لہ و قسمت ترکات و حفظ اموال غائب و ایتام و تعیین وصیاء و نصب قوام مساعی موفورہ تقدیم رسانیدہ و خطابت را از قرار واقع بجا آرد باید کہ بر طبق حکم فیض شیم عمل نمودہ مشار الیہ را قاضی و خطیب آنجا دانستہ دست اندازی مومی الیہ در امور متعلقہ الخدمات مستقل دانند و دیگری را سہیم و شریک او ندانند و محکوک و مختلف را بمہر و شمار ندو درینباب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۳ جلوس والا قلمی شد

نقل فرمان احمد شاہی بنام قاضی ضیاء اللہ خان

عبید خان پیرخان صدر الصدور فدوی راسخ الاعتقاد احمد شاه بادشاه غازی

گماشتهای جاگیرداران و کروریان و جمهور سکنه پرگنه کنور سرکار و صوبه دار الخلافه شاهجهان آباد در اعلام آنکه
وکیل رضاء الله ولد ناصر الزمان التماس نمود که موکل منصب قضای و خطابت پرگنه مسطور سرفرازی دارد امید وار است
پروانه مطابق بشود. از انجا که از روے سررشته دفتر بظهور پیوست که بموجب پروانه حضرت
مرقوم ششم شهر ذی الحجه سنه منا صب مزبوره بمشار الیه مقرر است لهذا
حسب الحکم الاعلی قلمی میگردد که مشار الیه را بدستور سابق بحال داشته دست اندازی مومی الیه
در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و دیگری را سهیم و شریک او ندانند درین باب قدغن
دانسته حسب المسطور بعمل آرند- بتاریخ پنجم شهر ذیقعده سنه احد جلوس والا قلمی شد

ایضاً

عبید خان پیرخان صدر الصدور فدوی راسخ الاعتقاد محمد شاه بادشاه غازے

گماشتهاے جاگیرداران و کروریان و جمهور سکنه پرگنه سونی پت
سرکار و صوبه دار الخلافه شاهجهان آباد در اعلام آنکه
حسب الحکم جهان مطاع و آفتاب شعاع گردون ارتفاع
منصب قضاے پرگنه مسطور معه سواد و قریات متعلقه آن
از انتقال ناصر الزمان برضاء الله پسرش مقرر و مفوض گشته که کما ینبغی بلوازم منصب مذبور قیام
نموده در فصل قضایا و خصومات و اجراے حد و تعزیرات و اقامت جمعه و جماعات و
ترغیب مردم بطاعات و النکاح من الی وله و قسمت ترکات و حفظ اموال غیب و ایتام
و تعین اوصیاء و نصب قوام مساعی موفوره بتقدیم رساند باید که برطبق حکم فیض شیم عمل نموده
مشار الیه را آنجا دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه الخدمات مستقل دانند و

دیگرے را ہم شریک او نمودند و مخلوق و متعلقات بمہرا و مہر شمار کنند درین باب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ بتاریخ بست و نہم شہر شوال سنہ والاقلمی شد

مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہین آپ کے مورث اعلی شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران عارف اور شاہ زمان صاحبان بمقام کلو این جو ضلع اعظم گڈھ مین ہے نامور اور با اثر گذرے سید صاحب ممدوح کے اجداد وہان سے جدا ہو کر شاہ آباد مین آباد ہوئے مانگن میان صاحب کے متعلق ایک نقل مشہور ہے کہ کسی شخص نے امتحانا ایک فتیلہ جلتا ہوا انکی دستار مین رکھدیا تھا قدرت خدا سے وہ جلتا ہوا تو ڑا انکی پگڑی مین سرد ہوگیا اور پگڑی پر آگ کا اثر تک نہ پہونچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہے واللہ اعلم میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہین اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کی صاحبزادی منسوب ہین افسوس کہ احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوئے انتقال ہوگیا۔ ان ہر دو صاحبون سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

حافظ عبداللہ صاحب تحصیلدار

حافظ صاحب ممدوح خداترس دیندار وضعدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب حکومت کا حاصل تھا مگر کسی پر ظلم و سختی کو روا نہ رکھا اور کثرت کار و مشاغل مین بھی جبتک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض اللہ کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زندہ کے پوتے تھے حافظ عبد الغفار وغیرہ آپ سات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب چکلیداری جسکو اس زمانہ مین ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے سبحان علیخان کنبوہ کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدار المہام کے مصاحب ونشیر تھے[۵] سے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج مین کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقرہ ان کا کہ "تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبداللہ حافظ مشہور ہے" حافظ صاحب محلہ گنگیانی مین رہتے تھے اونکی مسجد اب تک قایم ہے جسکے صحن مین اونکا مدفن بھی ہے عہد شاہی مین اونکا دور دورہ تھا صاحب اقتدار تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کرنے کی شکایت نہین سنی گئی نیکنام رہے۔ املاک و جائداد بھی تھی لکھنؤ کے محلہ بنجاری ٹولہ مین ایک محل عالیشان جسمین متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۲۴ - رجب سنہ ۱۲۵ ہجری مین مرزا محمد قلی سے خرید کیا تھا اور اوسکا بیعنامہ حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۲۹ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ ماہواری دو سو روپیہ کو مسماۃ صالحہ بی بی زوجہ میر خان بن نواب سعد اللہ خان

---

[۵] روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا کھتو اور خطاب نواب روشن الدولہ منیر الملک قایم جنگ بہادر تھا۔ بعد معزولی حکیم مہدی علیخان کے یہ بعہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ ۱۲۴۳ ہجری کو خلعت وزارت سے سرفراز ہوے سبحان علی خان کنبوہ اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و مشیر تھے اور در حقیقت یہ ہر دو اشخاص نہایت تیز فہم یکتا ے روزگار گذرے ہین۔ حافظ صاحب سبحان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت مین باریاب ہوے روشن الدولہ۔ محمد علی شاہ کے عہد مین انھین سبحان علی خان وغیرہ کنبوہ کی وجہ سے معزول ہوے۔

رئیس چوک سے اور ۲ - رجب ۱۲۴۲ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان و حسن علی خان پسران بہادر خان سے بقیمت دوسرے باغ کی خرید کی تھی اور ۲ - ذیقعدہ ۱۲۵۲ہجری کو ایک باغ زوجہ رحمان خان سکنہ محلہ گنگیا نی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اونکی خریداری کے ابتک موجود ہین اور راقم کی نظر سے گذرے ہین ۱۲۵۷ فصلی مطابق ۱۲۶۶ہجری مین حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گذرا ہے قصبہ شاہ آباد و قصبہ سانڈی و قصبہ پالی معہ پرگنات اونکے زیر حکومت تھے۔

۱۲۶۶ہجری کو جو کاغذ حساب مالگذاری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے بنوایا تھا اونکی بعض مدین ناظرین کی آگاہی کیغرض سے یہان پر لکھی جاتی ہین تین لاکھ ستائیس ہزار کا حساب کاغذ مین درج ہے جسمین عملہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواه اہلکاران عملہ لکھنؤ	تنخواه عملہ ہمراہ	تنخواه اہلکاران محالات	کرایہ باربرداری وقت کوچ لشکر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
مردمان نظامت کو	سائر خرچ	نواب صاحب بہادر کو	مشیر الدولہ بہادر
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شرف الدولہ بہادر	لالہ جواہر لال و کشن لال سررشتہ دار	لالہ موہن لال سیاہہ نویس	متصدیان دفترخانہ وزارت
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
منشی خانہ متعلقہ راجہ کندن لال	منشی خانہ وزارت	بموجب رقعہ حافظ صاحب ۱۲۵۶ فصلی	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	

اور جو وصلباقی پرگنہ شاہ آباد بابت ۱۲۴۱ فصلی معہ جمع خرچ بنائی گئی تھی اوسکی بعض مدون کا بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔

آمدنی پرگنہ شاہ آباد و ... داخل خزانہ سرکار ... نقد ...

بموجب رسیدات ... ہر چند

حساب تنخواہ داران بموجب پروانہ نواب صاحب

فرمایشات ولایت علیخان صاحب

فرمایشات علی حسین خان صاحب

بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوند نعمت فی ام اقبالہ اخراجات سرکار خداوند نعمت

حوالہ کریم بخش بموجب ارشاد

بنام احمد علیخان مرثیہ خوان بموجب ارشاد

خرید انگشتری

برائے خلعت لالہ کالکا پرشاد

بنام حکیم بنا صاحب برائے شادی دختر

مصارف تجہیز و تکفین آغا مرزا قرآن خوان

تجہیز و تکفین ولایت علی خان

خیرات وغیرہ

تیاری جھول باناتی برائے فیل میان کلب حسین

پخت طعام خیراتی معرفت مبارک علی

تھانہائے محمودی جو شاہ آباد سے طلب ہوئے تھے

غلام امام خان وزوجہ شیخ عظیم اللہ تمندار باد شاہ پلٹن ہمراہی آغا مرزا صاحب کمیدان ۴

حسب بروئے پروانہ ولایت علیخان

اسیطرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہی اسقدر بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

حافظ صاحب نے اپنی زندگی مین اپنی املاک کا ہبہ نامہ اپنے فرزند سید غلام غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ ہجری کو لکھدیا تھا جسپر راے منگلی لال صاحب اور دیگر عمائدین شاہ آباد کی مہرین موجود ہین۔ حافظ صاحب کی مہر مین ۱۲۲۳ھ ہجری کندہ ہین اور خوبصورت مہر ہے

ماہ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا ہی اسمین مشیر الدولہ بہادر نے سید غلام علی فرزند حافظ صاحب سے اقرار لکھا یا ہی کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ صاحب کے ذمہ باقی ہو وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو تمکو علاقہ سرکار سے عطا ہو گا اُس سے ادا کرنا ہو گا اس بات سے ۱۲۶۷ھ ہجری مین حافظ صاحب کا انتقال ثابت ہوتا ہی افسوس کہ حافظ صاحب کے بعد اُنکے فرزند سید غلام علی صاحب نے بھی جوانمرگ انتقال کیا۔

مولوی حسن علیخان صاحب

مولوی صاحب ممدوح قوم کے تارین پٹھان محلہ نالے کے باشندے اور افضل خانصاحب رئیس دریا پور کے بزرگون ہین تھے عالم باعمل کئی سو حدیثین یاد تھین اور حافظ الحدیث ہونیکا شرف حاصل تھا۔ آپ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت بابرکت مین بھی حاضر ہوے تھے۔ دینداری کا اثر بہت غالب تھا امر حق کے مقابلہ مین کسی کی مروت نہین کرتے اس بارہ مین ان کی بعض حکایتین مشہور ہین

امانی خانصاحب ہیں محلہ مہمند جو ہمند خان کے فرزند اور مبارز خان کے پوتے اور
دیوان پایندہ خان مورث محلہ مہمند کی اولاد مین ایک ذی وجاہت شخص
گذرے ہین دُنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذی عزت اور دینداری
کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے
پٹھانون مین اُنھین کا بنگلہ خوبصورتی مین ضرب المثل تھا اُنکے باغ مین کسی کا
ایک درخت آم کا جو گیند کے نام سے مشہور تھا شامل ہوگیا وہ شخص مولوی
صاحب کے پاس آیا آپ اُسکی طرفداری پر ایسے آمادہ ہوے کہ تلوار لیکر امانی خان
کے یہان محلہ مہمند مین آئے اور خان صاحب کو اسدرجہ سخت پکڑا کہ درخت
مذکور باغ سے اُسیوقت علیحدہ کرا کے اُس شخص کو دلا دیا اسیطرح مولوی شیخ
ثناء اللہ صاحب جنکو علم مناظرہ مین اچھی دستگاہ تھی ایک بار اُنھین
اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نوربافت تھے اس ہمسری کے طریقہ
کو نواب دوست علیخان صاحب تعلقدار باسط نگر نے ناگوار نظر سے دیکھا
شیخ جی نے مولوی صاحب سے کہا اُسپر مولوی صاحب شمشیر بدست شیخ جی کو لیکر
نواب صاحب کی ڈیوڑھی پر پہونچے اور پھر دوبارہ سلام علیک اسی طریقہ سے
کرایا اور کہا اس امر مین مودّب ہونے کی کوئی ضرورت نہین مذہبی معاملات
مین ہر شخص کو یکسان ہمسری کے حقوق حاصل ہین ریاست کے اُمور اور ہین
مولوی صاحب کے اولاد نرینہ نہ تھی۔

مولوی محمد سلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہین

محلّہ احاطہ مین آپکا مکان تھا انھین کے فرزند عبد الرحمان خان تھے (۱۸) برسکی
عمر مین آپ فارغ التحصیل ہوئے قصص الانبیا فی احوال الاصفیا زینت
مستطلبین اور رشید المومنین یہ چار کتابین آپکی تصنیفات سے ہین بعض کتاب
کو خاکسار نے دیکھا ہی قصص الانبیا کا کچھ حصّہ ناکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع
بھی ہو گئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہی راقم کے پاس موجود
بھی ہی۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابو البشر آدم تک نہایت
تحقیق سے مرتب کیا ہی ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور
صاحب کلکٹر ضلع علیگڈھ کی سررشتہ داری کا کام کرتے رہے فرایض منصبی بنہایت
شرعی پابندی کیا تھا ادا کیے ناجائز مال سے قطعی پرہیز رہا۔ بعد استعفا دینیکے
وطن چلے آئے تھے ۵۴ برس کی عمر مین انتقال کیا آپ کے حالات مولوی
سبط حسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمایش
عبد الرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک استفتا پر جو فتوے
مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہی وہ آپکی علمی تحقیقات و لیاقت کے ثبوت مین یہاں درج کیا جاتا ہے

نقل استفتا

بسم اللہ العلی العلیم

چہ ارشاد می کنند علمای دین و مفتیان شرع متین اندرینصورت کہ مثلاً زید فوت کردہ و
حامد نامی پسر و سہ دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در حالت زید فوتیدہ بود و زبیدہ نام
زوجہ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند وارث گذاشت پس ولایت نکاح دختران
زید کہ از بطن زبیدہ اند مر حامد برادر علاتی دختر مذکورہ راست یا زبیدہ مادر دختران یعنے نکاح

دختران زید با جازت و مرضی زبیدہ مادر دختران شدن می توانند یا باجازت مرضی حامد برادر علاتی شدن
می توانند - بینوا توجروا - **الجواب** درصورت مرقومہ ولایت نکاح جملہ
دختران زید از بطن ہرزوجہ کہ باشند مرحامد برادر علاتی راست یعنی نکاح دختران زید
باجازت مرضی حامد برادر علاتی شان می توانند شد و روبرو یش زبیدہ مادر دختران
را اختیار نکاح دختران مذکور نیست واگر باوجود بودن حامد مسماۃ زبیدہ نکاح دختر
بی اجازت وخلاف مرضی حامد باکسی بندد آن نکاح روا نشد تا وقتیکہ حامد جائز
ندہد ہکذا فی کتب الفقہ والولی العصبۃ علی ترتیب الارث والحجب فقدم الجزء وان
سفل ثم الاصل وان علا ثم جزء الاصل القریب کالاخ ثم بنوہ وان سفلو شرح وقایہ ۱۲
اقرب الاولیاء الی المرءۃ الابن ثم ابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد ابو الاب
وان علی ثم لاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم ابن الاخ لاب وام ثم ابن الاخ لاب و
ان سفلو - فتاوی عالمگیری - وان زوج الصغیر والصغیرۃ ابعد الاولیاء فان کان الاقرب
حاضرا وہو من اہل الولایۃ توقف النکاح - فتاوی عالمگیری المجیب منصب -

مہر محمد سلطان ۱۲۵۳ھ

میر احمد علی صاحب

میر صاحب موصوف صاحب نسبت اور باخدا بزرگ تھے آپکی عمر ریاضت اور
یاد الٰہی میں بسر ہوئی خلقتاً آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیاز احمد صاحب بلوی کے
اکمل خلیفہ تھے جب آپکے پیر مرشد ممدوح کا ۱۲۵۰ھ میں وصال ہو گیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے
سید نصیر الدین حسین شاہ صاحب جو بدایوں میں مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کے مرید ہوئے اور آپ ہی
سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب ممدوح اکثر شاہ آباد تشریف لاکر میر صاحب کا
عرس کیا کرتے تھے درحقیقت یہ بڑی خوبی ہی کہ آپ اپنے پیرزادہ سے کبھی پیر مین آپکے فنافی المرشد ہونیکا

اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ مین ڈوبا ہوا ہے آپ ذی علم اور نازک خیال شاعر بھی تھے ۔ اکثر لوگ درسی کتابین آپ سے پڑھا کرتے تھے میر صاحب کی برگزیدگی اور تصرفات کی اکثر روایتین ثقہ اشخاص نے راقم سے بیان کین چنانچہ حاجی محمد حسین خانصاحب اختیار پوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے حالات سے واقف تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور اُن کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسا اہلبیت اور صحابۂ کبار کا سُنا جاتا ہے صبر توکل استقامت اُنکا موروثی حصہ تھا ایک راستباز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ مین تھے کہ چارپائی کے نیچے ایک سانپ آکر بیٹھ گیا آپ نے اوسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال مین مستغرق ہوگئے اور اوس موذی کے حال سے مزاحم نہوے مگر اوسوقت ایک بلّی آگئی اور اوس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خود بخود وہان سے ہٹ گیا ۔

۱۸۵۷ء کے غدر مین جب شاہ آباد مین بزن ہوا تو لوگ شاہ آباد چھوڑ کر دیہات و جنگل کو چلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہین باہر نہین گئے جب گورے اور سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھکر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مارتے پھرتے ہین آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ تم مار ہی ڈالوگے ہمارا ہونا نہ ہونا دونون یکسان ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی وحشی یہ سن کر اور آپ کی نورانی صورت دیکھکر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے خیر ہم آپ کو چھوڑ دیتا ہے ۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس امر کا اتفاق ہوا کہ آپ کے ہمسایون کے مکان پر چور آئے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب مین چورون کے حال سے خبردار کیا جب وہ اوٹھے تو چورون کو چوری کی گھات مین پایا مگر بیدار ہوجانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپکی روشن کرامت ہے۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ میرے والد مولوی مہراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر مجالست مین حدیث شریف اور حقایق و معارف کا مکالمہ رہتا۔ میرے چند بھائی محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام کے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا سجع موزون فرمایا

محمد احمد و محمود و حامد — بمہراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف مین فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم کریما مخمس مانقیمان وغیرہ قلمی موجود ہین چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک کتاب سے انتخاب کرکے یہان پر درج کیا جاتا ہے۔

انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بہ احمد

ای بہر جا بینکہ بینی جلوۂ رخسار اوست	رو بہر طرفی کہ آری پرتو انوار اوست
غیر او ہرگز نباشد ہیچ شے اندر جہان	ہرچہ آید در نظر بی شبہ و تکرار اوست
ہم گل و ہم بلبل و ہم شاخ و ہم برگ و شجر	ہم سرو ہم قمری و ہم نالہای زار اوست
فیض از درگاہ احمد گیر با عجز و نیاز	کو امین خاص حق و واقف اسرار اوست

ایضاً

ہیچ حسنی در دو عالم ہمچو حسن یار نیست	خوبروی در جہان چون خوبی دلدار نیست

گرچہ نسبت با سرو از قد خوبان دادہ اند — لیک سروی مثل قدش اندرین گلزار نیست
دیدۂ خواہش زلیخا وار بکشا و بہ بین — غیر روی یوسف اندر خانہ و بازار نیست
پیش مجنون در میان وادی پر خار خار — جز شبیہ لیلی اندر دیدہ اسرار نیست

احمد اندر ماسوا مشغولی خاطر مکن
چہ در آئی پا ز جا اندر دل بیدار نیست

در دو عالم جلوۂ رنگین رخ زیبای دوست — رنگ بخش ہر چمن رنگ گل عنای دوست
نیست خالی ہیچ جا از پرتو رخسار دوست — عالمی پر از فغان غلغل و غوغای دوست
صبح وارد از بیاض نور او نور کمال — ای سواد شام ہم از گیسوی دوتای دوست
احمد مرسل کہ آمد باعث ایجاد خلق — ای مجسم نور نہ ہی ز سر تا پای دوست

دیگر

روشنی جملہ عالم ای ز مہر روی تست — رنگ و بوی باغ دوران ہم ز رنگ و بوی تست
شاہی کونین زیبد مر ترا با عز و شان — فرش شاہان فرش خاک راہ ہای کوی تست
ای بہار حسن و بیت رنگ بخش ہر گلی — زیب سرو ہر چمن از قامت دلجوی تست
گرچہ شان ہر یکی از رنگ ہای دیگر است — در حقیقت شان جملہ از روی نیکوی تست
غیر رویت چون نہ بینم ہیچ شی اندر جہان — غلغل و شور جہان جملہ ز ہای ہوی تست
چشم و جان و گوش شنوا دیدۂ بینا توی — گفتگوی جملہ عالم ہم ز گفت و گوی تست

سر بزانو نہ دمادم احمد اندر فکر تش
عکس روی یار در آئینۂ زانوی تست

یارم اگر ز لطف بسویم نظر کند — عمریست جا و دانہ کہ بر من گذر کند

سازد خرام چون ز سر ناز دلربا — هوش و حواس از سر عالم بدر کند
بهر دلی که عشق نماید تسلطی — صبر و قرار و هوش و خرد زو سفر کند
در هر نماز عاشق مسکین پاکدل — هر دم وضوی خویش ز خون جگر کند
بهر نثار مقدم یار نکوی من — چشم ترم ز اشک مژه پر گهر کند
یارب ز درد و رنج دل سوزناک ما — تا چند آه و ناله و فریاد سر کند
آنکس که یافت لذت وصلت مدام تو — از ذکر غیر گوش دل خویش کر کند

غیر از جناب احمد مقبول دو جهان
از یک نگاه پاک که من را بزر کند

آن دل که شاه عشق درابی خبر کند — جز حسن روی یار کجا در نظر کند
افتند صد هزار دل بیدلان بهم — شانه بموی زلف گره دار گر کند
خاکست پیش چشم کسی شاهی جهان — آنرا که از وصال کسی بهره ور کند
از فرش تا بعرش عیان ست روی یار — چشم یقین ز دیده کسی وا اگر کند
باهم درند جامه گل و غنچه در چمن — هرگاه سیر باغ بپای نظر کند
دستی بکش طبیب بنبض مریض من — دارد چو درد عشق چه دارو اثر کند
هر دم ز درد هجر تو جانان دل حزین — شور و فغان آه ز سوز جگر کند

احمد بپای عشق سری هر زمان بنه
تا بر سر تو تاج مرصع بزر کند

نعتیه

کس جز تو خدا نافریده — نشنید زمانه نا بدیده

از روی تو مهر آفرینش — وز خوی تو خلق برگزیده

ای شان تو شان کبریائی — وی نور تو نور چشم دیده

در دفتر نیکوئی نه مثلت — منشی قضا رقم کشیده

با ممکن و هم وجوب پیدا — در عالم اینچنین که دیده

ای سیر تو ملک لامکانی — کانجا نه فرشته رسیده

در پیش و پسی تو همچو سایه — افواج ملک بسر دویده

در گلشن قرب او تعالی — جز دست تو گل کسی نچیده

قوسین تو جاه هم مقامت — لولاک لما بتو رسیده

کن رحم با حمد شکسته — افتاده بخاک دل رمیده

گل گلزار المعانی سراپا صورت جانی — رسول فخر انسانی دُر دریای فیضانی

کند خورشید با روی جهان افروز هر صبحی — ز نور ذرهٔ خاکش جبین خویش نورانی

مه گردون گردنده بفوج لشکر انجم — بگرد قصر عالی او کند هر شب نگهبانی

چنین درگاه سلطانی کرا آید ز خاقانی — که جبریل امین دارد همیشه کار دربانی

بحق گوئی بحق جوئی بحق دانی و حق بینی — بذاتش میکند جلوه همه اسرار و علانی

گل تنزیه می دارد سراپا جسم تشبیهی — عیان از نور سیمایش فروغ شان سبحانی

ز اوج عرش بگذشته مقر خاص حق گشته — ملائک باند سر گشته بجاه و فخر انسانی

کند بر حال من شاها ز لطف عام خود نگهی — که زائل گردد از رویم همه گرد پریشانی

بجز درگاه آنحضرت شفیع خلق بی منت — بر پیش دگر حاجت بکار سخت حیرانی

زدین حضرت احمد قدم بیرون منہ ہرگز
نگیرد غیر شرع او رواجِ کارِ حق دانی

در منقبت جناب علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ

ایدل بدار حُبِّ بجان بوتراب را
شیر الٰہ سرورِ عالی جناب را

آن کس کہ سر نہاد بپاکش زجان و دل
نے شکل رنج دید نہ روی عذاب را

مشکلکشای خلق شہنشاہ اولیا
ہست او اخی شافع یوم الحساب را

آن شہسوار دُلدل و آن شاہ ذوالفقار
آن شد کلید قلعہ بر فتح باب را

سائل چو کرد قصد سوالی بجان و دل
نشنید زو بدید جوابی صواب را

نورِ الٰہی ہست فروغ جمال تو
واکن ز روی نورِ الٰہی نقاب را

شاہا ز فیض لطف خود وہم ز مہر خویش
رحمی بحال احمد پُر رنج و تاب را

در مدح حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہٗ

محیط فیض یزدانی جناب شاہ جیلانی
ملقب قطب ربانی جناب شاہ جیلانی

در دریای قطبیت مہ افلاک غوثیت
کنوز راز صمدیت شناہ بحر صمدانی

بہ شیخی پیر پیرانی بخوبی ہمچو کنعانی
محل راز حدانی از و آمد بآسانی

ستون دین پیغمبر گرامی گوہر حیدر
بذات پاک آن سرور برونق شد مسلمانی

زہی تاج سر عزت با وج فخر در کثرت
نیامد کس باین شوکت بچشم عین انسانی

بمعجز شد کرامتش بفضل ایزد پاکش
نمودہ ذرہ خاکش مثال مهر بانی

زدوش بروپاکش خدنگ خانیش یزدان
رسد بر روی آفاقی بحکم حکم ربانی

بدرویشی کسی دیگر نزادہ مادر دوران
ز فخر فقر او باشد کمال فخر انسانی

بکن یک گوشۂ چشمی بحق احمد مرسل
کہ دارم در بغل جنس پریشانی و نادانی

غلام درگہ اور اچہ غم از پرسش محشر
کہ او دست خواہش را بدست قطب ربانی

در مدح خواجہ بزرگوار ہند الولی اجمیری

زہی خواجہ زفیضان آلہی
کند در ملک معنی پادشاہی

بملک چشت شاہنشاہ والا
دہد ہر شاہ را او تاج شاہی

ردائے خواجگی بردوش طالب
بپوشاند زچشم خوش نگاہی

ہمہ از خواجگان دربارگاہش
سر خود می نہند از عذر خواہی

معین الدین بعالم ہست نامش
بملک ہند دارد تخت شاہی

گدائے بینوائے بارگاہش
رساند شاہ را تاج مباہی

کسی کو بردرش افگند از عجز
سر خود را نماندہ در تباہی

زہیں فیضی کہ بارو ز آسمانش
ہمہ عالم بسوی اوست راہی

منم احمد غلام درگہ تو
ببر کوہ غمم چون برگ کاہی

معجزۂ حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نعت خدا و رسول | که او هست سر دفتر هر اصول
بیان می کنم از همه معجزات | یکی معجزه سرور کائنات
که او هست تاج سر انبیا | برو باد هر دم درود و ثنا
روایت چنین ست از اهل دین | شنو ای محبان بگوش یقین
که یک روز حضرت رسالتمآب | بمسجد به اصحاب عالی جناب
بفرمود جلسه به شوق تمام | نموده بهم هیچگونه ملال
ز قوم یهودی یکی نوجوان | که بد سعد بن قیس نامش عیان
درآمد به تندی و هیبت تمام | بر سید سرور خاص و عام
علم کرد تیغی بدست درست | خریطه بدست دگر تنگ و چست
بپرسید کاندر میان شما | محمد کدام ست با ما نما
علی مرتضی گفت ای ناسزا | چه پرسی که خورشید روشن کجا
مه و مهر را کس نجسته نشان | که روشن در آفاق هست و عیان
بفرمود حضرت محمد منم | بگو آنچه داری تو از پیش دم
با صفای اسم مبارک زبان | گشوده باین حرف آن نوجوان
بگو ای محمد بدستم چه چیز | که باشم مسلمان درین وقت نیز
پیمبر چو برحق توئی بیگمان | بکن شاد ما را ز راز نهان
همان دم رسول زمین و زمان | ز الهام غیبی نموده عیان
که خاکستر یار در دست تست | نهاده میان خریطه درست
بفرمان پیغمبر نیک زاد | بجمله شهادت زبان برکشاد

کریما مخمس

الٰهی اسیرم بحرص و هوا — ندارم ز کس رہ دہی راہ هُدا
ندارم مراین درد را من دوا — کریما به بخشای بر حال ما
که هستم اسیر کمند هوا

اسیرم بدست هوا و هوس — چو مرغی که اندر میان قفس
درین کشمکشهای پر رنج و بس — ندارم غیر از تو فریاد رس
تویی عاصیان را خطا بخش و بس

درین دار آباد رنج و عنا — پر از درد و کلفت تهی از صفا
بقاے ندارد بغیر از فنا — نگهدار ما را ز راه خطا
خطا درگذار و صوابم نما

ولا هر زمان از قلیل و کثیر — به نعت رسول بشیر و نذیر
لبالب بکن کام از شهد و شیر — زبان تا بود در دهان جاگیر
ثنای محمد بود دلپذیر

شفیع الامم خواجه سر و سرا — صدر نشین انبیا است و هم پیشوا
ز خلق و کریم و بخلق و صفا — حبیب خدا اشرف انبیا
که عرش مجیدش بود متکا

زهی سرو آزاد باغ وفاق — ملائک تدروش بصد اشتیاق
چه خوش گفت سعدی شیرین مذاق — سواری جهانگیر یکران براق

که بگذشت از قصر نیلی رواق

دلا فرش غفلت نه هرگز نوشت — شدی طالب روز رینه طشت
بگشتی بلهو و لعب کوه و دشت — چهل سال عمر عزیزت گذشت

مزاج تو از حال طفلی نگشت

سپهر در ره حق براند اختی — فرس در هوا و هوس تاختی
بغفلت تو نرد دغا باختی — همه با هوا و هوس ساختی

دمی با مصالح نپرداختی

بدنیا که او هست بی اعتبار — دو روزه بود کار او یا چهار
همه کار او را بزودی گذار — مکن تکیه بر عمر ناپایدار

مباش ایمن از بازی روزگار

ترجیع بند مسدس مصنفہ میر احمد علی صاحب ہم رنگ ما مقیمان قدیم
مصنفہ حضرت علاء الدین صاحب وصالی خراسانی خلیفہ نظام الدین

اولیا نزیل صوبہ اودھ

ما ظهور خدای غفاریم — برزبان غیر او نمی آریم
هست جا و مقام لاهوتیم — بلبل شاخ باغ اسراریم
گوش و چشم و زبان و جان و دلی — ماسوای بجز او نمی داریم
ما ز دنیا و دین ندارم کار — طالب عز و جاه دیداریم

از دو زلف سیاہ و خال رخش
دانہ و دام را طلبگاریم

از ظہور مظاہر کونین
طوطی شکرین گلزاریم

از دو عالم سرے نمی خاریم
چون مقیم سراے دلداریم

من دیوانہ وش درین صحرا
روز و شب این سخن بلب داریم

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

یار من باکمال رعنائی
می کند جلوہ بیکتائی

زیر و بالا و اندرون و برون
ہست پیدا بچشم بینائی

گاہ پنہان بہ پردۂ باطن
گاہ ظاہر بچہرہ زیبائی

از دوئی دور شو دلا زنہار
تا کند یار جلوہ فرمائی

باش دیوانہ والۂ و شیدا
شو برون از شعور و دانائی

بشنوی از زبان پیر و جوان
بالیقین چشم دل چو بکشائی

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

غیر حق نیست اندرین گلزار
ماہ و مہر و فلک چہ لیل و نہار

ساعتی از خودی شوی بیزار
بنگری جلوۂ رخ دلدار

اندرین باغ بے رخ دلدار
گل نماید بزیر چشم تو خار

من دو مذہب بعشق یکدانم
دانۂ سبحہ و رشتۂ زنار

خاک دانی تو تخت شاہی را
گر بیابی تو دولت دیدار

زاہدا یکدم از دوئی بدر آ — تا کشاید بتو بسے اسرار
کفر و اسلام بر کران گردد — گر در آئی بعشق آن یکبار
ہمہ تسبیح گوی یار من ست — شاخ و برگ و نبات ہم اشجار
می برآید ترانہ این ہردم — از زبان ہمہ در و دیوار

کہ بچشمان دل مبین جز دوست
ہر چہ بینی بدان کہ مظہر اوست

مثنویانہ اشعار ہیں میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہیں وہ یہ ہیں

خدایا منم بندہ بیچارہ — کہ جز تو ندارم کسی چارہ
ز انعام و بخشش بمن درنگر — خطایم گذار و برحمت گذر
بحق محمد رسول کریم — کہ آمد برحمت بلطف عمیم
بحق علی و حسین و حسن — کہ ہستند مشکلکشای زمن
بحق شہنشاہ زین العبا — دگر باقر و جعفر باصفا
بحق شہ کاظم و ہم رضا — کزان دار دین ست رونق گرا
بحق تقی و نقی عسکری — بحق شہ مہدی جعفری
بحق ہمان غوث پیران پیر — بحق شہ چشت آفاق گیر
بخلفای چشتی و ہم قادری — کہ جویم ز ایشان بجود یاوری
خصوصاً بآن ہادی دلنواز — کہ اسمش ست مشہور شاہ نیاز
عطا کن ز فقرم مراد دلی — کہ باشم ازو صاحب حشمتی
دگر این ز غیبم فراغ معاش — مگردان بہر در برای تلاش

بیان میکنم موجب این رقم — بر دوستان از زبان قلم

منم خادم اہلبیت رسول — کہ او ہست در جملہ عالم قبول

بود شاہ آباد مولود من — ولی ترفر آباے مارا وطن

کہ روزی گرفتار بودم بدرد — باعراض بدنیز اندر نورد

بسی مضطرب بودم و بیقرار — اطبا ہمی ماندہ بی اختیار

دران حالت پر ز رنج و عنا — شدم ملتجی با حبیب خدا

بصد گریۂ و با ہزاران بکا — کہ فی الحال ز و یافتم من شفا

ز بہر فراموشی درد و رنج — شدم پیروان سنزاوار گنج

بامداد آن شاہ والا گہر — باین نظم یک ہفتہ بردم بسر

رسیدہ باتمام ترجیع بند — کہ باشند ز و عاشقان بہرہ مند

بسال ہزار و دو صد و شصت و یک (۱۲۶۱) — رساندم ز رنظم را ایں محک

امید عفو ہست ز اہل سخن — چو بینند سہوی بگفتار من

باصلاح پوشند با سینہ صاف — وگرنہ بدارند مارا معاف

رجوع کن بجان بر در احمدی
کہ یابی از و دولت سرمدی

میر احمد علی صاحب کا حال رسالہ شاہ نصیر الدین صاحب موسومہ بہ مختصر مولفہ سید اعجاز احمد صاحب ابن شاہ ظہیر احمد صاحب لعلابدایونی کے صفحہ ۸ و ۹ مین طبع ہو کر شایع ہو گیا۔

ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی۔

اسکے بعد آپنے عزم شاہ آباد ضلع ہردوئی کا فرمایا جہان میر احمد علی صاحب خلیفۂ اعظم نیاز بے نیاز تشریف رکھتے تھے اور جنکے پاس آپکی وہ امانت باطنی موجود تھی جو آپکے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی کہ یہ نصیر الدین کا حصہ ہے اور فرما دیا تھا کہ بروقت ملاقات اوسکو دیدینا۔

میر احمد علی صاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لڑکون کے پڑھانے مین صرف فرمادی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ بریلی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور مین حاضر ہوئے اور حضور نے آپسے استفسار فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہون فرمایا بہت اچھا کرتے ہو چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہوگئے تو لوگون نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا چھوڑ دو۔ آپ نے فرمایا کہ مین اسکو کیونکر چھوڑ دون میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیرزادہ موصوف کیلیے شاہ آباد مین ایک حجرہ نہایت پرتکلف آراستہ فرما دیا تھا اور جملہ قسم کا سامان و ہمین مہیا کر دیا۔ بجز میر صاحب کے تین برس کوئی وہان نہ جا سکا جب میر صاحب نے آپ کی بے اعتنائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صانع قدرت نے آپ کے وجود با جود کو بیشمار خلق اللہ کی ہدایت کیواسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ نیازیہ کا اجراء ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہکر میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی آپ کو مرحمت فرمائی اور خرقہ و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرما دیا۔

۹ شعبان ۱۲۸۵ ہجری کو آپ نے رحلت فرمائی مزار آپکا محلہ بالاے کوٹ مین عقب مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات وفات کے نظم کیے منجملہ اُن کے ایک یہ ہے ؎

حسرتا احمد علی صاحب ز اولاد رسول ۔۔۔ رفت زیر خاک و حاضر شد بہ بزم بو تراب

صاحب سجادۂ شاہِ نیازِ بے نیاز	مخزنِ فقر و توکل ہادی راہ صواب
از جبینش نورِ حق و ز خلق شانِ احمدی	بود تابان بر سپہر کرمت چون آفتاب
از وفاتش مرغ بسمل شد دلِ اربابِ ذوق	شورِ محشر کرد برپا اضطرار و اضطراب

جست چون انجام رحلت بہر تاریخ وفات

از مظفر گفت مرقد زیب بخشش بیحساب ۱۲۸۵

میر صاحب کے چھوٹے بھائی میر حشمت علی صاحب تھے وہ بھی صورت و سیرت اور جملہ اوصاف مین اپنے بڑے بھائی کے قدم بقدم تھے میر صاحب ممدوح کی شکل دیکھکر بزرگان باخدا کی صورت آنکھون مین پھر جاتی تھی اور آپ کی باتین سنکر خدا یاد آجاتا تھا اگر بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی ماہتاب تھا آپ کی مہر کا مصرع سہ از نیاز است حشمت کونین تھا - اپنے بڑے بھائی کے دو برس کے بعد میر صاحب نے بھی انتقال فرمایا

قطعۂ تاریخ راقم نے یہ موزون کیا ؎

از دار فنا چو میر صاحب	رفتند بسوی حوض کوثر
از آل نبی و اسم پاکش	حشمت بہ علی شدہ مقرر
در خلق و بزرگی و کرامت	مثلش بجہان نبود دیگر
تعلیم ز درسگاہ ایشان	حاصل می کرد خلق اکثر
حق داد شرف بذات ہر دو	ماہ و خورشید ہر برادر
این قصبہ نمود کسب علمی	ذات عالیش فیض گستر

جستم تاریخ انتقالش

گفتند ملک بلند اختر

۱۲۸۷

میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محلہ سید واڑہ مین رہتے تھے آپکو مضمون نگاری مین نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند میر حبیب اللہ صاحب متخلص بہ تارک نازک خیال شاعر اور مشائخانہ مذاق کے بزرگ تھے۔ حضرت تارک میر وزیر علی صاحب صبا کے شاگرد اور عرصہ تک لکھنؤ مین رہکر اپنے لایق اُستاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھانے مین جناب تارک کو خاص ملکہ تھا اور قصاید عرفی وغیرہ کے باریک مطالب حل کرنے مین اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے تھے شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہین والد سے مراسم ہونیکی وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مخمس کے متعلق جسکا یہ شعر

حامد اللہ ہے محمود ہے کونین کا ۔۔۔ ساجد خالق ہی اور مسجود ہی کونین کا

مشہور ہے۔ کچھ دریافت کیا تھا اور آپنے جواب باصواب دیا تھا میر صاحب نازک مزاج نحیف البدن موزون دل اندام انسان تھے آپ کے اکثر شعر ضرب المثل ہین مثلاً

غصہ کفر ورپہ آتا ہی ہمیشہ تارک ۔۔۔ ہمسے دیکھین تو بھلا آنکھ ملائے واعظ

ایضاً

کون اس دیر و حرم مین رہ کے جھگڑے مین پڑے ۔۔۔ کفر و دین دونون سے تارک ہاتھ دھونا چاہیے

غزل

دوست سب دیکھ لیے اپنا پرایا دیکھا ۔۔۔ ہائے دنیا مین کسیکو نہ کسی کا دیکھا

جب کہا تمنے کھلا آپکا پردہ دیکھا ۔۔۔ بولے شرما کے کہ جھوٹے کا کلیجا دیکھا

صدقے اس ناز کے قربان تغافل کے ترے
ہنسکے منھ پھیر لیا جب بہ التجا دیکھا

دل سمجھتا ہی نہین اسکو بھلا کیا کیجیے
ہمنے کمبخت کو سو طرح سے سمجھا دیکھا

ہچکیان لیتا ہی اب اسکا لبون پر دم ہی
اپنے بیمار کو اے رشک مسیحا دیکھا

اوٹھ کے میخانہ سے تارک جو گئے کعبہ کو
کہیے ای قبلۂ حاجات وہان کیا دیکھا

ایضاً

نکلے نہ دوسرا چمن روزگار مین
بوے وفا جو ہو گل رخسار یار مین

کہتا ہون روح کو تن خاکی مین دیکھکر
اک آفتاب ہی کہ چھپا ہی غبار مین

میری طرف سے اُن کو کدورت ہی بسکہ
لکھا جواب خط بھی تو خط غبار مین

وہ رند ہون جو بگڑون تو قاضی کو باندھ لاؤن
بیچارہ محتسب ہی بھلا کس شمار مین

مین کیا کہون کہ جھیلی ہین کیا کیا مصیبتین
راحت ملی نہ زندگی مستعار مین

پیش نظر ہے صحبت احباب بعد مرگ
چین آئے کسطرح ہمین کنج مزار مین

مر مر کے ہم نے عرصۂ ہستی کو طے کیا
راحت ملی اب آکے عدم کے دیار مین

تارک اُوٹھا سکا نہ اذیت فراق کی
خنجر گلے پہ پھیر دیا ہجر یار مین

ایضاً

وجود غیر معشوق آنکھ مین عاشق کے باطل تھا
جدھر تھا دیکھتا مجنون ادھر لیلی کا محمل تھا

تری درگاہ سے محروم پھرنا غیر ممکن ہے
دُر مقصد سے جب دیکھا بھرا دامان سائل تھا

عبث بک بک کے میری ناصحون نے جان کھائی ہی
بتون کو دیدیا دل پھر کسی کا کیا مرا دل تھا

میان حشر اس ہیئت سے دیکھا ہمنے تارک کو
کہ دونون ہاتھ سے پکڑے ہوے دامان قاتل تھا

اشعار غزل

مداح ہین حضور کی زلف دوتا کے ہم — باندھینگے اپنے شعر مین مضمون بلا کے ہم

صیاد سنگدل نے نچھوڑا کسی طرح — آخر قفس مین مر گئے پر پھڑپھڑا کے ہم

افسوس کہ میر صاحب نے سنہ ۱۳۰۴ ہجری مین رحلت فرمائی راقم نے قطعہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے

تارک عالی نسب والا حسب — یافت آزادی ز قید آب و گل

سال ترحیلش مظفر کن رقم — تارک دنیا روان شد پاک دل

آپ کے فرزند حکیم سید امجد علی صاحب ہین جو استاذی حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا کے شاگرد رشید اور فن نغمہ ذہین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہین

خواجہ سید محمد شاہ صاحب

آپ شاہ آباد کے رؤسا مین نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہین عہد نوابی مین تحصیلداری و کمیدانی کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ آپکی تحصیلداری کے بعض کاغذات راقم نے دیکھے ہین خواجہ صاحب موصوف خوش رو اور عیش پسند انسان تھے عمارت سے نہایت شوق تھا چنانچہ اُن کا بنوایا ہوا مکان جو نہایت شاندار اور یہان کے مکانات مین اپنی آپ نظیر ہے اونکی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کر رہا ہے طبیعت علم دوست تھی اور تاریخ کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو دیکھنا شروع کرتے اوسکو ختم کر کے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اوسکی داشت سے بھی مناسبت تھی۔ قوم کے سید اور خواجگی کا خطاب اس خاندان مین خواجہ معین الدین اجمیری

کے سلسلہ سے استعمال کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگون کا اصلی وطن قصبۂ
گیلان تھا جو عرب مین ایک مشہور مقام ہے۔ چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے
بجاے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ گیلان سے نکل کر پہلے
کاشغر مین آباد ہوے اسکے بعد کاشغر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی مین وارد
ہوے اونکا نام خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عہد شاہ عالم بادشاہ کا تھا۔ انکے فرزند
خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے یہان ۱۱۸۵ھ کو فوجی صیغہ مین ہزاری ذات اور
دوسو سوار کی افسری اور اسد علیخان کے خطاب سے سربلند کیے گئے پھر وہ اپنی کارگذاری
سے منصب مین ترقی حاصل کرتے رہے۔ بعدہٗ ان کے بیٹے خواجہ سید لطف اللہ صاحب
اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہو کر منصب آبائی سے سرفراز ہوے۔ اس عرصہ مین
شاہان دہلی کی سلطنت پر زوال آگیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار
مین آکر بعہدۂ کمیدانی ملازم ہوے۔ (کمیدانی اصیغۂ فوج عہد شاہی مین ایک عہدہ تھا۔
جسکو اب سرکار انگریزی مین کرنیلی کے عہدہ سے تعبیر کرسکتے ہین۔) انکے دو فرزند ہوے
ایک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر۔ آخرالذکر کی شادی لکھنؤ مین
ایک مغل کے خاندان مین ہوی۔ اس شاخ مین کوئی نامور قابل الذکر شخص نہین ہوا
بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے ایکون مین ملازم ہوے
اور پھر کمیدانی کو پہونچے خواجہ غلام شاہ صاحب کی پلٹن ایک مدت تک لکھنؤ مین رہی
بعدازان سندیلہ مین تعینات ہوئی بدین وجہ رؤساے سندیلہ سے اونکے مراسم
پیدا ہوے۔ چنانچہ چودھری مقبول حسن صاحب و چودھری عبدالباسط صاحب کے
مورثون اور واجد علی خان بلوچ کے بزرگون سے دوستانہ بلکہ عزیزانہ برتاؤ رہا۔

پلٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اوس زمانہ مین چکلیدار جو کلکٹر ضلع کے ہم منصب ہوتا تھا
اوسکو تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہوا کرتی تھی اسلئے
ایک پلٹن اوسکے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس خدمت کی غرض سے خواجہ غلام شاہ صاحب
کی ماتحت پلٹن سندیلہ سے تبدیل ہوکر شاہ آباد آئی اوسوقت مین رائے منگلی لال صاحب
شاہ آباد کے چکلہ دار تھے۔ خواجہ صاحب اور رائے صاحب سے اسدرجہ مراسم بڑھے
کہ دستار بدل ہوگئی اونکی محبت مین خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالاے کوٹ
مین مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزند صرف ایک خواجہ سید
محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اودھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوے
اور عرصہ تک اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے جب ان کے
والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا تو بجاے ان کے کمیدانی عہدہ پر آپ
سرفراز کیے گئے اس عہدہ پر چندروز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ راے
منگلی لال صاحب کا انتقال ہوگیا اور اونکے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے
چکلیدار مقرر ہوے۔ ایک سال اونھون نے کارہاے منصبی ادا کیے اس کے بعد
بعلت بقایا مالگذاری ماخوذ ہوکر علیحدہ کیے گئے اور جسقدر اونکی جائداد واملاک تھی وہ
ضبط ہوکر سرکاری قرار پاگئی اونکے مقام پر دوسرا چکلہ دار مقیم ہوا اور مواضعات گرہ
بھمولی وغیرہ جو ضلع شاہجہان پور مین تھے وہ نیلام کردیے گئے اونکے مکان کے
کھدلنے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز پٹھان جو زوردار اور صاحب
جماعت تھے آپس مین اتحاد تھا وہ مانع ہوے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر
اس مزاحمت سے بڑے کشت وخون کا اندیشہ تھا متامل ہوے چکلیدار موجودہ نے

رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسقد ربا اثر آدمی شاہ آباد مین ہین اگر وہ چاہینگے تو یہ مکان کھد جائیگا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے کھدوا دیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضعداری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس انکار سے آپ معتوب ہوے اور توپ سے باندھکر لکھنؤ بھیجے گئے اور وہان بھی یہ شرط پیش کیگئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ مستعفا داخل کرو مگر آپ نے اوس حالت مین بھی یہ جواب دیا کہ لال سہاوہ کو مین بھائی کہہ چکا ہون ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھسے یہ نہین ہو سکتا اور آپ اپنے عہدہ سے مستعفی ہوگئے۔ غرضکہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپکی علیحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کیگئی۔

واقعہ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلی درجہ کی وضعداری و مستقل مزاجی ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی پاکر رحلت فرمائی راقم کا لڑکپن تھا آپ کے دو فرزند ہین ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اور دوسرے خواجہ سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور زود فہم طبیعت کے انسان ہین راقم سے محبت و عنایت کے ساتھ ملتے ہین۔

نقل فرمان

ہوالعزیز بتاریخ روز جمعہ سوم شہر ذیقعدہ سنہ ۳ جلوس مبارک معلی موافق ۱۱۷۵ ہجری مطابق ۲۰ ماہ خورداد برسالہ امارت وایالت منزلت شجاعت وشہامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاہی مہبط اعطاف نمایان خلیفۂ الٰہی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکہ رزم زبدہ فدویان ہواخواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق العنایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر ونوبت واقعہ نگاری کمترین بندیان عقیدت آہنگ راے رتن سنگھ قلمی بیگرد حکم صادر شد کہ حفیظ اللہ ولد اسد اللہ بمنصب یکہزاری ذات و دو صد سوار وخطاب اسد علیخان سرفراز باشد واقعہ پانزدہم شوال سنہ ۳ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط ابہت وحشمت پناہ شجاعت وشہامت دستگاہ مطرح الطاف بادشاہی مورد عطاف نامتناہی خانہ زاد فدویت نشان ابوالقاسم خان بہادر نائب امارت وایالت منزلت شجاعت وشہامت مرتبت مورد مراحم بیکران بادشاہی مہبط اعطاف نمایان خلیفۂ الٰہی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکہ رزم زبدہ فدویان ہواخواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق العنایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

مشارالیہ از فضل وکرم امیدوار است بمنصب ہزار ذات دو صد سوار وخطاب اسد علیخان سرفراز شود شرح دستخط نائب بخشی الملک آنکہ حکم شد منظور۔

ہزار ذات وخطاب ما سوار تحریر فی التاریخ شہر صد سنہ الیہ جلوس مبارک مطابق واقعہ کل است ہشت ویکم ذیقعدہ سنہ جلوس معلے والا کر بعرض مقدس رسیدہ

مہر احمد علیخان بہادر موسوی فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی	مہر راے رتن سنگھ فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی سنہ ۲	مظہر علیخان بہادر فدوی محمد شاہ عالم بادشاہ غازی ۲
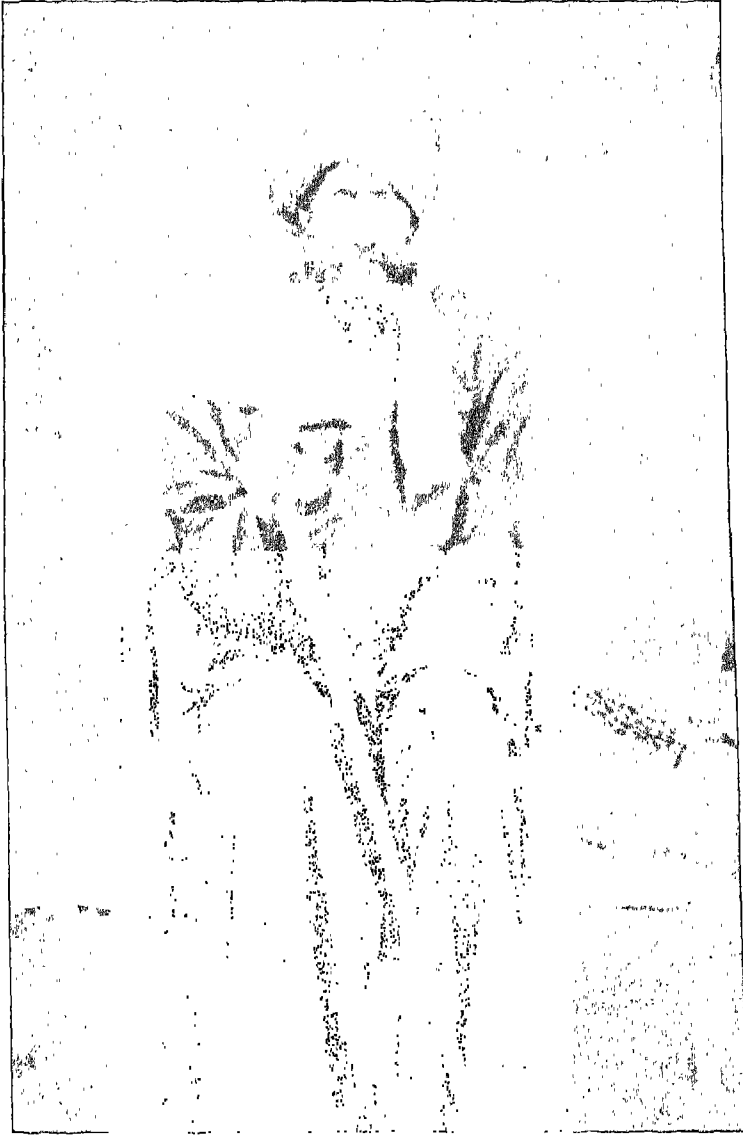
حاجی محمد حسین خان اختیار پوری

حاجی محمد حسین خانصاحب اختیار پوری

خانصاحب موصوف درویش سیرت اور باخدا بزرگ تھے نوعمری سے آپکو ریاضت اور خدا پرستی کیطرف میلان تھا پیشتر آپ حافظ امام علیخان صاحب اللہ پوری[1] کے مرید تھے اور ذکر و فکر مین مشغول رہا کیئے اس کے بعد سید شمشیر علی[2] عرف مینڈو شاہ صاحب کے۔

[1] حافظ صاحب باخدا اور زاہد انسان تھے جمعیت علیخان اللہ پوری کے فرزند اور فتح علی میانصاحب شاہجہانپوری کے خلیفہ تھے انکے اکثر لوگ مرید اور معتقد ہوئے چنانچہ قاضی عابد علیصاحب ڈپٹی سید شمس الدین صاحب بیلوی بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ جلپور جا رہے تھے کہ اثناے راہ مین بمقام متھرا رحلت فرمائی اور وہین مدفون ہوے جب آپکی بیوی کو صدمہ نہایت رقت سے گریہ وزاری اکثر لاحق رہتی تو شاہ حسین بخش خانصاحب فرخ آبادی خلیفہ مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی موضع کریلی مین اونکے خسر پرورش علیخان کے مکان پر اون بیوہ کی فہمایش کو آے وہ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے بعد وفات کے مجھسے اِسبارے مین رجوع کیا ہے خدا کی قدرت کہ شاہ صاحب کی فہمایش سے وہ اشکباری جاتی رہی اور اونکے دل کو ایک قسم کا سکون پیدا ہوگیا تھا۔ [2] سید شمشیر علی صاحب کا وطن بانس بریلی تھا آپ کے والد سید حسین علی صاحب نواب آصف الدولہ بہادر کے یہان ممتاز عہدہ پر سرفراز تھے جب انکا انتقال ہوگیا تو آپ تنہا رہگئے اور آپکا بچپن تھا ایک خدمتگار آپکے یہان کے جواہرات و اشرفیان لے نے کی غرض سے آپکو تلہر لے آیا اور چھوڑ گیا یہان شیخ داود صاحب نے آپ کو پرورش کیا اور اپنی دختر نیک اختر سے نکاح کیا جنسے امام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئین پیشتر بابت ظاہر درویشی کے آثار نہ تھے مگر حصہ ازلی تھا ایک فقیر آیا اور اوس نے آپ کو کھیل مین مشغول دیکھکر ایک ٹھوکر ماری اور اس کے بعد ایک رات کو آپ کی آنکھون سے حجاب کا پردہ اُٹھ گیا اور حضور سرور عالم صلعم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف ہمکلامی سے مشرف ہوے خود آنحضرت نے فرمایا کہ مین محمد الرسول اللہ ہون اور اپنے لڑکپن اور جوانی و آخری سن کے دیدار سے فیضیاب فرمایا آپکا بدن معطر ہو گیا آپ نے عہد کیا جو کوئی میرے اِس مشاہدہ کا اظہار کریگا اوس کا مرید ہونگا تلاش شیخ مین ہندوستان کے اکثر شہرون کا گشت کیا آخرکار تلہر ہی مین سید شمس الدین صاحب علیہ الرحمہ کی پابوسی کو حاضر ہوے اور انھون نے اس واقعہ کا۔

طالب ہوے اور جب تعلیم شیخ کامل کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس پندرہ برس تک عالم تجرید مین خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہوکر آپکا قلب نور الہی سے منور ہوگیا تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہوکر ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ نصب کیا اور اوسمین جو بلند ٹیلا تھا اُسپر کوٹھی بنائی جو ٹلیا کے نام مشہور ہوئی اکثر آپ کا اسمین قیام رہا اور یاد الہی مین مصروف رہے آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اوسمین ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تاریخین میر تحسین علی صاحب نے نظم کیں اور درج ذیل ہین ؎

مسجد علی باغ چو تعمیر نمود	خان ذی رتبہ صاحب عز وجلال
پے سال او چو از ہاتف غیب	فرمود کہ مسجد علی باغ جمال

۱۲۹۴ھ

ایضاً

چون محمد حسین خانصاحب	نقش مسجد بصحن باغ بہ بست
بلب بلبلان شنو تاریخ	ثانی مسجد قبا این است

۱۲۹۴ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۷) ہم آنکشاف کیا آپ مرید ہوے اور وہ ریاضت کی کہ فنا فی اللہ و صاحب کمال ہوگئے صدہا آپ کے مرید ظاہری و باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوے راقم نے خود آپ کے مراقبہ و مکاشفہ کے عجیب و غریب حالات دیکھے ہین اکثر امور مین بطور پیشینگوئی کے جو آپ نے فرمایا وہ ظہور مین آیا بعض مردون کے نسبت آئندہ کے حالات از راہ کشف ارشاد کیے۔ صد حیف کہ ۲۵ شوال ۱۳۰۴ھ کو آپ نے رحلت فرمائی ؎ قطب عالم واقف سر خدا مادہ وفات ہے آپ کے پیر و مرشد سید شمس الدین صاحب بڑے صاحب بالا تر گ تھے جنکو جامع مراتب جذب و سلوک کہا جاتا ہے شیخ قمر الدین صاحب شاہجہانپوری نے اونکے بعض کرامات چشم دیدہ مثل توسیع طعام وغیرہ کے راقم سے بیان کیے ہین۔ آپ جملہ بزرگون کے برتصرف مزارات تلہر مین واقع ہین درسنہ ۱۲۸۵ ہجری مین سید شمس الدین صاحب کا وصال ہوا۔ مزار شریف پر یہ شعر کندہ ہے ؎ یکہزار و دو صد و پنجاہ و ہشت ۔ شاہ شمس الدین سوے جنت برفت ۱۲

خانصاحب کی وجہ سے اس باغ مین اہل اللہ کا مجمع رہا ہے اور ہر پہر سے باغ کا ایک
عجیب دلکش منظر تھا اس جگہ کی بشارت ولایت کے متعلق معتبرین نے بیان کیا کہ اکثر بزرگان
دین کے انوار نظر آتے ہین چنانچہ محمد علیخان اور نواب مقصود علیخان وغیرہ نے بیان کیا
کہ ہم لوگ موجود تھے سید شمس علی عرف جھنڈو شاہ علی باغ کی کوٹھی مین ٹھہرے ہوئے تھے
رات کے آٹھ نو بجے ہونگے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے معطر ہو گیا شاہ صاحب موصوف
جو ہر وقت مشغول رہتے صاحب کشف بزرگ تھے وہ بیحالت سے کھڑے ہو گئے اور کوٹھی
کی چار دیواری کا جو پورب [illegible] دروازہ ہے وہان جا کر کچھ عرض کرتے رہے اور اسی وقت
بازار سے شیرینی منگائی اور فاتحہ نذر دی پھر لوگون نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب
نے فرمایا کہ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوئے تھے اور حضور کی سواری
معہ لشکر کے ادھر [illegible] تھی [illegible] امام عالی مقام کو عالم ارواح و برزخ مین یہ درجہ
حاصل ہے کہ آپ [illegible] جہان کی سیر کرتے ہین۔

خانصاحب موصوف نے راقم سے بیان کیا ہے کہ جیسا مین نے جھنڈو شاہ کو عالم مکاشفہ
مین ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر میری نظر سے نہین گذرا اور اگر اس فقیر کی رہنمائی مجھ کو حاصل
نہوتی تو مین طریقت کے معنی کی حقیقت نہ سمجھتا۔

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمھارا پیر بھائی حبیب اللہ خان
تمھاری شکایت کرتا ہے جب مین نے فاتحہ اونکی کرا دی تو وہ شکایت جاتی رہی

خانصاحب نے اچھے اچھے فقرا سے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب نوشاہی
سے ملے ہین جو ہماری دلی مین سید صاحب موصوف شاہ آباد تشریف لایا کرتے تھے تو اپنے
دوست علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی اور خانصاحب کے خاندان [illegible] چند لوگون کو مرید

و معتقد تھے سید صاحب کی عظمت اور تصرفات آفتاب کیطرح روشن تھے اکثر صاحب باطن فقرا خانصاحب کے پاس آکر ٹھرے

خانصاحب کی درویشیت پر شرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مرید نہین کیا راقم بار ہا اونکی خدمت مین حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتحاد کی وجہ سے نہایت شفقت سے پیش آتے تھے آخر وقت مین آپنے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خان[1] رئیس سیدخیل مرحوم کی بہن تھین اونکے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی تھی مگر وہ جوانمرگ انتقال کر گئی جب خان صاحب کی زوجۂ اولی کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسرا نکاح کیا ان دوسری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند جعفر حسین ہین جو تعلیم مین مشغول ہین ۔ خانصاحب سرخ و سپید خوشرو قد آور انسان تھے صد حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۱۷ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعے وفات کے خاکسار نے لکھے ہین ؎

تھے محمد حسین خانصاحب	حاجی عارفِ رموزِ خدا
آفتابِ سپہرِ فضل و کمال	بدرِ تابان باوج مجد و علا
مثل رکھتے نہ تھے زمانہ مین	خوبیون مین وحید تھے یکتا
دار فانی سے لیگئے تشریف	ہوگئے رونقِ سراے بقا
باغ جنت کو جب سدھارے وہ	شورِ محشر تھا ہر طرف برپا

[1] حافظ یار خانصاحب ابن احمد یار خانصاحب مرحوم شاہ آباد کے رئیس اور نہین نہایت باتہذیب نیک انسان تھے راقم سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے افسوس کہ ماہ شعبان ۱۳۲۰ھ ہجری مین جوانمرگ انتقال کر گئے ۔ (مادہ وفات داخل خلد علد موے)

آندھیاں غم کی ہر طرف اٹھیں
ہر طرف ابر رنج کا چھایا

صاحب کشف باریاب حضرت سے تھے
محو ذات خدائے ارض سما

نور افشاں تھا چہرۂ انور
وقت تدفین کفن کو جب اٹھا

میرے والد کے بھی شفیق بڑے
مہربانی تھی مجھ پہ حد سے سوا

ہے اوداسی کمال ٹلیا پر
کچھ عجب باغ میں ہے سناٹا

وا دریغا خزاں کے لشکر نے
سب بہار چمن کو لوٹ لیا

کردے اُنکے مزار کو روشن
پائیں یارب وہ جنت الماوا

بھر دے انوار قدسیہ اسمیں
ہے علی باغ جنتی ٹکڑا

فکر تاریخ ہے مظفر لکھ
آج الہام کا چراغ بجھا
۱۳۱۷ھ

دیگر

باخدا حاجی و عابد زاہد
فخر سرمایہ ارباب وطن

عاشق ذات خدائے عالم
حامی دین نبی شاہ زمن

مجمع خوبی و اوصاف تھے وہ
اُنکے قدموں سے تھا قصبہ روشن

لیگئے خلد کو تشریف شریف
کر دیا ترک ہے یہ دار محن

اونکے اخلاق کی تھی وہ خوشبو
جسکو پہونچے نہ کبھی مشک ختن

کشت ہستی کو قضا نے پھونکا
تھی قضا برق براے خرمن

ٹلیا شاداب تھی گھر تھا آباد
اب یہ دونوں ہیں گرفتۂ خزان

تھا علی باغ براے گلگشت
حاجی صاحب کا ہی تھا مسکن

ایسا پر نور نہ دیکھا تختہ
گرچہ ہیں اور بھی دلکش گلشن

سرو خاموش ہے قمری نالان | سلسلہ غم کا ہے طوق گردن
بلبلین گاتی نہین روتی ہین | انکے رونے کی صدا ہے شیون
باغ جنت کے دریچے بن جائین | اونکے روضے کے آگہی روزن
پہر تاریخ مظفر لکہہ دے | اب علی باغ ہوا ہی مدفن

خان صاحب کے بڑے بہائی حاجی محمد امین خانصاحب بہی شاہ آباد کے
پٹہانون مین نامور انسان ہوے ہین قوی ہیکل اور جسیم انسان تہے عہد نوابی مین بعہدہ
سررشتہ داری سرکار لکہنؤ مین ملازم رہے لکہنؤ کے شاعرون مین بہی شریک ہوے استاد
امانت کے شاگرد تہے سخاوت تخلص کرتے تہے دیہات کے انتظام مین کلی دخلست
بہی فراہمی قلمہاے اثمار مین یہان سبقت ان ہی کو حاصل ہوئی شاہ آباد کے مشہور
باغات مین جو نامی اثمار تہے ان درختون پر انہون نے قلمین بندہوائین اور مستعدی
مصارف سے تیار کرائین اور اپنے باغون مین نصب کرائین بعدہ بہاگلپور وغیرہ کے
کارخانون سے معروف مشہور اقسام منگوائے اسکے بعد یہان کارخانے کہولے گئے
اس شوق کے وہ موجد اور دیگر مقلد ہین۔ ان کا کلام ضایع ہوگیا ایک غزل کے دو شعر
مجہکو یاد ہین اور وہ یہ ہین ؎

ورد جانان کے تصور مین کسی سے نہ کہون | بہیانہ جاؤن جو اگر راہ مین دیوار پڑے
مرض عشق سے ہوجائے سخاوت کو شفا | اوسکی نبض مین گر شربت دیدار پڑے

ان کا ایک نعتیہ مستزاد والد مرحوم نے ایک بیاض مین لکہا تہا جسکے چند شعر یہ ہین ؎

زنجیر دل از حلقۂ گیسوے محمدؐ | سجدہ گہ کونین ہین ابروے محمدؐ
زیبا قد موزون ہی وہ دلجوے محمدؐ | عالم ہمہ سودا زدۂ موے محمدؐ

شیرین کی طلب ہو تجھے فرہاد مبارک
مجنون ہی کو لیلی کی ہے یاد مبارک

قمری ہو چمن مین تجھے شمشاد مبارک
زاہد تو فردوس برین باد مبارک

مائیم و تمناے سر کوے محمد

راقم کو خانصاحب موصوف اچھی طرح یاد ہین ایکبار لڑکپن مین والد ماجد کے ہمراہ اختیار پور جانا ہوا تھا تو خانصاحب نے از راہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے واپس آئے اور سلیمانی تشریف لائے اوس زمانہ مین میان مینڈو شاہ صاحب بھی یہین قیام فرماتے تھے تو خانصاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے مخمس کیا ہے بار بار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

ع

مدینہ کی طرف جاتین کہ ہم کعبہ کالین رستا
نظر آتا ہے ان دونون گھرونین ایک ہی جلوا

احد کو کیجیے یا احمد بے میم کو سجدا
کہان اب جبہ سائی کیجیے کچھ بن نہین پڑتا

عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہوم مردودکا

۱۵- فروری ۱۸۹۶ء عیسوی کو خانصاحب نے انتقال فرمایا اونکے فرزند محمد نور خان صاحب نے زہر سے خودکشی کی ایک پوتا محمد مستقیم تھا وہ بھی نوجوان تپ دق مین ۱۹۰۲ء کو راہی عدم ہوگیا۔ اب آپ کے دو بھتیجے ایک خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب اور مولوی انوار حسین خانصاحب موجود ہین۔ اور مولویصاحب بہی ذی اخلاق ہین۔

کرامت خان صاحب بی بی زی

اس آخری عہد مین خانصاحب ممدوح بھی شجاعت وسخاوت کے اوصاف مین معروف اور غیرت وپاکبازی کی خوبیون مین مشہور تھے باعتبار قد وقامت کے بھی آپ اگلے لوگون کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے ہدماوت بھاکھا سے دلچسپی تھی اکثر اوسکے نکات خوب سمجھتے۔ برادری کے مناقشون مین اکثر آپکی پنچایت کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔

راقم کے لڑکپن کے زمانہ مین آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپکے ایک فرزند قطب الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ دو دانشمند انسان تھے جوان قضا کرگئے اور اونکے بیٹے عزیز احمد خان جنکو اس تاریخ شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے افسوس کہ دفعۃً ہیضہ کے مرض مین نوجوان ہی چل بسے اب اس خاندان مین [illegible] الدین خانصاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد خانصاحب چلتے پھرتے اور [illegible] شخص ہین

حاجی محمد حسین خان صاحب آللہ پوری

حاجی صاحب لقمان خان صاحب بنخیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد وخیّر رئیس تھے آپکے بزرگون مین اعظم خانصاحب نامور اور سرکار اودھ مین معزز عہدہ پر ملازم رہے ہین۔ آپ نے انسپکٹری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری وضعداری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا جب آپ پنشن لیکر مکان آئے تو زر پنشن

اپنے خرچ مین نہ لائے اور کل خیرات کرتے رہے شاہ آباد کے آنریری مجسٹریٹ بھی رہے ہارٹ فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدین پر نہایت اعتماد رکھتے تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد مین انکے کہنے پر انھون نے لحاظ کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اوسکی آمدنی و کوٹھریون کے باعث اور حسین گنج آباد کرنے کے آپ ہی بانی ہوے ہین اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاہ عام کے امور سوچتے اور اونکے اجرا مین کوشان رہتے کئی مسجدین بنوائین اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی مذہبی فرایض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش آئے تھے فالج کے مرض مین ۱۰ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری کو انتقال فرمایا اور عید الضحی کے روز دفن ہوے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے

چون محمد حسین خان صاحب	حاجی حق شناس و حق آگاہ
نیک رو نیک خو نکو سیرت	عابد و پارسا و ہر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحیٰ	سوے جنت سپرد رہ ناگاہ
عالمی در فراق آن شیخ	کرد فریاد و نالہ جانکاہ
وا دریغا درین سراے فنا	نہ گدا ماند و نے بماند شاہ
جست سالش چو چند بیکس	گفت ہاتف کہ مرد رضوان جاہ

حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خانصاحب بھی باوضع اور خوش اخلاق شخص مین تھے مستقل مزاجی و معاملہ فہمی وغیرہ کے اوصاف مین منتخب وقت خیال کئے جانے تھے راقم کے ساتھ بزرگانہ الطاف سے پیش آتے تھے چند سال ہوے کہ آپ نے بھی رحلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خان آنریری مجسٹریٹ و معقول انسان ہین

قطعہ تاریخ وفات خانصاحب مرحوم یہ ہے

بمرد احمد حسین خان ذی جاہ | بزیر دامن شاہ امم باد
الٰہی آن گل گلزار احسان | گل خوشبوی گلزار ارم باد
بعیش جاودان در قصر فردوس | خدا را مور و لطف و کرم باد
چو جستم سال تاریخش ز ہاتف | بگفتہ بلبل باغ ارم باد

حافظ غلام علی خانصاحب سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیون مین فخر خاندان ہوے قوت حافظا ور معلومات اونکی نہایت اعلی درجہ کی تھی علم مجلسی مین کمال رکھتے تھے اونکے طرز مزاج و خوش اخلاقی سے جملہ سیاہ اونکی ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو ہر دلعزیزی حاصل رہی وہ ابناے جنس مین فی الواقع نہایت قابل قدر انسان گذرے گویائی اور واقعات گذشتہ کی یادداشت مین یہان اونکا کوئی نظیر نہین تھا نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت اونکی طبیعت کی ایک جزو ہوگئی تھی۔ آپنے حافظ محمد یار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحب عالم) سے قرأت سیکھی شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی خلیفہ عبدالرزاق صاحب میمنی اور دیگر ناموران شاہ آباد کو دیکھا اور اونکی باتون سے استفادہ کیا اور لکھنو کے اہل کمال مین اونکی عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ مین کہ ان کا لکھنو مین قیام تھا اس زمانہ مین لکھنو شایستگی تہذیب و تکلفات کا معدن اور علم و رنگینی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آرائیون کا منظر جس
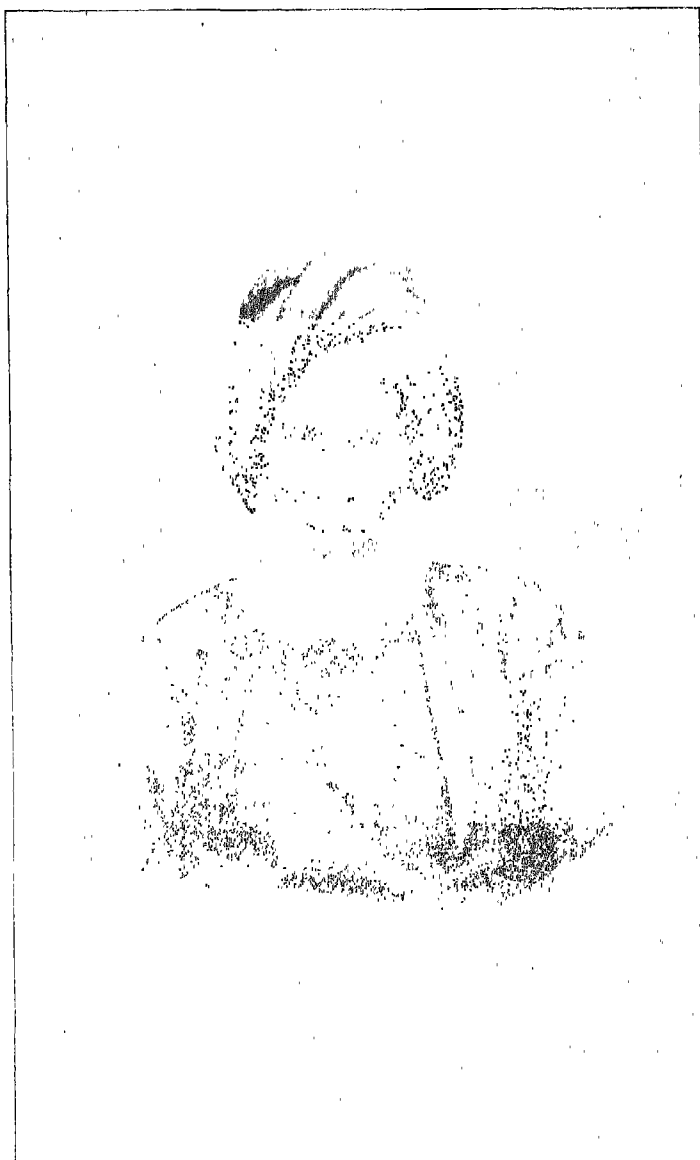
حافظ غلام علیخان

شخص کے کہ پیش نظر رہا ہو اہل علم وعقل کی مجالست مین جسکی عمر بسر ہوئی ہو اُسکے ذہنی خیالات
اور ذاتی معلومات کیونکر نہ وسیع ہون - وہ نامی گرامی رئیسون کی کریمانہ عنایتون نے حافظ
صاحب کو خاص الخاص بزرگون تک پہونچایا اور انتخاب روزگار عمائد سے ملایا -

حسام الدولہ فقیر محمد خانصاحب بہادر تہور جنگ رسالہ دار متخلص بہ گویا تعلقدار ملیح آباد جنکی شان و
شوکت اور قدر و منزلت کی عام شہرت محتاج بیان نہین ہے وہ آپکے محسن تھے انہین کے فیض تربیت کا
آفتاب آپکے سر پر پرتو فگن ہوا اور آپ کی خوبیون کے جوہر کو چمکایا خانصاحب بہادر ہی نے
حافظ صاحب کو سرکار شاہی مین ملازم رکھایا اور اپنے ساتھ لے لیا تا حیات وہ آپ پر الطاف بزرگانہ
اور احسان رئیسانہ فرماتے رہے بار ہا اپنے ہمراہ آپکو ہمچشمون مین لیگئے چنانچہ شیخ ناسخ مرحوم وغیرہ کے
پاس حافظ صاحب خانصاحب ہی کے ساتھ گئے منتہی الکلام کا تصنیف ہونا مولوی حیدر علی صاحب
فیض آبادی کا خانصاحب کے گھر آنا یہ سب معاملات حافظ صاحب کے چشم دیدہ ہین خانصاحب
کی عنایت اور فیض صحبت کوئی معمولی بات نہ تھی اُنکی لیاقت اور جاہ و جلالت اظہر من الشمس ہے وہ سرکردہ
ناہموار تنخواہ تھی بہت سی خدمتین مثل تقسیم تنخواہ محلات شاہی اُنکے متعلق تھین نظم و نسق ملکی و مالی مین وہ یکتا
تھے سیوان باڑی وغیرہ کی نظامت چکلہداری اگرچہ انکے امادا امام الدین خان کے نام سرکاری کاغذات
مین لکھی جاتی تھی مگر اُسکا انتظام سب انہین کا ساختہ پرداختہ ہوتا اسکے علاوہ چار سو گھوڑے بارگیر
جنکی اسامی تین تین سو روپیہ تھی خانصاحب کی ذاتی ملکیت مین تھے راجہ مہین لال صاحب چکلہدار سے
جب کچھ روپیہ سرکاری باقی رہ گیا اور خانصاحب اُن پر مسلط کیے گئے تو انھون نے پورا مرزا گنج خانصاحب
کو دیدیا اور امین الدولہ بہادر وزیر نے ایک لاکھ روپیہ بابت تعمیر عمارت خزانہ شاہی سے خانصاحب کو عنایت کیا تھا
خانصاحب کی لیاقت علمی کا یہ عالم تھا عربی ایسی فصیح بولتے تھے کہ مادری زبان معلوم ہوتی تھی دستخطی
صاد ایسے بناتے تھے کہ دس ہزار روپیہ کے انعام پر بھی اُن کی طرح کوئی نہ بنا سکا خانصاحب

کی یہ ہوئی جب نصیر الدین حیدر بادشاہ نے سنی سے جانپناہ کے چرن نیچے چل گویا گھر کر لیے - تو کہا کہ
آپ میرا گھر باقی ہے کیا وہ بھی لے لینگے -

دیوان گویابستان حکمت اُنکے یادگار ہین - جب خانصاحب موصوف کا انتقال ہو گیا
تو حافظ صاحب کے سر سے ایک بڑی شفقت اُٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے
رئیس کو جو اپنے اوصاف مین بے مثل تھا ان پر مہربان کر دیا اُن کا نام نامی منشی محمد حسین صاحب تھا وہ گدیا
ضلع بارہ بنکی کے تعلقدار و مدار المہام اودھ کے نائب تھے دیوانخانہ وزارت کے امورات کے سیاہ و سفید
کرنے کا اختیار اُنکے قلم کے متعلق تھا منشی صاحب ممدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر
کرتے تو ضرب المثل خوش بیانی مین ایسے دلچسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول
جھڑ رہے ہین اور جسوقت قلم اُٹھاتے تو زود نویسی کی یہ کیفیت تھی کہ گویا قلم مین پر لگے ہوے
ہین اور وہ اُڑتا ہوا چلا جاتا ہے تھوڑی دیر مین جزو کے جزو رنگ کر ڈالدیتے جوہر شناسی
اور شریف پروری مین یکتائے روزگار تھے - رکن سلطنت ہونے کے علاوہ پونے دو
دو لاکھ روپیہ کی مالگذاری کا علاقہ خود اُن کے قبضہ مین تھا اور چودہ سو اشخاص اُن کے
ذاتی ملازم تھے منشی صاحب موصوف کے دل مین حافظ صاحب مرحوم کی جو اسقدر
گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ اُن کے مخالفین نے از راہ تحاسد سرکار

له تاریخ آفتاب اودھ مصنفہ مرزا محمد تقی صاحب کے صفحہ ۴۴ مین ہے ایک منشی محمد حسین صاحب بھی علی نقی خان
بہادر کے کارپردازون مین بڑے لائق ہوشیار عاقل و چالاک تھے یہ قوم شیوخ قدوائی رئیسان قصبہ رسولی مین
بڑے قدیمی عالیخاندان تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام کچہری وزارت پر حاوی تھے
گویا ملک اودھ اُن کے زیر قلم تھا غدر ۱۸۵۷ء مین یہ منشی باتوقیر باغیون کے ہاتھ سے لکھنؤ مین شہید ہوے
اور ایک بڑا تعلقہ گدیہ وغیرہ ضلع بارہ بنکی مین چھوڑا -

سلطانی مین اُن سے برہمی پیدا کرادی تھی اُس وقت ظاہری باتون والے کنارہ کش ہوگیے عتاب شاہی اُن کی بربادی پر آمادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و غلام اور کُنبے کے انکا ساتھ دینے کو تیار ہوگئے منشی صاحب نے حافظ صاحب کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کسوٹی پر اچھی طرح جانچ لیا جب اُسکو زرکامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اُس کے بعد صفائی ہوکر پھر سرفرازی حاصل ہوگئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی امارت اور لیاقت کے جوہر دکھلاے اور حافظ صاحب کو اپنی دریا دلی اور فیاضانہ فیض رسانی سے مالا مال کردیا سر مجلس اپنے ہچشمون مین انکا اعزاز کرتے ان کے منفعت کے موقع پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کہا کرتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہان تشریف لیگئے اُس وقت انکی مجلس معزز اشخاص و امراسے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہرائچ آغائی صاحب ناظم سلطان پور وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام مسنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قد اُٹھکر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ آئیے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی تعظیم کو اُٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعرفی چاہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہین جسکے جواب مین منشی صاحب نے کہا کہ مین انھین بجاے اپنے بڑے بھائی کے تصور کرتا ہون اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وضعدارون مین ہین اور اسی طرح بہت کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وضعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی محسن و مخدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غریب کے دل مین کسی دوست کی محبت جاگزین ہوجاتی ہے تو پھر وہ غیریت کا
خیال نہین رکھتا۔ اور یگانہ وبیگانہ سے اُس کی توصیف کرکے وقعت ونیکنامی بڑھاتا
ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیما بین پیدا ہوگیا تھا ان کے خلوص نے
اُن کے دل پر تسلط کرلیا تھا اور اُن کی رئیسانہ عنایت اور ذاتی محبت نے ان کو ممنون
بنالیا تھا جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ مین تشریف لیجاتے تو
ان کو ہمراہ لیجاکر روشناسی کراتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن لالون منشی
مسعود صاحب بلگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے یہان حافظ صاحب کو لیگئے
ایک مرتبہ راجہ بینی مادھو صاحب تعلقدار شنکر پور اور راجہ رگھناتھ صاحب تعلقدار
ستاپان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑ کر شاہی سرکار تک پہونچا
نواب علی نقی خان مدار المہام تھے اور اُن کے نائب منشی صاحب ممدوح تھے اکثر
مدار المہام صاحب حکم دیکر محل مین چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے
قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے معائنہ کو
خود تو نہ جاسکے مگر اپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ
کے لیے بھیجا جب یہ وہان گئے تو دونون راجاؤن کے بیانات اور ثبوت لیکر
اُنھون نے سرحد قایم کردی اور رفع شر کرکے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب
نے دریافت کیا کہ کسی نے کچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب مین آپ نے کہا کہ سرکار
شاہی سے جو مجھے تنخواہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے
کسی بات کی تکلیف نہین اسکی کیا ضرورت تھی جنس وغیرہ کی کثرت رہی اتفاق سے
اُسی زمانہ مین فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت مین

حاضر ہوے اور اشرفی وغیرہ نذرین پیش کی منشی صاحب نے ازراہ چشم نمائی تحکمانہ لہجہ سے کہا کہ مجھے آپکی نذر کی تمنا نہین اس قسم کی مراعات کے حافظ صاحب مستحق تھے جو اسقدر مسافت طے کرکے وہان گئے تھے اور تمھارے جھگڑے کو ختم کرایا اور تمنے کچھ خیال نہ کیا اون رئیس نے نہایت معذرت کی بالآخر وہ نذرانہ کی رقم او نکمین کو دلائی

ایک بار حافظ صاحب کسی تقریب کی ضرورت سے اپنے وطن شاہ آباد کو لکھنؤ سے آرہے تھے اثناے راہ مین چوری ہوگئی اور اس امر کی خبر منشی صاحب کو ہوئی اوسی وقت اونھون نے چند سوار بھیجے اور بانگرکے زمینداروں کے نام حکمنامہ جاری کیے کہ تمھاری حدود مین یہ سرقہ ہوا ہے یا تو سراغ لگاؤ یا ان کے مال مسروقہ کا معاوضہ دو ورنہ تم بھی شریک سازش سمجھے جاؤگے اور اسکا نتیجہ تمھارے حق مین اچھا نہو گا۔ چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو نعم البدل مل گیا۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس مین بڑے بڑے لوگون کا گذر مشکل سے ہوتا تھا اُن مین میری رسائی ہوا کرتی تھی چنانچہ دیانت دولہ کے یہان جب مجلس عزا مین واجد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوسمین شریک تھے۔ اس مجلس کی وہ کیفیت یہ بیان کرتے تھے کہ بالاخانہ پر خاص اشخاص کی مجلس منعقد تھی ایکبار لوگ بولے کہ حضرت آتے ہین دیکھا تو حضرت سلطان عالم بادشاہ اودھ تشریف لا رہے ہین ہر شخص تعظیم کو اُٹھا جب بادشاہ بیٹھے جملہ اشخاص بیٹھ گئے چونکہ موسم سرما تھا حضرت سلطان عالم ایک بیش قیمت صفا اوڑھے ہوے تھے اور اُس پر نہایت قطب اللہ وغیرہ سُنّی دھاریون کا تقرب ویسا اثر تھا سو وجہ سے بادشاہ کے چہرے پر ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی سُرخ سفید رنگ پر سیاہ بالون کی ڈاڑھی معلوم ہوتا تھا کہ کوئی لاثانی درفشانی مشین بیٹھا ہو لکھنؤ مین کریم اللہ خان صاحب تھا نہایت خوش جو فوج مین رسالہ دار تھی وغیرہ

عہدہ پر ممتاز اور خوش رو جوان تھے حافظ صاحب سے برادرانہ مراسم رکھتے تھے اونکے پاس بھی آپکی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

جب راجہ جوالا پرشاد معزول ہوئے اور منشی محمد حسین صاحب کچہری سلطانی سے ہٹائے گئے تو منشی صاحب بیکاری کے زمانہ مین پھر اپنے جادہ و منصب کے حاصل کرنے کی کوشش مین مصروف ہوئے اس سلسلہ مین وہ اہل اسرار و مقبولان الٰہی سے ملتے اور اپنے مقصد سے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا۔ اُسوقت لکھنؤ مین ایک درویش منور علی شاہ صاحب عجیب صاحب کمال تھے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ مین اونکی خدمت مین منشی صاحب اور نیز اونکے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے ہمراہ بارہا حاضر ہوا اونکی روشن ضمیری کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص اونکی طرف سے بدگمانی کرتا یا ناقص خطرہ دل مین لاتا یا کچھ تشخص کرتا تو شاہ صاحب تنبیہا اور یقین دلانے کی غرض سے اوسکے گناہ ماضیہ بیان کر دیتے اور وہ شخص اپنے عیوب اور افعال قبیحہ سے واقف ہوکر مؤدب ہو جاتا اونکی مجلس مین کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی القصہ منشی محمد حسین صاحب اونکی دعا سے پھر اپنی جگہ پر بحال ہوئے۔ منشی صاحب کی طرح اونکے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے منشی صاحب از راہ اعتماد تقریبات مین باورچیخانہ کا انتظام بھی ان کے سپرد کر دیتے۔ حافظ صاحب کے دل سے تازیست منشی صاحب کے احسانات اور برتاو فراموش نہ ہوئے۔ اوس عہد مین منشی صاحب کے فرزند شیخ واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوئے خُرد سال تھے۔ اور اونکے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب ابن شیخ زین العابدین صاحب بھی کمسن تھے۔

وہ مخاطبت مین حافظ صاحب کو چچا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہردوئی مین بعہدہ ڈپٹی کلکٹری متعین ہوئے اور بتقریب دورہ موضع گکراہی تشریف لائے اور حافظ صاحب اونسے ملنے گئے تو اونھون نے قدیمی مراسم معلوم کرکے آپکی نہایت تعظیم و توقیر کی اور ہردوئی مین دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگون کے قصے کہتے سنتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر اور بادشاہی مقرب تھا اور محلسرامین اوسکی بہن بادشاہ کی منظور نظر تھی اوسنے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانعلیخان شاہجہانپوری چکلیدار کیوجہ سے راجہ نواب علیخان صاحب بہادر رئیس محمود آباد کی خدمت مین بھی حافظ صاحب کو بے تکلفی حاصل تھی اور راجہ صاحب ممدوح نہایت رئیسانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کا کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جاکر عرض کیا اور اونھون نے اوسپر توجہ فرمائی۔ بعہدہ چکلیداری جب خانعلیخان کو ضمانت کی ضرورت پیش آئی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کر دیا کرتے تھے اور خصوصیت سے اونکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانعلیخان کے یہان بتقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و انتظام مین مصروف ہوتے۔

ایکبار کا ذکر ہے کہ جمعہ خان ہیلمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذوالفقار لیکر محمود آباد گئے مگر راجہ صاحب کو وہان نہ پایا معلوم ہوا کہ لکھنؤ مین تشریف فرما ہین وہ لیکر لکھنؤ پہونچے

اوسوقت مین راجہ صاحب بارہ دری واقع تالاب جمین آبادمین قیام فرماتے تھے حافظ صاحب
جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت مین حاضر ہوے ظہر کا وقت تھا حافظ صاحب
نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور و دراز سے آپ کے شوق اور دست کرم
کا شہرہ سنکر چند پھنگیان آمون کی بڑے اہتمام سے لیکر محمود آباد مین حاضر ہوے تھے
وہان آپ کے نہ ملنے سے وہ لکھنؤ آئے مگر افسوس کہ اس عرصہ مین وہ انبہ خراب ہوگئے
اور وہ بیچارے بہت اندوہ مند ہین راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اب ان آمون کو کیا کیا جا
حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیون سے لاجواب پودھے تیار ہوسکتی ہین چنانچہ راجہ صاحب
نے اونکے تخم بونے کا حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آمون کے صلہ مین مالا مال کردیا یہ امر
صرف حافظ صاحب کی حسن رسائی اور خوش بیانی کا ثمرہ تھا کہ وہ بیکار پھل بھی ٹھکانے
لگے اور لیجانے والے شخص کی محنت وصول ہوگئی ورنہ ایسی صورت مین کون امید کامیابی
کی ہوسکتی تھی قیمت انبہ کا نقصان اور آمد و رفت کی زحمت برداشت کرنا ہوتی -

چودھری مسند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے مراسم تھے -
اور وہ نہایت اخلاق رئیسانہ سے پیش آتے تھے سر مجلس آپکی توقیر و خاطر کرتے جس
زمانہ مین کہ شاہی فوج سندیلہ مین آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ گئے ہین
تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے مین شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے علحدہ
انتظام کرنے کے مانع تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے رؤسا مین ایک ممتاز و جلیل القدر
رئیس تھے اونکی علمی قابلیت و انتظامی لیاقت ضرب المثل تھی اونکو خوش لباسی سے
کمال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اوسکو از راہ خوش مذاقی
چاک کردیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اوسکے صرفہ و قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری حشمت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی
مین مشہور روزگار رئیس گذرے ہین حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے
حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ مین ناسخ
آتش انیس و ببر وغیرہ کی صحبت مین جاتے اور اونکے عام مجالس مین شریک ہوکر شعر و سخن
سے حظ اوٹھاتے حافظہ کی خوبی سے صدہا اشعار برمحل حافظ صاحب کو یاد تھے شعرا کے
علاوہ نامی گرامی علما و فقرا کی خدمت مین بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات اور معلومات
سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محلی مولوی
تراب علی صاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب
شہید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہین۔

غلام امام صاحب میلاد خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم مین
دن بھر چاے کا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہوکر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے
اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلین کا انھین لیتے تھے اور حضور کے صفاتی
اسما مثل ہمارے بادشاہ دوسرا سلطان دوجہان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے
خطابات سے مخاطب کرتے آواز مین چندان رنگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد اور عشق صادق کا
اثر تھا کہ سامعین بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس
حافظ صاحب بیٹھے ہوے تھے کہ میان راحت جنکی ٹھمریان مشہور ہین آگئے اوس
زمانہ مین حضرت مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور اونھون نے یہ ٹھمری
اون سے فتح علی کھیلت ہوری ۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

پڑھی اور مزا کی طرف اشارہ کیا اوسوقت ایک عجیب سماں تھا حاضرین پر رقت طاری
تھی کلام کی مقبولیت اور مولانا کے تصرف کا جلوہ پھیلا ہوا تھا

لکھنؤ کے نواح سے مشہور قصبات مثل امیٹھی نیوتنی کاکوری خیرآباد وغیرہ کے اکثر نامور
اشخاص سے حافظ صاحب کو اچھی طرح روشناسی حاصل تھی۔

حضرت سید معشوق علی صاحب خیرآبادی جو صاحب باطن اور بڑے مرتاض
درویش گذرے ہین حافظ صاحب کے پیر و مرشد تھے۔ خیرآباد مین سید صاحب موصوف
کے یہان حافظ محرم علی صاحب کی صحبت کا شرف بھی حافظ صاحب کو حاصل ہوا تھا۔
اگر حافظ صاحب کے مراسم کی تفصیل کیجاے تو ایک دفتر ہو جائے جب کبھی وہ
بیٹھتے تھے تو بیسیون نامور اشخاص کا تذکرہ کرتے تھے۔

اکثر معاملات مین لوگون نے حافظ صاحب کے ذریعہ سے اپنے مقصد کو رجوع
کیا ہے چنانچہ حسن علیخان جو خالص پور کیطرف کے رہنے والے تھے جب اونھون نے
چکلیدار شاہ آباد کی نیابت کی خواہش کی تو حافظ صاحب ہی کے توسط سے یہ تحریک
کرائی۔ اُس زمانہ مین حافظ عبد اللہ صاحب شاہ آباد کے چکلیدار تھے حافظ صاحب نے
چکلیدار صاحب موصوف سے اونکی خواہش ظاہر کی اونھون نے جواب دیا کہ حسن علیخان
کے مزاج مین جبر و تشدد کا مادہ زیادہ ہے اسلیے مین کس پیش کرتا ہون مگر آخر مین تنہا کام
نہ چلا اور حافظ عبد اللہ صاحب کو مددگار کی ضرورت پیش آئی اور حسن علیخان کو نائب بنایا۔

جس وقت مین حافظ صاحب چلتے پھرتے تھے اور زمانہ اونکے موافق تھا حکام
کی خدمت مین بھی اونکو رسوخ حاصل تھا مجسٹریٹ ضلع اور حاکم تحصیل و پرگنہ اونکی عزت
کرتے تھے اکثر واقعات اُنکے قابل الذکر ہین چنانچہ ڈپٹی اکرام اللہ خانصاحب کاکوروی جبکہ

حاکم تحصیل تھے اور جامع مسجد شاہ آباد نزولی تھی اوسکی واگذاشت کی بابت بھی ڈپٹی صاحب موصوف نے حافظ صاحب کو صلاح دی تھی ۔

حافظ صاحب مین صاف گوئی کا مادہ بھی تھا ایک بار کا قصہ ہے کہ سیتاپور مین صاحب کمشنر سے ملنے نواب دوست علیخان صاحب تعلقہ دار باسط نگر گئے اور بھی رؤسا وہان فروکش تھے حافظ صاحب بھی اوسجگہ موجود تھے منشی سید فضل رسول صاحب تعلقہ دار جلالپور رئیس سندیلہ نے نواب صاحب ممدوح سے اونکے فرزند نواب حسین علیخان کی بابت دریافت کیا چونکہ نواب صاحب اپنے فرزند سے اوس زمانہ مین کچھ ناراض تھے اسلیے بیٹے کی شکایت کی مگر حافظ صاحب نے نواب صاحب کی ناگواری کا خیال نہ کیا اور مواجہہ مین امر واقعی صاف صاف کہدیا ۔

بعض یورپین صاحبان بھی حافظ صاحب کے طرز مزاج کو پسند کرتے چنانچہ ہاول صاحب اکثر آپ سے ملنے مین دلچسپی لیتے ۔ اور حافظ صاحب بھی اونکی خاطر کرتے اور صاحب کبھی کوئی چیز تحفۃً مثل لکھنؤ کے خربزہ وغیرہ کے لایا کرتے ۔ حافظ صاحب کے حافظہ کی خوبی اور راست بیانی کے متعلق ایک یہ واقعہ بھی ہے کہ جب اس خاکسار نے تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اور حالات دریافت کیے تو حافظ صاحب نے سلاطین اودھ اور باشندگان شاہ آباد کے متعلق اکثر واقعات بیان کیے اونکے بعض بیانات کتابون مین بھی سے اوسکے مطابق پائے گئے ۔

قوے اونکے بہت اچھے تھے باوجودیکہ سو برس سے عمر تجاوز ہو گئی تھی مگر اعضا صحیح حواس درست تھے اگر اس آخری عمر مین سرکا زخم اور جائداد کی زیرباری اور مصارف کی کثرت وغیرہ کے افکار نہ ہوتے تو اس سے بھی جسمانی حالت اونکی اچھی رہتی ۔ حافظ صاحب

کی مہر پر سنہ ۱۲۱۱ ہجری منقوش تھے اور یہ سجع ہے ع علی امام من است و منم غلام علی +
کندہ تھا بعض کاغذات پر مہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے

حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے آپ کے والد احمد علیخان ذاتی
شجاعت وضعداری اور پابندی صوم وصلوۃ مین مشہور تھے علاوہ اپنی برادری اہل وطن
کے علما اور صلحا لکھنؤ مین جسجگہ وہ جاتے توقیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلی
دیوان رحیمداد خان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیرخان کے ہمعصر تھے۔
دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبداللہ خانصاحب
احمد علیخان کے والد بزرگوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کر کے ذیل مین درج
کر دیا ہے اوس سے مفصل شاخون کا حال ظاہر ہو جائیگا۔ افسوس کہ ۲۸ محرم ۱۳۱۲ھ
مطابق ۱۰ فروری سنہ ۱۸۹۵ع شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر مین
انتقال کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط چونکہ راقم کے شفیق اور عم نامدار تھے اور نہایت مناسبت
رکھتے تھے اسوجہ سے اس دائمی مفارقت کا نہایت ملال ہوا کئی مادہ نکال کر قطعات
سنجا اوسکے یہ مصرعہ تاریخی ہے ع غلام علی خان وا گئے بے بدل ہے اور بخوف طوالت
صرف ایک قطعہ یہان تحریر کیا جاتا ہے ع

صد حیف رفت عم گرامی ازین جہان — شد مبتلائے رنج و الم جان ناصبور
کن صبر اختیار مظفر بہ شستہ دل — تاریخ انتقال بگو طالب غفور

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی کھنچوائی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا ننہال کنھرپور واقع محلہ بدریا مین تھا حسن علیخان خلیل قوم کے
پٹھان جو نہایت شہزور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار مین پانچ روپیہ یومیہ پاتے تھے

عبداللہ خان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھین انکی دو لڑکیان بھی تھین ایک
اللہ داد خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھین پردیس خان جہان خان کے
فرزند تھے جہان خان کی دختر رستم خان کو منسوب تھین شاکر خان صاحب نواب حکیم رضا
کے بہنوئی اور ایک بہادر سپاہی تھے۔ ان کے فرزند اللہ داد خان تھے مگر اونکا زیادہ سلسلہ نہین
چلا جہان یار خان کی دختر رستم علیخان کو منسوب تھین جنکے بطن سے نواب مقصود علیخان
پیدا ہوے بخش اسد خان کی دختر منصب علیخان کو منسوب تھین عبداللہ خان کے دو
فرزند اسد علیخان اور شادل خان بھی تھے مگر لاولد رہے اور اس وجہ سے اُن کا نام
شجرہ مین داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

مولوی محمد منصب علیخان صاحب سلیمانی

آپ احمد علیخان کے فرزند اور حافظ غلام علیخان کے چھوٹے بھائی تھے نہایت
سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے ہمچشمون مین باللیاقت ہوے انشا پردازی اور
موزونی طبعی دونون قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور
برادر نامدار سرکار لکھنؤ مین ملازم تھے اسلیے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ دونو جگہ
ہوئی بیشتر ابتدائی کتابین شاہ آباد مین مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر مین
شہید ہوئے پڑھین اسکے بعد لکھنؤ مین مولوی امیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف
حاصل کیا زمانہ شباب مین عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب ہسوانی سے جو
عالم و خوش سیرت اور مولانا عالم علی صاحب مرادآبادی کے شاگرد رشید تھے تحصیل کی

(حاشیہ متعلق صفحہ ۹)

لہ حضرت مولانا شرع و تقدس او زہد مین یکتا سے روزگار بزرگ ہوے آپ شیخ احمد عرف ملا جیون کی
اولاد امجاد مین تھے ملا جیون اورنگ زیب بادشاہ کے استاد تھے اور عہد عالمگیر سے فرخ سیر کے عہد تک منصب
امام اور شیخ الاسلام رہے ۔ ملا صاحب نے سات برس کی عمر مین قرآن حفظ کیا اور ۲۱ سال کی عمر مین تفسیر احمدی اور
۵۰ سال کی عمر مین بمقام مدینہ منورہ نور الانوار تصنیف کی سنہ ۱۱۳۰ ہجری مین وفات پائی او اپنے وطن امیٹھی مین
مدفون ہوے مزار و مدرسہ آپ کا مشہور ہے ۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی
پانچوین پشت مین تھے مولانا نے علم ظاہری لکھنؤ مین تحصیل کیا ۱۸ برس کے سن مین مولانا شاہ عبد الرحمن صاحب
سندھی کی خدمت مین حاضر ہوے اور مثنوی معنوی شرح مشکوۃ شریف و بعض تصانیف شیخ محی الدین ابن عربی کا
درس لیا سات برس تین ماہ سترہ روز صحبت استاد و پیر مین حاضر رہے اسکے بعد سنہ ۱۲۴۳ ہجری مین بروز عید الضحی
بیعت سے مشرف ہوے مولانا شاہ عبد الرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ لڑکپن سے متقی و دیندار
واقع ہوے تھے حضرت پیر مرشد نے مکرر ارشاد فرمایا کہ امیر علی گوہر بے بہا ہے بعض کہتے ہین کہ اونھون نے آپکو
امیر المومنین بھی کہا تھا چنانچہ حسب ارشاد ہدایت خلق و جہاد وغیرہ مین مصروف ہوے آپ کے فیضان صحبت سے
ہزارہا اشخاص کو صوم و صلوۃ کی توفیق ہوئی منہیات سے باز رہے صدہا مسلمان مرید و فیضیاب ہوے جب
آپ پر زیارت خانہ کعبہ کا جذبہ غالب ہوا تو بے زاد راہ عرب چلدیے دو سال تین ماہ مکہ معظمہ او مدینہ منورہ مین
مقیم رہے او فیض و برکات حاصل کیے ۔ دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوے ہر ہر قدم
پر دو رکعت نماز ادا کی ہزارون مومن جو ہمراہ تھے غیب سے روزی پاتے تھے دوسری بار واپس آکر تارک الدنیا
ہو گئے او جنگل مین ایک مسجد خام بنا کر متکف و متوکل ہو کر بیٹھ گئے ۔ غلام محمد صاحب جد والد ماجد منشی غلام امام صاحب
شہید اور بندگی میان نظام الدین صاحب کی اولاد امجاد مین تھے آپ کے مرید ہوے آپ نے اپنے پیر و مرشد کی
کلاہ اونکے سر پر رکھی او نیز محبت الٰہی غالب ہو گئی عالم رویا مین بندگی میان نہایت خوشنود ہوے بمبئی مین مولوی
عبد الاحد خلیفہ اعظم باریاب شاہ نے آپ کو ایک کلمہ سخت کہا اونھون نے اپنے حق مین حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کا عتاب دیکھا اور تائب ہو کر معتقد ہوے ۔ سنہ ۱۲۷۱ ہجری کو اجودھیا مین جب مسجد منہدم کیگئی تو ہزارون
لوگون نے آپ کو امام بنایا آپ حمیت دینی کیوجہ سے خدمت اسلام کو اوٹھے نواب علی نقی خان نے دغا کی مگر
آپ نے غیرت ایمانی سے منھ نہ پھیرا او سولہ صفر روز شنبہ سنہ مذکور کو جوانمردی سے لڑکر شہید ہوے (باقی بصفحہ ۱۸)

بالکہ تعلیم کے سلسلہ مین مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے
لیاقت کے علاوہ شرشتی طور پر خوش الحانی خوشخطی تیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ مین
موجود تھے جسمانی قوت خوبصورتی وموزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا
فقرا اور اہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تھا شیخ عنایت حسین صاحب
مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جسوقت مین کہ آپ کا
لکھنؤ مین قیام تھا اوس زمانہ مین میر انیس صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا
نیا اور اچھا مرثیہ مشہور ہوتا یا وہ پڑھتے مین اوسکو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ مین جب
آپ پڑھتے تھے اوس عہد مین ہر فن کے کاملین سے لکھنؤ بھرا ہوا تھا اکثر آپ نامی شعرا
اور مشاہیر علما کی خدمت مین جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق
کے ساتھ نفاست اور آسایش پسندی کا اثر وہان کے باشندون کی طرح آگیا تھا۔
شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی مین ملازمت کی اور پھر اوسکو ترک کردیا۔
وہان منشی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہوگئے تھے سب بھائیون مین
چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے
بھائی حافظ غلام علیخان نے نہایت دلجوئی وشفقت مربیانہ اُن پر فرمائی۔

جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی عملداری ہوئی تو ہر سہ بھائیونکا شاہ آباد مین

(بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۸۸ متعلق صفحہ ۸۷) ھ سرمیدان کفن بردوش دارم * آپکا مصرعہ پڑھا ہوا مادہ تاریخ ہے
آپکا استغنا منظوم مخاطبت واجد علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتین بہت سی مشہور ہین۔ رُدولی کے چودھری کو
ایک نعش کے دفن ہونے کی ہدایت کی دریاباد مین آپ کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ خشک کنوان آپ کی دُعا
سے لبریز ہوگیا تھا۔ بعض شہدا کی نعش ایک ایک ماہ خون سے تر وتازہ پڑی رہی اور مقتل دفن
مُعطر پایا گیا۔

مکمل تقسیم ہوا اور دیہات کی طرف تحصیل کی آمدنی کی توجہ مبذول ہوئی آپ بھائیوں
نے علیحدہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ متعلقہ معاملات و مقدمات حافظ غلام علیخان کے
متعلق تھے۔ زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علیخان کے ذمہ تھی سیاق و سباق
وغیرہ کا تحریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت میں اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار میں رونق پیدا
ہوگئی اور عرصہ تک انتظام بہت اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش انتظامی و ہوشمندی
کے آسائش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہیں کیا گیا اور اخراجات
اپنی حد سے بڑھتے گئے جب آمدنی کافی نہ ہوئی تو قرضہ لیا گیا اور اوسکا سود بڑھتا رہا۔ اسکا
نتیجہ یہ ہوا کہ جائداد زیر بار ہوکر ضائع ہوگئی اور تھوڑا حصہ اوسکا باقی رہ گیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج میں خدا پرستی اور محبت الٰہی کا مادہ بھی موجود تھا
پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیرآبادی کے مرید ہوئے اور اونکے انتقال کے بعد سید
شمشیر علی صاحب عرف میاں شاہ علیہ الرحمۃ کے طالب ہوئے۔ اور شمشیر پیر نے اپنی
کامل توجہ سے رنگ دیا اور عشق کا درد دل میں پیدا ہوگیا تصوف کی کتابیں اکثر
مطالعہ میں رہتیں۔ اور حاجی محمد حسین صاحب اختیارپوری جن سے کمال انسیت
تھی مجالست رکھتے۔ آپ کے ہم خیال و ہم مشرب میر شجاعت علی صاحب بھی تھے چنانچہ
میر صاحب موصوف جب تشریف لاتے تو علمی مشاغل کے چرچے رہا کرتے کبھی
کوئی کتاب لکھی جاتی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ سر اکبر مصنفہ شہزادہ محمد دارا شکوہ
میر صاحب ہی راجہ دیپ سنگھ تعلقہ دار سواج پور کے پاس سے لائے تھے اور اسی
ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بارہا فقرا اس قسم کے آتے جن میں بالک

و مجذوب و صاحب کمال ہوتے اُن سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوئی بعض فقیر ولی
خطرات اور ذاتی راز بیان کردیتے ۔ آپکی لیاقت کے ثبوت مین ایک یہ امر بھی ہے کہ
برادری مین کوئی مناقشہ پیش آیا تو اُسکی تجاویت کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور
اس قسم کے فیصلنامے آپ کے قلم کے لکھے ہوے دیکھنے مین آئے میلاد شریف پڑھنا
تو خاص آپکا حصہ تھا یلا خیال تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس زمانہ سے تا ابتدام آپ
رنگ کا میلاد پڑھنے والا انھین نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز مین ایک درد ایسا تھا
کہ جو سامعین کے دل پر عجیب اثر ڈالتا تھا۔ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ محفل
میلاد شریف منعقد ہوکر سامعین مجتمع ہوے اور آپ کو جانے مین کچھ دیر ہوئی تو آپکا
انتظار کیا گیا اور جب پہونچے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پڑھنا پسند نہ کیا اور آپکو
ضرور بلوایا چنانچہ نواب ۔ دوست علیخان کے یہان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا ۔
اس نواح کے معزز و مشاہیر لایق اشخاص نے آپکی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو
حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا نے جنکی قابلیت و خوبیان مُسلم الثبوت ہین کئی بار
بیان فرمایا کہ شاہ آباد مین منصب علیخان نہایت بالیاقت شخص تھے اور مجھ سے اُن سے
عزیزانہ مراسم سے ہین ۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب رئیس شاہجہانپور جو نہایت
تیز و طرار و قابل انسان تھے اونھون نے بھی بسبیل تذکرہ راقم سے کئی بار کہا کہ شاہ آباد
مین میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوشرو اور ذی لیاقت اشخاص مین گذرے
ہین افسوس کہ اونکی قضا نے بہت جلدی کی آپکا کلام بہت فصیح اور بندش نہایت اچھی
ہوا کرتی تھی اکثر غزلیات مثنویات اور مناجاتین وغیرہ تصنیف کین مگر غایت استغنائی
سے بے احتیاطی سے ڈالدین اور کبھی اونکو بیاض کی صورت مین جمع نہ کیا جسکا دل چاہا

وہ کلام لگیا بعض چیزیں جو راقم کو اُن سے دستیاب ہوئیں وہ موجود ہیں اُن سے بطور اختصار کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں

غزل من کلام مولوی منشی منصب علی خانصاحب مرحوم مغفور

چمک دیکھی ہے جب سے ابروے شمشیر قاتل کی
مری آنکھوں میں صورت پھر رہی ہے مرغ بسمل کی

کہاں ہاروت اور ماروت نے زہرے الفت کی
مہینوں میں رقم کرتے رہے ہیں چاہ بابل کی

سیاہی مٹ کے پہونچی روشنی چاہ ذقن دل کے
حقیقت کھل گئی جب آب و آتش باد اور گل کی

طبیعت شب کو بہلی داستان حسن سے اپنی
چکوروں سے سنی ہمنے کہانی ماہ کامل کی

فراق یار میں نغمہ نہیں اک شور ماتم ہے
جگر میں چٹکیاں لیتی ہیں منقاریں عنادل کی

غزل خوانی کا چرچا حسن خوبان کا تماشہ ہے
بہم ہیں صحبتیں کیا ان دنوں یاران یکدل کی

علاقہ حور سے اوسکو نہ پریوں سے تعلق ہے
تمھارے عشق میں منصب نے یہ جاگیر حاصل کی

اس غزل کا ایک شعر جسکا مطلع یہ ہے ع ممکن نہیں پری تیری تصویر کا جواب
نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے ع

یہ دونوں نور چشم محمد ہیں بے مثال
شبر کا ہے نظیر نہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہیں

خداوندا کرم اپنا تو کر دے
مرا دل شوق سے اپنے تو بھر دے

کہ تیرے عشق سے مسرور ہو جائے
مرا دل نور سے معمور ہو جائے

وہ دل اپنے کرم سے تو عطا کر
بھرا ہو عشق سے تیرے سراسر

مجھے بھی دل میں طپش وہ عشق کی دے | کہ جس سے جل اوٹھیں [illegible]
الٰہی شہر دل کو کر تو آباد | محبت خانہ شیشے سے [illegible]
دوئی کے حرف کو دل سے مٹا دے | تو اپنا جام وحدت کا پلا دے
ترا قرب محبت کا جو آ جائے | تو [illegible] وہ ہو جائے
تو گر چاہے تو بد کو نیک کر دے | مرے دل کو صفائی کا اثر دے
طفیل مصطفےٰ میرے خدایا | تو کیجیو خاتمہ بالخیر میرا

ایک نظم میں دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچکر دکھلائی ہے

کچھ عجب کارگاہ عالم ہے | شادی و غم جہان میں توام ہے
چمن دہر کی ہے ایسی بہار | پہلوئے گل میں ہیں چھپے ہوے خار
کبھی گلشن میں آگئی جو بہار | ساتھ اوسکے خزان بھی ہے تیار
مثل گل ایکدم جو کوئی ہنسا | غم و آفت میں سو طرح سے پھنسا
ہے یہ نیرنگ جہان طلسم مثال | ساری باتیں ہیں اسکی خواب و خیال
رشک گلشن تھا کلبۂ احزان | تیرے قدموں سے اے گل خندان
چین تھا دل کو اور تسلی تھی | دن بدن عیش کی ترقی تھی
ایسی ہونا گہان ہوا آئی | چمن وصل میں خزان لائی
ایسے جھونکے سموم غم کے چلے | خشک جس سے نہال لگے ہوے
تھا جو نخل مراد خرم و شاد | صرصر غم نے کر دیا برباد
جس سے راقم کی زندگانی تھی | عیش تھا دل کی کامرانی تھی
مجھکو اوس گل سے کر دیا مہجور | جس سے رہتا تھا دل مرا مسرور

ساری رونق گئی نگار کے ساتھ ۔ رنگ جاتا رہا بہار کے ساتھ

پاؤن وحشت نے اپنے پھیلائے ۔ ہاتھ سودے نے اپنے دکھلائے

لشکر غم جو آکے ٹوٹ پڑا ۔ سب متاع خرد کو لوٹ لیا

ایسا فرقت نے بیقرار کیا ۔ جیب و دامان کو تار تار کیا

کوئی مونس ہولے پاس نہین ۔ جز غم و درد آس پاس نہین

گردش آسمان ستاتی ہے ۔ جان میری لبون پہ آتی ہے

اس قسم کی نظمین طول طویل موجود ہین مگر اندیشۂ طوالت سے اختصار کو کام مین لایا گیا۔ ایک مثنوی جو نہایت سوز وگداز سے اپنے پیر و مرشد عارف باللہ سید شمشیر علی صاحب کے روبرو پیش کی تھی اور وہ پیر و مرشد کے حضور مین مقبول بھی ہوئی تھی یہان چند شعر اوسکے تحریر کیے جاتے ہین ؎

ہے کہان ساقیِ سراپا نور ۔ جلد دے ساغر شراب طہور

ایسا دے ایک جام لاثانی ۔ جسکے پینے سے دل ہو نورانی

وہ زبان مین مری کرے تاثیر ۔ حال دل جس سے کر سکون تحریر

بحضور جناب مرشدِ پاک ۔ کہ ہے اکسیر جسکے در کی خاک

ہے جو وہ ہادی و غریب نواز ۔ دردمندون کے دل کا چارہ ساز

حق نما آئینہ ہے اوسکی جبین ۔ جس سے پیدا ہی صاف نورِ یقین

ہے منور وہ روے نورانی ۔ جس سے روشن ہی بزم عرفانی

کچھ عجب شان ہی عجیب انداز ۔ گاہ شکل نیاز گاہ ہے ناز

ہی حبیب آپ آپ ہی محبوب ۔ آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب

جزو اُنی نورِ مصطفائی ہے | مظہرِ شانِ کبریائی ہے
چشم رحمت سے جو کرے وہ نظر | صورت آدم نرم ہو پتھر
جس پہ حضرت وہ ڈالیں کرم کی نگاہ | کوہ ہو جاوے ایکدم میں کاہ
دیکھ لے چشمِ قہر سے جس کو | ایک دم میں وہ خاک جلا ہو
ہے وہ آئینۂ جمال و جلال | اوس سے پیدا ہو نورِ حق کا کمال
کیسے جہان کامیاب ہوا اوس سے | زینتِ شیخ و شاب ہوا اوس سے
کیا لکھے وصفِ ذاتِ حضرت | کب زبانِ قلم میں ہے قدرت
ایک شمہ اگر رقم ہو جائے | خامہ بھی موردِ کرم ہو جائے
اوسکے شجرہ دستگیر دو سطر | خادم و عاشق رسول خدا
حضرت مرتضیٰ کے عاشق زار | اور حسنین کے نیاز گذار
حضرت غوث پاک کے شیدا | قطب عالم پہ جان و دل سے فدا
بعد حمد و شرح آرزوے تمام | عرض کرتا ہے یہ ضعیف غلام
میرے ہوویں منہ اگر سو زبان | یک سر مو نکر سکونگا بیان
رحمت خاص مجھ پہ کی نازل | اپنے بندون مین کرلیا شامل
اس طرح پر یہ بذل عام کیا | خاص اپنا مجھے غلام کیا
جان لاکھون اگر خدا بخشے | آپ کے قدمون پر کرون صدقے
شکر انعام گر شمار کرون | نقد جان سیکڑون نثار کرون
رات دن گر رہے یہی نقشا | تا قیامت کیا کرون ادا
بندگی حضور سے اے شاہ | ہو نہیں عہدہ برا خدا ہے گواہ

تا قیامت نہو گا مجھ سے ادا | شہ نے جو لطف مجھ پہ ہے کیا
گو کہ حضرت نے پرورش سب کی | آگہی دی مشیت رب کی
نیک اور بد سے کر دیا آگاہ | تا یہ گمرہ کہین نہو گمراہ
پر ستم اپنا حال کیا معلوم | ہے عجب شوم مجھ سا مقسوم
نہ بنا مجھ سے ایک کار افسوس | میری ناکامی پہ ہزار افسوس
اپنی تقدیر کی ہے یہ خامی | کہ مجھے رات دن ہے ناکامی
یعنی تعمیل حکم والا کی | حسب ارشاد کچھ نہ بن آئی
ایک دم بھی رہا نہ خدمت مین | بل پڑا اس سبب سے قسمت مین
نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھی کار | کیون نہون اپنی زیست سے بیزار
دیکھیے کب تلک یہ بخت سیاہ | خوار رکھے مجھے یہ شام و پگاہ
دیکھون کب تک یہ نقش تحریر ہون | اس دل خستہ کو رکھے محزون
حاصل عمر غم ملا مجھکو | درد و رنج و الم ملا مجھکو
اسکی تفصیل تا کجا لکھون | ہے یہ بہتر کہ مدعا لکھون
وہ یہ ہے عرض اے شہ پرنور | عارضون سے ہون اسقدر مجبور
اس طرح کر دیا نحیف و نزار | سارے کامون سے مین ہوا ناچار
کر دیا تن کو ایسا کاہیدہ | ہر گھڑی زیست سے ہون رنجیدہ
جان شاہا لبون پہ آتی ہے | گردش آسمان ستاتی ہے
اپنے امکان بھر دوا بھی کی | لاکھ چاہا مگر شفا نہ ہوئی
دس برس سے ہون مبتلا اسمین | اور تشویش و رنج بھی ہا اسمین

بیسیون بار زیر بار ہوا | رنج سے تھا سو وہ ہزار ہوا
ہر گھڑی سر مین درد رہتا ہے | جان و تن گرد و برد رہتا ہے
بن ہوا اس سے صاف یہ مفہوم | کہ کبھی پر ہے آجکل مقسوم
زیست انسان کی پائدار نہین | زندگی کا کچھ اعتبار نہین
اپنے جینے سے اب مین ہون مایوس | ایسی ناچاری یہ ہزار افسوس
ہوکے ناچار اے شہ والا | خدمت پاک مین ہون عرض رسا
میرے شہ آپ کا گدا ہوکر | مین رہون غم کا مبتلا ہوکر
وہ بلا جس سے کاہش جان ہو | روز و شب جس سے روح حیران ہو
دین و دنیا کی ہے جو بربادی | اسلیے آپ سے ہون فریادی
کہ سوا آپ کے نہین غمخوار | کیجیے جلد چارۂ ناچار
قید اندوہ سے چھڑا دیجیے | اپنے بیمار کی دوا کیجیے
اس بلا نے مجھے کیا برباد | اپنے غمگین کو کیجیے اب شاد
المدد اے شہنشہ عالم | ہون مین امیدوار فضل و کرم
دوسری ہے یہ عرض اے مخدوم | شجرۂ پاک سے ہے کیا منظوم
آپ کے وہ اگر پسند آجائے | خلعت فخر یہ گدا پا جائے
جبتلک عرش کبریا کا ہے | جبتلک ملک یہ خدا کا ہے
رہے جبتک کہ جلوۂ ہاہوت | رہے جبتک کہ شوکت ہاہوت
رہے لاہوت جب تلک قائم | رہے جبروت جب تلک محکم
رہے جبتک کہ زینت ملکوت | جبتلک ہے شہادت ناسوت

ہے خورشید معرفت تابان	فیضیاب آپ سے ہون پیر و جوان
تیرے صدقے سے اے محبِّ رسول	مستمندون کی ہو مراد حصول
منصب صحت دل کو صحت ہو	ایسی اللہ کی عنایت ہو
ایخدا جب تلک ہون آباد	برکتِ پیر سے تو رکھ دل شاد
تن مین جبتک کہ جان اسیر رہے	جان و دل سے فداے پیر رہے
یہ عریضہ ہوا یہان سے تمام	شجرۂ پاک کو کرون ارقام

نظم کے علاوہ کچھ حصہ نثر کا بھی بطور نمونہ کے فارسی اُردو عبارت سے یہان پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نحمدہ و نصلی)

جناب عموی صاحب قبلہ و کعبۂ دوجہان ادام اللہ ظِلّکُم۔۔

پس از بجاآوری مراسم تسلیم بصد تمناے قدمبوسی مدعا طراز یہ کہ باستدعاے سلامتی ذات بہ فدوی مقرون عافیت ہے اس ایام میمنت التیام مین یہ مژدۂ جانفزا و بشاشت افزا سماعت مین آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالی بری ہوکر اپنے دولتخانۂ فیض کاشانہ مین تشریف اے سُنتے ہی اسکے قالب بیجان مین جان آئی دماغ کو تازگی اور دل کو مسرت تازہ ہوئی ہم مایوس مشتاقان قدمبوس پر جو ایک عالم ہراس تھا اور میدان یاس مین مُبتلا تھے از سر نو زندگی حاصل ہوئی آپکی خوشی ہم سب عزیزون کو مبارک ہو ؎

(ایضاً فارسی)

شفقت فرماے خردان اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آداب تسلیمات بجاآوردہ عرض می نماید کہ بورود تفاخر نامۂ فیض شمامہ عزت دارین حاصل گردید

بمضمون مندرجه آگاهی کماهی دست داد حال اینکه جناب حافظ غلام علیخان صاحب در موضع
جسمی کهروند که در انجا پیمایش شروع است از عرصه سه روز تشریف برده اند و سه روز می رود که در
موضع کگرهای هم پیمایش میشود آنجا سوای بنده و برادرم خادم علیخانصاحب دیگری نیست و
کل کار روائی مثل بهم رسانی قلبان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر ذمه احقر و برادر موصوف
لازم بود با این اهتمام روز همراه امین در پیمایش گکرهای و چاوک مشترکه موجودگی میباید ازین جهت
در روز دیگر فرصت حاصل نیست بعد هر دو دو یوم حاضر خدمت عالی خواهم شد میان حیدر را
فرموده دهند که نزد کرم علیخان رفته تعلیم پسران کرم علیخان سرگرم باشند تصفیه تعلق بنده دارند
مگر تنخواه از دو روپیه ماهوار و یک وقت خوراک زاید نخواهد یافت باقی امور خاطرداری و دیگر حقوق
آغازی و عیدی وغیره را بنده متصل کرده خواهد داد و هنگامیکه بنده حاضر خواهد شد آنچه که ارشاد
عالی خواهد گردید بجا خواهم آورد زیاده بجز تمنای قدمبوسی چه مطلع کنم

عاصی محمد منصب علی عفی عنه

دیگر

موجد قوانین محبت مخترع آئین مودت کرم گستر مخلصان احمد یار خانصاحب سلامت

پس از اسلام خلت انضمام که گلی ست از گلشن اسلام مدعا تقویض آنکه حال باقرین حمد پروردگار
و خورسندی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبگار. در جواب مراسله تحیف بمضامین
لطف تضمین محتوی تعویق بمقدمه معلومه حسو خان صاحب و والده ماجده خود رنگ وصول
ریخته تشاویش را از دلم ربود و مسرت رو نمود حقیقت شناسا حسب ایمای کرمفرما انتظار
اطلاع تشریف آوری آن مهربان و نیز رونق افروزی محمد اسمعیل خان صاحب بموجب بیان
آن مردهم مرسله صدمه الانتظار اشد الموت برخود گوارا کردم مگر تعجب که نه آن مهربان تشریف

ارزانی فرمودند و نہ اسمعیل خان صاحب آمد و انکشاف حال رسیدن حسو خان صاحب والدہ
سامی بر مکان دریافت گردید درین اثنا ارادہ فائز بودن بخدمت وافر المسرت مید اشتم
لیکن بخیال علالت طبع غلام حیدر خان کہ آن صاحب بعیادت ایشان روند و بندہ
محروم الملاقات شود متعذر ماندم اکنون کہ حیدر خان صاحب درینجا آمدہ اند ہنگام ملاقات
حال مزاج لطف امتزاج اسمعیل خان صاحب دریافتہ مسرور میگشتم و قصد تخفیف آنجا مصمم ست
مگر تقدمًا للحفظ اول گام فرسائی آنجانہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام ترقب دارم و استرضا
میجویم کہ حالیا اگر تا یوم پنجشنبہ برائے تقرر کار مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد و اگر آن مہربان را
درین امر تعذر باشد مطلع فرمایند اگر جواب پسندیدہ و عذرات معقولہ بپاسخ خواہم دید مجبور ورنہ
ہرگز ہرگز راضی بہ التوا نہ خواہم شد تا یوم پنجشنبہ درینجا خواہم رسید و از ان صاحب درین بارہ
با دلائل نیاز مندانہ پیش خواہم آمد این امر ملاحظہ طلب ست کہ چندان عرصہ و دیر گردید و گفتگوہا
می روند نیاز مند را از بار شاقہ انتظار برہانید آنصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار و دانا اند
اندرین امور بموجب حکم خدا و رسول عجلت ضرور نظر بر آن مترصد کہ بندہ منتظر را آیندہ بوادی
انتظار نہ گذارند بنا بر ترقیم جواب معلومہ ممتاز فرمایند کہ نیاز مندان مترصد را بعدم توجہات
خستہ کردن نا زیباست زیادہ طوالت تصور یدہ ختم کلام بر سلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسوسناک ہے خلش معدہ کی شکایت سے دس
پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج مین مصروف
رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بواسیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ
زیست سے مایوسی ہو گئی مگر شافی حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اوس مرض سے
شفاے کلی عنایت کی اور غسل صحت ہوا اسکی خوشی مین مولوی حامد علیخان نے جو

قابل و شاعر ہمہ دان اور اپنی قوت حافظہ مین مشہور شخص ہین اور اکثر کتب اُنکے تصنیفات سے مطبع منشی نولکشور صاحب واقع کانپور مین طبع ہو چکے ہین یہ قصیدہ بطور تہنیت کے اپنے عم نامدار کی خدمت مین پیش کیا جسکے بعض شعر درج کیے جاتے ہین۔

غم سے آزاد نہ کسطرح ہو سارا عالم
کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو مسرت ہر دم

کس طرح نکلے زمین سے نہ صدا اُٹھنا
کیون نہ بجوائے فلک نوبت شادی ہر دم

چمن دہر سے کسطرح نہ ہو دور خزان
کیون نہو باغ مین ہر گل پہ بہار عالم

عالم علم فنا واقف اسرار خدا
ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و حشم

باعث جود و عطا موجب خلق و شفاق
صاحب علم و حیا مورد الطاف و کرم

کامل ہر فن و پابند شریعت دیندار
عابد و زاہد و مقبول خدائے عالم

گوہر درج شرافت در دریائے وفا
کشتی فیض و شرف ابر سخا بحر کرم

سایۂ چتر خدا پشت و پناہ خردان
یعنی منصب علیخان قبلہ و کعبۂ عم

عارضہ اونکو تھا افسوس بہت عرصہ سے
اس سبب سے وہ نہین سہتا تھا بہت درد و الم

سیکڑون بار رہا سمین کشش و پیچ اونکو
بیسیون بار کیے خرچ ہزارون درہم

اک دوا سے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن
ایک نسخہ بھی شفا کا نہ ملا اُن کو بہم

جو تکالیف ہے ہو اُن کو مرض مین لاحق
ہائے کسطرح کرون اوسکا بیان مین رقم

کیسے کیسے دل بیتاب پہ سہے گذرے
سختیان جان پہ کیا کیا ہوئین ہی ہر دم

دیکھکر اونکی یہ تکلیف عزیز و احباب
یہ دعا مانگتے تھے حق سے وہ با دیدۂ نم

دے مصیبت سے انھین جلد رہائی یارب
رحم کر ان پہ تو اے رب رحیم عالم

تجھ سوا ہے نہ کوئی اُن کا مددگار و رفیق
نہ کوئی مونس و غمخوار نہ کوئی ہمدم

ہوتے تھے روکے وہ سب حق سے شفا کے طالب
سب کے تھا ور د زبان کلمۂ ارحم ارحم

مبتلا اس مین رہے آہ برابر دس سال
گیارھوین سال مین اللہ نے کیا فضل و رحم

غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت سے انھین
ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم

دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری
نہ رہا کچھ بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم

شاد و خندان ہوے سب انکے عزیز و احباب
دل سے ہر ایک کے جاتا رہا سب درد و الم

دن ہوا عید کا دن رات ہوئی وصل کی رات
جا بجا بجنے لگی نوبت شادی پیہم

لوگ ہر سو سے انھین دیتے مبارکبادی
ہو گیا کیا کہون مین سارا خوشی کا عالم

الغرض شور خوشی کا تھا ہر اک سمت بپا
مین بھی اک گوشۂ خلوت مین پڑا تھا خرم

سوچتا تھا کہ کوئی کیجیے ایسی اب فکر
کہ رہون یاد زمانہ کرون کچھ ایسا رقم

یارب اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول
یعنی احوال کیا مین نے یہ سب بند قلم

سال تاریخ کی بعد اسکے ہوئی جسدم فکر
طرفہ صنعت کی یہ تاریخ بھی کی مینے رقم

سال تاریخ شفا نکلے اسی وقت ضرور
بیم ہر مصرعۂ آخر کے جو ان ہون جمع بہم

اب دعا کے لیے ہاتھونکو کرون میں بلند
کیا عجب ہین جو ہو مقبول خدائے عالم

یا الٰہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد
چلتے پھرتے رہین جبتک یہ زمین پر آدم

گردش انجم افلاک کا جبتک ہے یہ دور
مہ و خورشید ہین جبتک یہ فلک پر قائم

حس و ناسوت کا جبتک کہ نشان ہے قائم
پائداری پہ رہے جبتک کہ یہ عرش اعظم

تندرستی سے رہین چھوٹے بڑے سب آباد
حامد خستہ جگر کی یہ دعا ہے ہر دم

چونکہ اس قصیدہ سے بعض شعر بخوف طوالت کم کردیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ

نہین نکل سکتا ہے۔
اسکے کچھ عرصے کے بعد پھر تندرستی خراب ہوئی اس زمانہ مین ایک فقیر جو بظاہر بہت با کمال معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہان آیا اسکو رسول باغ کے بنگلہ مین ٹھہرایا گیا اسنے کچھ ایسا رنگ جمایا کہ تمام شاہ آباد مین اُسکی شہرت ہوگئی اور لوگ اس سے ملنے کو آنے لگے اسکی خاطر و مدارات مین بہت کچھ صرف کیا گیا تین چار سو روپیہ بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہان سے حاصل کیے منجملہ اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج مین جو جائداد زیربار ہوچکی ہے اسکے لیے بھی ایک نسخہ کیمیا وہی بنا دونگا اس سے سبکدوشی ہوجاے گی جب وہ اپنا مطلب پورا کرچکا تو بھاگنے کی فکر مین ہوا۔ ایک رات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ کے آدمیون نے اسے پکڑا آخرکار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہونچانے کے وہ چھوڑ دیا گیا۔
اس فقیر کو کشتہ جات مین بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنکھیا کا کشتہ جو دوا کے دودھ مین پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو دیا گیا تھا اور اس نے بہت فائدہ کیا تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا مین آپ کے ایک ریاحی درد اٹھا شدت تکلیف سے ہاتھ پاؤن بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ محسوس نہوا دوسری بار پھر صندوقچہ منگوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطرار و بیچینی کی حالت مین نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھا اور اسکے ساتھ وہ گرا بھی کھا لیا حتے کہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجاے اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے مین آگئی اوسنے آگ لگا دی حدت و سمیت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہین ہو سکتا۔ مختلف علاج کیے گئے تبرید کی
کثرت رہی مگر جان بری ممکن نہوئی صد حیف کہ ۲۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۴ھ مطابق
۲۱ دسمبر سنہ ۱۸۸۶ع روز سہ شنبہ سہ پہر کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت
فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین اچھی طرح کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوے سید شبیر علی صاحب
جو عارف باللہ و روشن ضمیر تھے اونھون نے مراقبہ کر کے عالم ارواح مین جناب
مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت
سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہین ؎

واصل حق ہوے منصب علیخان صاحب آج
۱۳۰۴ھ

اس مصرعہ سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کیے
ہین منجملہ انکے ایک یہ قطعہ ہے۔

قطعہ تاریخ ارتحال ملال جناب منشی منصب علیخان مرحوم مغفور

ذہین و ذی خرد منصب علیخان — ز دنیا شد سوے جنت روانہ
بعہد زندگی از عقل و دانش — شدہ مشہور در عالم فسانہ

مظفر سال جستم گفت ہاتف
بجنت رفت دانائے زمانہ
۱۳۰۴ھ

معالج الدولہ حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطبا

اس آخری دور مین حکیم صاحب موصوف کی ذات ایسی جامع کمالات تھی کہ فی زمانہ جسکی نظیر نہین ملتی جو شہرت و ناموری آپکو حاصل ہوئی وہ آپکے ہمچشموں مین کسیکو نصیب نہوئی آپ علمی لیاقت طبی حذاقت دینی حمیت مین فرید العصر ہوے تشرع و تحمل آپ کی نیک طینتی کے جزو اعظم تھے۔ کریم النفسی و قومی ہمدردی آپکی طبیعت کے خواص تھے پرہیزگاری آپکے عناصر مین سرایت کر گئی تھی اکثر اوصاف مین آپ بزرگان سلف کے نمونہ سمجھے جاتے ۸ جمادی الاخر سنہ ۱۲۴۲ھ کو اپنے وطن شاہ آباد مین پیدا ہوے آپ سید ضامن علی صاحب کے فرزند اور خلیفہ عبد الرزاق صاحب مہنی کے نواسے ہین۔ آپکا خاندان قدیم سے ممتاز و صاحب علم رہا۔ آپکے والد بزرگوار سرکار لکھنؤ مین چونکہ نائب چکلیدار تھے اس وجہ سے شاہ آباد اور لکھنؤ دونون جگہ آپ کی تعلیم ہوئی دینیات و درسیات مین مفتی سعد اللہ صاحب کے اور طب مین حکیم ملا محمد نواب صاحب اور حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔

سنہ [illegible]ھ مین حسب الطلب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ رئیس لاولد طلیقہ اعلا ستارہ ہند آپ بھوپال تشریف لیگئے اور وہان ملازم ہوکر وہ تقرب و وقار پایا کہ مرجع انام ہوگئے۔ سنہ [illegible]ھ مین پیشگاہ حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ سے خطاب معالج الدولہ خان بہادری مع خلعت مہر و فرمان کے مرحمت ہوا مدت دراز تک آپ ریاست بھوپال مین بعہدۂ نیکنامی افسر الاطبائی کی۔ مولوی صدیق حسن خان کا عقد نکاح سرکار خلد مکان کے ساتھ ہوا وہ حکیم صاحب ہی کے ذریعہ سے ہوا حسب الحکم صاحب حکیم صاحب
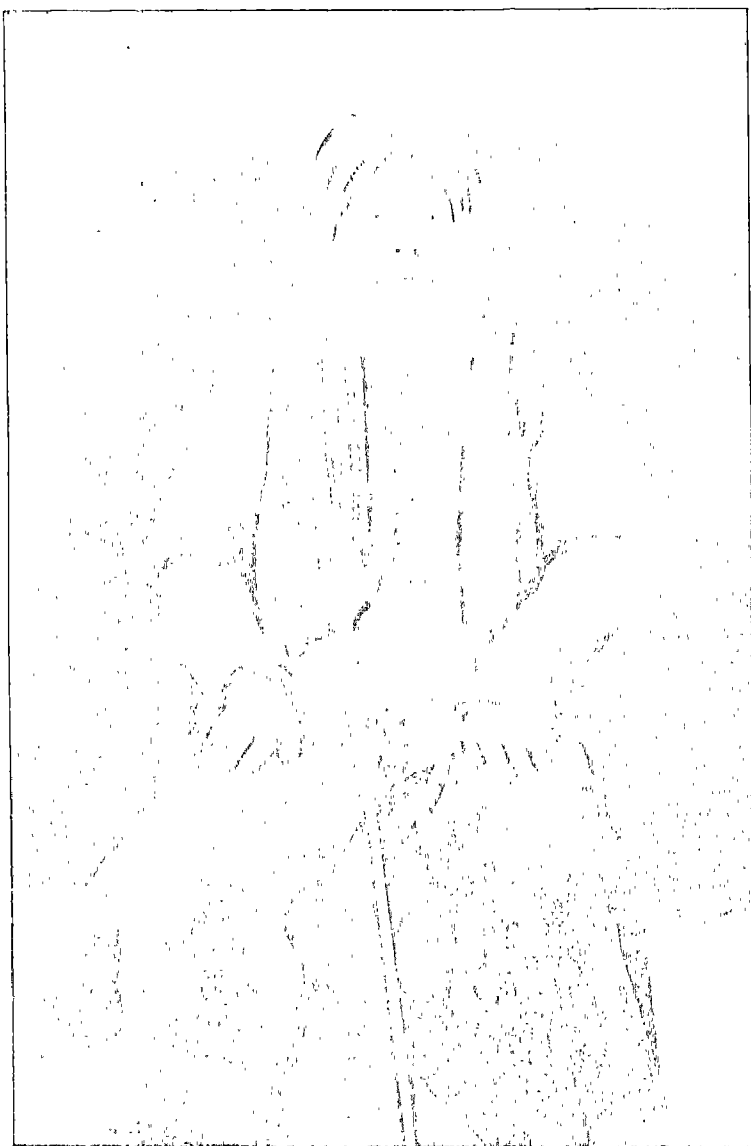
حکیم سید فرزند علی صاحب افسرالاطبا

کیونجہ سے ترقی ہو کر عروج ہوا اور آثار گرانی خاطری کے پیدا ہوے تو حکیم صاحب اپنے مکان چلے آئے اسکے بعد بکمال توقیر و بعد اصرار مہاراجہ بہری پرتاب سنگھ جی صاحب بہادر ڈی سی ایل والی ریاست نرسنگگڈھ نے طلب کیا اور آپ ۱۲۹۵ھ میں وہان جاکر ملازم و مستقل ہو گئے عرصہ تک معالجات و معاملات ریاست مین دخیل رہے۔

آپ کی حذاقت و قابلیت ایسی شہرۂ آفاق تھی کہ ملک مین جابجا امرا و حکام آپکو بلاتے چنانچہ صاحبزادہ حافظ عبید اللہ خان بہادر وزیر اعظم ٹونک نے بھی بڑی توقیر سے بلایا اور جب آصف جہان بیگم صاحبزادی صاحبہ علیل ہوئین اسوقت بھی ولیتہ العہد صاحبہ بھوپال نے آپکو بلایا اور آپنے بڑی خوبی سے علاج کیا۔ نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نواب صاحب ممدوح بھی آپکا بڑا احترام کرتے تھے جب ۲۸ صفر ۱۳۱۹ھ مین نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ملک نے انتقال فرمایا اور بجاے انکے نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای مسند نشین ہوئین تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تعزیت و تہنیت کے مضمون کا لکھا اور دربار ریاست سے جواب باصواب آیا جسکے بعد حکیم صاحب بھوپال تشریف لے گئے اور دوبارہ عہدۂ افسر الاطبای پر سرفراز فرمائے گئے۔ راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت سے آپکے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے اعزاز سے پیش آتے تھے بارہا انسے ملاقاتین ہوئین اور دلچسپ مکالمے رہے سرکار عالیہ فرمانرواے حال بھی قدر و منزلت فرماتین۔ صاحبزادگان بلند اقبال بھی الطاف رئیسانہ سے ملتے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔

حکیم صاحب کے بہت سے کارنامے قابل الذکر ہین انکو ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل تھا بیسیوں اشخاص

کو مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صدہا جان بلب مریضونکو انکے ہاتھون شفا ہوئی۔ کثیر
لوگونکے ساتھ سلوک کیے دربار قیصری مین بمقام دہلی ہر ہائینس نواب شاہجہان بیگم
صاحبہ بھوپال اور حضور نظام دکن اور انکی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہونیکے باعث
حکیم صاحب ہی ہوے۔ اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد ہزبر علی بہادر ولیعہد و خلف
شاہ اودہ کی مہمانداریکا شرف بھی آپکو حاصل ہوا اور پرنس موصوف از راہ تکریم آپکے قیامی
خیمہ پر آپسے ملنے تشریف بھی لاے حکیم صاحب نے ہندوستان کے اکثر مشہور شہرون کی سیر
وسیاحت فرمای اور ۱۲۸۹ھ مین عرب بھی تشریف لیگئے اور حرمین مین حج اور زیارت
روضہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوے۔
صد حیف کہ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۲۰ھ شب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے رحلت
فرمائی تجہیز و تکفین سے آثار مغفرت کے نمودار ہوے۔ مولوی اعظم حسین صاحب خیرآبادی نے
اپنے ہاتھون آب زمزم سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو مکہ معظمہ سے جناب مرحوم مغفور
اسی دن کیلیے لاے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد مین ہزارون نمازیون نے
جسمین بیسیون امرا صدہا صلحا و علما تھے نماز جنازہ پڑھائی اور بحالتیکہ باران رحمت الٰہی کا
نزول ہورہا تھا جنازہ اٹھایا گیا اور لیجا کر تکیہ قلندر واقع بھوپال مین مفتی محمد ایوب صاحب
کی قبر کے قریب آپکو دفن کیا گیا مادہ وفات (حسن بخشش) جو مخبر نجات ہے ہاتھ آیا
اسکے علاوہ ع ہے آگاہ فیض عام گیا۔ اس مصرعہ سے بھی سال رحلت نکلتا ہے
راقم آپکے مدفن پر حاضر ہوا ہے با رونق جگہ ہے بعض صلحا نے آپکو بعد وفات
عالم رویا مین عالی مراتب حالت مین دیکھا۔ آپکے پیر و مرشد مولانا فضل الرحمن صاحب
گنج مرادآبادی جو شریعت باحقیقت عارف تھے انکی توجہ خاص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کے دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوئے بڑے میر نجف علیصاحب تھے جو صوفی
خوشنویس و شاعر تھے اور اکثر فنون مین طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علیصاحب تھے جو شاہ اودہ
کے برادر خرد و شاہزادہ مرزا اسکندر حشمت محمد جواد علی بہادر عرف جرنیل صاحب کے سکرٹری و
مصاحب رہے جب انتزاع سلطنت اودہ ہو گیا اپیل کیلیے خاندان تاجدار لکھنو لندن گیا تو
آپ بھی ہمراہ تھے جب انکے آقاے نامدار جرنیل صاحب کا ولایت مین انتقال ہو گیا تو آپ
لندن ہی مین رہ گئے اور ٹرنٹی کالج یونیورسٹی ڈبلن مین بعہدۂ پروفیسری ملازمت کرلی اور
ایک لائق میم مسماۃ ربپ صاحبہ سے عقد کر لیا جنسے مسٹر ارشاد علی پیدا ہوے میر صاحب
کے اکثر شاگرد یوروپین کلکٹر وغیرہ یہان کے اضلاع مین آئے اور انھون نے آپکی
قابلیت و عالی دماغی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔
حکیم صاحب کے قابل قدر و دلچسپ حالات راقم نے ایک سوانحعمری مین مفصل طور پر
لکھے ہین لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائف پر نہ پڑے تو اس تاریخ
شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپکے حالات دیکھنے مین آجائین لہذا یہ مختصر حالات لکھدیے
حکیم صاحب کے شاگرد بھی لائق و مشہور ہوئے جسمین حکیم سید امجد علیصاحب حکیم عبد الغفور صاحب
حکیم سید عابد علیصاحب وغیرہ طبیب نامور ہین آپکے صاحبزادہ کا نام سید غلام علیصاحب ہے
حکیم صاحب کا تذکرہ نواب شاہجہان بیگمصاحبہ کرون آف انڈیا نے اپنی تصنیف
تاج الاقبال مین ریاست کے لائق ملازمین مین لکھا ہے اور جناب نواب سلطان
جہان بیگمصاحبہ نے جو بڑی علم دوست و مدبر روشن خیال قدردان فرمانروا ہین اپنی
ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ مین حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے
جس سے حکیم صاحب کا ہر ہائینس کے حضور مین معتمد علیہ مزاجدان ہونا ثابت ہے۔

محمد مظفر حسین سلیمانی مولف تا

اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درج
لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہو اکم
خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا۔ چونکہ اس کمترین نے
کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت
ناظرین کتاب کو خیال ہو تاکہ اسکا کاتب کون شخص تھا۔ اسوجہ سے ضروری سمجھ
احقر کچھ اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کر دے تاکہ کوئی نیک دل اس کتا
کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کر کے دعاے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جانکاہی
کا حاصل ہو جاے۔ اس بنا پر چند سطرین حوالہ قلم کیجاتی ہین۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد مین پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر نجف علیصاحب نے
بحساب سنہ پیدایش (مظفر جنگ) ۱۲۹۳ تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی منشی منصب علیخانصاحب
مرحوم کو علمی مذاق سے دلچسپی تامہ تھی اسلیے آنکھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتین دیکھنے
سننے مین آئین جب سن تمیز کو پہونچا انکو میری تعلیم کیطرف توجہ ہوئی اور حسب دستور معلم
مکتب مقرر ہو کر پڑھانا شروع کیا گیا چونکہ علاوہ تعلیم کے انکی ذاتی توجہ نوشت و خواند کیطرف
مبذول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی تھی
ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہوا تھا کہ فلک تفرقہ پرداز نے اپنی گردش دکھلائی اور دس بارہ برس
سن مین والدین[1] کا سایہ جو دنیا مین رحمت الہی کا نمونہ ہوتا ہے سر سے اٹھ گیا داغ یتیمی

---

[1] والدین سے مراد منصب علیخان ابن احمد علیخان اور بنت بخش اللہ خان سے ہے۔
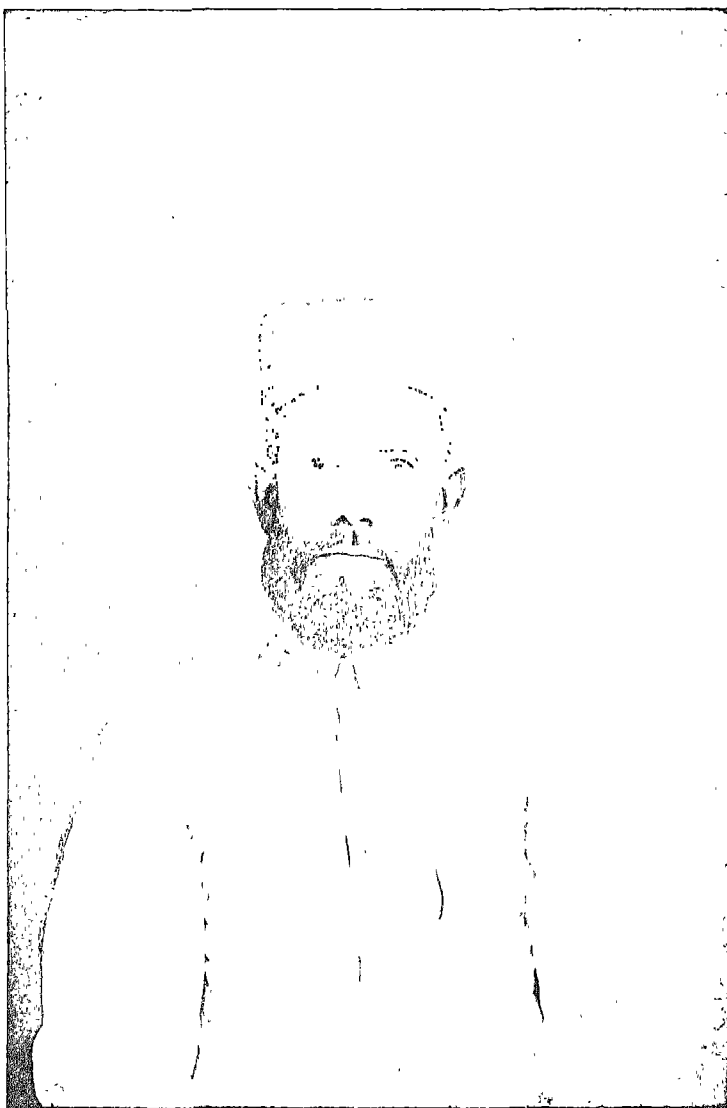
محمد مظفر حسین سلیمانی مصنف کتاب ہذا

اٹھانا پڑا کبھی جاتی رہی چارون طرف سے غم کا بادل چھا گیا دنیاوی افکار کا سامنا ہوا
تاہم علمی مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حید علیصاحب منشی عیوض علیصاحب مولوی
سید احسن صاحب وغیرہ سے درسی کتب کی تحصیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم
طب کی تحصیل کیطرف مائل کیا اور حکیم معالج الدولہ حاجی سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا
کیخدمت مین حاضر ہوا انھون نے بخیال خاندانی مراسم اور باپ کے دوستانہ تعلقات کے نہایت
شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک انکے فیضان صحبت مین استفادہ علمی کرتا
رہا اور سفر حضر مین موجود رہکر اصلاح نظم ونثر لیتا رہا۔ اس دور مین انھین استادی موصوف نے
اکثر حکام و امرا سے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لیگئے تو اپنے ساتھ لیجا کر نواب
احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی بالفاظ مناسب تعرف کرایا۔ ابھی فن طب
کی تکمیل نہوئی تھی کہ لایق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاہ آباد مین انکی ذات سے
جو علم و حذاقت کی شمع روشن تھی وہ بجھگئی اور یہاں کی ناموری کا خاتمہ ہوگیا ان چند در چند
حادثات نے دلمین کمزوری نے کچھ اپنا ایسا اثر پیدا کیا کہ پھر طبیعت طب کیطرف مائل نہوئی
بڑا سبب اسکا یہ بھی تھا کہ ایسے نیک خصلت شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا
اس بیکاری و تنہائی مین دل کو وحشت ہوئی اور بزرگان دین کے مزارات کی حاضری
اسکا علاج تصور کیا اور ہندوستان کے اکثر مشہور مزارات مثل کوٹلم شریف اجمیر شریف گلبرگہ
شریف پاکپٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب دہلی وغیرہ پر حاضری ادا کی اس سلسلہ
سیاحت مین بمبئی بنگال مدراس پنجاب کے صوبجات مین جو قابل دید شہر دیکھنے مین آئے
اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علمی وملکی مجالس مثل
جلسہ سالانہ ندوۃ العلما لکھنؤ کانفرنس محمڈن کالج علیگڑھ دہلی دربار نمایش الہ آباد و مدراس

وغیرہ مین بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفعیہ کیلیے بعض مخلص احباب نے شادی کیلیے مجبور کیا اور متاہل ہونا پڑا اور خدا نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالتمین انقلاب ہوا نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل وعیال کی خبر گیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی اس کشمکش مین یہ خیال دامنگیر ہوا کہ یہ دنیا داری وکثرت مصارف سے زیرباری تو یون ہی چلی جائیگی مگر کوئی کام یادگار زمانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل لذکر اشخاص کے حالات کسی نے جمع نہین کیے اور وہ ضایع ہوے جاتے ہین اسپر کمر ہمت چست باندھنا چاہیے لہذا اس ارادہ مین ترقی ہوئی اور حالات وکاغذات فراہم کرنے مین مصروف ہوا الله الحمد کہ اس مقصد مین کامیابی نے منھ دکھلایا اور اپنی فہم واستعداد کے لایق واقعات مرتب کردیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور قصباتی زبان ہونیسے عبارت صحیح نہین تاہم حالات قابل قدر فراہم ہوگئے اور اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلیگا کہ اکثر صاحب کے نام نامی صفحۂ روزگار پر تا بقاے کتاب رہ جائینگے اور آیندہ نسلین واجب التعظیم ولایق اہل وطن کے کارنامون سے آگاہی وفائدہ اٹھائینگی۔

اس کتاب کے بعد راقم نے چند کتابین اور بھی تصنیف وتالیف کین چنانچہ (حیات مسیح) یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہوکر شایع ہوگئی اور ملک مین مقبول ہوئی اکثر معزز ذی لیاقت حضرات نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرماے (تحفۂ سلیمانی) استادی حکیم صاحب کے حالات مین مرتب کی اسکے بعد حیات نصرت چودھری صاحب کے متعلق تالیف کی ہے اور چودھری حشمت علی صاحب کے دلچسپ حالات بھی جو ایک نامور وفیاض تعلقہ دار گذرے ہین موجود ہین۔ آجکل مخدوم صاحب سندیلہ کے ذاتی حالات اور انکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے

جسکا نام بہارستان مخدوم رکھا گیا۔
ان حالات کو ختم کرنیکے ساتھ بارگاہ احدیت مین بکمال عجز و نیاز دعا ہے کہ وہ دنیاوی مصائب
و ترددات سے محفوظ رکھکر حرمین شریفین و عرب کے اماکن متبرکہ کی زیارت سے مشرف فرمائے ہنوز یہ کتاب
زیر طبع تھی کہ ایک حادثہ اندوہناک پیش آگیا جس سے وہ صدمہ پہونچا کہ دلکو بیقراری رہتی ہے
اور وہ جانکاہ واقعہ یہ ہے کہ اس خاکسار کی لڑکی[1] جو اولاد مین بڑی اور خوبصورت ہونیکے ساتھ
نہایت ذہین تھی دفعۃً علیل پڑی اور مرگئی چونکہ اس سے بیحد محبت تھی اور خاندان کی بھی اس سے

[1] اس لڑکی کا نام عایشہ تھا یکم محرم ۱۳۲۶ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۰۸ء شب دوشنبہ کو پیدا ہوئی تھی نہایت سمجھدار و ہونہار تھی افسوس کہ ناگاہ عارضہ لاحق ہوگیا اور ہفتہ عشرہ علیل رہکر نوجوانی مین ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء ۴ بجے روز چہارشنبہ کو انتقال کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ راقم نے کئی قطعات تاریخی تحریر کیے ہین بعض یہاں پر لکھے جاتے ہین ؎

جو تھی ذی ہوش پیاری ایک میری عایشہ بیٹی
ہوا صدمہ ہے لاحق اسطرح کا اسکے مرنے سے
رہا کرتی ہے ہر دم بیقراری قطرتاً دل کو
دھوان اٹھتا ہے دل سے جبکہ وہ مجکو یاد آتی ہے
جلائیگا یہ ساری عمر تک داغ جگر مجکو
ملیگی اب دوبارہ پھر نہ ایسی خوبرو بیٹی
ہوا کرتی تھی ہر اک بات سے سنجیدگی ظاہر
ہوا کرتا تھا دل خوش اس سے ہر اپنے پرائے کا
نمایاں خوش نصیبی تھی نہایت اسکے چہرہ سے
ہوا کرتی تھی حیرت سبکو اکثر اسکی باتون پر
ملی وہ خاک مین ارمان سارے ہوگئے مٹی
ٹھہرتے ہی نہین آنکھو مین آنسو فرط گریہ سے
ابھی نو عمر تھی نو سال کی وہ نیک خو بچی
پڑی دس دن فقط بیمار بچی آہ بستر پر
رجب کی چودھوین تاریخ روز چارشنبہ کو
مین سمجھاتا ہون دلکو صبر آتا ہی نہین مگر
الٰہی عایشہ کو بخش عیش جنتی دائم
جو ڈھونڈھا اسے مظفر سال رحلت یہ ندا آئی

یکایک اسنے سوے جنت الفردوس رحلت کی
کہ دل بیزار ہے اب زیست سے تا حق طوالت کی
بڑی تکلیف دل آزار ہے آزار فرقت کی
پھرا کرتی ہے تصویر آنکھ مین اس ماہ طلعت کی
نہ بھولیگی کبھی وہ لاڈلی پاکیزہ صورت کی
ہوئی تھی اتفاقی یہ عنایت مجپہ قدرت کی
مجسم تھی وہ پتلی قدرتاً فہم و فراست کی
سرشتی طور پر واقع ہوئی تھی نیک عادت کی
مگر لائی تھی کم میعاد دنیا مین سکونت کی
کیا کرتا تھا مین تعریف ہی اسکے ذہانت کی
بلائین لیتی ہے اب دل کی حسرت جاکے تربت کی
ڈبوئی ہین مجھے خود موجین میرے جوش رقت کی
بھلا پھر موت نے اسپر نظر کیون اسدرجہ عجلت کی
بہت تکلیف سے عشرہ کی اسنے ختم مدت کی
جو آیا سہ پہر تو اسنے پھر دنیا سے رحلت کی
کوئی تو بات پنہان دل مین ہے ایسی مصیبت کی
دکھادے تو خدایا شان اپنے فضل و رحمت کی
کہ پائی عائشہ نے نقد دولت عیش جنت کی
۱۹ ع ۱۶

سیرت اور صورت کی اچھی بچی نظر بھی نہیں آتی اسوجہ سے اسکی دائمی مفارقت کا قلب پر وہ اثر ہوا کہ قلم سینہ چاک سے تحریر نہیں ہو سکتا ہر وقت آنکھیں اسکو ڈھونڈھتی ہیں اور وہ دیکھنے کو ملتی نہیں اسلیے گریہ و زاری طاری ہوتی ہے درحقیقت حدیث شریف موت الولد کی الکبد یعنی اولاد کی موت داغ جگر ہوتی ہے میرے حال پر صادق آتی ہے۔ اس درد سے وہ صاحب اولاد جو اس روحانی تکلیف کو برداشت کر چکے ہیں آگاہی رکھتے ہیں کسی سنگدل کو کیا محسوس ہو سکتا ہے۔ اس سانحہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل مغموم رہا کرتا ہے

دیگر

افسوس پیاری بیٹی تھی جو میری عایشہ — دنیا سے آج وہ سوئے جنت روانہ ہوئی
صدمہ ہے اسکے مرنے کا اس طرح قلب کو — جس سے کہ اپنی زیست سے ہے بار گراں ہوئی
صورت کی وہ شکیل نہایت ذہین تھی — صد حیف ایسی بچی [illegible] مر کے نہاں ہوئی
وہ پیاری باتیں اسکی مجھے بھولتی نہیں — حالت عجیب قلب کی [illegible] بیان ہوئی
پاکیزہ ایسی تھی کہ نظر اسکو کھا گئی — نازل یہ ہائے کیسی بلا [illegible] ہوئی
مرنے کا اسکے رنج ہے ہر خاص و عام کو — ہر دل شکستہ [illegible] وہ [illegible] روان ہوئی
ہر وقت اسکو ڈھونڈھتی آنکھیں ہیں چار سو — اکدم کبھی وہ نہ چاند سی صورت عیاں ہوئی
بیشک ہیں بدنصیب وہ دنیا میں والدین — جنسے کہ ایسی بچی جدا ناگہاں ہوئی
نشو و نما کے دن تھے نہ مرنے کی عمر تھی — پر وقت ہائے کیسی قضا آسمان ہوئی
اکدم مرض کزاز کا افسوس ہو گیا — دس دن فقط علیل رہی ناتوان ہوئی
آیا نہ رحم تجھکو فلک اسکے حال پر — تکلیف اس نحیف پہ وہ جانستان ہوئی
وہ کیا مری کہ دل بھی ہمارا یہ مر گیا — نکلی ہے جان میری نہیں وہ نہان ہوئی
پڑھتی تھی خوب آیتیں ازبر تھیں سیپیوں — وہ خوش مقال طوطی تھی غائب کہاں ہوئی
دشمن کو بھی یہ داغ نہ یارب نصیب ہو — جس پیٹھ پر یہ بار پڑا وہ کمان ہوئی
آتا ہے دل کو صبر نہیں آہ کیا کروں — یہ عمر وقف اب پئے آہ و فغان ہوئی
یارب ہو عایشہ کو بہشت بریں نصیب — ہر دم دعاے خستہ یہ ورد زبان ہوئی
میں کیا لکھوں جو دل کو مظفر ہے رنج و غم — مرنے سے اسکے آنکھ مری خونچکان ہوئی
پوچھا جو سال مرگ تو بولا سروش غیب — وہ نیک طبع طوطی باغ جنان ہوئی

ایضاً

نور دیدہ عائشہ صد حیف از آغوش شد — رنگہا ہم جملہ عالم تیرہ و تاریک گشت
بود در فکرم مظفر سال تاریخ وفات — ہاتف غیبی بمن گفتہ کہ گلے خوش رنگ رفت

اگرچہ کئی ہزار اشعار احقر کے تحریر مین آچکے ہین مگر انمین سے چند غزلیات و ایک قصیدہ منجملہ ان قصائد کے جو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر پڑھے جا چکے ہین یہان لکھنے پر قناعت کیجاتی ہے۔

غزل

ادہر وہ خشمگین خنجر بکف تیار بیٹھے ہین
ادہر جانباز انکے جان سے بیزار بیٹھے ہین

تمہین سنتا نصیحت مجمع عشاق مین کوئی
کہو ناصح سے حضرت آپ کیون بیکار بیٹھے ہین

صدا آئی یہ ہر گوشہ سے جب وہ بام پر آئے
ادہر بھی ہو نظر ہم بھی یہان سرکار بیٹھے ہین

انھین لائین منا کر جس سے کچھ جینے کی خواہش ہو
ہمارے پاس کیون بیفائدہ غمخوار بیٹھے ہین

اگر بیگار از گو افشا یہ محفل مین تڑپ جانا
دل ناداں مجمع ہے یہان اغیار بیٹھے ہین

بہار آئی ہو اٹھلاتی ہوئی گلزار عالم مین
نوا سنج چمن کھولے ہوئے منقار بیٹھے ہین

پئے دیدار جب آئے تمھارے در پہ یہ دیکھا
ادہر دو چار بیٹھے ہین ادہر دو چار بیٹھے ہین

تماشا گاہ نیرنگی سراسر بزم عالم ہے
کہین واعظ کہین زاہد کہین میخوار بیٹھے ہین

مظفر کسطرح فکر سخن ہو سخت مشکل ہے
پریشان حال ہین عرصہ سے ہم بیمار بیٹھے ہین

ایضاً

کبھی وہ بھی دن ہو یارب شب وصل یار آئے
مرے گھر بہار آئے بت گلعذار آئے

یہ ستم ہوین سنور کے وہ ستم شعار آئے
کہین دور قیامت نہ تجھے بھی پیار آئے

ترے عشق مین لبوں پر مری جان زار آئے
نہین اعتبار اسکا تجھے اعتبار آئے

مین ادہر ہون نیم بسمل وہ ادہر ہون نیم بسمل
نہ مجھے قرار آئے نہ انھین قرار آئے

کچھ عجب نہین کہ بھولے مجھے اپنی دادخواہی
جو ادا سے سر جھکا کر دم حشر یار آئے

اسی وقت نزع دیکھون ہونگے مین یاس و حسرت
یہ اثر ہو مدتوں تک نہ تجھے قرار آئے

کبھی بھولکر بھی کرتے نہین کوئی قول سچا
غضب ہی چاہتے ہو کہ تجھے اعتبار آئے

ہوئی خاک عشق مین ہم اسے کچھ خبر نہین ہے
فقط اتنی ہے تمنا وہ سر مزار آئے

مین وہ اس ہی ہونگا کہ مرگی ہے اوداسی
مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا مزار آئے

تجھے ظلم گن نہ آئین مجھے اپنے شکر ظالم
نہ تجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

اُنھیں کرتے ہین نصیحت نہین کیون جناب ناصح
کہ جفا سے باز آکر وہ وفا شعار آئے

مجھے حسن کے تصور نے ہے محویت عجب کیا
کہ اجل حسین بنکر دم احتضار آئے

مین فدا ہون جان و دل سے یہ کبھی نہین کہونگا
نہین اعتبار اسکا انھین اعتبار آئے

مجھے بخت سے مظفر نہین کچھ امید اسکی
مری آرزو بر آئے شب وصل یار آئے

ایضاً

اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے
اوٹھا کے آئینہ ہم اُنکے روبرو کرتے

جو ہم خیال قریب رگ گلو کرتے
کسی کی دیر و حرم مین نہ جستجو کرتے

مزہ تو جب تھا گریبان کے چاک ہونیکا
کہ جنکے عشق مین پھاڑا تھا وہ رفو کرتے

جھلک جو دختر رز کی انھین نظر آتی
تو وعظ چھوڑ کے واعظ سبو سبو کرتے

جو دیکھتے مجھے گریان کبھی نہ وہ ہنستے
ضرور ہی مرے اشکون کی آبرو کرتے

اثر ہماری محبت ذرا دکھا دیتی
کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آرزو کرتے

تھے جمع پاک زمانے کے بزم رندان مین
جو آتے شیخ وہان انکی آبرو کرتے

وہ تھوڑی دیر کو پہلو مین کاش آجاتے
نہ بولتے نہ مظفر سے گفتگو کرتے

رہیگا یاد قاصد کو پیام وصل کا دینا
ترا کچھ بھی نہ کہنا سر جھکا کر مسکرا دینا

دغا دینا تمھارا کام ہے میرا دعا دینا
تمھی انصاف سے کہدو ذرا اچھا ہے کیا دینا

لڑاتے تم ہو آنکھین غیر سے آپس مین لڑتے ہین
تمھاری بزم کا ہے مشغلہ لڑنا لڑا دینا

یہ کیا انسانیت ہے وضعداری سیکھیے صاحب
نہین اچھا بڑھا کر رسم الفت کو گھٹا دینا

سماں وہ باندھ دے ابر کرم گلزار عالم مین
کہے زاہد مجھے بھی جام اک بہر خدا دینا

مزہ آئے نصیحت بھول جائین حضرت ناصح
ذرا انکو بھی اپنی صورت زیبا دکھا دینا

سبحان اللہ کیا اچھی ہے تیری مشق سے ظالم
ہمارا نام لکھنا اور پھر لکھکر مٹا دینا

محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادا تیری
وہ چلمن کا اُٹھانا دیکھ کر مجھکو گرا دینا

ترے رندون مین آکر حضرت واعظ بھی بیٹھے ہین
اگر بچ جائے تھوڑی سی انھین بھی ساقیا دینا

مظفر مضطرب ہے خوف عصیان سے رسول اللہ
اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا

ایضاً

کون ساشاہد گل آج ہو مہمان دل مین ۔۔۔ نظر آتا ہے جو سرسبز گلستان دل مین
ڈھونڈھ لین مجھسا وفادار زمانہ مین کوئی ۔۔۔ کر چکے قتل تو اب کیون ہین پشیمان دل مین
اونکے آنے کی خبر آئے یہان کیا ممکن ۔۔۔ حسرت ویاس کے بیٹھے ہین نگہبان دل مین
یہ وہ گھر ہے کبھی خالی نہین رہتا اکدم ۔۔۔ ہے خوشی آج تو کل حسرت وارمان دل مین
آئیے سیجیے گلگشت چمن شوق سے آج ۔۔۔ ہمنے داغونکا لگایا ہے گلستان دل مین
تیرے مظلوم یہ محشر مین کہینگے تجھسے ۔۔۔ خیر ہی آج ہین کیون آپ پشیمان دل مین
دھیان مین آتی نہین ہستی دنیا کچھ بھی ۔۔۔ نقش برآب ہے یہ عالم امکان دل مین
زندہ کرکے جو نکالو تو مسیحا جانون ۔۔۔ میرے ارمانون کا ہی گنج شہیدان دل مین
دن دکھا جلد وہ یارب کہ مدینہ دیکھون ۔۔۔ ایک مدت سے تمنا ہی یہ پنہان دل مین
لیجیے جلد مظفر کی خبر شاہ نجف ۔۔۔ فکر واندوہ سے ہی سخت پریشان دل مین

ایضاً

پھر حسینون پر فدا ہو یہ ارادہ دل کا ہی ۔۔۔ المدد مشکلکشا پھر سامنا مشکل کا ہی
مٹ نہین سکتا ہی لیلی خاک مجنون کا نشان ۔۔۔ دیکھ خاکی رنگ اپنا تیرے وہ محمل کا ہی
ٹکڑے ٹکڑے دل کے کرتی ہی تڑپنے کی ادا ۔۔۔ رنگ مقتول جفا مین بسمل و قاتل کا ہی
سر جھکا کر دیکھ لے تصویر حسن و عشق کی ۔۔۔ عکس کتنا صاف تیرے دل پہ میرے دل کا ہی
اہل محشر نیم بسمل ہین مظفر حشر مین ۔۔۔ ایک ادنی یہ کرشمہ ابروے قاتل کا ہی

ایضاً

کہتے ہین ولولے یہ دل بیقرار کے ۔۔۔ دن آگئے ہین باغ مین فصل بہار کے

بیکس اوسے سمجھ کے دبائے نہ ہجر یار — سو حسرتین ہین پاس دل بیقرار کے

قابو مین وہ رقیب کے ہون کچھ عجب نہین — ہین بس مین آگیا ہون دل بیقرار کے

حاصل شب فراق مین ہو لذت وصال — دل مین بھرے ہوئے ہین مزا انتظار کے

آغوش مین لحد کی ہمین نیند آئیگی — سوئینگے خوب جامۂ ہستی اوتار کے

مین چاہتا ہون اور کسیکو اونھین ہے شک — وہ آجکل ہین یار مرے رازدار کے

واعظ گناہگار کو تم گالیان نہ دو — قائل نہین ہو رحمت پروردگار کے

بوسون کا کچھ شمار نہو وقت اب ہی کم — سنتے ہین دن قریب ہین روز شمار کے

ہوتا نہین ہی خوش جو مظفر کسیکا دل — سنتا نہین بہار مین نغمے ہزار کے

ایضاً

مری جان وہ بھی کر لو گر کوئی بیداد باقی ہے — ابھی کچھ کچھ تو ان خاطر ناشاد باقی ہے

رہے کچھ دیر جاری پرسش اعمال اے داور — ابھی ایک مورد بیداد کی فریاد باقی ہے

نہ ہے مجمع حسینون کا نہ اب وہ عشق کی لذت — اگر کچھ بات باقی ہو تو اوسکی یاد باقی ہے

تصور سے کسی محبوب کے دل مین مزہ لینا — یہی اک شغل بہر خاطر ناشاد باقی ہے

وہ محشر مین ہو گھبرایا ہوا مین اوس سے یہ پوچھون — ستم کا حوصلہ اب بھی ستم ایجاد باقی ہے

اگر تو ذبح کرتا ہے تو رکھ لے سر کو زانو پر — دم آخر یہی حسرت مری جلاد باقی ہے

سخن سنجی کو رونق ہی مظفر بزم عالم مین — امیر نامور ہے داغ سا اوستاد باقی ہے

قصیدۂ نعتیہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر مدینہ منورہ مین پڑھا گیا

سوے مدینہ گر ترا باشد گذر باد صبا
کن عرض با ذوق و ولا در حضرت خیر الوریٰ

اے بادشاہ دو جہان اے سید کون و مکان
اے ہادی ہر انس و جان اے شافع روز جزا

اے تاجدار کن فکان اے زیب بخش لامکان
اے محرم راز نہان مقبول حق نور خدا

اے رحمت للعالمین اے فخر جملہ مرسلین
اے رہبر دنیا و دین اے چارۂ ہر بینوا

اے آئینہ ذات صمد اے مظہر نور احد
اے مرجع ہر نیک و بد اے سرور شاہ و گدا

برحال زارم کن نظر از لطف یا خیر البشر
از فکر ہر شام و سحر غمگین باند این گدا

افضل توئی بعد از خدا احسن تر از مخلوق ہا
محبوب ذات کبریا احمد محمد صلعم مصطفا

در جملہ خوبی و صفت حق کرد کامل منزلت
ہمسر نہ کس با مرتبت در حسن اخلاق و سخا

رخسار تو شمس الضحیٰ گیسوی تو بدر الدجیٰ
در شان عالی تو شہا لولاک شد وارد بجا

کفر و ضلالت دور شد عالم ہمہ پر نور شد
ہر ذرہ کوہ طور شد وقتیکہ شد جلوہ نما

کردستا و شق القمر طلبید چون آمد شجر
از حکم گویا شد حجر صل علےٰ معجز نما

وقتیکہ آمد در جہان ایوان کسری سگیان
افتاد و ساوہ شد روان گو خشک بودہ برملا

در لیل جبریل امین آورد مرکب نازنین
از فرش بر عرش برین رفتند ختم الانبیا

شد کحل ما زاغ البصر در چشم آن اہل نظر
در لامکان شد جلوہ گر در ذات باقی شد فنا

بخشید ایزد از کرم ہر گونہ از جاہ و حشم
از برکت فیض قدم گلزار شد ہر دو سرا

بر ذات پاکت یا نبی شد مطمئن ہر امتی
چون جد و اب الفت کنی قربان دل و جانہ فدا

طوفان کفر و معصیت برخاستہ از ہر جہت
از خوابگاہ مکرمت برخیز با نور خدا

از جرم و زشتی عمل در کار من آمد خلل
اے رحمۃ للعالمین کن پاک از عیب و خطا

از نفس و شیطان لعین تاریک شد قلب حزین
افکار دنیا ہمقرین افتادہ در حرص و ہوا

مسجود جنات و ملک درگاہ عظم چون فلک	خوش آنکہ گشتہ منہمک آنجا رود یا بد لقا
در شوق دیدار روضت بیچین دلم ہر دم غمت	حاضر شوم بر روضہ ات مقبول باشد این دعا
للّٰہ یا شاہ امم ما را طلب سوے حرم	در حال فرقت سوز و غم آتش زند در جان ما
از غیب پیدا کن سبب تا من روم سوی عرب	آزاد باشم از تعب روزیکہ یابم مدعا
از فرط حرمان ہر نفس آید چنان بانگ جرس	جانکاہ حسرت گشتہ بس بہر مرض لطفش دوا
آمنت صد بر کاروان در راہ او گشتہ روان	بر ہر قدم سر و جان در سینہ صد جوش و ولا
بردار از دل داغ غم ای صاحب تاج و علم	از بہر آل ذی کرم و ز بہر اصحاب صفا
آن شکل و قامت دلربا پُرنور از سر تا بپا	در خواب من بہر خدا از مہر خود جلوہ نما
از فیض و لطفش یک نظر از زہد و طاعت نیکتر	خوش بخت بیشک آن بشر افتد چنین ظل ہما
از خوف عصیان دل تپان از مہر تو یابم امان	در ہند بیکس نیم جان افتادہ در خوف و رجا
در وقت نزع جان و تن در گور و در محشر بمن	در عجز یا شاہ زمن امداد باشد رہنما
از فکر و امراض و الم محزون و غمگین شد دلم	اے دافع رنج و ستم از بند غم باشم رہا

از گردش چرخ کہن گشتہ مظفر خستہ تن
برحال پُر رنج و محن کن رحم ای عقدہ کشا

منشی عوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباد کے ذی لیاقت اشخاص مین تھے فارسی انشاپردازی مین خاص مہارت رکھتے تھے لکھنؤ کے شاہی دفتر مین جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہوکر تحریری کام انجام دیتے رہے۔ درسی کتابین پڑھانے مین پوری دستگاہ تھی۔ عبارت آرائی کے ساتھ خط بھی شستہ اور پاکیزہ تھا۔ موزون طبعی سے کمال مناسبت تھی۔ فارسی اور اردو دونون زبانون مین شعر کہتے اور نعت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پورا دیوان نعتیہ کلام کا موجود ہے بعض غزلیات بطور اختصار کے ذیل مین درج کیجاتی ہین راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابین آپ سے پڑھی تھین اور والد ماجد سے دوستانہ مراسم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے اور اکثر واقعات گذشتہ بیان کرتے تھے۔ معاملات دنیا مین آپ بھی اہل الرائے اور فخر خاندان سمجھے گئے نہایت نازک مزاج باتہذیب انسان تھے افسوس کہ ۲ رجمادی الاولی سنہ ۱۳۱۶ ہجری مطابق ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۹۸ء مین آپ نے رحلت فرمائی راقم نے قطعہ تاریخ یہ تحریر کیا

صد حیف منشی عوض علی صاحب خرد ‌ ‌ ‌ ذی علم و اہل فہم و ہنر بود نکتہ دان
رخت حیات بست ازین دار پر محن ‌ ‌ ‌ بہر وصال حضرت خلاق دو جہان
آن ماہتاب برج لیاقت غروب شد ‌ ‌ ‌ در عمر پیر بود بہ تدبیر نوجوان
در بوستان عالم جاوید شد مقیم ‌ ‌ ‌ از خاکدان ہستی موہوم شد روان

پرسید از سروش مظفر چو سال مرگ
گفتہ جناب رفت سوئے گلشن جنان
۱۶ ‌ ‌ ۱۳ھ

انتخاب از کلام نتیجہ منشی عیوض علی صاحب المتخلص بہ کشتی

مرحبا مژدۂ رحمت کے سنانے والے
ہم سیہ کارون کو دوزخ سے بچانے والے

باعث مغفرت جرم و خطاے آدم
کشتی نوح کے طوفان سے چھڑانے والے

حشر کو سایۂ الطاف خدا ہین ہونگے
آپکے نام پہ ایمان کے لانے والے

مشعل طور سے حضرت نہ لگائین دل کو
دل کو حسن رخ انور سے لگانے والے

ناز حورون کا بھلا کیونکر اوٹھانے جائین
شوق حضرت کے سنے لطف اوٹھانے والے

خوف دوزخ نہ جنت کی تمنا رکھین
کوچہ احمد مختار کے جانے والے

بیکران بحر ہی کشتی ہے شکستہ میری
لو خبر جلد مری پار لگانے والے

سخت مجبور ہے کشتی کی خبر لو مولا
لاکھون دشمن ہین کرورون ہین ستانیوالے

تری الفت کا دم یا مصطفی جسدم بھرتے ہین
مئے وحدت سے جام آرزو لبریز کرتے ہین

نہالستان نعت احمدی کے نخل پیرا ہین
چمن ہین شاخ گل جھک جھک کے تسلیم کرتے ہین

ثنا خوان آپکے جسدم قدم رکھتے ہین جنت مین
تو اہل خلد اوٹھ اوٹھ سروقد تعظیم کرتے ہین

صداے مرحبا کا شور ہو ہر قصر و ایوان مین
ملائک عرش اعظم سے زیارت کو اوترتے ہین

وفور عشق سے ذات مقدس مین فنا ہین ہم
نہ خواہان وصل کے ہین اور نہین فرقت سے ڈرتے ہین

اونھین نام خدا ہم زندۂ جاوید کہتے ہین
جو تم پر اپنا ہر دم جان و دل قربان کرتے ہین

مریض عشق حضرت روز جان تازہ پاتے ہین
شہیدان محبت کون کہتا ہی کہ مرتے ہین

ستایا ہے نہایت گردش چرخ ستمگر نے
خبر لو یا نبی ہمپر برے صدمے گذرتے ہین

گلستان ثناے مصطفی مین رات دن کشتی
کوئی دیکھے تو ہم کس طرح کے گل کترتے ہین

ایضاً

مشرق مہر درخشان مرا سینہ ہوگا — گوہر نعت پیمبر کا خزینہ ہوگا

کشتی نوح کا ہم نام سنا کرتے ہین — حشر کو دامن غلامون کا سفینہ ہوگا

جسکو سب خلق یہان آب بقا کہتی ہے — خضر کو ہاتھ لگا ان کا پسینہ ہوگا

داغ کہنہ نہ اگر جرم قمر مین ہوتے — کہتے ہم خاتم احمد کا نگینہ ہوگا

عید ہو کوچۂ احمد مین اگر دم نکلے — مر گئے پھر بھی نئے لطف کا جینا ہوگا

بخت خفتہ مرے بیدار کبھی تو ہونگے — آسمان تا بکجا بر سر کینہ ہوگا

دیکھیے یاد وہ کبتک نہ مجھے فرماتے ہین — ابجدا کون سا دن کون مہینہ ہوگا

ساتھ جائیگی ترے نعت نبی ای مفتی — خاک مرقد مین بھی اپنا دفینہ ہوگا

ایضاً

نعت شہ زمن کا مزہ ہی دہن مین آج — تاثیر کچھ نئی ہے ہمارے سخن مین آج

معدن ہے کیسہ گوہر نعت رسول کا — شاہی کا لطف ہے مجھے دار المحن مین آج

بلبل درود خوان ہے جبین سا ہی ہر شجر — لائی صبا ہے بوے مدینہ چمن مین آج

ادنا مشابہت عرق جسم پاک سے — چھوٹے نہین سماتے ہین گل پیرہن مین آج

منکر نکیر قبر مین تکلیف مت کرین — نعت رسول ہے مری جیب کفن مین آج

کس یوسفی جمال کے کوچہ کا شوق ہے — غربت سے عشق ہی ہے حب الوطن مین آج

حاضر ہے پیشوائی کو جان منتظر ہے دل — تشریف لائیے مرے بیت الحزن مین آج

کشتون پہ کشتے لاشون پہ لاشے ہین کو بکو — کیا قہر ہی ادا ہے ترے بانکپن مین آج

ہے شور الحفیظ کہین العطش کہین — گرمی نئی ہے کچھ مرے داغ کہن مین آج

لے اب تو تیرے عشق کو منشی اثر ہوا — پڑھتے ہین تیرے شعر وہ ہر انجمن مین آج

ایضاً

ہرگز نہ ثنا خوان ہون کبھی لف و دہن کا — مداح ہون عز و شرف شاہ زمن کا

وہ شاہ کہ جس شاہ کی ہی شان مین لولاک — ہستی گل شگفتہ ہی اک اُس کے چمن کا

نعت شہ کونین ہی جو حرف ہے میرا — رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا

جو شعر ہی اک طرہ حوران جنان ہے — جو نقطہ ہے اک نافہ ہی آہوے ختن کا

مضمون و معانی مرے معشوق صفت ہین — بو زلف معنبر کی مزہ سیب ذقن کا

رکھتے ہین نہین عطر کی جو میری غزل مین — گلدستہ ہی دیوان گل نسرین و سمن کا

گلچین ہون گلستان ثنای نبوی کا — شرمندہ احسان نہین فردوس عدن کا

موزون ہی طبیعت مری فیض شہ دین سے — ہی مشورہ حضرت سے مدح خوانی کے فن کا

حضرت کی محبت ہی مرا ملت و مشرب — طالب مین نہین ملت ہفتاد و دو تن کا

رکھتے ہین جو خاک در اقدس سے ارادت — لیتے وہ کبھی نام نہین دُرِ عدن کا

خلعت جو نبوت کا نبیون کو ملا ہے — اُترا ہوا ملبوس ہے حضرت کے بدن کا

حضرت نہ اگر پار لگاتے یہ سفینہ — تھل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دار محن کا

مشتاق ہین خاک قدم پاک کی آنکھین — زنجیر ہے پاؤن کی مزہ حب وطن کا

کرتا ہون نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی — منھ دیکھتے رہتا ہون مین چرخ کہن کا

پامال ہو مر وہ مرا کوچہ مین تمھارے — مولا مین طلبگار نہین گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہی نہ زر خواہش منشی
انعام شفاعت ہو صلہ اوسکے سخن کا

میر نجف علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کے لائق فرزند اور ذی علم شاعر صوفی خوشنویس مال تھے
میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا امیر وزیر علی صبا کے شاگرد رشید اور لکھنؤ کے
اہل کمال کی صحبت میں رہے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بعیت تھی
کتاب انوار الرحمن میں بھی ضمناً آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں
باوضو بیٹھتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مُرشد کامل نے جو افتخار نامے آپکے نام
لکھے ہیں اور راقم کی نظر سے گذرے ہیں اُنکے مضامین سے نہایت شفقت و عنایت
مترشح ہوتی ہے میر صاحب قناعت پسند اور مرتاض طبیعت کے انسان ہوے ہیں
گفتگو فصیح اور محاورات دلکش تھے خوشنویسی کے فن میں جو خاص بات آپکو حاصل تھی وہ
یہ ہے کہ زور قلم سے جس قدر جلی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اُتنے جلی قلم
سے لکھنا مشکل تھا۔ نجوم و رمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات از روی حساب بتلائی
وہ صحیح نکلی۔ تاریخ و اشعار گوئی میں تو ایسی آپ کو مہارت تھی کہ باتیں کرتے کرتے تاریخی مادہ
نکال دیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تاریخی مادے اسجگہ لکھکر قابلیت و مہارت
کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۲۷۶ ہجری میں جب مولوی انوار حسین خان صاحب اختیار پوری کی ولادت
اور اُسی زمانہ میں اُنکے والد افضل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے
اِس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج
چھپا اور وہ تاریخی مادہ یہ ہے۔ مہی بر آمد و شد مہر در زمین نہان۔ اسیطرح میں آپکے
سنہ ۱۲۹۳ھ

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فخر الاطبا کے یہان جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل خانہ نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لاجواب تاریخی مادہ نکالتے ہین ع پسر آمد جان مادر برفت۔ اور اس کو یون منظوم کیا ہے ؎

تولد چو فرزند گشت	ز فرط خوشی جان مادر برفت
ز شرب شراب نشاط و الم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بگفت سال این شادی و مرگ گفت	پسر آمد جان مادر برفت

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھیے کہ صرف اسی تاریخ کو نظم کر دیا بلکہ سولہ سترہ شعر کی نظم لکھی ہے اگرچہ مادہ بے کم و بیش تھا مگر تعمیہ بھی کردیا اور غم و خوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھائے اُن سے حسن پیدا ہو گیا اور وہی مضمون کسی قدر اُلٹ دیا مگر کس لطف سے ادا کیا ہے قطعہ تاریخ تولد فرزند و رحلت مادر ؎

چو در خانہ سید ذی وقار	بہ تولید فرزند مادر برفت
پے سال تاریخ شادی و غم	بحیرت شدم ہوشم از سر برفت
بگفت از سر حسرت و درد و آہ	بگفتہ پسر ماند و مادر برفت

اُردو مین بھی لکھا ہے مگر بوجہ طوالت صرف آخری شعر پر قناعت کی جاتی ہے ؎

سبھون نے کہا کھینچکر آہ کو	چھپا ماہ خورشید طالع ہوا

۱۲۸۸ھ مین جب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج الہند فرمانروای بھوپال کا قرآن شریف ختم ہوا اور تقریب بشرح کی قرار پائی چونکہ آپکے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فخر الاطبا نواب شاہجہان بیگم صاحبہ والیہ ریاست کے ملازم و معالج تھے اسلیے میر صاحب نے اس جلسہ ہمایون کی تاریخ تحریر کی اور نام نامی

کے ساتھ لفظ نشرح کی بڑھا کر اُس تقریب کو مادۂ تاریخ سے ظاہر کر دیا بڑی خوبی اور کمال تو یہی ہے کہ جس امر کی تاریخ تحریر کی جاوے اُسکا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادۂ تاریخ مین ضرور آجاوے اور مناسبت پائی جاوے اور قطعہ تاریخ یہ ہے ع این نشرح سلطانجہان بیگم ذیجاہ * از مصحف اقبال باخلاص عیان ست * در گوش دلم حافظ فکر از پے تاریخ × فرمود اگر این نشرح سلطان جہان ست * اسیطرح سنہ ۱۲۹۱ ہجری مین جب رئیسہ ممدوحہ کیساتھ نواب نظیر الدولہ سلطان دولہ احتشام الملک عالی جاہ احمد علیخان صاحب بہادر کا عقد ہوا تو اسکے بھی قطعات میر صاحب نے بڑے خلوص و خوشی سے موزون کیے اور وہ یہ ہین ؎

بنے نوشاہ جو احمد علیخان فضل خالق سے	معمّہ سال وصلت مین کہا طرز مجدد کا
رخ شادی نظر آیا جہان مین چارسو مجکو	جو صاد چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے قد کا

ایضاً

کتخدا گشت صاحب اقبال	آن کہ ہمنام احمدست و علی
بہر تاریخ شادی وصلت	گفت ہاتف کہ عشرت و شادی

جب آپکے پیر و مرشد شاہ حسین بخش خان صاحب خلیفہ مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا تو میر صاحب نے اُس رنج والم کے ہجوم مین جو ہر ایک اہل ارادت مرید کو اپنے پیر کی رحلت سے ہوا کرتا ہے اس کثرت سے تاریخین لکھین کہ ایک صفحہ تاریخی مادون سے بھر گیا بعض قطعات اسمین کے یہانپر درج کیے جاتے ہین ؎

عازم خلد شد چو از دُنیا	قبلۂ عارفان حق آگاہ
گفت سال وفات او ہاتف	کز جہان رفتہ عارف باللہ

ایضاً

نظروں سے چھپا ہے آفتاب عرفان | دنیا تاریک ہو گئی غم ہے یہی
جنت میں قدم جو رکھے بہر تاریخ | رضوان نے کہا کہ شیخ عالم ہے یہی
۱۲۹۱ھ

اور جب شاہ صاحب کا مقبرہ تیار ہوا تو اسکی تاریخ لکھتے ہیں ؎

بنا نمودہ چو طالب حسین رحمانی | قریب قبلہ و گر قبلہ بصدق و صفا
بجست بسجدہ فروشد چو از پی تاریخ | سروش گفت کہ قبلہ حضور قبلہ بیا
۱۲۹۱ھ

جب ۱۲۸۹ھ میں حضرت سلطان عالم واجد علیشاہ بادشاہ اودھ نے بمقام کلکتہ مٹیا برج کوٹھی امیر منزل تعمیر کرائی تو میر صاحب نے قطعہ تاریخ مرتب کیا ؎

چو این کوٹھی نور منزل بنا کرد | شہنشاہ ذی جود سلطان عالی
پئے سال تاریخ چون فکر کردم | بگفتہ بخت نور بخش منازل
۱۲۸۹

سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں جب شاہ فخر عالم صاحب خلیفہ شاہ نیاز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو انہوں نے یہ قطعہ تاریخی لکھا ؎

حبیب حق محمد فخر عالم | شراب شیشہ عرفان کے ساقی | گئے اس دار فانی سے سوئے خلد
ہوئے محبوب ذات سے ملاقی | جو کی فکر از پے تاریخ رحلت | کہا رضوان نے محو ذات باقی
۱۲۶۸ھ

جب حکیم شہامت علی صاحب نے اپنی مثنوی کیلیے قطعہ تاریخ کی فرمایش کی تو میر صاحب نے یہ قطعہ لکھدیا ؎

چو خورشید حکمت شہامت علی | مسیحا نفس شاعر لاجواب | بفکر رسا مثنوی گفت
شد از شاہد مدعا کامیاب | پے سال تاریخ فکر بجست | بگفتہ کہ بستان عشق شباب
۱۲۶۸ھ

میر صاحب کا کلام بہت تھا مگر مزاج میں استغنائی ایسی تھی کہ کبھی تدوین کلام کی طرف توجہی

کچھ غزلیات و قطعات و تاریخی جو زیر مشق آگئے تھے اور انکی وصلیان پڑی ہوئی تھین وہ تلاش سے مل گئین منجملہ اُنکے ایک غزل درج ذیل کی جاتی ہوے

غزل

ہمارے دل مین یہ قاتل ہے آرزو باقی	رہے ہے گو مین تار رگ گلو باقی
یہ جام ہاتھ سے کیون تو نے رکھدیا ساقی	شراب خم مین ابھی ہو کئی سبُو باقی
جوانی گذری لڑکپن گیا ضعیف ہوے	بس اب ہے خاک مین ملنے کی آرزو باقی
لٹک رہے ہے دل عشاق مین بخت لتنے	نہین ہے گیسوی جانانہ مین ایک مو باقی
میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا مطلع	قید کر لی مرے ساقی نے پری شیشہ مین
لیکے خم سے جو مئے صاف بھری شیشہ مین	دلچسپ ہے مگر افسوس کہ اسکے اشعار ضائع

ہوگئے۔ میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحب مینائی سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی خصوصیت کی وجہ سے میر صاحب امیر صاحب سے ملنے رامپور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے لطف سے نامۂ شوق بھیجتے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نام راقم کے پیش نظر ہے جس کے القاب یہ ہین سیدی سندی مقبول بارگاہ لم یزلی میر نجف علی صاحب لکھا ہوا ہے۔

میر صاحب موصوف کو سرکار لکھنؤ سے تیس روپیہ ماہوار بطور پنشن کے عرصہ تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہرخ بیگم کے منشی رہے تھے بیگم مسطورہ واجد علیشاہ کی محل تھین بعد انتزاع سلطنت اودھ جب سلطان عالم لکھنؤ سے کلکتہ تشریف لیگیا و بعض محلات مثل خاص محل معشوق محل ہمراہ گئے اور اکثر لکھنؤ مین ہ گئے جن سے تاجدار آخری

سلہ مثل حضرت محل۔ دلدار محل۔ فرخندہ محل۔ شہنشاہ محل۔

خط وکتابت فرماتے منجلا اُنکے شاہرخ بیگم بھی تھین ایک بار بیگم مذکور کو شاہ اودھ نے نامۂ منظوم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہرخ پیاری شاہرخ لکھا میر صاحب نے بھی اُسکے جواب مین اُسی بحر و ردیف قافیہ مین اشعار نظم کرکے خط بیگم صاحبہ کی طرف سے لکھا جسکو دیکھکر شاہ اودھ نے شاہرخ بیگم کو تحریر فرمایا کہ تمھارا منشی بہت باتمیز معلوم ہوتا ہے راقم نے گنجینۂ سلیمانی مین اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف اس مضمون کے اشعار تھے ؎

ہو تری فرقت مین ہم کو بیقراری شاہرخ — ہر گھڑی رہتا ہے شغل آہ وزاری شاہرخ

لکھنو عشرت کدہ تھا ہوگیا ماتم سرا — ہوگئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہرخ

گھر لُٹا مونس چھٹے وہ سلطنت جاتی رہی — درد سر ہے اب بجای تاجداری شاہرخ

سچ ہے اس دنیای فانی کی نہین کچھ کائنات — کوئی بھی صورت نہین ہے اعتباری شاہرخ

تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے اُنکے جواب — ہم سے ممکن ہی نہین غفلت شعاری شاہرخ

جشن جمشیدی رہا کرتے تھے کیا کیا روز و شب — خواب حسرت ہو گئی عشرت وہ ساری شاہرخ

دل پکڑ لیتے ہین ہم کو دیکھکر اہل جہان — رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہرخ

شاہرخ بیگم صاحب کی طرف سے جواب اس مضمون کا تھا ؎

ہجر مین بیتاب ہے یہ غم کی ماری شاہرخ — کر نہین سکتی ہے شرح غم تمھاری شاہرخ

کیا کہین سلطان عالم جب سے کلکتہ گئے — ہر گھڑی کس رنج مین ہمنے گذاری شاہرخ

ہاے گلزارِ جہان مین دھوم سے آئی بہار — بند ہو کنج قفس مین یہ بیچاری شاہرخ

کچھ تھا درد جدائی آج کچھ آنسو تھمے — نامہ والا نے جب کی غمگساری شاہرخ

ہاے خط آتا نہین جب تک کہ مٹیا برج سے — رنج دہ رہتی ہے حالت انتظاری شاہرخ

صدمۂ دوری سے شاہا اس قدر ہین تنگ ہون — ہوگئی ہون جان و دل سے سخت عاری شاہرخ

اب کہان لطفِ تکلم کیسی گلگشت چمن — اب کہان وہ فرحت باد بہاری شاہرخ

تا ابد زندہ رہین پھر آئین قیصر باغ مین — حضرت حق سے دعا ہے یہ ہماری شاہرخ

ور کہہ عباس مین جاکر چڑھاؤن مین علم — جب در دولت پہ پھر دیکھون سواری شاہرخ

آئین گھر آقا ہمارے جلد یا شاہ نجف — کرتی ہے مشکلکشا یہ خواستگاری شاہرخ

پھر تری قدرت سے ہو لا لکھنؤ رشک گلشن سے بنے — دیکھ لے آنکھون سے شان کردگاری شاہرخ

جالگا ظلم آئین آئے لکھنؤ مین جان پھر — اور پوری ہون مرادین دل کی ساری شاہرخ

چھیڑکا جاتا تھا جہان نسیم یون عطر و گلاب — خاک اڑتی ہے وہان پر حیف خواری شاہرخ

مشتعلین جس جگہ تھا ہون مری بہر علی بہر نبی — اپنے اختر پر کرون مین جان واری شاہرخ

ٹکڑے ہوتے ہین وہ در درد سے اسکے جگر — داستانِ غم جو سنتے ہین ہماری شاہرخ

افسوس کہ ۱۲ ذالحجہ سنہ ۱۲۹۵ ہجری مین میر صاحب نے رحلت فرمائی شاہ طالب حسین صاحب جو سالک کارکردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے روبرو بیان فرماتے تھے کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے مین نے خیال کیا کہ عنقریب شاہ صاحب کے مریدون کا کوئی سرتاج دنیا سے کوچ کرے گا اس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سنی اور خواب کی تعبیر پوری ہوگئی راقم نے قطعہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ؎

منبع علم و ہنر مقبول حق ہر دل عزیز — خوشنویس و ذی لیاقت شاعر شیرین مقال

صوفی مرتاض و قانع عارف ذاتِ خدا — مخزن لطف و محبت خوش بیان نازک خیال

ہر کہ شد با او ملاقی گشت بیحد شادمان — خلق و دلکش داشت از بس واقف حزن و ملال

با آن سید نجف در خدمت شاہ نجف	بود در اولاد پاکش نیک خوے عالی خصال
فلک تاریخ وفاتش چون مظفر را بدل	گفت والا منزلت جنت نصیب اہل کمال

۱۲۹۷ھ

میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الانوار مطبوعہ (۲۰) نومبر سنہ ۱۸۸۰ع مین شایع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب متخلص بہ مجیب نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھکر دیوان جام جم کے صفحہ (۳۱) مین طبع کرائے ہین جن کے بعض شعر یہ ہین۔

کھنچتے تھے جو عطارد کے رقم پر خط نسخ	نوحہ خوان ہین حال پہ اُنکے قلم وہ چل بسے
جن کے مقدم کے رہا کرتے تھے ہم امیدوار	رکھ کے سینہ پہ ہمارے کوہ غم وہ چل بسے
بات سے جن کی ہوا کرتا تھا اپنے دل کو حظ	مرثیہ کرتا ہون مین اُن کا رقم وہ چل بسے
اب نہ اس دنیا مین رہنے کا مزہ ہے اے مجیب	لطف جنسے زندگی کا تھا ہم وہ چل بسے

میر صاحب کی اولاد مین تین لڑکے اور دو لڑکیان ہوئین سید خورشید علی کرنل برو صاحب کمشنر دہلی کی سفارش سے جو منشی اولاد علی صاحب برادر میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی مین بعہدہ اہلمد کلکٹری ملازم ہوے مگر وہ بمرض ہیضہ جوان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید فضل عظیم صوبہ برار مین دو سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہین تیسرے میر واجد علی صاحب ہین بڑی لڑکی شیخ سبحان علی صاحب مرحوم کو منسوب ہوئین اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دار القضا حیدرآباد کو جو ایک معزز و ذی لیاقت شخص ہین منسوب ہوئین۔

حالات حضرت شیخ محمد مهدی صاحب قادری شاه آبادی قدس الله سره العزیز

اشعار فی المدح

هادیِ راهِ طریقت حامیِ دینِ نبی — اخترِ برجِ حقیقت گوهرِ مجد و علا
آفتابِ برجِ عرفان مظهرِ انوارِ حق — آسمانِ جاه و عظمت گلشنِ صدق و صفا
رهبرِ عالی نژاد و مرشد بانیٔ شهر — یعنی حضرت شیخ مهدی عارفِ ذاتِ خدا
شیخِ عالیقدر گردون منزلت والا گهر — یافت صدها مردمان از فیضِ او راهِ خدا
بد فنا فی الذات حق لختِ دلِ شیخِ کبیر — نخلِ باغِ آرزوی قاسم شیخِ هدا
ناز بر فرزندیش قاسم سلیمانی کند — همچنین دلبندِ دین پرور خدا کرده عطا
فیضِ روحانی میسر کرد حضرت غوثِ پاک — از برای جدِ او بر خوش نصیبی مرحبا
معتقد سلطان عالمگیر شد با صدقِ دل — دید چون زهد و تقدس صاف از ریب و ریا
گشت این ویرانه پر نور از چراغِ فیضِ او — یافته اهلِ ارادت بسنا از روی ضیا
عارف بالله از شاهانِ دهلی شد لقب — از پیِ فرزندِ او جاگیرها گشته عطا
داشت بست و پنج خلفا صاحبِ ارشاد و فیض — گلشنِ فردوس بوده خانقاهش با صفا
آن کرامت‌های بی پایان کزو ظاهر شدند — میکنم منظوم دو سه از پیِ اهلِ ولا
کرد کافر حجتی تعیینِ اسلامِ شریف — برد آنرا بر مزارِ زنده‌دلی فرخ لقا
گفت تا بر تربتِ که بنا ذاتِ خود حاجتی شگفت — منکرِ اسلام باشد تا که قایل دائما
دید کافر در مزارش جلوه‌اش حیران بماند — کلمهٔ اسلام خواند و شد پشیمان برملا
سنگ گرید یکی بار و در آرامِ او تاخیر شد — گوشت از خنجر جدا کردند حاصل شد شفا
گفت تا روزِ قیامت هر کسی آید بر درم — آن نه دیوانه شود مقبول کرده حق دعا

ہر کہ آید سگ گزیدہ بر مزارش بالیقین — از گزند زخم واز دیوانگی گردد رہا
در حیات آن مصدر فیض ہدایت بعد چون — شد تصرف از مزارش بعد و جاری بسا
گر نباشد قول من باور بیا سوے مزار — صاحب کشفی مراقب شو ببین صد جلوہ ہا
از پے ذات نجی بہر علی شاہ وزیر — با نظر رجال من ای مہدی راہ خدا
گردش افلاک بر من آمدہ من عاصیم — کن دعا بہر م شوم از بند این ہر دو رہا
دولت دارین باید گر تو خواہی اے جناب — این مظفر از سر اخلاص شد مدح و سرا

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے یہان کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات مین آپ مرجع انام تھے اوسی طرح آپ کا مزار بھی پُر تصرف ہے اہلِ ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے۔ ایک عرصہ تک آپکی خانقاہ خدا پرستون کی مخزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پردہ گمنامی مین پوشیدہ ہو گئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل بیخبر ہین علاوہ مدارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ و حشم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پیرو مرشد تھے اور ہزارہا بندگانِ خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت ہوے بادشاہِ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خداشناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر ۔ غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد ۔ جو کتبہ لگایا گیا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپکے صاحبزادہ کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اوسمین حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ۔ عزت افزا الفاظ سے مخاطب و سربلند کیا ہے علاوہ نذر و فتوح کے

چھبیس[۲۶] موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہان دہلی اور امرا سے معاف ہوئے تھے عہد
شاہی تک آپ کی اولاد مین جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان داد صاحب
کو جو فرمان محمد شاہ بادشاہ دہلی کیطرف سے نظام الملک کے عہد وزارت مین مرحمت ہوا اُس
مین تحریر ہے شیخ میان داد صاحب جو نبیرہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین کے
ہین وہ کثیر الاعیال ہین اور انکی خانقاہ مین فقراء وارد وصادر کا خرچ
بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد الٰہی مین مشغول رہا کرتے ہین لہذا فضل و کرم
شاہانہ سے تین موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد مین مدد معاش کے لیے مرحمت
کئے جاتے ہین۔ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف[۱] بالا پیر صاحب کے فرزند
اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جد نامدار کے محامد و مناقب سے
کتب سیر بھرے ہوئے ہین چنانچہ مختصر طور پر اونکے حالات حاشیہ پر درج کر دیے ہین۔

---

[۱] حضرت شیخ کبیر بالا پیر ۹۹۴ھ ہجری مین بمقام رود بدنی پیدا ہوئے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند خلیفہ تھے آپ نے وہ ریاضت
کی تھی کہ پردہ حجاب کا اوٹھگیا تھا آپ دایمی طور پر مشغول بخدا رہتے تھے اور اتباع رسالت پناہی نہایت ملحوظ تھی اپنے والد بزرگوار
کے اسرار و کمالات باطنی آپکی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج مین آپکو لے آئے تھے اس لئے
جسوقت قاسم سلیمانی نے چنار گڈھ مین انتقال فرمایا اسوقت آپ حاضر نہ تھے شاہ قاسم سلیمانی نے انکے نام خلافت نامہ و
پیران طریقت کے طریقون کی اجازت نسلی و تشفی تحریر کر کے اسپر اپنی مہر و قاضی و مفتی و حاضرین کی گواہی کرائی اور محمد اسمٰعیل
خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج مین پہونچا دینا چنانچہ حسب وصیت وہ خلافت نامہ آپکو پہونچایا
گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت و عبادت مین مصروف رہے اور تا زندگی طالبان حق کو ہدایت صوری معنوی کے
طریقے تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی مسند خلافت کی زینت اپنے حسن کردار سے بڑھا دی مزار شیخ کبیر علیہ الرحمہ کا قنوج
مین ہے جو نہایت پر تصرف ہے اہل ارادت اوسے قبلہ حاجات سمجھتے ہین۔ آپکے متعلق جو عبارت ملفوظ مین ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۶

حضرت مہدی صاحب کے حالات راقم کو سید شاہ غلام جیلانی میان صاحب بانسوی نے جو خود بھی بزرگ
اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے مرحمت فرمائے اوس کا ماحصل اس جگہ پر تحریر
کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ اونکی ذات
معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالاپیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ
سے اکثر خوارق عادات اور کرامتین سرزد ہوئین جب آپ اپنے والد بزرگوار کے
روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنانے مین مصروف ہوئے اثنائے تعمیر
مین ایک روز ایک بدعقیدہ گمراہ شخص آیا اور آپکو خانہ خدا کی تعمیر مین مشغول دیکھکر اوس نے
دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہنود جو مرتے ہین وہ جلاکر
خاک کر دئے جاتے ہین اور مسلمان لوگ زمین مین دفن کر دئے جاتے ہین۔

لہ وہ بجنسہ تحریر کیجاتی ہے۔ آن مسترشد آن پدر مرشد عالیقدر آن عارف بے نظیر حضرت شاہ کبیر خلف و خلیفہ شاہ قاسم سلیمانی است
ریاضت بسیار کردہ پر دۂ مجاہدت دریدہ دایم مشغول بحق پیوستہ بایل طریق مصطفی مورد کمالات والد بزرگوار محل کمالات اسرار بودہ در وقت
وقت وفات والد در چنارگڈھ حاضر بود شاہ قاسم برائے او نامہ از مہر خود گواہی قاضی و مفتی و دیگر ثقات کہ آنوقت حاضر بودند مبنی بر وضع مثال
خلافت و جانشینی خود با سایر اجازت طرق گرفتن مرید و تلقین و تسلی نوشتہ حوالہ محمد اسمٰعیل خادم خاص کردہ کہ بعد من در قنوج بہ کبیر رسان بعد
وفات حضرت قاسم سلیمانی نامہ خلاف بآنحضرت رسیدہ مدۃ العمر کمال استقامت و تلقین طالبان در طاعت و عبادت طریق صوری و معنوی
پدر بزرگوار برابر پا داشتہ خلافت را زیب دادہ مزارش در قنوج قبلہ حاجتمندان است ۱۲۔ رمضان سنہ ۱۰۵۴ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے
انتقال فرمایا ۹۰ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت راقم نے یہ نظم کی ہے ؎ آفتاب برج عرفان حضرت شیخ کبیر ؛ حامی دین محمد رہنما با صفا
ماحی کفر و ضلالت واقف سر خدا ؛ مخزن انوار یزدان چشمۂ فیض و عطا ؛ از پے سالش مظفر فکر شد گفتہ سروش ؛ رفت بالا پیر صاحب با صفا پاک جا
آپ کا مقبرہ جو سنہ ۱۰۵۷ ہجری مین تعمیر ہوا اوس پر جو عبارت تحریر ہے وہ تذکرہ لطف تقی اللہ جاگیرہا در خان مین تحریر ہو چکی ہے قطعہ تاریخ جو
کندہ ہے وہ یہان پر نقل کیا جاتا ہے۔ شدہ ز ہجری سال ہزار و پنجہ و چار ؛ دوشنبہ وہ دوم بود از مہ رمضان۔ دیکھو صفحہ ۱۳۷

وہ قبر مین عجیب عذاب مین مبتلا ہوتے ہین انکے بدن مین کیڑے پڑتے ہین جسم و
اعضا انکے سڑتے ہین آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان
ہوجاے تو مین مذہب اسلام کی خوبیان اور اسکی حقیقت عالیہ کا تجکو مشاہدہ کرادون
وہ اس امر پر راضی ہوگیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زندنی علیہ الرحمۃ کے
مزار پُر انوار پر لے گئے آپنے سلام علیک کرکے حضرت موصوف سے عرض کیا
کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلادین چنانچہ حضرت زندنی نے
اپنی حالت اسپر ظاہر کردی اور اوس کافر نے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف
کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔
وہ اصل عبارت بھی ہم یہانپر تحریر کیے دیتے ہین تاکہ ناظرین کو موقع وسواس کا نرہے

بقیہ صفحۂ ماقبل | کہ پیر کامل و قطب زمانہ شیخ کبیر۔ سپہر علم و عمل بحر دانش و عرفان۔ بگفت داعی حق را اجابت لبیک
روانہ کرد روا نزا بروضۂ رضوان۔ آپکے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کے بارہ گیارہ صاحبزادہ اور دس
صاحبزادیاں چار بیویوں سے منقول ہین۔ صاحبزادونکے نام یہ ہین۔ شیخ شہاب الدین۔ شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن
شیخ عارف۔ شیخ محمد مہدی۔ شیخ عبدالقادر۔ شیخ بہاء الدین۔ شیخ زبیر۔ شیخ بشیر الدین۔ شیخ عبدالحکیم۔ شیخ ممتاز و فرودس
شیخ مظفر۔ ایک بیوی آپکی مسماۃ جمیلہ بی بی بنت گل بن مامون ابراہیم زی وملاری خیل تھین جنکے بطن سے
شیخ عارف۔ شیخ مہدی۔ شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیاں پیدا ہوئی تھین۔ دوسری بیوی
تارخ بی بی جنکے بطن سے شیخ شہاب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیاں متحد البطن
لکھی ہوئی ہین۔ شیخ محمد مہدی و شیخ عبدالکریم و شیخ مظفر و شیخ مختار وغیرہ باقی رہے تھے مابقی
صاحبزادے جنکی تعداد بعض راوی سات بتلاتے ہین معہ چند صاحبزادیون کے صغر سنی مین انتقال کر گئے
تھے۔ شیخ عبدالکریم بعض کتب مین آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت
محمد مہدی شاہ خلف وخلیفہ شاہ کبیر بالا پیر جانشین جد[1] شد
صاحب خوارق ونمایش حالات بود روزیکہ از بنائے روضہ پدر
فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را
مصروف بتعمیر خانہ خدا دیدہ اہانت دین اسلام آغاز نہاد
وگفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ برباد میروند ومثل
مسلمین در قبر مبتلا بعقوبت وکرم نمیشوند او فرمود اگر مسلمان
شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول
کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج
مشہور است برو سلام کرد وخواست کہ آنحضرت خود را
برین کافر بنمایند حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا
ساخت کافر آنحضرت را دید۔

---

[1] جد سے مراد حضرت قائم سلیمانی ہیں۔ حضرت قائم سلیمانی موصوف مشائخین ذیشان وعارفان عالیمقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمالات باطنی آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت ومجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی دستگیری فرماتے تھے ۹۵۶ھ میں پشاور کے قریب رودبدنی کے پیدا ہوئے تھے آپکے والد کا نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زاہد تھا آپ کی والدہ بی بی نیکبخت شیخ الہداد صاحب افغان کی صاحبزادی تھیں

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برہان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل سے چونامش نہاوند قائم ولی ٭ جہان شد زانواره او ممتلی ٭ آپ قوم کے پٹھان متی زئی خلیل ہین۔ سات برس کی عمر سے آپ نے صوم وصلوہ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف اور تعلیم دینی محمد گولہ زئی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک رات حضرت قطب عالم غوث بنی آدم شیخ عبدالقادر جیلانی سے عالم معاملہ مین ظاہری بیعت کے لیے عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ عہد کرکسیکو برا نہ کہونگا آپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین حموی کے ہاتھ پر بیعت کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ مین لوگون سے آپنے بہت اذیتین اوٹھائین مگر عہد شکنی نہ کی کسیکو برا نہ کہا جب اپنے پیر کی خدمت مین حاضر ہوے تو وہ حسب الامر غوثیت مآب کے آپکے استقبال کو حماہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کرکے خرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت تمھارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین حاضر ہوے اور بغداد شریف مین بھی چلہ کشی فرمائی اور نجف اشرف چاہ یوسف مشہد اقدس مزار خالد بن ولید رملہ بعلبک حلب بصرہ وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آے اثنائے راہ مین خراسان بلخ غزنین کابل پشاور کے اولیا اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوے اور پھر اپنے وطن مین پہونچکر موضع پلاسی مین مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوے آپ کی بزرگی وکرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ ایکسو اشخاص آپکے مرید تھے بتیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوے ایک مرید وخلیفہ آپکے شیخ حسین محمد قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخون سے تھے جنھون نے ستر ہزار مریدون کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار اونکے مرید صاحب ذوق وشوق اور اہل مجاہدہ ومشاہدہ تھے۔

جب آپکے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان وشوکت دیکھی تو بعض غمازون نے اکبر بادشاہ سے

بڑے صاحب کمال گذرے ہین جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہوگئے انکا

بقیہ صفحہ ماقبل کہاکہ یہ شخص علاوہ کرامات کے طاقت وجاعت کثیر رکھتاہے ایسا نہو کہ خروج کرے بادشاہ نے ایک خوان مین شمشیر اور دوسرے مین زنجیر رکھکر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع حاضرین سے پیشتر ہی کردی تھی کہ مشیت الٰہیہ مین یہی ہے کہ مین اسیر ہوکر مدفن کو جاؤن جب بادشاہی مراسلہ پہونچا تو آپنے فرمایا کہ مجکو ملک دنیا کی خواہش نہین ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا کا ایک تیر کافی تھا آپنے زنجیر پہن لی اور سنہ [illegible]ھ مین لاہور اکر ابوالفضل کے مکان مین مقیم ہوے اور ذکر اشغال و یاد الٰہی مین مشغول ہوے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی اجازت دی اور آپ مع متعلقین محلہ خواجہ مین سکونت پذیر ہوے بعض لوگ اس مفسدہ پردازی کے باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہین جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اوسنے مشائخین کو بلاکر نذر دی اور دعاے فتحیابی کی استدعا کی یہ خبر سنکر جہانگیر نے لاہور کے مشائخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اوسکی نظر جسپر پڑتی ہے وہ مجذوب ہوجاتا ہے اسنے آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ ہاتھی پر سوار ہوکر جہانگیر کے پاس آے بادشاہ مذکور نے کہاکہ آپ کی وجہ سے خلقت کا ہجوم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گڈھ مین مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ آپ حسب الحکم سرہند دہلی اگرہ ہوتے ہوے ۱۵ رجب سنہ ۱۰۱۵ھ کو چنار گڈھ پہونچے اثناے راہ مین آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھسے فرماتے ہین کہ تو اپنے مدفن کو جا رہا ہی باقی عمر کے انفاس آپنے وہان عبادت الٰہی مین گذرانے چنار گڈہ مین اکثر آپسے کرامتین ظاہر ہوئین جب ضرورت وضو کی ہوتی تو آپ دریا سے وضو کرتے زنجیر کیطرف دیکھکر فرماتے کہ میرے پیر سے نکل جا وہ نکلجاتی بعد وضو کے فرماتے کہ آجا وہ آجاتی نگہبان شیعہ تھا

مزار جالندھر مین موجود ہے اس نواح مین انکی کرامتین ہر خاص و عام پر روشن

بقیہ صفحہ ماقبل اوسنے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے تمنائے ملاقات ظاہر فرمائی مگر آپ نے نہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ پیشتر وضو کے وقت آپکے خادم اسمعیل نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے پیچ مین رکھ لیا اور فرمایا کہ مجکو ایک مقام مقامات محبوبی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دار فنا سے ملک بقا جاؤنگا مین تیر پھینکتا ہون جہان تیر گرے اوسجگہ پر دفن کرنا القصہ ۱۹ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۶ھ کو آپنے ۱۰۶ برس کی عمر مین انتقال فرمایا چنارگڈھ مین آپ مدفون ہوے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی نو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہے راقم نے قطعہ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے ؎ چو شیخ قاسم ذیجاہ بایزید زمن ✽ بزیر سایہ رحمت وجود خویش نہفت ✽ بفکر سال وفاتش دل مظفر شد ✽ بہ چرخ ہاتف غیبی خدا شناس بگفت ✽ آپکی اولاد مین سات فرزند اور نو صاحبزادیان چار بیویون کے بطن سے لکھی ہوئی ہین بعض بیوی قوم کی ککیانی او بعض خلیل تھین فرزندون کے نام یہ ہین۔ شیخ ابراہیم شیخ کبیر بالا پیر شیخ فرید۔ عبد الکریم۔ شیخ محمد واصل۔ شیخ اسماعیل۔ شیخ نور۔ بی بی حلیمہ کے بطن سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے۔ اور خدیجہ بی بی کے بطن سے شیخ محمد واصل وغیرہ تھے۔

بحر ذخار مین جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہو وہ قابل دید ہو جو بجنسہ یہان پر نقل کیجاتی ہے

آن سرزمرہ مشایخ ذیشان آن سرگروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب زمان حضرت شاہ قاسم سلیمانی از محتشمان طایفہ مشایخ بغایت بزرگ بود و صاحب مشاہدہ جلیلہ قوے ونفسے قاطع و دست گیرا داشت اکثر شاہبازان ہوائے آن صاحب کمال بہواے کمال بہوا در آمدند حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مرداد نہایت پر تصرف اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات مین لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب نہالے کے

ہین وہان مدت تک سکھون نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الہی سے پھر وہ روشن ہو جاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے آدبی سے باز آئے اونکے متعلق بحر ذخار مین جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات یقین حضرت شیخ برہان الدین برادرزادہ وخلیفہ شیخ مہدی شاہ است صاحب کمال بود احیاء موتے ازو بعمل آمدہ مزارش در جالندہر است کرامت وخوارق او برخاص وعام ان نواح اظہر است دران نواح عمل سکہان کافر بود مدتہا خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جاکر ایک جوگی کو معہ اسکے چار مریدونکو مسلمان کیا اور اپنے ہمراہ لاکر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قندہار مین وہ شہید ہوے اور کسیکو خبر نہوئی ایکسال کے بعد اپنے فرزند کو شب مین دکھلایا کہ مجکو فلان موضع مین شہید کر کے خاک مین چھپا دیا ہے وہان سے نکالکر جنازہ کی نماز ادا کر کے فلان مقام مین دفن کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور مہلک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد مین بڑے بزرگ گذرے ہین۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پوچھا جاویگا کہ دنیا سے کیا لایا تو کہونگا حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی مین ایک شخص نے مسجد بنائی قبلہ کی سمت سیدھی نہین ہوتی تھی معمار عاجز تھے آپ نے زور تصرف سے جملہ حاضرین کو قبلہ دکھا دیا اور مسجد کا رُخ صحیح کرا دیا۔

اوشان خاموش میکردند بقدرت الٰہی روشن میشد [illegible] تا گزیر
ازین بے ادبی دست بردار شدند۔
شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد مین تاج محمود
دیوانہ رہا کرتے تھے اونھون نے اونکے دامن فیض سے برکات و
کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتین ظہور مین آتی تھین
ایکبار ایک نہر اپنے زور تصرف سے جاری کردی تھی آپ کا دل عشق الٰہی کے
تیر کا نشانہ بنگیا تھا مگر گذر اوقات ملازمت سے کرتے تھے۔
خزینۃ الاصفیا کے صفحہ ۱۹۱ مین چند کرامتین آپکی مرقوم ہین ایکبار خشکسالی
مین خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسا دیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر
بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاٹ ڈالا تھا اور ایک عروس
کے ورثا نے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہو گئی تھی
اور پھر آپ کی دعا سے اصلی و صحیح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری
کی وفات سنہ ۱۱۲۳ھ مین بعہد عالمگیر ہوئی تھی مادہ رحلت شیخ الاصفیا اور
عاقبت محمود تاج اولیا ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان
سے فرماتے اسیطرح ظہور مین آتا تھا خزینۃ الاصفیا کی عبارت طوالت کے
خوف سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین بحر ذخار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہین
آن خدنگ عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ در شاہ آباد
قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کردی کرامت
اعلانیہ داشت وے بر محبت کافرے چوبے خشک از

سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات مین ایک یہ امر بھی آجتک چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کہائے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکلکر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ مین ہے جہانک آئے وہ بفضلہ گزند دیوانگی سے محفوظ رہتا ہے نقل ہے کہ ایکبار آپکو ایک کتے نے کاٹ کہایا تھا اوسکا زخم عرصہ تک علاج سے اچھا نہوا آپنے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جسکے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہوگیا اس اثنا مین آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہوا شخص میری درگاہ پر حاضر ہوگا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپکو موروثی طور پر اپنے بزرگون سے ملی تھی۔ حضرت مہدی صاحب کے ملبوسات مین ایک کرتہ تبرکاً چلا آتا تھا اوسکا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فوراً اوسوقت ملجاتا تو گویا اس شخص کے حق مین یہ فال کامیابی کی تھی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اسکی بے ادبی سے جلگیا آپ کا مزار محلہ بدریا مین موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے

در سال نیک میمون در روز سعد احسن
غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد

سنہ ۵۰۰ اھ خلیفہ شعیب۔ عہد عالمگیر بادشاہ غازی سنہ ۱۱ جلوس

دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پتھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہین پڑھا نہین جاتا مگر ایک مصرعہ پڑھنے مین آیا ہے اور وہ یہ ہے ۵ ہچو ارم تازہ بتاریخ سعید۔

راقم سے ایک راست باز انسان نے بیان کیا ہے کہ آپ کے مزار سے فیوض اور مراقبہ کرنیسے انوار مشاہدہ مین آئے ہین آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان دیگئی تھین بعض اسناد آجتک موجود ہین اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہو گئی ہین ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون مین دو موضع یعنے موضع بچولا اور موضع املیا دیے گئے تھے یہانپر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی بنابر مصارف درگاہ

محمد خان شیروانی بندہ درگاہ رحمانی

ہو الغنی

شیخ محمد مہدی قادری

چون حقیقت استحقاق و کثرت اخراجات فقرا و درگاہ غوث الثقلین قطب الدارین بظہور پیوست لہذا موضع املیاتہ کرکا خاص عملہ پرگنہ مہر آباد سرکار بدایون من ابتدا ےفصل خریف ۱۱۲۹ سنہ در وجہ نذر درگاہ مقرر نمودہ شد باید کہ فقرا درگاہ حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود ہا نمودہ بدعاء دوام دولت ابد مدت اشتغال نمودہ باشند تحریر فی التاریخ بست و دوم شہر رمضان المبارک سنہ ۲۵ جلوس معلی

اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چہار دیواری شکست حالت مین ہے احاطہ کا رقبہ کئی بیگہ کا ہے جسکے اندر خانقاہ و پختہ کنوان اور پر فضا باغ نصب تھا مگر وہ بہت خستہ و خراب ہو رہا ہے جاگیرین جاتی رہین اولاد بے علم ہو گئی اور کوئی ذی مقدور شخص ادہر متوجہ نہوا اسلیے اسکی آبادی ویرو انگی کیسے ہیبل

ہو گئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالا پیر صاحب کو جو مقبولان الہی سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج مین لائے تھے اور بڑے اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج مین انتقال ہو گیا تو نواب صاحب موصوف کے عہد مین اونکا مقبرہ بنوا گیا چنانچہ اوسپر کتبہ آجتک نواب بہادر خان کے نام اور اونکے عہد مین تعمیر ہونیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب نواب بہادر خان نے شاہجہانپور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد وصل صاحب کو شاہجہانپور لائے اور اپنی صاحبزادی اونکے عقد مین دی اسیطرح نواب دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ شیخ محمد مہدی صاحب کو بکمال تعظیم شاہ آباد لائے اور محلہ بذریا مین بسایا اور موضع جوگی پور و موضع کنہر پور جو اوسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی مین دیے آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خداپرست ہوئے ہین۔

شیخ محمد مہدی صاحب کی وفات ۱۰۸۶ھ مین واقع ہوئی سنہ وفات کتبۂ مذکورۂ بالا مین منقوش ہے راقم نے بھی ازروے حساب دو مادے تاریخی نکالے ہین پہلا مادہ اس مصرعہ مین ہے ؎

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخی مصرعہ کو اس قطعہ مین منظوم کیا ہے ؎

از دہر برفت سوے جنت	مقبول جناب پاک احدی
ازبہر وصال گو مظفر	ہادی زمان شیخ مہدی

۱۰ ھ ۸۶

خلافت

علاوہ ہزارہا مریدین کے آپکے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحب تقدس تھے انمین بعض عالی مراتب گذرے ہین مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب جو آپکے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات وکرامات ضمناً ہم اوپر بیان کر چکے ہین اس زمرہ مین خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھین کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھون انجام پاتے تھے چنانچہ جمال خان کمال خان وچاند خان وتاج خان وغیرہ گگیانی نے پندرہ بسوات زمینداری موضع طاہر پور پرگنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے ذریعہ سے ملے ہوے تھے اور اسکا بیعنامہ ۷ رجب سنہ ۱۱۰۳ھ کو تحریر ہوا ہے اسمین خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ثبت ہے پچیس خلفا خانقاہ مین حاضر رہتے تھے جنکے نام دو سو پچاس بیگہ اراضی بھی معاف تھی اونکے نامونکی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبدالملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ عمر
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پایندہ	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ الہداد	خلیفہ خداداد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ اخوند علاول	خلیفہ لنگر اخوند	خلیفہ اخوند لعل	خلیفہ راجی	خلیفہ جمعہ

نقل پروانہ بنام خلفاے شیخ محمد مہدی ق

(مہر: قاضی ولی اللہ سنہ ...)

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ ساڈھی محلہ سرکار خیرآباد بدانند چون موازی دوصد و پنجاہ بیگہ از محال مسطور بموجب اسناد حکام سابق مفصلہ ضمن در وجہ مدد معاش فقرا و خلفاء شیخ محمد مہدی قادری مقرر است درینولا اینجانب نیز بدستور سابق حسب الضمن مقرر و مسلم داشتیم باید کہ ہیچ وجہ مزاحم احوال این جماعت بعلت اراضی مسطور نشدہ و اگذارند کہ بخاطر جمع حاصلات فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود ہا نمودہ باشند و بدعاء دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند درینباب تاکید داشتہ تحریر فی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ

مقررہ شرح ضمن حسب اسامی مقررہ اراضی ... موازی دوصد و پنجاہ بیگہ اراضی بگیرا البی بنجر افتادہ۔

تفصیل اسماء خلفائے مذکور الصدر

اولاد حضرت محمد مہدی صاحب قادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ منور صاحب شیخ مراد صاحب شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپکی اولاد کا شجرہ بڑی تحقیق و جانکاہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے مستند کاغذات سے مدد لی ہے۔

شجرہ محمد مھدی صاحب

- شیخ محمد مراد صاحب — لاولد
- شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب
  - ۱ شیخ عبدالرحمن صاحب
    - محمد ولی — دو دختر
    - غلام علی — لاولد
    - محی الدین لال میان
      - یوسف علی — لاولد
      - قادر علی — دختر
      - ناصر علی — کفایت علی
  - ۲ عبدالستار صاحب
    - عبدالغفار — لاولد
    - عبدالرزاق — لاولد
    - دختر
  - ۳ عبدالرسول صاحب
    - عبدالواحد صاحب
      - عبدالروف
        - محمد صالح عرف پیرن میان
          - امیر علی میان
          - مقصود علی میان
          - ممتاز علی میان معصوم علی وغیرہ
        - شیخ عبدالباسط عرف فقیرن میان
      - عبدالغفور — لاولد
  - ۴ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بہکاری صاحب — لاولد ایک چیلہ محمد روشن متبنہ کیا تھا
  - ۵ میان داد صاحب
    - نورانی بیگم
      - عنایت علیخان
        - رستم علیخان
        - ستارہ بیگم مادر رمضان علیخان
      - محمد علیخان
        - شجاعت علیخان
        - دختر منکوحہ قادر علیخان
      - حسن علیخان
        - دختر منکوحہ عظیم خان بازید خیل
        - تارن بی بی والدہ حافظ غلام علیخان
        - اکبر علیخان — یعقوب علیخان
          - صفت علیخان۔ سلامت علیخان۔ جعفر علیخان۔ محفوظ علیخان
          - محفوظ علیخان عرف سلیم بمقام ریاست رامپور اجلاس ہمایون مین بعہدہ اہلمدی ملازم ہین
    - بادشاہ بیگم — لاولد
  - ۶ محمد زاہد صاحب — لاولد
- شیخ منور صاحب — لاولد

شیخ منور صاحب کے حالات اور انکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات مین نہین ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم مین آیا اس سے آپ کا لاولد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی مین ایک واقعہ پیش آیا ہے جسکا محضر موجود ہے جسمین تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب ایکمرتبہ اپنی معافی کے اسناد جو چارسو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمرپور وکوریا پرگنہ سانڈی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیون کے دکھلانیکی غرض سے قنوج سے سانڈی کو لاے تھے اور وہ اسناد جنپر بادشاہی عاملون وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہین آپ کے کپڑونمین رکھی تھین رات کو آپنے موضع عمرپورمین قیام کیا تھا ناگہان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع مین ڈاکہ ڈالا اور مال ومتاع اس گانون کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی جسمین وہ سندین رکھی ہوئی تھین لوٹ لیگئے اور آپ کو بھی تلوار سے زخمی کیا یہ محضر سنہ ۱۰۹۱ھ مین تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھون نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبدالرحمن شاہ محمد جلال شاہ مراے بھوانی سہاے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہین آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات مین نہین دیکھنے مین آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور لاولد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدی صاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذی اولاد ہوے ہین ان ہر سہ فرزندون کے تام بعد انتقال محمد مہدی صاحب مرحوم کے نواب دلیرخان نے بحالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل بجنسہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیرخان بنام فرزندان حضرت شیخ محمد مہدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

هو المعز

مہر: جلال داشت نہ روز ازل چو صدق ضمیر / دلیرخان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر

متصدیان مہمات حال و استقبال شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند چون موضع جوگی پور و کنھر پور که در وجہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد مہدی مقرر بودہ من ابتداے فصل ربیت لوی سل سنه ۸۴ فصلی بشرافت و حقایق آگاہان نتیجة الکرام شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور پسران آنمرحوم بحال داشتہ شد باید کہ تعلق و تصرف ایشان واگذارند کہ بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف معیشت خود نمودہ در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ و زمین مدعی کہ از سابق دران موضع متعلق کسے باشد حقایق آگاہان از انہا مزاحم نشوند کہ ہر کدام بعمل و دخل خود داشتہ باشد درینباب تاکید دانند تحریراً فی التاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک سنه ۸۷ ہجری۔

	جانب پشت	

حافظ محمد تقی
منعم صدر

ملاحظہ نمایند۔ بتاریخ ۱۷ شهر رمضان سنه ۱۱۸۰ه داخل سیاهه حضور هر دو موضع بموجب پروانهٔ فضیلت پناه پیرخان جیو از ابتدای فصل خریف لوی ئیل سنه ۱۱۸۴ فصلی بحال داشته شد مواضعات:

ملاحظه نمایند۔ مقرره دیهات در وجه نذر و وطن باسم محمد مراد وغیره پسران مغفرت پناه شیخ محمد مهدی من ابتدای فصل خریف سنه ۱۱۸۴ه مقرر شده متعلق کسان آنها واگذاشته شرح دستخط والاپناه خواجه مالچند دیوان آنکه حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت پناه پیرخان من ابتدای فصل خریف لوی ئیل پروانه فصلی نمایند۔

[illegible]

حاصل زر مال	افزود
[illegible]	[illegible]

جوگی پورته شاه آباد		کنھر پورته شاه آباد	
[illegible]		[illegible]	
حاصل	افزود	حاصل	افزود
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام شیخ ہدایت اللہ صاحب بادی

چون بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھر پور وجوگی پور عملہ پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش وصرف مایحتاج وبجہتہ سکونت وآبادی وسراے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ حقایق ومعارف آگاہ عارف باللہ شیخ ہدایت اللہ مقرر است ومشار الیہ مواضعات مذکور دربست را قابض ومتصرف التماس فرمان عالیشان وارد لہذا حکم جہاں مطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعات مذکور دربست در وجہ صرف مایحتاج وبراے سکونت وآبادانی وسراے وباغ وحوض وچاہ وخانقاہ باوجب لضمن مقرر باشد کہ بدستور سابق بشرط قبض وتصرف بخاطر جمع در انمعمورہ آباد بودہ وحاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نمودہ بدعاء بقاء دولت ابد مدت مواظبت نمودہ باشد می باید کہ حکام وعمال وجاگیرداران وکروریان حال واستقبال انحکم والا را مستمر دانستہ مواضعات مسطورہ دربست را بتصرف او بازگذارند اصلا و مطلقا تغیر وتبدیل بدان راہ بدہند وبعلت مالوجبات واخراجات مثل بیگار و شیکار ومقدمی وقانونگوئی وضبط ہر سالہ وکل تکالیف دیوانی ومطالبات سلطانی مزاحم نشوند ودرینباب ہر سالہ سند مجدد نہ طلبند بتاریخ پنجم شہر صفر سنہ ۲ جلوس

جانب پشت

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز چہارشنبہ یازدہم شہر شوال سنہ ۲ جلوس والا

موافق سنہ ۸ ہجری مطابق مہر الٰہی بر رسالہ سیادت و نقابت پناہ شرافت و نجابت
دستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الٰہی صدر رفیع القدر رضویخان
و نوبت واقعہ نویسی کمترین بندگان درگاہ خلایق پناہ حسام الدین حسین قلمی میگردد
کہ بعرض مقدس معلے رسید کہ بموجب اسناد حکام موضع کنھر پور و جوگی پور عملہ پرگنہ
پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودہ در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج و جہت
سکونت و آبادانی و باغ و حوض و چاہ و خانقاہ حقایق و معارف آگاہ عارف باللہ
شیخ ہدایت اللہ مقرر است و مشار الیہ مواضعات مذکور در بست را قابض و متصرف
التماس فرمان والا شان دارد حکم جہانمطاع عالم مطیع صادر شد کہ مواضعات مسطور
در بست را بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و صرف مایحتاج
و بجہت سکونت و آبادانی و سراے و باغ و چاہ و حوض و خانقاہ باو مرحمت فرمودیم
اگر و سے محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار نکنند واقعہ ۴ شوال سنہ ۲ جلوس والا
مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط سیادت و نقابت پناہ شرافت و
نجابت دستگاہ صدر رفیع القدر رضویخان آنکہ داخل واقعہ نمایند شرح بخط واقعہ
نویس مطابق واقعست شرح بخط موتمن الدولت العلیہ معتمد السلطنۃ البہیہ عمدہ وزراے
رفیع الشان زبدۂ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج مناہج دولت و
اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان
جمدۃ الملک مدار المہام آنکہ بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت لایق الاحسان
لطف اللہ خان آنکہ سیوم شہر محرم الحرام سنہ ۲ جلوس میمنت مانوس
مکرر بعرض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان جمدۃ الملک مدار المہام

آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

مواضعات دربست بدستور سابق

کنھر پور موضع   جوگی پور موضع

موضع   موضع

ہفتگہ رقبہ   مارصگہ رقبہ

ہاسگہ

ماملہ بھائی والی حوض   عبداللہ میان والی

باغ نورکل   حوض باغ نورکل

ہاسہ لایق زراعت   مارسگہ لایق زراعت

مورخہ سنہ ۱۰۸۲ ہجری   مورخہ سنہ ۱۰۸۲ ہجری

موافق سنہ ۱۸   موافق سنہ ۱۸

مارصہ

اس فرمان کے چھ سات برس کے بعد ایک سند بھی عاملان شاہی سے اسی معافی کی تحریر کی جسکی نقل بھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانب بادشاه عالمگیر بنام پیرزاده شیخ هدایت الله عرف شیخ مٹھو صاحب قادری ابن شیخ محمد سعید صاحب قادری

عالمگیر شاهی
خیر اندیش خان

هو المعز
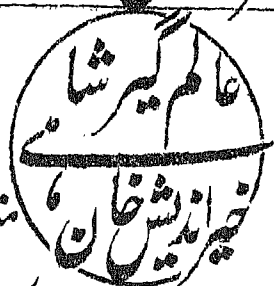
متصدیان مهمات پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبه اوده بدانند
چون بموجب اسناد حکام موضع کنهرپور و جوگی پور عمله پرگنه مذکور در وجه مدد
معاش حقایق و معارف آگاه حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله مقرر است
و مشار الیه مواضعات مذبوره را قابض و متصرف باید که مواضعات در بست مسطوره
را بدستور سابق در وجه مدد معاش بتصرف مومی الیه واگذارند که حاصلات آن را صرف
معیشت خود نموده بدعاگوئی ازدیاد عمر و دولت ابد مدت مشغول باشند۔
بتاریخ شهر جمادی الاولی سنه ۲ جلوس والا تحریر یافت۔

جانب پشت

مقرره ضمن مدد معاش و صرف مایحتاج سکونت و آبادانی و سرای و بلغ و چاه و خانقاه و
حوض حقایق و معارف آگاه حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله موضع کنهرپور
و جوگی پور من اعمال پرگنه پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبه اوده

کنهرپور موضع جوگی پور موضع

بتاریخ ۲۰ جمادی الاول سنه ۲ نقل بدفتر حضور رسید۔ بتاریخ ۲۹ جمادی الاول سنه ۲ نقل بدفتر رسید

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مہدی صاحب کے بزرگانہ اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی و زہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی مشیخت کا لحاظ کرکے فرمان مین عظمت مآب الفاظ سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جنمین بعض ابرار وقت ہوے ہین جنکی تفصیل یہ ہے۔

پہلے صاحبزادہ شیخ عبدالرحمن صاحب تھے انکے دو لڑکے شیخ غلام علی اور شیخ محمد علی ہوے ہین ایک کاغذ مین غلام محی الدین عرف لالن میان آپ کی ولدیت مین لکھے ہوے ہین مگر انکا نام ان کاغذات مین جو اس خاندان مین باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوے ہین نہین ملتا ممکن ہے کہ یہ بیشتر مفقود الخبر ہون اور پھر واپس آے ہون اسلیے آخر عمر مین انکا نام کاغذ مین درج ہوا ہو لیکن انکی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر مین شرکت ثابت ہے لالن میان مذکور کے تین بیٹے قادر علی میان۔ یوسف علی میان۔ ناصر علی میان تھے یوسف علی کا چنار گڈھ مین لاولد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد دختری تھی اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لاولد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد دختری تھی کوئی لڑکا نہ تھا جو انکے گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبدالرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ انکے ترکہ پر بجاے انکے لڑکون کا نام دیکھا جاتا ہے۔

دوسرے صاحبزادہ شیخ عبدالرسول صاحب تھے انھین کے لڑکے

شیخ عبدالواحد صاحب تھے اور انکے فرزند عبدالروف صاحب و عبدالغفور صاحب تھے اور شیخ عبدالروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبدالباسط عرف فقیرن میاں اور دوسرے شیخ محمد صالح عرف پیرن میاں ہوے ہین پیرن میاں کے امیر علی میاں اور امیر علی میاں کے بیٹے مقصود علی میاں صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن مین دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے انکے بشرہ سے بھولاپن اور نیکبختی ور اتقا پائی جاتی تھی۔ انکے چار لڑکے ہوے انمین منو میاں معصوم علی میاں جوانمرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میاں اور اعتماد علی میاں بقید حیات ہین مقصود علی میانصاحب مرحوم کی اولاد مین بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہین جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر افسوس کہ خاندانی علم سے خالی ہین۔

شیخ عبدالغفور صاحب نے لاولد ہونیکی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبدالروف صاحب کے نام ۱۱۹۴؁ھ مین تحریر کر دیا تھا۔

تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری صاحب تھے وہ بھی لاولد رہے اونھون نے ایک چیلہ مسمی محمد روشن کو پرورش کر کے متبنہ کیا تھا مگر اسکے بھی اولاد نہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لاولد رہے۔

پانچوین صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے انکے ایک بیٹے موسومہ بہ محمد فاضل کاغذات مین لکھے ہوے ہین مگر کاغذ کے شکست

ہو جانے سے نام صاف پڑھا نہین جاتا اونکا جلد انتقال کرجانا اس بات سے
اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ اونکی ہر دو بہنین مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے
والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئین اور ان دونون صاحبزادیون
نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزندان میان
فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے
بیٹے رستم علیخان کو بھی جو اونکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب
مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھین دونون بھانجون کو ہبہ کردیا مگر اپنے
بھانجے عنایت علیخان متوفی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے
حصہ نہین دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی مین مارے گئے
انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ مین کام آے انکی اولاد
مین مصاحب علیخان تھے جنسے اولاد دختری تھی۔
حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے نواب آصف الدولہ بہادر
فرمانروائے اودہ کے یہان پانچسو روپیہ پاتے تھے انکی اولاد مین ایک بیٹے
امیر علیخان اور دو بیٹیان تھین ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلیمانی کو
منسوب تھین جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم احمد علیخان منصب علیخان
اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولادین پیدا ہوئی تھین اور دوسری بیٹی
عظیم خان بازید خیل کو منسوب تھین جو لاولد رہین۔ امیر علیخان کے بیٹے یعقوب علیخان
تھے جنکی اولاد مین عصمت علیخان محفوظ علیخان وغیرہ ہین۔
چھوٹے صاحبزادہ شیخ عبد الستار صاحب تھے انکے دو لڑکے

اور دو لڑکیاں تھیں بڑے بیٹے عبدالرزاق جنسے وہ ناخوش تھے اور انکو عاق بھی
کردیا تھا عبدالرزاق مذکور لاولد رہے اور لڑکر مارے گئے جنکا قصہ آگے
لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبدالغفار بھی لاولد رہے۔
شیخ عبدالستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدۂ عبدالرؤف جو
شیخ عبدالرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبدالواحد صاحب کے اور چچازاد
کو بیاہی تھیں مالک ہوئین اونکے بعد عبدالروف اونکے فرزند اپنے نانا عبدالستار
صاحب کی املاک پر قابض ہوے کیونکہ اونکے ماموں عبدالرزاق جوان لڑائی
مین مارےگئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سنجر خان اور عبدالروف صاحب سے
بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا رہا آخر مین عبدالرؤف صاحب حقیت کے کامیاب
ہوے اور یہ دادہالی اور ننہالی دونون طرف سے مہدی صاحب کی اولاد مین
تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبدالرسول صاحب کی اولاد مین مفصل بیان ہوچکا ہے
ہدایت اللہ صاحب کی اولاد مین ایک صاحب عبدہادی صاحب ہین جنکا
نام کاغذات معافی مین درج ہے مگر ولدیت تحریر ہونیسے یہ پتہ نہ چلا کہ اپ پوتے ہین
ہین یا نواسے نہین مگر انکا انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذونمین تحریر ہے
اب شیخ مہدی صاحب کی ان چھ پوتون کی نسل مین پسران مقصود علی میاں اعظم
لاولد نرینہ ہین اور فرزندان یعقوب علیخان اولاد دختری مین ہین
ان حضرات پیرزادگان کے کاغذات مین دو شجرہ دستیاب ہوے ایک
تو بندوبست سرکاری یا کسی مقدمہ مین مرتب کیا ہے اور دوسرا حافظ غلام
علیخانصاحب نے جنکو اس خاندان سے ذاتی تعلق ہونیسے پوری وقفیت اور ایکسو

برس سے زائد عمر اور اوسکے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھا یا ہی
لیکن ان ہر دو شجرون مین بعض باتون مین اختلاف ہے اسلیے ہمنے پرانے کاغذات
سے شجرہ کی صحت کر دی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہین انپر پرانے
کاغذات کو مقدم و مستند سمجھا۔ ہان جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہین چلا
وہ ان دونون شجرون سے لکھا ہے مثلاً شیخ غلام علیصاحب کا لاولد فوت ہونا ان
ہر دو شجرون مین سہوًا یہ لکھ گیا ہے کہ مہدیصاحب کے صاحبزادون مین ایک صاحبزادہ
غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نہین گذرے بلکہ
عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نہین بلکہ پوتے تھے راقم نے جن کاغذات
سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عہد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات
اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات ہین جو باہمی معاملات مین تحریر ہوئی ہین
کبھی تقسیم جائداد مین جملہ خاندانی حقدارون کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے
کبھی کسی جھگڑے مین کوئی صورتحال لکھی گئی ہے جنپر قاضی وقت اور باشندگان
شاہ آباد کی بیسیون مہرین پڑی ہوئی ہین یہ کاغذات تعداد مین چالیس سے زیادہ
ہمکو دستیاب ہوے اور کمال غور و تحقیق و جانفشانی سے رشتہ اونا تونکا سلسلہ
صحیح کرکے شجرہ لکھا اسلیے کہ اس خاندان مین بڑے صاحب نسبت اور باخدا
بزرگ گذرے ہین انکی اولاد مین کوئی صاحب باقی نرہجائین اور جو اختلاف
و گنجلک تھی اسکو بحث کرکے صراحتًا صاف کر دیا اور حتے الامکان کوئی دقیقہ
فروگذاشت نہین کیا گیا۔
شجرہ کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوے ہین انکا لکھدینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔
دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کیطرف سے جو موروثی تھے انکے نام معاف تھے
چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔

نقل سند شیخ عبدالستار جیو

(مہر: لقدر شاہزادہ رفیع ا ... ۱۲ ... دلاور قدو)

چون موضع بجولا و موضع املیانہ کرکا عملہ پرگنہ مہرآباد سرکار بداون دار الخلافت شاہجہان آباد بموجب اسناد حکام نذر حقایق و معارف آگاہ سابق در وجہ مقرر است برطبق آن در ینولا نیز مواضعان مذکور بدستور سابق از ابتداے سنہ ۱۱۸۸ فصلی مطابق سنہ ۴۷ جلوس والا بحال داشتہ شد کہ حاصلات آن فصل بفصل سال بسال صرف معیشت خود نموده بدعاے دولت ابد پیوند اشتغال نموده باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۸۵ھ

شیخ عبدالستار صاحب بھی عظمت مآب اور ذی توقیر پیرزادہ تھے دو سو بیگہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھا ہے اور آپکی مقدرت کا یہ حال تھا کہ نواب قمر الدین خان اکثر آپ سے قرض منگوالیا کرتے تھے چنانچہ ایکبار سات ہزار روپے جو آپ کے یہان سے منگوائے تھے اونکے متعلق ایک رسید موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل میں درج کردیگئی ہے۔
انھون نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھا ہے اسمین ملکیت کی یہ تفصیل ہے
نصف موضع کورہا پرگنہ کانٹ۔ موضع فتحپور تاسہ۔ ہفتم بٹی موضع جوگی پورہ مع باغ و حصہ عملہ و بازار سہ شنبہ۔ حویلی سکونت چوپال معہ چلوک۔

موضع باقر پور پنسولی وفیروز پور و بھداسی و آراضی و محلہ نو آباد واقع قصبہ شاہ آباد
و موضع لچھمن پور و موضع جٹھا و موضع تریا پرگنہ سانڈی موضع برہای پرگنہ سرہ باون
یکہزار و نوسو اشرفی ستائیس ہزار روپیہ نقد و اجناس سولہ جلد کتب و اثاث البیت
و محمد شعور و اخلاص و شجاول تین نفر غلام پانچ لونڈیاں ۔ مہر

قاضی ضیاء اللہ ۱۲۳ خادم شرع

نقل پروانہ بمہر نواب کمال الدین خان از قرار واقعہ تاریخ غرہ رجب المرجب ۳۲ جلوس والا

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد امیدوار بودہ بدانند کہ چون حقیقت
استحقاق مشیخت پناہ حقایق و معارف آگاہ شیخ عبد الستار بظہور پیوست
بنا بر آن موازی دو صد بیگہ زمین بنجر افتادہ خارج جمع لایق زراعت بگز الٰہی در
وجہ مدد معاش مشیخت پناہ مذکور من ابتدای فصل خریف سنہ ۱۰۹۷ فصلی تصدق
فرق مبارک بندگان حضرت قدر قدرت حسب الضمن مقرر و مرحمت نمودہ شد
باید کہ اراضی مذکور از ابتدای مرقوم از دیہات پرگنہ پالی کہ در زمینداری و اجارہ
اینجانب اند پیمودہ و چک بستہ بمشار الیہ بدہند کہ مزروع کنانیدہ حاصلات
آنرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوی دوام دولت
ابد مواظبت اشتغال داشتہ باشند درین باب تاکید دانستہ حسب المسطور
بعمل آرند ۔ مہر

بتاریخ ۱۲ رجب المرجب سنہ ۱۱۰۰ھ

رسید بطور فارخطی

منکہ شیخ عبد الستار ولد شیخ ہدایت اللہ قادری ام ۔ چون مبلغ ہفت ہزار دو
صد یازدہ روپیہ ذمہ برخوردار عبد السبحان متصدی و امین و فوجدار پرگنہ سرہ سرکار

خیرآباد صوبہ اودھ محال جاگیرخان زادہ فتح معمورخان تمسک بالضامنی مبلغ مذکور بمہر خود بہ مہر برخوردار سرکا خانزادہ معزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور تمام وکمال از نزد برخوردار عبدالسبحان مسطور فصول یافتم لہذا این چند کلمہ بطریق فارغخطی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بست وششم شہر شوال ۱۲۳۲ھ — عبدالستار قادری

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھی صاحب

تقدس اور باثر تھے انکے نام بھی اکثر کاغذات دستی لکھتے مین آئے ہین ایک سند شاہی عامل کی انکی نام چھبیس ۲۶ مواضعات کی معافی کا ذکر درج ہی موجود ہے اوسکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جاتی ہی۔

نقل سند معافی منجانب عامل بادشاہی بنام شیخ عنایت اللہ صاحب قادری

حاجی علیخان — متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اودھ بدانند مؤضع کنھرپور وجوگی پور معمولہ تعلقات مذبور منجملہ بست وشش دیہہ کہ در آبادی وباغات شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری وغیرہ پیرزادہای از قدیم الایام مقرر است و از کاغذ حشو نہا لہذا بدستور تسلیمی می گردد کہ وجہی من الوجوہ بعلت بھنٹ وحساون کہ از بہری دو ہزار روپیہ تعلق بمواضعات نہ دار دمتعرض ومزاحم نشوند وخلاف معمول العمل نہ آرند زیادہ درین باب تاکید دانند — دوازدہم شہر صفر سنہ ۲۳ جلوس — ملاحظہ شد

ایضاً

محمد شاہ بادشاہ غازی
۱۱۱۷ ہجری
عباد خان فدوی

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی سرکار خیرآباد مضاف صوبہ اختر نگر اودھ بدانند۔ موضع کنہرپور وجوگی پور عملہ پرگنہ مذکور دیہہ زمینداری ڈھیوڑی سردار خان تعلق محال وطن کہ در آبادی و باغات شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ غلام علی پیرزادہ بموجب اسناد پیشین از کاغذ حشو منہا است از ابتدای عمل بندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از سنہ ۱۱۲۴ فصلی دستور سابق معاف نمودہ شد باید کہ بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند درینباب قدغن دانستہ حسب المسطور بعمل آرند بتاریخ ہفتدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۹ جلوس والا نوشتہ شد۔

ان حضرات کا ظاہری جاہ و احترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات ان کے یہان سے طے ہوتے تھے چنانچہ عہد شاہی مین جب سماۃ زنکا نے اپنے شوہر دلچند قوم کایستھ کے قتل کرنے کا دعوی جسونت رام وغیرہ پر کیا ہی تو ان پیرزادگان نے چار ماہ تک اُن قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا تھا اور پھر اس عورت نے جب اُن مجرمون کی بریت کرائی ہی تو چھوڑا ہی اس واقعہ کی صورت حال پر نواب قمعو خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکان شاہ آباد کے دستخط موجود ہین۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بدمزاج و زبان دراز تھا شیخ عنایت اللہ صاحب پیرزادہ کو پالی مین طلب کیا چونکہ آپ قناعت پذیر و گوشہ نشین تھے ایسے ناقص و ظالم شخص کے پاس نہین گئے جب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت برداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کرادیا انپر
بادشاہی فوج نے چڑھائی کی اور آپکے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہی کہ پیرزادہ
صاحب کی مقدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوٹہ وغیرہ کے پارچہ جات
لوٹ مین گئے تھے چنانچہ اس بارہ مین نواب برہان الملک بہادر نے ایک
پروانہ نواب محمد خان غضنفر جنگ کے نام جوابًا لکھا ہی جس مین آپ کے بھتیجے محمد علی
صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہی کہ ایک فرد معہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے
متوسلون کی رعایت مجھے ہر وقت مد نظر رہتی ہی لہذا عیسی بیگ خان
کو تاکیدًا لکھا جاتا ہی کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کر کے ان کو
دیوے اور حویلی و باغات وغیرہ جو اُن پیرزادون کے ہین وہ بدستور اُنکے
تصرف مین رہین اور اسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہلکاران
شاہی اُن پیرزادون سے کہین کہ وہ بدل جمعی تمام اپنے مسکنون مین سکونت پذیر
ہون غالبًا یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہی اصل نوشتہ کی نقل
درج ذیل ہی۔

خادم شرع شریف قاضی ناصر الزمان ۱۱۴۲

نقل نوشتہ نواب برہان الملک بہادر بہ نواب محمد خان بہادر غضنفر جنگ قلمی مؤلف

نواب صاحب مہربان سلامت۔ مفاوضہ بہجت طراز در مقدمہ محمد علی
و علی محمد پیرزادہ ہا با فرد حقیقت مشارالیہما چہرہ وصول افروختہ مسرت بخش خاطر
گردید از انجا کہ نظر بر عدم جدائیہا مراعات متوسلان آنمہربان ہمہ وقت منظور می باشد

ہمانوقت بہ عیسیٰ بیگخان تاکید قلمی شد کہ اموال آنہا آنچہ متفرق شدہ باشد پیدا کردہ
بدہد و حویلی و باغات وغیرہ در تصرف آنہا واگذارند بعد ازین حرف مخالفان
آنہا را نشنود و اہلکاران شاہی بنام بردہ بگویند و بخاطر جمع آمدہ در مقام و مسکن
خود آباد شوند زیادہ چہ تصدیعہ دہد والسلام۔

شیخ عبدالرحمان صاحب آپ بھی مثل اپنے باپ بھائیون کے معزز و محترم
تھے اکثر ضرورت کے وقت لوگ آپ سے روپیہ قرض لیتے تھے چنانچہ نواب
فتح معمور خان نے دو ہزار روپیہ آپ کے یہان سے منگوا لئے تھے آپکا انتقال
جلد ہو گیا تھا آپکے ترکے پر آپکے فرزندان محمد علی و غلام علی صاحبان کا نام لکھا
ہوا دیکھنے مین آیا ہے اس جگہ نقل رقعہ نواب صاحب موصوف تحریر کردی گئی ہے

ہو — ہوالباقی

(مہر: جہاندار شاہ بادشاہ غازی — فتح معمور خان ۱۱۲۴)

چون مبلغ دو ہزار و یکصد و نود روپیہ و یک آنہ عالمگیری
برائے خرچ سپاہ بمعرفت لالہ ناتھ دوبی از پیش حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالرحمان
بطریق قرض گرفتہ بتحت تصرف خود آوردیم اقرار می نمایم کہ مبلغ مذکور را عند
الطلب بمشار الیہ برسانم ہیچ عذر درمیان نیارم بنابراین چند کلمہ بطریق تمسک
وقبض الوصول نوشتہ دادہ شد کہ عند الحاجت بکار آید تحریر فی التاریخ دوازدہم
شہر ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۴ ہجری۔

عبدالرسول صاحب کی زندگی ۱۱۲۹ھ تک کاغذ بٹوارہ سے ثابت
ہوتی ہے مگر انکے فرزندان مین عبدالواحد وغیرہ تھے آپکا انتقال کرنا جلد معلوم ہوتا ہے
میان داد صاحب بھی دینی شرف و دنیاوی احترام سے بہرہ ور تھے

محمد شاہ
سپہ سالار فتح جنگ نظام الملک
آصف جاہ بہادر مرید پادشاہ غازی
۱۱۳۴

معلی

گماشتہای جاگیرداران وکروریان حال و استقبال
پرگنہ بھولی سرکار چنار صوبہ الہ آباد بدانند - کہ بموجب فرمان عالی شان بندگان
حضرت خدیو جہان خداوند زمان باعث امن و امان ظل ظلیل ایزد متعال
نائب مناب داداد بی ہمال مظہر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار متقنن
قوانین جہانداری ممہد مہاد کرم گستری خلافت پناہ ظل مرقوم ہفتم شعبان
سنہ ۴ جلوس مبارک موضع مخدوم پور وغیرہ دربست من اعمال پرگنہ و سرکار
مذکور از خریف پارس ئیل برای خرچ فقرا و خانقاہ در وجہ مدد معاش حقایق
و معارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ دیدہ ودانستہ حسب الضمن مقرر گشتہ
باید کہ مطابق فرمان والاشان بعمل آوردہ مواضع مسطور را دربست بتصرف
مشار الیہما باز گذارند و اصلا مطلقا تغیر و تبدیل بدان راہ نہ دہند و بوجہ
من الوجوہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصل آن را صرف معیشت نمودہ بدعاء
بقاء دولت ابد طراز اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی داشتہ باشند آنرا
اعتبار نکند در ینباب قدغن دانند بست و ششم شہر ذی الحجہ سنہ ۴ جلوس قلمی شد مسطر -

جانب پشت

مقرره چمن در وجه مدد معاش حقایق و معارف آگاه شیخ میان داد وغیره بموجب فرمان عالی شان عهد مرقوم صدر از پرگنه بهولی سرکار چنار صوبهٔ اله آباد از خریف پارس ئیل۔

فردے عزیز بصاد خاص ملفوف. بمهر صمصام الدوله امیر الامرا خاندوران بهادر منصور جنگ بدفتر رسید که شیخ میان داد وغیره نبیره قدوة العارفین زبدة الواصلین مستحق و کثیر العیال و وابستگان خرچ خانقاه و فقرا و صادر و وارد بسیار دارد و همیشه بیاد حق مشغول اند از فضل و کرم امیدوار است که موضع مخدوم پور عرف آمدپا وغیره سه موضع دربست پرگنه بهولی سرکار چنار صوبه اله آباد در وجه مدد معاش این عاکف مرحمت شود بعرض اقدس رسید شرح صدر حکم شد۔

بنام خان

الف

هفتده

سه موضع دربست

مذکور دربست عوض ادا	کموره
صها للہ	صها للہ

خرچ خانقاه فقرا حسب الصدر	خرچ خانقاه فقرا حسب الصدر
امالله · مار	امالله · مالله

جهری دربست

خرچ خانقاه و فقرا حسب الصدر

امار · مالله

نبیرگان حضرت شیخ مہدی صاحب قادری یعنی فرزندان شیخ ہدایت اللہ صاحب بہت کچھ جائداد و نقدی رکھتے تھے اور شاہ آباد میں بزرگی کیساتھ متمول اور خوشحال مشہور تھے چنانچہ حضرت شیخ ہدایت اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادون مین جو جائداد تقسیم ہوئی تھی اُسکا قسمت نامہ قاضی فیض اللہ صاحب کا دستخطی موجود ہو جو یہاں پر نقل کیا جاتا ہی اس کاغذ سے آپکی حیثیت ظاہری کا پتہ چلتا ہی

قسمت نامہ

حصص شیخ عبد الرسول بابت ترکہ حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت اللہ مرحوم از انچہ کہ بموجب تجویز شریعت و فضیلت پناہ قاضی فیض اللہ برضامندی و اقرار جمیع وارثان قسمت شدہ۔

دہات مدد معاش	دہات زمینداری
للعہ موضع	سے موضع
۳حال	۵لوہ مواضعات درا صل فتحپور نانہ یدہ و دانسنہ رعایت شیخ عبد الستار نمودہ شد۔
ہفتدہ ۳حال المعہ	سے موضع

شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبدالواحد صاحب
و عبدالرؤف صاحب یہ حضرات پوتون ہین تھے جملہ نیک اطوار اہل دستہ ہین
اور صاحب جائداد تھے اکثر اُنکے نام بحالی جاگیر کے اسناد موجود ہین کیونکہ وقتاً
فوقتاً حکام وقت نے جو شاہان دہلی کی طرف سے مامور تھے انکی ملوکہ اور دستہ جنہ
آراضیون کی سندین لکھی ہین اور اب تک موجود ہین چنانچہ عیسی بیگ خان نے
منجانب محمد شاہ بادشاہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۸ جلوس مطابق سنہ ۱۱۴۳ فصلی
کو جوگی پور و کنھر پور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے
نام لکھی ہے اور ۹ ذالحجہ سنہ ۴ جلوس مطابق سنہ ۱۱۵۸ فصلی کو چار قطعہ چاہوک کی
سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان منجانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہے
کل اسناد کی نقل موجب طوالت ہے صرف ثبوت کیلیے ایک سند کی نقل لکھدینا
کافی سمجھا جاتا ہے-

نقل سند

مُہر
صدر خان
بکریم حنان
۱۱ ولد

متصدیان حال و استقبال پرگنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار
خیرآباد صوبہ اختر نگر اودھ بدانند - چون موضع جوگی پور و کنھر پور
و سند قطعات زمین دیگر از آبادی باغات از قدیم ایام از حضور حضرت
خدایگانی و نائبان صوبہ خصوص از اعمال نواب وزیر الممالک بہادر مرحوم
بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی
و شیخ عبدالروف و شیخ عبدالغفور و بیوہ ہای شیخ عبد ہادی
با شیخ جدہ صاحبہ نبیرزادگان مقرر است لہذا نگاشتہ میرود کہ بدین پروانہ

سابق بنام مشار الیہما گذارند و بوجہی من الوجوہ مزاحمت نرسانند و رنیاب تاکید الکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند بست و نہم شہر رجب المرجب [illegible] جلوس نوشتہ شد۔

اختلاف

مفتاح التواریخ مصنفہ طامس ولیم صاحب مطبوعہ منشی نول کشور صاحب کے دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تاریخ مذکور مین تحریر ہی کہ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قنوج مین اپنے والد شیخ کبیر بالا صاحب کی درگاہ کے متصل مدفون ہین اور ان کا انتقال ۱۶ محرم ۱۰۸۸ ہجری مین واقع ہوا ہی اُنکے مزار پر بھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہی ان کے روضہ کے اندر ان کے دو فرزندونکی قبرین موجود ہین اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت مع تاریخ کے تحریر ہی۔

عبارت

این گنبد عالی و قبہ متعالی در عہد سلطنت خسرو دین پناہ ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی تعمیر یافت تاریخ وفات حضرت شیخ مہدی بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری۔

قطعۂ تاریخ

ہزار بود و ہشتاد و ہشت از ہجرت — گذشت شانزدہم روز از محرم ماہ

شب سہ شنبہ وہنگام صبحدم بود — کہ آن محمد مہدی سپردہ جان باللہ

این قبہ پر نور و گنبد با تجلی طور مضجع پاک و مرقد عطرناک قطب ربانی سلیمانی قادری قدس اسرارہ در ۱۰۸۸ ہجری تعمیر شد فقط۔

کتاب مذکور کے اِن کتبون کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی
کی ہے اُنھون نے بھی درگاہ کے یہی کتبے نقل کرکے بھیجے ہین۔ اُسمین بجای ہشتاد
وہشت کے ہشتاد وہفت لکھا ہوا ہے یعنے یہ مصرعہ یون ہے ع ہزار بود وہشتاد
وہفت از ہجرت ۔ حضرت شیخ مہدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو
شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اُسمین یہان اور وہان ایک ہی سنہ
رحلت تحریر ہے ۔ تعمیر روضہ مین صرف چند ماہ کا فرق ہے کیونکہ سنہ ۱۰۸۷ ہجری یہان
کے مزار پہ کندہ ہے اور سنہ ۱۰۸۸ ہجری قنوج مین نصب ہے کیونکہ شروع سال یعنی ۱۶ محرم
مین آپ کا انتقال ہونا وہان کے کتبہ بالتصریح مین موجود ہے تو یہان بھی سنہ ۱۰۸۷ھ
کئی مہینے گذرے ہونگے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہوگا اِس حساب سے ایک ہی سال
کے اندر یہان اور وہان رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہے اور رمضان سنہ ۱۰۸۷ ہجری
کو نواب دلیرخان نے حضرت مہدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور وکنہر لوہی کی
بحالی کی سند اُن کے فرزندون کے نام تحریر کی ہے اِس سند سے بھی آپ کا انتقال
رمضان سے پہلے سنہ ۱۰۸۷ ہجری مین ثابت ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہان
جو مزار حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کا ہے یہ وہی شیخ مہدی ہین جو شیخ کبیر
صاحب کے بیٹے ہین یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی ہین
کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہین کیونکہ بحر ذخار مین لکھا ہوا ہے کہ شیخ
مہدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ برہان الدین جو اُنکے خلیفہ بھی تھے بڑے کامل
اور خدا رسیدہ تھے اُنکے ایک تربیت یافتہ تاج محمود دیوانہ تھے جو شاہ آباد
مین اُنکے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی صراحت کر دی اور شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر مین مدفون ہین اسکے علاوہ ایک صورت حال
جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے شاہم
کی مُہرین پڑی ہوئی ہین آپکے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ مین شامل
ہو اُنھون نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندون سے تصدیق کرا لی
ہو اور اُس تصدیق کرانے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اوسوقت قنوج مین حضرت شیخ کبیر بالا
پیر کے مزار کا سامان ڈاکہ پڑنیسے لٹ گیا تھا اِس مستند صورت حال سے بخوبی ثابت
ہوگیا کہ غلام علی صاحب جو پسر مہدی صاحب قادری سے تھے وہ شاہ آباد اور قنوج
دونون جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالا پیر کی املاک کے مالک اور وہانکی
درگاہ کے متولی و کارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو آنکی
اولاد وہان کی ملکیت سے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہان کے
معاملات کو کیا سروکار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک ہی خاندان دونون
جگہ ہی بنا پر باشندگان شاہ آباد و قنوج سے اِس واقعہ کی تصدیق و تائید کرائی ہو اور فقرا
خانقاہ کیلیے اعانت و امداد چاہی قاسم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے
جد امجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پروانے بھی موجود ہین چنانچہ راجہ عظیم خان سرکار
رہتاس صوبہ بہار نے ۱۱۴۶ھ فصلی مین ایک موضع شاہ جمال [illegible]
اُن کی اولاد امجاد مین تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہان موجود ہے - اور عباس صاحب
قنوجی نے متولیان روضہ بالا پیر و حضرت مہدی صاحب سے راقم کے خط کے ذریعہ
سے اِس بارہ مین تفتیش کی ہو اور اُن کا یہ بیان کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے
مٹھو میان شاہ آباد گئے ہین ان کا مزار شاہ آباد مین موجود ہو کہ جو مہدی صاحب کا

یہان موجود ہی اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد مین مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہی بعض کہتے ہین کہ شاہ آباد اور قنوج دونون جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اسلیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہان انتقال ہوگا وہین دفن کردیا جاون اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہان اور کوئی اولاد مین مدفون ہوجائیگا۔

بہرکیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہی اور حق تعالی عالم الغیب دانای حال ہی کہ یہان اور وہان کون سے مہدی مدفون ہین۔

صورت حال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہی وہ ثبوت کیلیے لکھدی گئی ہی۔

محمد یحیی المفتی ۱۲۴۸

بیان لما وقع

محمد صادق ۱۲۴۸ خادم شرع است

هکذا وقع

سوال می کند و گواہی می خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ و نبیرہ از سادات عظام و مشائخ کرام اہالی و موالی جمیع ہند و مسلمان ساکنان بلدہ شاہ آباد و قنوج بر انیمعنی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈارہا آمدہ یکی شہر مذکور را خانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ جلاء وطن ساخت و آنچہ اسباب اشیاء از نقد و جنس جائیکہ یافتہ بغارت بردند از انجملہ تمامی اسباب و اجناس درگاہ حضرت پیر صاحب و فقرایان و خدامان کہ از قدیم الایام بطریق نذر و نیاز از صاحبان اہل اعتقاد ہندو و مسلمان امرا و غربا رسیدہ بود آن ہم بغارت بردند بنا بر آن باعث ویرانی

پریشانی ما فقیران شدہ و بسبب عدم وجہہ معیشت درماندگی قوت روزمرہ
استقامت فقیران وارد و صادر ہم موقوف گردید و جز توکلت علی اللہ وجہی
دیگر ندارم تفصیل اشیای مغروقہ لالہ ۵ دیگہای کلان بقیمت مبلغ
پانصد روپیہ دیگ خرد بقیمت شست روپیہ [۵ عدد] دیگہائے خرد بقیمت
دوصد روپیہ دیگر ظروف قیمتی [۱ عدد] با معہ تبرک دستار [۱۳ عدد] غلاف تربت زربفتی و
درشیمین و سفید [۲۵ عدد] قرآن مجید تلاوت خاص [۳۳ عدد] دیگر کتب [۵ تھان] غلہ دوسو من دیگر سامان
باقی دیگر اعداد [۱ عدد] مہرہای شہادت رحیم الدین سید رفیع الدین سید محمد
ابن شاہ حسین محمد شاہ ولد شیخ بنار اللہ غلام علی سید محمد اشرف خان ولد حسنو
خان دوست محمد ولد شیخ عبدالکریم

مناقشہ

اِس خاندان مین ایک بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا جس کا ستائیس برس تک
مقدمہ لڑتا رہا دو سو گواہ دوران مقدمہ مین مرگئے گیارہ صفحہ نمبر اسکے تفصیلی
حالات درج ہین مگر ہم نے طوالت کے اندیشہ سے اس کا خلاصہ تحریر کردیا اور اس
خیال سے کہ عہد شاہی مین قاضی کے اجلاس اور برادری کی پنچایت
مین معاملات یون رجوع ہوا کرتے تھے لکھدینا مناسب سمجھا۔ یہ جھگڑا شیخ
عبدالروف صاحب اور سنجر خان سے پیش آیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی
تھی کہ شیخ عبدالستار صاحب نبیرہ شیخ مہدی صاحب قادری نے اپنے بیٹے
عبدالرزاق صاحب سے ناخوش ہوکر اُن کو عاق کردیا تھا اور جملہ ملکیت جس مین

ہزارہا روپیہ نقد اور جائداد کثیر تھی اپنی زوجہ نور محل بی بی کے نام لکھدی تھی
جب عبدالستار صاحب کا انتقال ہوگیا تو عبدالرزاق پورب کی طرف سے
آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہوگئے اور ماں پر طرح طرح کے ظلم شروع کیے
وہ بیچاری اپنے چھوٹے بچے عبدالغفار اور آمنہ بیگم لڑکی کو لیکر نواب کمال الدین
خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈیوڑھی چلی آئیں اور پناہ گزین ہوئیں و قاضی
فیض اللہ صاحب کے اجلاس میں نالش کی محمود خان بازید خیل اونہی کی
وجہ سے مارڈالے گئے عبدالرزاق نے میدان خالی پاکر تمام نقد و جنس جائداد
پر قبضہ کیا اور جعلی تملیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا
شیخ عنایت اللہ صاحب وغیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخرکار کچھ زمینداری کے ترکہ پر اپنے
چچا میاں داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کر کے فتحپور نالسہ میں مارے گئے
اسکے بعد ان کی ماں یعنی بیوہ عبدالستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر
قابض ہوئیں اور کچھ مدت کے بعد اونھوں نے جملہ املاک اپنی دختر یعنی والدہ
عبدالروف صاحب کے نام لکھدی اور ایک پٹی موضع کندھرپور و فتحپور
ویرانی حویلی از راہ غیرت اپنی بہو مسماۃ دولت بیگم زوجہ عبدالرزاق مقتول کو
تاحین حیات گذارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بی بی نے اپنے بھتیجے
سنجر خان کو لکھی تو عبدالروف صاحب مانع ہوے کہ یہ حق میرا ہے تمھیں بجز گذارہ
اوقات کے انتقال حقیت کا اختیار نہیں ہے مگر سنجر خان اس معاملہ کے بعد سفر
کو چلے گئے اور سنہ ۱۱۷۲ فصلی میں جب سال جنگ بکسر ہوئی ہے شاہ آباد کو واپس
اور خانزادہ سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کے ملازم و مصاحب ہوے اس اثنا میں

شیخ عنایت اللہ صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے
اپنی جدّہ کے دین مہر کا دعویٰ برادری مین پیش کیا اور اسکے عبدالروف صاحب
جواب دہ ہوے اسی سلسلہ مین دولت بی بی نے حصہ فتحپور نالسہ سید احمد صاحب
گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالروف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب
موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہین مالکہ مجاز نہین اور ہنوز اس جائداد کا قضیہ درپیش
ہے اس زمانہ مین مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد
کے عامل ہوکر آئے خانزادہ سعادت خان سنجر کی طرفداری پر آمادہ ہوے
اور عبدالروف صاحب کو دبانا چاہا اور ملا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا
کہ عبدالروف صاحب حویلی و پٹی و باغ سے دست بردار ہو جائین ورنہ جان سے
مار ڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس مین مقدمہ پیش ہوا قاضی ضیاء اللہ
خان نے بطور فہمایش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیر الممالک والی اودہ
بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگئے ہین شہر حاکم سے خالی ہی باہمی طور پر صلح کرلو
بعد ازان سنجر خان کی پھوپھی مرگئین اور انھون نے اس پٹی کو جو ثلث موضع
تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیچڈالنا چاہا مگر سید صاحب نے اس فساد کی
وجہ سے نہ خریدی اس مدت مین خانزادہ نے ملا نصیب اللہ کے ہمراہ سید
ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالروف صاحب کے پاس بھیجا اسوقت مین شیخ
عبدالروف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیہی
کے پاس آکر پناہ گزین ہوے تھے سید صاحب قبلہ نے انکے پاس آکر انکو سمجھایا
انھون نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہین ہی تو خانزادہ

مجھ سے بریت نامہ کسو جہ سے لکھاتے ہین سنجر خان کے والد محمد خان بن ولیخان
کا تعلق اُس سے کچھ نہین ہی میرا موروثی مادری ترکہ ہی بلکہ چھٹا حصہ مسماۃ مریم
بی بی کی میراث کا جو سنجر خان کی جدہ اور میری مان کی پھوپھی تھین اور مسماۃ
حمیدہ بیگم کی والدہ تھین وہ ہے از روے وراثت مادری مجھے سنجر خان سے
ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ سُنکر فرمایا کہ تمھارا قول اور حق مین تسلیم کرتا
ہون مگر مجھکو تمپر رحم آتا ہی کہ تمھارے مخالف آمادہ قتل ہین اگر تو اپنے حق سے
درگذر کرے اور بریت نامہ لکھدے تو مناسب ہی مگر عبد الروف صاحب نے
باز دعوی نہ لکھا اور کہا کہ یہان دباؤ خانزادہ کا ہی مقدمہ شاہجہان پور مین
پیش ہونا چاہیے چنانچہ بمقام شاہجہان پور قاضی محمود خان کے اجلاس مین مقدمہ
پیش ہوا وہان قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے
خوب بحث ہوئی وہان بھی عبد الروف صاحب کو غلبہ رہا بعدہٗ قاضی محمود
خان صاحب شاہ آباد بھی بلاے گئے ۷ رشعبان سنہ ۱۱۹۸ ہجری کو سنجر خان نے
عبد الروف صاحب کے مکان پر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت راے چکلیدار
کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُنکے نائب و برادر
درگاہی صاحب تھے اُنھون نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد مراد جمعدار
کو دفع فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علیخان صاحب رئیس کھیڑہ مع اپنے فرزند
شجاعت علیخان اور پیر خان ابن سعد اللہ خان و خانزادہ ہدایت خان
باقر زی اور عبد الرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ رفع شر کو آئے اور فریقین
کو فہمایش کر کے بسنت راے چکلیدار کے پاس بھیجا اُنھون نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوبدار کے روانہ کیا وہان بھی حق عبد الروف کا قایم رہا مگر
قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مرادن صاحب کی خدمت مین فریقین کو
بھیجنا چاہا مگر سنجر خان نے منظور نہین کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد
فیض اللہ صاحب کو لکھا اُنھون نے انکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب
کیے گئے اُس درمیان مین نواب شجاع الدولہ پورب کے ملک سے واپس آگئے
اور صوبہ اودھ کو ضبط کر لیا اور کوئی تعلق اب اسکو دار السلطنت دہلی سے نہین
رہا راے صاحب تبدیل ہو کر دار الخلافت کو روانہ ہو گئے راجہ بینی بہادر یہان کے
نائب قرار پاے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیابت
پر آئے تو خانزادہ سعادت خان نے انکو بھی ہموار کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب
نے کہا کہ چند روز گذرے ہین کہ پروانہ نواب وزیر الممالک بہادر کا اس بارہ
مین صادر ہوا ہے صلاح دولت یہی ہو کہ آپ طرفداری سے دست بردار
ہون اور شیخ عبد الروف کو اُنکے گھر مین آباد کرائین یہ سُنکر خانزادہ نے
اپنی جانب سے لالہ شتاب راے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اور نواب
اعزاز خان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبد الروف صاحب کو اُنکے
گھر جا کر اُن کو خانہ نشین کرایا اور وہ حسب عمل درآمد سابق اپنی جائداد پر قابض ہو
اور اس صورت مین یہ مقدمہ ختم ہوا اُنکے دوسرے بھائی عبد الغفور تھے لیکن چھوٹے
بھائی عبد الغفار صغیر سن مر گئے تھے اِن فارسی کاغذات پر عمائدین شہر کی بہت سی
مُہرین ثبت ہین اور شریک مقدمہ رہے ہین جن کے نام اِس غرض سے کہ یہان کون
کون معزز اور روادار اشخاص گذرے ہین لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

قاضی ضیاء اللہ خان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب
شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد اعزاز خان۔
محمد باز خان خلیل بہادر علیخان سعد اللہ خان خواجہ حفیظ صاحب دیوان۔
شتاب رائے مولوی ولی اللہ صاحب محمد روشن صاحب متصدی
سمندر خان مہمند محمد روشن خان کانکر عبد الرحمان خان شروانی محمد آصف
خان تاج الدین خان میر معز الدین صاحب میان امام بخش صاحب
شیخ محمد سعادت صاحب ملا الہ داد صاحب خیر اندیش خان سید خیل
روشن خان بازید خیل سید غلام مصطفے صاحب عرف میان چندن یوسف
خان سلیمانی عبد اللہ خان سلیمانی فیض اللہ صاحب حسینی سید اسمعیل صاحب
شیر خان خلیل اخون صاحب فیض اللہ خان خلیل متی زی منظفر علی خان
باقرزئی ناصر علیخان خانزادہ اجمیری خان باقرزئی شیخ قیام الدین و کریم الدین
و شمس الدین پیرزادگان میان خلیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان
ابراہیم خان مہمند کالے خان علزئی محمد علیخان تارین زبردست خان خانزادہ
یسین خان خلف اکبر رحمت خان خلیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان ابلہ
نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبد الستار صاحب
پیرزادگان شاہجہان پور۔

شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد واصل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہیں آپ کی

عظمت و بزرگی اس امر سے ظاہر ہی کہ ایسے اکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد مین ہین - آپکے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب باوا صاحب تھا جو ماہ جمادی الاول ۱۱۶۵ہجری مین پیدا ہوے تھے نواب بہادر خان چنار گڈھ سے بکمال احترام لاے اور اپنے شہر شاہ جہان پور مین بسایا اپنی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ بیگم کو آپکے عقد مین دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ گڈھ کے عنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے بطن سے محمد افضل صاحب اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئین - اسکے بعد محمد افضل صاحب اور اُنکی والدہ خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے شیخ امام الدین عرف شیخ عنایت اللہ صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی اولاد مین تھے منعقد کیا اُن سے شیخ عبد الرزاق صاحب پیر زادگان شاہ جہانپور پیدا ہوے اور کل ترکہ عطیہ بہادر خان اُن کو منتقل ہو گیا -

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین اور تیسری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوے ۱۲۳۸ہجری مین (۱۳) برس کی عمر مین محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنار گڈھ مین جہان اُنکے والد ماجد کا مزار ہی مدفون ہوے تاریخ وفات راقم نے یہ نظم کی ہی ؎

دلا وصل حق شیخ واصل نمود		خدا اگر داورا حقیقت پناہ
مظفر پے سال چون فکر شد		ندا داد ہاتف شریعت پناہ ۱۲۳۸

شیخ قیام الدین صاحب کو اُنکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہ آباد مین لاے اور محلہ اللہ پور مین

آباد کیا محمود خان رسالدار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کر لی گئی تھی اور ویران پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنا بر باغ و مدد معاش کے عنایت کی اسناد اراضیات ابتک آپکے نام کی موجود ہین جن کی نقل ذیل مین درج کر دی گئی ہے آپکے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہین شیخ نظام الدین شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کالے شیخ ننّھو صاحبان - آپکی حیات کا زمانہ ۱۱۰۹ھ ہجری کا غذات سے ثابت ہوتا ہے - پیرزادگان اللہ پور آپ کی اولاد مین ہین درحقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زئی ہین مگر آبائی فقر کے سبب پیرزادگی کے خطاب سے مخاطب ہین -

شیخ قیام الدین جیو

متصدیان مہمات پرگنہ شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بدانند - چون موازی پنجاہ بیگہ زمین مزروع بگز الٰہی از جملہ آراضی کہ از یکطرف حد تالاب و یکطرف حد باغ سردار خان و یکطرف حد باغ احداث نمودہ باغ محمود خان درمیان واقع است بجہان معارف آگاہ نتیجۃ الکرام بابت باغ مرحمت نمودہ شد باید کہ آراضی مذکور پیمودہ و نمودہ در قبض تصرف مشارالیہ واگذارند کہ در آن باغ احداث کنند [illegible] مبلغ و انچہ حسب السطور بعمل آرند - تحریر فی التاریخ ہفدہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۰۹۶ھ

جانب پشت

شرح مقرره پروانگی دستخط شیخت پناه منشی رحمت الله خان

حاصل نموده آنکه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین جیو این که موازی پنجاه
بیگه زمین پولج مزروعه بگز الٰهی آراضی که از یکطرف حد تالاب و یکطرف باغ سردار خان
و یکطرف حد باغ احداث نموده باغ محمود خان این پخته احداث نمودن باغ بحقایق و معارف
آگاه مذکور مرحمت نمود شد باید که پروانه بنام متصدیان پرگنه شاه آباد نوشته دهند
که زمین مذکور را بشرح صدر پیموده و حد حدود بسته دهند۔

بتاریخ ۱۱ ذی الحجه سنه ۱۰۹۲ھ
نقل بدفتر دیوان رسید۔

یافت از شاه عالمگیر خورشید
نشان ذره از راه صدق
فدوی کمال الدین خان

شیخ قیام الدین جیو

شجاعت دستگاه عبد الرسول خان را اعزا

آنکه چون موازی پنجاه بیگه زمین مزروع بموجب سند جدا گانه بحقایق و معارف آگاه
شیخ قیام الدین جیو پخته باغ مرحمت نموده شد باید که آراضی مسطور مطابق سند مذکور
پیموده و حد حدود نموده در تصرف مومی الیه واگزارند بعلت مزروع بهیچ وجه مزاحم نشوند
چنانچه دیده و دانسته آراضی مزروع مرحمت شد اگر احیاناً درین صورت خلاف شد
خواهد ورزید و حقایق آگاه بحضور خواهند نوشت مستوجب انواع عتاب خواهند شد

درینباب تاکید تمام دانسته حسب المسطور به عمل آرند - تحریر فی التاریخ پانزدهم ذیقعده سنه ۱۰۹۶ هجری -

دیگر

یافت از شاه عالمگیر خورشید زمان ذره از راه صدق محمد کمال الدین جان سید

شیخ قیام الدین جیو

متصدیان مهمات حال و استقبال پرگنه شاه آباد

بعنایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بیگه اراضی بگز آلهی مطابق ضمن درو جه حقایق و معارف آگاه من ابتدای فصل خریف سنه ۱۰۹۶ فصلی مرحمت نموده شد باید که موازی مذکور در حال نیک از انجمله پنجاه بیگه مزروعه و پنجاه بیگه بنجر افتاده خارج جمع بطریق زراعت پیموده و چک بسته دهند که حاصلات آنرا فصل بفصل سال بسال متصرف شده باشند - درینباب قدغن بلیغ دانسته حسب المسطور بعمل آرند - تحریر فی التاریخ چهارم جمادی الاول سنه ۱۰۹۹ هجری -

جانب پشت

پنجم ... نقل دفتر دیوانی ... جمادی الاول سنه ۱۰۹۹

چون درو جه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین صاحب جیو ازانجا که حسب الامر بتفصیل ذیل بر محال پرگنه شاه آباد ما بیگه بگز آلهی -

درمواضع خانپور عمله پرگنه مذکور بدستور زمین مزروعه	درجهات بیگه زمین بنجر افتاده خارج جمع
صــ بیگه	صــ بیگه

حضرت شہاب الدین سیّد احمدؐ صاحب گیلانی شاہ آبادی قدس اللہ سرہٗ العزیز

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور سندی سید تھے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین چودہ واسطون سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم غوث بنی آدم تک پہونچتا ہی۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الٰہی تھے ظاہری علم و فضل مین بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت مین ادیب تھے۔

سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا **ابو اسحاق ابراہیم صاحب** شہر حامہ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے سیدنا ابراہیم کے سفر کے متعلق انکے والد شہاب الدین احمد ابن سید عفیف الدین صاحب نے اپنی روشن ضمیری سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سیّد ابراہیم صاحب نے تشریف لائے جب آپنے ہندوستان مین قدم رنجہ فرمایا ہی تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت قدر و منزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز و احترام کیا اور حسب مراتب مہمانداری کی۔ غرضکہ شاہی دربار مین آپ نہایت سربلند ہوے۔ شہزادہ محمد شجاع آپ کا بہت معتقد ہوا اور وہ آپ سے اسطرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم اپنے مخدوم سے۔ سیّد صاحب ممدوح سے کئی کرامتین ظاہر ہوئین اسلیے خاص و عام کو آپ سے بیحد عقیدت پیدا ہوئی اور ہر طرف آپ مشہور ہو گئے۔ دس برس تک سید ابراہیم صاحب ہندوستان مین تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد ہولے حب الوطنی نے

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن پہونچکر شہر حماہ مین سنہ ۱۰۶۷ہجری مین ایک محل محلہ کے وسط مین تعمیر کرایا اور سنہ ۱۰۶۹ہجری مین سیدہ فخری سے نکاح کیا سیدہ مسطورہ عمر پاک الاعوج حاکم حماہ کی بیٹی تھین اس عقد کی تاریخ امام بخشی چلبی مصنفہ کتاب شمس المفاخر نے اپنی کتاب مین لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہے ـ

ابنۃ بالعرس الذی تاریخہ　　زفت الیک نفایس لافراحم

اسکے بعد غرہ رجب سنہ [illegible]ہجری مین بعض امورات ومہمات کی وجہ سے آپ قسطنطنیہ تشریف لیگیے اور ان کامون کے ختم ہونیکے بعد پھر اپنے وطن حماہ کو تشریف واپس لائے اور سنہ [illegible]ہجری تک وہین آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان مین زندہ رہے سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لائے ہین تو شاہجہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہوچکا تھا اور اورنگ زیب تخت نشین تھا اور اُسکی توجہ اورنگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی اسلیے سید ابراہیم صاحب اورنگ آباد دکن تشریف لیگئے بالاخر سنہ ۱۰۸۸ہجری کو سید صاحب موصوف

سلہ قال صاحب تحفۃ الابرار السید شریف الشیخ ابراہیم ابن السید الشریف الشیخ احمد ابن السید الشریف الشیخ عفیف الدین حسین ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشیخ الشریف شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشریف الشیخ شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ علاء الدین علی الکبیر الگیلانی الحموی الدار المولد توجہ لبعد وفات والدہ الی الہند (واخبر اباہ عن ذالک قبل فرہابہ) فحصل لہ القبول التام من اہلہا واجتمع بملکہا شاہجہان فی بلدہ دہلی

نے اُسی شہر مین انتقال فرمایا اور آپ اورنگ آباد دکن کے محلہ بیگم مشہور بہ دار الشفا مین مدفون ہوے شجرہ خاندانی مین جو آپکے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد صاحب نے لکھایا ہی اور وہ شاہ آباد مین موجود ہی سال رحلت ۱۰۸۷ھ ہجری تحریر ہے۔ اور یہ عبارت عربی کہ السید ابراھیم توفی باورنک اباد سنہ سبع وثمانین والف ھجریہ مرقوم ہی اہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفن مین اختلاف کیا ہی اور بجاے ۱۰۸۷ھ ہجری کے ۱۰۸۹ھ ہجری اور بجاے اورنگ آباد کے شاہجہان پور مدفن قرار دیا ہی اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ بُعدِ مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی اور خبر اُن تک نہین پہونچی اُس زمانہ مین ریل وتار وڈاک وغیرہ کے ذرایع نہ تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے۔ مدت کے بعد کوئی شخص کہین سے آگر گیا اور کچھ اُسنے بیان کیا اور اُسمین کچھ غلطی ہوگئی تو پھر اسکی تصحیح نہین ہوسکتی تھی۔ اہل حماہ نے جو یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ مین جو اُنھون نے شاہجہان پور مین بنایا تھا مدفون ہوے اسمین بھی سہو ہوا حالانکہ شاہجہان پور مین آپکے بھائی ابوالحسن

فانزلتہ المنزلۃ التی بانزلت التی ہو اہلہا وہرعت الیہ جمیع اہل تلک البلاد واعتقدوہ غایۃ الاعتقاد علی الخصوص ابن ملکہم محمد شجاع فانہ کان معہ علی ما یذکر کالمطیع مع المطاع او ظہرت علی یدیہ الکرامات وسار ذکرہا فی البلاد وجرت لہ معہم امور وامتحانات اظہرہ اللہ ببرکتہ سلفہ الطاہرہ واقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حماۃ وکان دخولہ الیہا ۱۰۶۶ھ ہجری وجدد بنا قصرہ واجل دارہم وکان تمامہ بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ سنہ ۱۰۶۹ھ ہجری وتزوج (البنت فخری) بنت عمر باک الاعوجی حاکم حماۃ فی السنۃ المذکورہ وعمل لہ تاریخا نظما الامام البخشی صاحب شمس المفاخر جا دختامہ ہنیت لنا بالعرس الذی تاریخہ زفت الیک نفایس الافراح وفی غیرہ سنہ ۱۰۷۰ھ ہجری توجہ الی القسطنطنیہ وفی بعض امور ومہمات وبعد قضائہا عاد الی وطنہ حماہ واستقام بہا الی سنہ ۱۰۷۸ھ ہجری ثم انہ سافر مرۃ ثانیہ الی الہند واستقام بہا اثنا عشر سنۃ وکان اجلہا بہا دفن قدس اللہ روحہ فی تکیۃ کان بناہا فیہا فی خطرتہ الاولی توفی فی بلدۃ شاہجہان پور بسنہ ۱۰۸۹ھ ہجری وبہا دفن ۔ ۱۲ ۔ ۱۲

سید علی صاحب دفن ہوے جن کا مزار مشہور ہی۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر دھلی یا اورنگ آباد مین کسی نے کھینچ لی تھی جو اب تک انکے خاندان مین وہ چلی آتی ہی۔ ہمنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہین وہ تحفۃ الابرار کی عربی عبارت کا ترجمہ ہی یہ نایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضی صاحب نقیب الاشراف کے پاس حماہ مین موجود ہی اس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سیف الدین صاحب برادر نقیب الاشراف نے سید احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو ارسال فرمائی ہی جس کی نقل راقم نے حاشیہ پر درج کردی ہی۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلائد الجواہر مین بھی ہین یہ کتاب عربی زبان مین ہی اور مصر مین چھپی ہی راقم کی نظر سے گذر چکی ہی یہ آپ ہی کے عہد مین تصنیف ہوی آپکے ہندوستان تشریف لانے اور واپس جانے وغیرہ کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہی۔ اسکے بعد یہ لکھا ہی کہ سید ابراہیم صاحب استنبول تشریف لے گئے ہین خدا سے اُمید ہی کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائین کتاب مذکور مین اسقدر تحریر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ سید صاحب استنبول ہی مین تھے کہ مصنف کا انتقال ہوگیا اور آپکے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہین پہونچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ سید ابراہیم صاحب اور اُنکے ابا و اجداد جو سادات غوثیہ یعنے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد مین ہین بجاے بغداد کے حماہ مین کیسے سکونت پذیر ہوے اور بغداد شریف سے کیون چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سید ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حماہ مین مسند سجادگی پر رونق افروز ہین بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل
کی ہی اور اسکے متعلق جو اُن حضرات نے عربی مین حال لکھا ہی اُس کا ترجمہ اُردو مین
خاکسار نے تحریر کر دیا ہے اس خاندان سے جو بزرگ کہ اوّلاً بغداد شریف سے حماہ
تشریف لائے ہین وہ سید سیف الدین صاحب ہین اور اُنکے آنے کی وجہ یہ
ہوئی کہ جب تاتاریون نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ مین سید سیف الدین
صاحب کے والد حضرت ظہیر الدین صاحب بھی تاتاریون کے ہاتھ سے شہید ہوے
اس ہنگامہ مین انقلاب عظیم ہوا۔ سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے
سنہ ھجری مین حماہ کو چلے آئے اور حاکم حماہ کے یہان مہمان ہوے آپکا ارادہ
مصر جانے کا تھا مگر تقدیر الٰہی مین کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور
وہ اس زمانہ مین بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دم ڈالنے کی استدعا
کی آپ نے اُسکے حق مین دُعا کی اور کچھ پڑھکر اُسپر پھونکا آپ کی دعا کی برکت سے
خداوند کریم نے اس مریضہ کو شفا دی یہ حال دیکھکر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہو گیا اُسکے
بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے نجانے دیا اور اپنے شہر کی
بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جد امجد غوث پاک کو دیکھا کہ
فرماتے ہین کہ حماہ مین تم مقیم رہو پس حسب الارشاد آپنے حماہ مین قیام فرمایا حاکم
شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت مین دیا اور حضرت کیواسطے ایک زاویہ
نہر عاصی کے کنارے تعمیر کرا دیا اور اسی مین آپ رہتے تھے سنہ ۷۳۲ ھجری مین سید
سیف الدین صاحب نے انتقال فرمایا اور زاویہ قادریہ مین مدفون ہوے - اب
قریب پانسو اشخاص کے آپ کی اولاد امجاد سے حماہ مین آباد ہین (حماہ) شام کے ملک

مین ایک بڑا شہر ہے - جو ریل کہ دمشق سے حلب کو جاتی ہے اُسکے اثنا سے راہ مین یہ
شہر واقع ہے دمشق سے حماہ کا کرایہ سات روپیہ ہے اور حماہ بغداد شریف سے
بہت دور ہے بغداد ملکِ عراق مین ہے اور حماہ شام مین ہے - اسمین سادات
گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہے سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک
جگہ ہین یہ لوگ حماہ شریف مین گیلانی کے لقب سے مشہور ہین - آجکل اس خاندان
مین جو سجادہ نشین ہین وہ سید صالح ہین وہان سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہتے ہین
سید صالح صاحب کے والد سید مرتضی صاحب بھی نقیب تھے - سید نجیب صاحب اور
سید سیف الدین صاحب دو بہائی سجادہ نشین حال کے ہین سادات حماہ کو اپنی
عالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہے کسی اور کو اپنے نسب مین دخل
نہین ہونے دیتے - ابھی چند سال ہوئے ایک سید جو سلطان عبد الحمید خان کے
مقرب تھے اُن کو سادات حماہ ہونے کا خیال تھا انھون نے اپنا نسب نامہ معہ
سلطانی پروانہ کے تصدیق کیلیے بھیجا جب ان حضرات نے اپنے یہانکی کتابین
دیکھین تو اُس نسب نامہ کے خلاف پایا سید محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے
مہر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید صاحب ناراض ہوئے سادات حماہ کو اپنی
جاگیرات و مشاہرہ کے ضبط ہونے کا بہت خوف ہوا اس ہی اثنا مین استنبول مین
اختلاف ہوا اور سلطنت تغیر ہو گئی اور سادات حماہ کو کچھ نقصان نہین پہونچا یہ حضرت
صاحب جاہ و منزلت ہین علاوہ بزرگی و عزت دینی کے یہ دولتمندی بھی ہے غرضکہ
شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہے سادات حماہ مین اب بھی علما و
زہاد موجود ہین - گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ بغداد شریف سے حماہ مین آکر

سکونت پذیر ہوے ہین ان مین بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہین منجملہ اُنکے ہم
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی
کے آبا و اجداد مین گذرے ہین اُنکے کچھ مختصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے
ہین اُس سے ناظرین کو اندازہ ہوجاے گا کہ حماہ مین سادات کی جو شاخ آئی ہی
اُس مین ایسے عظمت آب وصاحب تصرف حضرات گذرے ہین امام نجشی حلبی
نے اپنی کتاب مین لکھا ہی کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ
سنہ ۷۴ ہجری مین تصنیف کی ہی اُسمین تحریر کیا ہی کہ سید علاء الدین صاحب نہایت
جوانمرد و شجاع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص و عام اور حکام
مین پھیلی تھی سلسلہ قادریہ کی اشاعت مین آپنے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات
مین آپ نہایت سختی کرتے تھے لہو ولعب کے امورات روکتے تھے اکثر قمارخانے اور
بھٹی خانے آپنے توڑ ڈالے اور مے خانہ جادہ فرج کا جو وہان بہت آراستہ
تھا اور اُسکے نیچے خزانہ تھا آپنے مسمار کر دیا۔ اور یہ بُرائی خرافات چیزین آپکی ذات
بابرکات سے معدوم ہوگئین اسلیے حمویون نے آپ کی مخالفت پر کمر چست باندھی
اور آپنے اُس کفرستان مین رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جسوقت
کہ حمویون نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص روافی نام جو مشایخ حماۃ سے تھا
دوڑا اور آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر
تکیہ لگاے ہوے بیٹھے ہین اور اہل شہر آپ پر غدر کرتے ہوے چلے آتے ہین آپنے
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہی تو پردہ اُٹھا کر دیکھ اُسنے دروازہ کا جو پردہ اُٹھایا تو ایک

شیر ببر نکلا اور مونھہ کھول کر اُسنے حملہ کرنا چاہا رواقی گھبرا کر بھاگا اور حمویون کی جماعت
کے پاس جو سید موصوف کے دروازہ کے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اِس حال کی خبر
پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنکر بھاگے سید صاحب ممدوح کے پڑوس مین کردی لوگ جو
معتزلہ مذہب کے تھے آئے اور انھون نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفوں سے حمایت
کو تیار ہین آپ نے آیت کریمہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پڑھی اور فرمایا کہ مجھے
خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد درکار نہین۔ اِس عرصہ مین جملہ مخالفین جامع نوری
کے قریب جمع ہوے آپ تن تنہا اُنکے پاس تشریف لیگئے اور اُنکی طرف متوجہ ہو کر اعلانیہ
دین اسلام کی تعریف بیان کی اِسکے بعد آپ وہان سے چلے گئے مگر کسی کو آپکے پاس
آنے کی جرأت نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مُریدین وغیرہ کے روانہ ہوے
جب آپ حمص پہونچے تو وہانکے باشندے آپ کی پیشوائی کو بڑی عقیدت سے
حاضر ہوے اور دوکانین بند ہوگئین اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے
مگر آپ وہان نہ ٹھہر سکے۔ بعلبک ہوتے ہوے بیت المقدس مین داخل ہوے وہان
ایک شخص حموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُسنے اپنے ہم وطنون کی اطلاع اور وعظ سے
سے آپکی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل
مدرسہ کے حجرہ مین آرام فرما ہوے جب آدھی رات گذر گئی اُس محافظ حموی نے خواب
دیکھا کہ رسول اللہ صلعم حرم شریف مین تشریف فرما ہین اور آپکے گرد صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین کی جماعت حاضر ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہین
یہ دیکھکر محافظ حموی اُٹھا اور آپکے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلیے حاضر ہوا مگر آنحضرت
نے اُسکی طرف سے منھہ پھیر لیا وہ پھر اُسطرف پھر تا ہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہین فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تو نے میری اولاد (علی) ابن عبد القادر کے ساتھ کج ادائی کی اس وجہ سے مین تجھ سے نہایت ناراض ہون جب تک کہ وہ راضی نہ ہونگے مین راضی نہ ہونگا یہ خواب دیکھکر وہ حموی بیدار ہوا اور بڑا خوف اُسپر غالب ہوا اُسی رات ہی مین وہ آپکے حجرے پر حاضر ہوا اور آپکے قدمونپر گر پڑا آپنے فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جد امجد رسول اللہ صلعم کے نہین آیا اُس نے معافی کے لیے فریاد کی اور بیہوش ہوگیا اور قریب الموت تھا پس آپنے اُسکی خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہان سے مصر کو روانہ ہوے اُس محافظ نے اپنے بھائی ابن رفاعہ کو جو مصر مین شیخ الشیوخ اور سلطان المشائخ اور سلطان مصر کا مقرب تھا اور کثرت سے لوگ اُسکے مرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب آپ مصر پہونچے تو حسب اطلاع ابن رفاعہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ مصر کے علما، فقہا، قاضی و حکام و اہل لشکر جن مین سولہ سو سادات عظام اور قریب اسی کے عمائدین شہر سے تھے ابن رفاعہ اُنکی رکاب تھامکر پیدل ساتھ ساتھ چلا جب اہل شہر نے اُسکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پیدل ہوگئے جس وقت سید سالار الدین صاحب سلطان مصر کے مکانات کے قریب گذرے اُسنے یہ مجمع اور جوش بچشم خود دیکھا جب قلعہ کی بلندی پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہوگیا اور چند قدم بڑھکر خیر مقدم کیا اور بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہمکلام ہوا ابن رفاعہ دونون کے سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رفاعہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے شیخ بیٹھ جا ابن رفاعہ نے کہا کہ یہ کسطرح ممکن ہو کہ دو سلطان ایک سلطان دنیا اور دوسرا سلطان آخرت ہو اُنکے سامنے مین تیسرا شخص بیٹھون بالکل ادب کے خلاف ہوا ابن رفاعہ نے حمویون کی

بے ادبی کا حال عرض کیا تو وہ حموی پر نہایت غضبناک ہوے اور حمویونکو مسلسل گرفتار کرکے لانے کا حکم دیا چنانچہ حموی حاضر کیے گئے سلطان نے اُن کو سخت سزائین دین اور ذلیل کرنا چاہا مگر آپ کی رحمدلی جوشزن ہوئی اور سلطان سے سفارش کرکے تعذیب سے بچادیا مگر مختلف شہرون مین اُن کو جلاوطن کردیا گیا اور خانقاہ قادریہ کے واسطے بہت سے مواضعات جاگیر مین دیے جو خانقاہ حماۃ کی اب تک متعلق ہین سید علاء الدین صاحب نے ۱۴ رجمادی الثانی ۷۹۳ھ ہجری مین رحلت فرمائی آپکے جنازے کے ساتھ بڑا ہجوم تھا اور جنازے کا بوجھ محسوس نہ ہوتا تھا آپکے جنازے کی نماز کئی بار ہوئی۔ آپکے تین صاحبزادے تھے سید شمس الدین صاحب۔ سید بدرالدین صاحب سید نورالدین صاحب کل آپ ہی کی اولاد ہو جو شہر حماۃ مین رہتی ہو۔

القصہ جب سید ابو اسحاق ابراہیم کا انتقال ہوگیا تو آپ کی اولاد مین ایک صاحبزادے شہاب الدین سید احمد صاحب اور دوسری صاحبزادی سیدہ آمنہ عرب مین موجود تھین تحفۃ الابرار مین مرقوم ہو کہ شہاب الدین سید احمد صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۰۹۰ھ ہجری مین اپنے چچا ابوالحسن سید علی صاحب کے ہمراہ حماۃ سے ہندوستان تشریف لاے اور اپنے والد کے متروکات پر قابض ہوے مصنف تحفۃ الابرار کا قول ہو کہ ۱۱۰۳ھ ہجری تک سید احمد صاحب ہندوستان مین موجود ہین ہماری دعا ہو کہ حق تعالی اُن کو صحیح وسلامت واپس لاے۔

سید سیف الدین صاحب حموی برادر نقیب الاشراف اپنے خط مورخہ ۱۳۲۹ھ مین تحریر فرماتے ہین کہ ہم لوگ یعنی سادات حماۃ کو ۱۱۰۳ھ ہجری کے بعد جو زمانہ تحفۃ الابرار

کے لکھنے کا ہی پھر کچھ حال معلوم نہین ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماۃ مین آئے یا نہین اور سید احمد صاحب کی اولاد ہند مین ہوئی یا نہین کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال مین اسطرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہین آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اسوقت تک حماۃ مین موجود ہی۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہی کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح مین دی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان مین مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام مین مقبولیت و ہردلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

جناب سید صاحب کو لوگون کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ جانے دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ مین کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرافت خاندانی کی صداقت کیلیے اپنے اعزہ کو لکھا ہی اور اکابرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نسبی کا تصدیق کرکے ہندوستان مین آپ کے پاس بھیجا ہے جس مین آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم تک پہونچتا ہی راقم نے وہ شجرہ شاہجہانپور مین دیکھا ہے نہایت خوشخط مطلا مذہب عربی زبان مین ہے جسپر مُہرین سادات عظام کی پڑی ہوئی ہین۔

بقیہ حاشیہ تعالی ان یاتی بہم للعالمین بمنہ وکرمہ ومن بعد ذلک التاریخ لم نقف علی اثر بعضهم من الہند ولا ندری هل صار للسید احمد ابن السید ابراہیم الگیلانی المذکور اولاد فی الهند حیث ما احدثنا باخبر من تلک الاطراف واما السید علی بن سید احمد بن السید عفیف الدین حسین الگیلانی المذکور الذی راح مع ابن اخیہ للهند فاولاده وذریتہ موجودین فی حماۃ ۱۲

بعد انتقال نواب دلیر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ مین اُن سے کوئی بادشاہی مہم انجام کو پہونچی اور بادشاہ ان سے خوش ہوا تو اُنھون نے اُسکے صلہ مین سید صاحب اور قدم مبارک ملنے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطرداری سے سید صاحب کو نواب صاحب کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن مین آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب ۱۰۹۶ سنہ ہجری مین سید صاحب کو بہزار فخر و ناز شاہ آباد لائے اور کمال تعظیم و توقیر سے اپنی صاحبزادی گل بیگم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد مین دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے نکاح مین دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے نواب صاحب نے اکثر مواضعات مین سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام جاگیرتقرر کر دیے جن کی بعض سندین راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہین سید صاحب کے نام نامی

له نقل سند معافی منجانب نواب کمال الدین خان بنام سید صاحب ۔
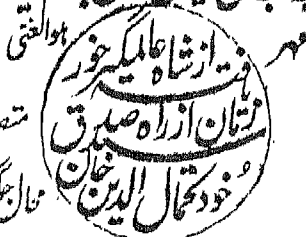
مہر: ہو الغنی — نعمت از شاہ عالمگیر خورد — زمان از راہ صدق — خود کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد بدانند چون موازی یکصد و پنج بیگہ زمین پختہ بگز الٰہی در سواد موضع ہری عمایہ پرگنہ مذکور از ابتدای فصل خریف ۱۰۹۶ سنہ ہزار و نود و شش در وجہ نذرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب الضمن مرحمت شدہ بابد کہ اراضی مرقوم را بحدود مفصل ذیل بتصرف میر معز الیہ واگذارند و بوجہی من الوجوہ مانع و مزاحم نشوند درینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند۔ تحریر فی التاریخ یازدہم ربیع الاول سنہ ۱۱ سنہ ہجری

کے ساتھ لفظ خان بھی شجرہ وغیرہ مین تحریر ہے اِس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ کو خطاب
خانی بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوا ہو آپ کے آباو اجداد مین بجز آپ اور کسی کے
نام کے ساتھ لفظ خانی شجرہ مین نہین لکھا گیا ہے آپ کو اپنے ہی آباو اجداد سے بیعت
و اجازت حاصل تھی اور آپ سے سلسلہ پیری و مُریدی جاری تھا ایک مکتوب
مین آپ کے محامد و محاسن مولانا عبد اللہ صاحب مغربی نے حسب ایما آپ کے
عربی زبان مین تحریر کیے ہین اور اِس مکتوب مین فضائل سادات و اہلبیت رسالت
اور مناقب غوثیہ اور آپ کے آباو اجداد کے مستند حالات لکھے ہین اور شجرہ آپکی
اولاد سے تا حضرت غوث الثقلین مرتب کیا ہو اور اسبارہ مین تحفۃ الابرار لوامع النور
شمس المفاخر وغیرہ کتب کا حوالہ دیا ہو اور یہ مکتوب معہ شجرہ کے آٹھ ہاتھ لمبا اور
اور ایک ہاتھ سے زاید چوڑا ہے غرض کہ طول طویل ہو اور مصنف
موصوف نے ۱۱۳۴ھ ہجری کو آپکے عہد حیات مین لکھا ہو سید صاحب کے اوصاف

بقیہ حاشیہ جانب پشت بموجب ضمن موازی یکصد پنج بیگہ آراضی زمین از سواد موضع ہری علاقہ
پرگنہ شاہ آباد در وجہ نذرانہ قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ماضہ ۱۰۵ بیگہ پختہ -
شرقی — غربی — جنوبی — شمالی
حد دھور موضع — حد دھورہ موضع ہری — حد دھورہ موضع حسن پور — حد دھورہ موضع نہیار پور

نقل سند منجانب نواب صاحب بنام اہلیہ سید صاحب

مہر: بادشاہ غازی خانزاد عالمگیر کمال الدین خان

ہوالغنی — متصدیان مہمات حال و استقبال پرگنہ شاہ آباد ...
چون موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ بگز الٰہی در سواد موضع ... پرگنہ ...
یکہزار یکصد و سی فصلی بنام قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی حسب ضمن ... مرحمت شد
باید کہ اراضی مرقومہ را بحدود مفصلہ ذیل بتصرف مشار الیہ واگذارند تا بوجوہ معاش خود صرف نموده بدعای دوام دولت ... و مزاحم نشوند
در ینباب تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ چہاردہم شہر رجب المرجب ... ہجری

جانب پشت موجب ضمن موازی پنجاہ بیگہ زمین پختہ از سواد موضع جہورا پرگنہ شاہ آباد بنام اہلیہ قدوۃ العارفین
زبدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ۵۰ بیگہ پختہ
حد شرقی — غربی — جنوبی — شمالی
دھورہ موضع بلیا تا لاآب ندیا — حد دھورہ موضع جہورا — حد دھورہ موضع لاد پور — حد دھورہ موضع کمال الدین پور

میں اکثر اشعار لکھے ہیں اُن میں سے ایک قصیدہ کے چند اشعار یہاں پر درج کیے جاتے ہیں

قد صفت خطبۃ نسبۃ فی سادۃ ۔ من عزہم و لفخرہم من یفتخر

سادات کے نسب کی میں نے تعریف کی ۔ کون شخص ہے جو اُن سے زیادہ عزت والا اور اُنکے فخر سے زیادہ فخر رکھتا ہو

لاسیما عبد القادر جیلانی ۔ بنجارہ فوق السہی والمشتری

میں نے تعریف کی اولاد عبد القادر جیلانی کی ۔ جنکی اصل سہی اور مشتری سے بلند مرتبہ ہے

غوث الانام و قطبہم و امامہم ۔ و غیاثہم فی کل ہم و معین

وہ عبد القادر جو تمام مخلوق کا فریاد رس اور قطب و امام ہے ۔ اور ہر پیش آنے والے غم میں اُنکے درد کا درمان ہے

محلی الخطوب بقدرہ و بجاہہ ۔ عند الاله لمن بہ یستظہر

جو شخص اُن سے حل مشکلات کو چاہتا ہے ۔ اُسکی مشکلات کو دور کر دیتے ہیں اُس عزت اور تقرب کے باعث جو اُنکو خدا سے حاصل ہے

باشارۃ من تاج مفرق عزہم ۔ و رئیسہم ساحی الکمال الافخر

اور بحسب اشارہ اُس شخص کی خواہش سے کی جو مخلوق کی فرق عزت کا تاج ہے ۔ اور اُن کا رئیس ہے اعلی کمال والا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۵۳ مولانا عبد اللہ کے والد کا نام بھی عبد اللہ ہوا اور اُنکے جد امجد کا احمد ابن عبد الرحمن ہو مالکی مذہب اور شاذلی مشرب تھے ملک مغرب کے باشندے تھے اسلیے مغربی اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے عبد اللہ صاحب جوان صالح اور قابل تھے (۲۰) برس کی عمر میں انھوں نے سید صاحب کے حالات لکھے ہیں صاحب نسبت تھے ۱۲۲۲ھ کو شہر قاہرہ ملک مصر میں ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصری دری مالکی شاذلی مغربی نے خرقہ قادریہ پہنایا تھا اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھیں علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی اُنکے علاوہ دیگر بہت مشائخین سے بھی ان کو خلافت و اجازت ہوئی تھی چنانچہ ۱۲۱۳ھ ہجری میں شیخ ابو العز محمد بن احمد بن علی مصری شامی نے بھی انکو خرقہ پہنایا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد سلیمانی مغربی مالکی مقیم مکہ کے خلیفہ تھے اور ۱۲۱۳ھ ہجری میں مولانا عبد اللہ کو بخاری شریف کے ختم ہونے کے وقت ہر ایک قسم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی کی اور شیخ عبد اللہ ابن سالم مصری شافعی کی سے حاصل ہوئی اور ۱۲۲۳ھ ہجری میں طریقہ قادریہ اور مولفات حضرت پیران پیر کی اجازت اُنکے شیخ محمد بن عبد اللہ فاسی سے قاہرہ میں حاصل ہوئی تھی غرضکہ صاحب سلسلہ و اہل ارشاد تھے - ۱۲ ۱۲

السیّد ابن السیّد الحسینی الشریف المسمی والعنصر
سردار ابن سردار حسینی شریف نام اور اصل والا

هو احمد حمدت مناقبه التی
یہ احمد ہے جن نے اُس کے اون مناقب کی تعریف کی

منها طلاقة وجهه المستبشر
جن سے چہرے کی تروتازگی اور روشنی ہے

الطیب الاخلاق والاعراق
عمدہ اخلاق اور افعال والا ہے

الافعال ثم من سلالة حیدر
نہایت تیز طبیعت حیدر کی نسل سے ہے

وقیمة الدهر التی ما مثلها
اور بے بہا موتی ہیں اس زمانہ کے جن کا کوئی مثل نہین ہے

ونتیجة الکون البهی الانور
اور خلاصہ ہے زمانہ تروتازہ روشن کا

من لو رآه حاتم فی عصره
کون شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ مین دیکھتا

وندی یدیه الهاطل المتفجر
اور اُسکے ہاتھ کی مسلسل سخاوت کی بارش کو دیکھتا

یقضی له بالجود فسرا واغتدی
حکم کرتا کہ وہ سخاوت کے بیشہ کا شیر ہوا اور صباح کو مشہور ہوکر

معروفه یکسی لباس تنکر
لباس گمنامی کا پہن لیتا

او صافحت کفه قضی من حاتم
یا کف افسوس ملتا کہ کس شخص نے اسکو (اپنی ذات کیجانب اشارہ) حاتم کہا

لتفجرت بمواهب کالکوثر
بخششین مثل کوثر کے اُس سے جاری ہین

او لو رأی السفاح غرة وجهه
اور اگر سفاح اسکے روشن چہرہ کو دیکھتا

لاقر انه تبع فی حمیر
البتہ اقرار کرتا کہ خوبصورتی مین حمیر اُن کا تابع ہے

او قیل من خیر الخلائق کلها
یا پوچھا جاوے کہ خیر الخلق کون ہے

فالی شهاب الدین یومی المخبر
تو مخبر شہاب الدین کی جانب اشارہ کرے گا

ماذا عسی اثنی وعد صفاته
مجھ سے اُسکے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہو

وسعادة المشطر ومسطر
ہمسایہ اور مقرر کرنے والیکی سعادت ہین

اهل الکساء وخیر آل محمد
بلند مرتبے والے اور بہترین آل محمد ہین

ارجو شفاعة جدهم فی المحشر
مین اُسکے جد کی شفاعت کی روز محشر امید رکھتا ہون

صلی الله ما هبت صبا
جب تک کہ ہوا چلتی ہے انپر درود نازل ہو۔

مورخ موصوف نے سید صاحب کی تقدس و بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت وانشاپردازی کی تعریف بھی لکھی ہو اور عربی عبارت مین رقمطراز ہو کہ وفاخرة الهند بالعلاه وعلاه الخ یعنے زیبا ہو کہ ہندوستان آپ کی ذات وعلو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابن ہانی آپ کو دیکھتا تو بجاے معز الدولہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپکے اوصاف مین لکھے ہین سہ

فیا واحد الازمان جودًا ومنصبا
اے وہ شخص جو باعتبار اپنی سخاوت و منصب کے یکتاے زمانہ ہو

ویامن به الدنیا ترزق وتبسم
اور اے وہ شخص جسکے سبب سے دنیا ترو تازہ و شاداب ہے

ومن وجهه کالبدر یشرق نوره
اور اے وہ شخص جسکے چہرہ کی روشنی مثل ماہ کامل کے چمکتی ہو

ومن جوده کالغیث بل هو اکرم
اور اے وہ شخص جسکی سخاوت بارش سے بھی زیادہ ہے

ومن ذکره کالمسك فض ختامه
اور اے وہ شخص جس کا ذکر مثل مشک کے مہکتا ہے

وکالشمس نور بشره المتوسم
اور اُس کا روشن چہرہ نور مین آفتاب کا مقابلہ کرتا ہو

لقد حزت خصل السبق غیر منازعه
گھوڑ دوڑ کے میدان مین کوئی تیرا مقابل نہین

فانت علی اهل السباق مقدم
تو ہر سبقت کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے

حويت من العلياء كل كريمة
تونے ہر بڑی خصلت کو گھیر لیا ہے

به الروض يندى والزلى تبسم
جس سے باغ تروتازہ اور دنیا روشن ہو

اذا فاخر الامجاد يوما فانما
جب بزرگ لوگ کسی دن اپنے نسبوں پر فخر کرین

لمجدك في حال الفخار ليسلم
تو تیرا حسب ونسب فخر کا ذریعہ ہو

مناقب مثل اذاد الرمال
آپکے مناقب مثل ذرہ ہائے ریت کے ہین

تكد انامل حسابها
جسکے شمار سے اُنگلیان عاجز ہین

وتتعب الالسن دراسها
اور زبانین آپ کی تعریف سے عاجز

وتفنى قراطيس كتابها
اور کاغذ آپکی تعریف لکھنے والونکے لیے کافی نہین ہوسکتا

وهو المتقدم فى البلاغه
اور وہ متقدم ہین بیچ بلاغت کے

وقد اربى على سحبان وائل
اور تحقیق زاید بلند ہین سحبان وایل سے

والمتاخر الزمن وقد اتى بما
اگر زمانتا وہ متاخر ہین

لم يستطعه الاوائل
لیکن اُنکے مقابلہ مین کسی متقدمین کو طاقت نہین

لو كان فى عصر لبيد
اگر وہ لبید کے زمانہ مین ہوتے

يقطع اليه الفوافد والبيد
تو لوگ جنگل اور میدان قطع کرکے اُن ہی کے پاس آتے

اوطرفة بن العبد يقال هذا هو الطرفة وانا المريد
یا طرفہ بن عبد کے زمانہ مین تو وہ کہتا کہ یہی وہ طرفہ ہین اور مین مرید ہون

اوقال هذا هو السيد وانا من العبيد
یا کہتا یہی وہ سردار ہین اور مین غلام ہون

تجاوز قدح المدح حتى كانه
وہ مدح کی حد کو اسقدر تجاوز کر گئے ہین

باحسن ما يثنى عليه يعاب
کہ ہینا حق بجانب ہے کہ جو کچھ انکی تعریف کیگئی وہ انکے لیے کم اور نقص ہے

سید صاحب کی روشن ضمیری کے متعلق نقل بیان کی جاتی ہے کہ ایک عالم زاہد خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لائے - سید صاحب اُسوقت کبوتر و نکی کا بک بنانے مین مشغول تھے اُن خشک مُلا کے دل مین یہ خیال آیا کہ جب آپ اِس قسم کے مشاغل ہین تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صاف باطنی سے اُنکے اِس خطرہ پر آگاہ ہوگئے اور کہا کہ دل بہ یار و دست بکار پر عمل ہے یہ فقرہ سُنکر وہ صاحب نہایت نادم ہوے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محظوظ ہوے - شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہجہان پور ہر دو جگہ رہا کرتے تھے دونون جگہ آپکے مکانات تھے اور ہر دو مقامات پر ارادتمندون کا حلقہ وسیع تھا - آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھین یعنی سید داؤد صاحب سید محی الدین صاحب سید عبد الرزاق صاحب سید خیر اللہ صاحب بی بی آمنہ پانچ اولادین بی بی اچی کے بطن سے متحد البطن تھین اور گل بیگم صاحبہ کے بطن سے ایک صاحبزادی تھین جن کا نام خدیجۃ الکبریٰ تھا اور دو صاحبزادے سید ابراہیم صاحب اور سید رحمت اللہ صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جد امجد کے نام نامی پر رکھا گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ جمادی الثانی سنہ ۱۱۲۹ ہجری کو جب کہ فرخ سیر بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا ہے جس کی نقل[1] بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھدی گئی ہے سید صاحب

---

[1] نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل بیگم صاحبہ منجانب سید احمد صاحب بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرار کردہ اعتراف معتبر شرعی نمود مسمی سید احمد ابن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہجہان پور علاقہ پرگنہ کانت گولہ سرکار بدایوان مضافات بصوبہ دار الخلافت شاہ جہان آباد حال جزاً اقرار شرعا بدینوجہ کہ بخشیدہ و تملیک شرعی کردہ ام بمسماۃ گل بیگم بنت کمال الدین خان مرحوم زوجہ منکوحہ خود الحال [illegible]

کی حیات کا زمانہ ۱۲۳۱ھ ہجری تک تو تحریر مکتوب سے ثابت ہے اسکے بعد کا اور کوئی کاغذ
دستیاب نہین ہوا ایک مدت تک شاہ آباد آپکے فیوض و برکات سے پر نور و معمور
رہا بالآخر ۲۲ ذی الحجہ کو آپ نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی
سنہ وفات کا کہین پتا نہین چلا ۲۲ ذی الحجہ تاریخ رحلت ایک قدیم بیاض مین
لکھی ہوئی ہے اور اسی تاریخ کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے مزار آپ کا محلہ کٹرہ سجاد شاہ آباد
مین مشہور روزگار ہے جو درگاہ سید ابراہیم صاحب کے نام سے معروف ہے کیونکہ آپ کے
صاحبزادے سید ابراہیم صاحب بھی اُسی خطیرہ مین مدفون ہین نہایت پر انوار مقام
ہے تصرف و حاجت روائی کے اعتبار سے زیارت گاہ خاص و عام ہے حضرت
شہاب الدین سید احمد صاحب کی اولاد امجاد ہی سے شاہ آباد اور شاہجہانپور مین
سادات غوثیہ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے ایک شجرہ مین جو آپ کی زندگی کا خیال کیا جاتا ہے نو ۹
صاحبزادے تحریر ہین اور دوسرے شجرے مین بارہ ۱۲ صاحبزادے لکھے ہوئے ہین ممکن
ہے کہ تین صاحبزادے اس شجرہ کی تحریر کے بعد عالم وجود مین آئے ہون یا یہ تین فرزند

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ او بود در تحت و تصرف مالکانہ خود داشت تا زمان این تملیک شرعی
خالیا عن حق الغیر و عما یمنع جواز التملیک و نفاذ ہمگی و تمامی یک منزل حویلی کہ مشتمل بر منسوبات متعددہ مسقفہ قریبہ بنی تحتانیہ
پختہ و غیر ذالک کہ واقعہ است در قصبہ شاہ آباد عملہ پرگنہ پالی سرکار خیرآباد تابع صوبہ اودہ محدود است بدین حدود اربعہ شرقی
آن ملاذق است بحویلی حاجی الہ بخش صاحب و حاجی احمد خان و سبے و غربی آن ملحق است بحویلی لعل خان و عظمت خان و جنوبی
آن متصل است بحویلی ارادت خان و فتح خان و شمالی آن پیوست بحویلی کلو تیلی و بھوری و حاجی مدد خان و نقیب خان
با جمیع حدود و حقوق و مرافق آن داخلی و خارجی از قلیل و کثیر و ما یتصاف نیسب الیہا تملیکا صحیحا شرعیا جائزا نافذا و قبض شرعی
کردہ مملک لہ مذکور محدود مذکورہ را باذن تسلیم مالک مذکور پس باقی نماند مالک مذکور را در محدود مذکور ہیچ حقے نصیبی و جہی من الوجوہ
و سببی من الاسباب فقط۔ تحریر فی التاریخ بست و دوم ۲۲ جمادی الثانی ۱۲۰۹ ہجری مطابق سنہ جلوس میمنت مانوس ...

گواہ شد خلد اللہ ملکہ — گواہ شد — گواہ شد — گواہ شد — گواہ شد مہر سید احمد — گواہ شد سید محمد صالح
سید عبد الرزاق — سید سلیمان — سید داود — حافظ جعفر — شایستہ خان ... — شہد بافیہ عبد الحلیم یار ... جمیل

پیدا ہوکر رحلت کر گئے ہوں ایک کاتب نے اِن کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا دوسرے نے غیر ضروری۔ سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں پیشتر سید صاحب کے آباواجداد کا شجرہ لکھا جاتا ہے اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہوگا۔ سید صاحب کی تلوار بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آرہی ہے۔

شہاب الدین سید احمد خان
بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی
بن سید شمس الدین محمد
بن سید سیف الدین حموی
بن سید ابو اسحاق ابراہیم
بن سید شمس الدین محمد
بن سید علاء الدین علی
بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی
[illegible]
بن سید عفیف الدین حسین
بن سید محی الدین عبد القادر جیلی حموی
بن سید شمس الدین محمد حموی
بن سید ابی نصر محمد
بن قاضی القضاۃ ابو صالح نصر
بن حافظ العراق تاج الدین ابو بکر سید عبد الرزاق
بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینی قدس اللہ العزیز

سید صاحب کے چچا سید علی ابوالحسن صاحب کا انتقال شاہجہان پور میں ہوا اور محلہ جھنڈا کلان واقع شاہجہان پور میں مدفون ہوے آپکے مزار پر حضرت مرزا مظہر جان جانان دہلوی تشریف لاے ہیں ہندوستان میں سید علی صاحب نے شادی نہیں کی اور نہ یہاں آپکے اولاد ہوئی مگر حماہ شریف میں آجتک آپ کی اولاد موجود ہے۔

سیّد صاحب کی اولاد نرینہ و دختری کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے مرتب کرکے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی جہان تک ممکن ہوسکے لکھدیے ہیں۔ شجرہ صفحہ آیندہ پر لکھا ہوا ہے۔
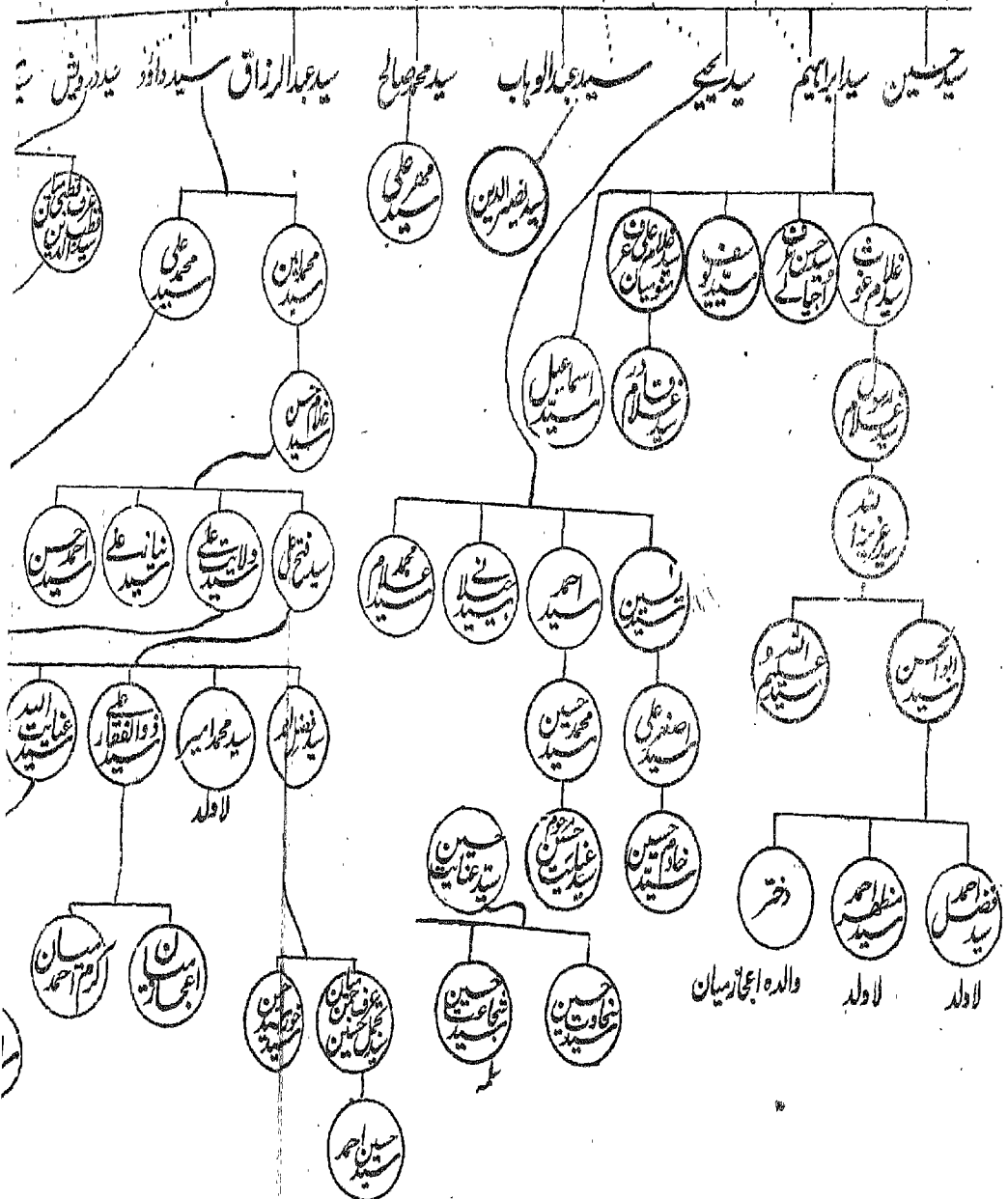
سیّد محمد صالح صاحب سید احمد صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی کہے جاتے ہین بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر بتلاتے ہین آپ اور ایک آپ کی بہن سیّدہ فاطمہ متحد البطن تھین آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اورنگ آباد سے شاہ آباد تشریف لائے تھے جو شجرہ کہ سید صاحب کے زمانہ حیات مین مرتب ہوا ہے اُسمین جسطرح کہ آپ کے جد امجد اور والد ماجد سرخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہین اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیون مین امتیازی طور پر لکھے ہوے ہین سید محمد صالح صاحب نہایت نامی عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہی کہ ایک بار آپکو مجلس سماع مین کیفیت طاری ہوئی اُسی حالت وجد مین آپنے اپنا کرتہ اُتار کر قوالون کو دیدیا جس کی برکت سے قوالون کی نظر سے پردہ حجاب کا اُٹھگیا اور وہی کیفیت انپر طاری ہوگئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی جب امرا کے یہان کوئی تقریب ہوتی تو حصول برکت کے لیے آپ بلا کر شریک کیے جاتے چنانچہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نبیرہ تھے اُن کا عقد[۱] مسماۃ روشن آرا بیگم بنت سیّد بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کرور پچیس لاکھ

---

[۱] نقل نکاح نامہ نواب تاج الدین خان بوکالت سید محمد صالح صاحب - الحمد لله الذی جعل النکاح سنت الانام ومتصلا قاطعا بین الحلال والحرام حصنا للفواحش والآثام والتعالل الی الانام والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آله واصحابه البررة الکرام ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون قال النبی صلعم عن النکاح سنتی فلیس منی - اما بعد این وثیقه حجت شرعیه که بزیور صدق آراسته مبنی وساریست بر آنکه تاریخ نوزدهم شهر ذی الحجه سنه جلوس فرخ سیر شاهی برین خواست و در عقد نکاح شرعیه خود آورد مسمی نواب بهادر خان بن[illegible] بهادر بن زین الدین خان شهید بن نواب غیرت خان نفس نفیس عاقله بالغه زین المستورات تاج المخدرات مسماة روشن آرا بیگم بنت سید بهادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم بتزویج وکیلش میر محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابراهیم کرم بصدق وکالت او اختیار نمود شاهدین عاقلین بالیقین شیخ بکا بن شیخ برخوردار بن شیخ فیروز و میر محمد هاشم بن محمد حسین بن

روپیہ کا دینا مہر مقرر ہوا اس مناکحت کے وکیل بھی سید محمد صالح تھے آپ کی پھوپھی نواب
احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر کی پھوپھی تھیں بعض لوگ سید صاحب کی اولاد مین ایک صاحبزادی
ہونا بیان کرتے ہین جس کا نام سیدہ عایشہ تھا کاغذات سے آپکے ایک فرزند سید محمد علی ثابت
ہوتے ہین ممکن ہو کہ یہ صاحبزادے آپکے حین حیات ہی مین فوت ہو گئے ہون اور آپ کی
صرف صاحبزادی رہ گئی ہون شاید اسی وجہ سے آپ کا پکا باغ اور پکا مکان نواب
احمد علیخان نے اپنی پھوپھی کے ذریعہ سے اپنے قبضہ مین کر لیا تھا جو آج تک چھوٹی
ڈھیوڑی کے متعلق ہے آپ کا مزار پر انوار محلہ شیر صاحب مین آپکے پکے باغ کے شمالی
اور شرقی گوشہ پر واقع ہو باغ کے جنوبی اور غربی گوشہ پر آپ کا مکان تھا کنوان وغیرہ
ابتک باقی ہو -

جب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی جو عالم متبحر اور عارف باللہ تھے
شاہ آباد تشریف لائے تو افضل خان صاحب تاجر اپنے مکان واقع موضع دریاپور
سے عبد السبحان خان صاحب [illegible] کے مکان واقع محلہ [illegible] کو تشریف لیجا رہے تھے
حافظ غلام علیخان ہمراہ تھے اثنائے راہ مین جب سید محمد صالح صاحب کے مزار کے قریب

بقیہ حاشیہ [illegible]

[illegible]

[illegible] بہادر خان [illegible]

[illegible] صالح محمد بن سید [illegible] مظفر [illegible]

پہونچے تو مولانا صاحب کو کچھ انوار نظر آئے حافظ صاحب سے پوچھا کہ یہان کوئی بزرگ
اہل اللہ سے آسودہ خاک ہین اور جب مولانا صاحب آپکے مزار پر پہونچے تو نہایت
ادب سے ٹھہر گئے اور کشف القبور کا مراقبہ کیا اور آپ کا نام نامی حاضرین کو تبلایا
اور آپ کے عالی مراتب اور مقبول الٰہی ہونے کا مفصل حال سنایا اکثر لوگونکی مُرادین
آپ کی ذات بابرکت کے توسل سے حاصل ہوتی ہین آپکے خاص دست مبارک کا مُہر کیا
ہوا ایک کاغذ راقم کے پاس موجود ہی یہ کاغذ تملیک نامہ ہی جوگن بیگم صاحبہ کے نام
معاوضہ مین تحریر کیا ہے اس کی سند۱۵ ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۹ ہجری کو تحریر ہوئی ہے
آپ کی صاحبزادی عایشہ بی بی کے بطن سے دو بیٹے اور کئی بیٹیان پیدا ہوئین سیدہ
عایشہ کی چھوٹی بیٹی بھیکن میان برادر قطبی میان صاحب کو منسوب تھین ۔

سید ابراہیم صاحب شہاب الدین سید احمد صاحب کے فرزند تھے

جوگن بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا تھے اور آپ کا نام حسب قاعدہ عرب اپنے دادا کے
نام پر رکھا گیا۔ آپ دینی و دُنیاوی اوصاف مین مثل اپنے بزرگون کے متصف تھے
سید ابراہیم صاحب کی تین بیویان تھین زوجہ اولی سے تین بیٹے یعنی سید غلام غوث
صاحب سید حسن عرف میان اُجیالے صاحب سید حیدر صاحب

---

۱۵ نقل اقرارنامہ سید محمد صالح بنام بی بی جگن بیگم صاحبہ - باسمہ سبحانہ تعالیٰ [مہر: سید احمد گیلانی محمد صالح ابن]
اقرار کردہ و اعتراف صحیح شرعی نمود فخر باسم و نسب محمد صالح ولد میر سید احمد گیلانی در حالت صحت نفس و ثبات عقل و جواز تصرفات
یک قطعہ زمین بابت خرید خود کہ محدود است بدین حدود اربعہ معروفہ موصوفہ شرقاً ... غرباً ... شمالاً ... جنوباً ... شارع عام
عوض یکقطعہ زمین مشہور حویلی ... کہ مملوک عصمت و عفت مرتبت بی بی جگن بیگم ... کمال الدین خان مرحوم است و محدود
بدین حدود اربعہ موصوفہ معروفہ شرقاً ... غرباً ... شمالاً ... جنوباً ...
مرقومہ ادیم و بر زمین موصوف عنہ قابض شدیم و ثنا ذ متقر ... از قطعہ عوض ... نبود دعوی و حقی و خصومتی و کان ذالک
بحضر من العدول و الثقات نوشتہ شد این خط بیست و چہارم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۲۹ ہجری -

اور زوجہ دویم کے بطن سے سید اسمٰعیل عرف بدھو میان زوجہ سیوم کے بطن سے سید غلام علی عرف منو میان اور سیدہ فرحت تھین سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد حیات مین کردی تھی مرادن صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے کہکر دو چک اور ایک دیوانخانہ اور ایک سہ دری اور ایک قطعہ اراضی جو عقب دیوانخانہ تھی اور حق وزنکشی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی چکوک و مکانات سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادون کو عنایت کیے۔ سید ابراہیم صاحب کے نام ایک بیعنامہ جو دستاویز بیگہ پانچ بسوہ پختہ باغ کا ہی اور وہ اراضی مین لادوپور محلہ باقرزئی کے واقع ہی جس کی حد شمالی باغ اجمیری خان اور حد جنوبی باغ جمال الدین خان ذکریا خیل ہے ڈیڑھ سو روپیہ کو خرید کیا گیا تھا بیعنامہ غرہ رجب سنہ ۱۱۵۸ ہجری کو تحریر ہوا ہی اور اسپر مہر ان کی نانی صاحبہ یعنی اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد سردار خان کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دو سندین اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہین جو منجانب نواب شیر انداز خان کے تحریر ہوئی ہین ایک سند ایک قطعہ باغ علاول خاص خیل کی ہے جو بیس بیگہ پختہ اراضی کا ہی ۵ ماہ رجب سنہ ۱۱۵۶ ہجری کو تحریر ہوئی ہے اور ایک سند مین قطعات چکوک کے درج ہین اور بیست اار ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۰ کو تحریر مین آئی ہی۔ سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اور ایک خواہر خدیجۃ الکبرے تھین غرضکہ سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کاغذات اراضیات کے تھے اور شاہ آباد کے سادات غوثیہ کے آپ ہی مورث اعلی ہین۔

سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے تھے آپکے مرید جبل پور مین زیادہ تھے اسلیے آپ کا وہان قیام ہوا اور آپ نے وہین انتقال کیا جبل پور مین

سید سلیمان صاحب کا مزار ہی آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث عرف
مُرادن صاحب تھے جن کے متعلق کاغذات مین ہر کہ عالم کامل سراج الاولیا
بن سید سلیمان صاحب جاہ وحشمت بود ان کی مُرید بھوپال
کی کوئی بیگم صاحبہ بھی تھین۔ سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیان بھی تھین بعض ناگپور
مین آپ کا مزار بتلاتے ہین۔

سید عبدالوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے
باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک دختر اور دو صاحبزادے
یعنے سید نصیرالدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اس شاخ کے مفصل
حالات نہین معلوم ہوے محلہ جھنڈہ شاہجہان پور مین مدفون ہوے۔

سید درویش صاحب پانچوین صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکی ذات
بھی نہایت واجب التعظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیان تھین ایک فرزند
قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیحدہ درج کیا گیا ہی دوسرے فرزند سید
سراج الدین عرف بھیکن میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سید وبی بی شاہ مدن صاحب
کو منسوب تھین دوسری اپنی برادر چچازاد سید محمد صدیق فرزند سید سلیمان صاحب کو
منسوب ہوئی تھین تیسری صاحبزادی غیرت بی بی پیہانی مین منسوب تھین آپ کی اولاد
نے شاہجہان پور ورام پور مین سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپ کے فرزند قطبی میان صاحب
کے حالات مین بیان کیا جاے گا آپ کا مزار دہلی مین ہے۔

سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپکے نبیرہ غلام حسن صاحب
اور اُنکے فرزند فتح علی میان صاحب سے سلسلہ پیری و مریدی کا جاری ہو آپ کی اولاد امجاد

مین سادات شاہجہان پوری مین جو محلہ جھنڈے سے مین آباد ہین سید تجمل حسین صاحب عرف
چھٹن میان مسند سجادگی پر بالفعل رونق افروز ہین با صداقت اخلاق اور جملہ اوصاف مین اپنے بزرگونکی
یادگار ہین فی زمانہ بزرگ نقشبندی مین مغتنمات سے ہین راقم کو بھی اُن سے خلوص و نیاز
حاصل ہے سید داؤد صاحب شاہجہان پور مین دفن ہین انکے نام چار مواضعات کا
فرمان ابو المظفر شاہ دہلی تھا جس کی بحالی کی سند[۱] حاشیہ پر درج ہے۔ آپ کی چار لڑکیان
اور [illegible] فرزند سید داؤد صاحب کی نسل مین سید فتح علی میان صاحب تصرف
بزرگ تھے ان کو اجازت آبائی حاصل تھی اور اپنے پیر سے بھی ان کے پیر و مرشد سید غلام
علی صاحب تھے جو شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کے پوتے تھے سید فتح علی میان
صاحب کا ایک رسالہ تصنیف سراج السالکین ہے جو تصوف مین قابل دید اور فارسی
زبان مین ہے آپ کا انتقال ۱۲۶۰ ہجری مین ہوا اور اپنے وطن شاہ جہان پور مین
مدفون ہوئے آپ کے متعلق مستند روایت ہے کہ بعد انتقال کے آپکے حالات ملا شاہ
سالک جہت دو نے لکھنا شروع کیے آپ نے اُن کو ممانعت فرمائی اور اپنی زندگی
مین بھی سید صاحب نے ملا صاحب کو اپنے حالات لکھنے کی ممانعت فرمائی تھی ایکبار
مولوی غلام حیدر خان عرف جھینگا خان کو سخت بخار آیا شدت بخار مین لحاف اُوڑھے
پڑے تھے اُسی حالت مین سید فتح علی میان صاحب کو خواب مین دیکھا کہ آپ نے ایک

[۱] سند — آپکی چار لڑکیان [illegible] (نشان نواب [illegible]) بدستور سابق بحال متصدیان حال و استقبال پرگنہ کانت گولہ سرکار بداون مضاف
صوبہ دار الخلافت شاہجہان آباد [illegible] موضع [illegible] پرگنہ مذکور [illegible] میان صاحب سید داؤد
[illegible] از ابتدای فصل خریف سال ۱۱۹۲ [illegible] میان صاحب موصوف نموده [illegible]
[illegible] میان صاحب موصوف [illegible] تمام و کمال [illegible] حسب المسطور بعمل آرند تاریخ
[illegible] موضع [illegible] پرگنہ کانت گولہ [illegible] مقرر اند حضرت پیر و مرشد

ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز جسطرح کہ بُت سے جھنکار نکلتی ہے پیدا ہوئی مریض مذکور جب
بیدار ہوے دیکھا کہ بخار مطلق نہین بالکل جاتا رہا۔

سید یحییٰ صاحب سید احمد صاحب کے ساتوین صاحبزادے تھے جنکے
متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے عارف باللہ اور صاحب سجادہ تھے آپکی اولاد
مین چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہجہان پور مین ہے اور اُنکے اسما شجرہ مین تحریر ہوے
ہین آپ کا مزار بھی شاہجہان پور محلہ جعفرپورہ مین ہے آپکے ایک فرزند سید حسین عرف
ککن میان صاحب تھے جن کا مزار اجمیر شریف مین ہے۔

سید عبد الرزاق صاحب آٹھوین صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے
بزرگون کے واجب التعظیم تھے۔

سید حسن صاحب و سید محی الدین و سید خیر اللہ صاحب و سید حسین یہ بھی فرزندان تھے
و سید حسین صاحب لاولد تھے [illegible] شاہجہان پور مین مدفون ہوے۔ ان
چارون صاحبزادون کے نام بھی شجرہ مین تحریر ہین مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہین
چلا مگر حسن میان صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محی الدین صاحب اور سید
محی الدین صاحب اور سید خیر اللہ صاحب شاہجہان پور مین مدفون ہوے۔
سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے
سید رحمت اللہ نام کے تھے ممکن ہو کہ سید رحمت اللہ ابراہیم صاحب کا عرفی نام ہو یا
کوئی دوسرے فرزند ہون ہم نے آپکے فرزندون کے نام سلسلہ شاہ مین صرف اندر
صاحب کے تحریر کیے ہین یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب
کو خلف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہین اور بعض سید داؤد صاحب کو جو شاہجہان پور مین

تشریف فرماتھے واللہ اعلم بالصواب۔

عہد شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد مین ظاہری حالت سے بھی خوش حال رہی اِنکے پاس بہت سے چکوک وارا ضیات تھین بعض کاغذات و اسناد اُن کے اسوقت ہمارے پیش نظر ہین سید نور اللہ عامل شاہی نے سید حسن عرف اجیالے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سند[1] بھی لکھی ہوا اور نیز باہمی خاندان ہین چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہو اُسکی فرد ہر ایک کی دستخطی موجود ہو اُس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے

چک سرائے چک منگیادان چک منکوحہ میان حید رضا چک بزاری چک سلیمانی چک مہند چک کٹیرہ مٹو میان چک میان فقیرن چک ہری چک باغ گلخان چک تریر چک سوزونالہ چک جہرہ چک خرید کردہ میان عبدالقادر صاحب از بی بی عیدن بنت اسمعیل صاحب چک مہلیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبدالقادر صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فقیرن میان کے تقسیم ہوئی ہو مُہرین پڑی ہوئی ہین غلام رسول صاحب کا سجع نہایت دلکش ہے[1] لطف غوث است بر غلام رسول۔

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ وجھنڈا و باغ وغیرہ مساوی طور پر آپ کے فرزندو نپر تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علی صاحب دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سرا کے لگانا چاہا مگر فقیرن میان

---

[1] (مُہر: سید نور اللہ) نوشتہ نور اللہ متصدیان حال و استقبال محال جاگیر شاہ آباد بدانند۔ چکات سید ابراہیم صاحب پیرزادہ از قدیم الایام معاف ست حالا باہتمام سید حسن عرف اجیالا ولد سید ابراہیم معاف نمودہ شد باید کہ از محصول چکات مسطورہ مزاحم و متعرض نشوند و دریں باب تاکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر تاریخ چہارم شہر رجب المرجب ۱۱۹۰ ہجری۔

نے اپنی دونوں بھتیجوں کو یعنے منگو حا او چیالے میاں وحیدر میاں کو مزاحمت پر آمادہ کیا مگر نواب احمد علیخان تعلقدار باسط نگر نے فیصلہ کرادیا فقیرن میاں نے جو اپنی دادی کے مہر کا دعوی پیش کیا وہ ثابت نہ ہوا کیونکہ حسب رواج خاندان کے عـــہ ہزار روپیہ مہر صاحب نے ادا کر دیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو (مار) سو روپیہ وظیفہ ملتا تھا وہ سید صاحب کے بعد اُن کے فرزند سید غلام علی حسین کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خان نے مع ـــہ روپیہ بحال رکھے اور سید غلام قادر اور سید عباس علی میاں کے نام منتقل کیے جو اُن کے بعد سید امین الدین صاحب کو ملتے رہے یہ کیفیت سید باقر حسین ولد سید امین الدین صاحب کے مقدمہ میں مفصل مرقوم ہے۔

افسوس کہ اس خاندان میں اب تنزل ہوئی زمانہ سید فضل احمد میاں صاحب مغتنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیسا تھ پیش آتے تھے حج سے واپس آکر سنہ ۱۳۲۲ ہجری میں جوان مرگ انتقال کر گئے تاریخ اُن کی راقم نے یہ لکھی ہے[۱]
فضلِ احمد زمکہ آمد مُرد ۱۳۲۲ مظہر احمد میاں بھی لاولد انتقال کر گئے اب صرف اعجاز احمد میاں سید ذوالفقار علی میاں صاحب کے فرزند اور فضل احمد میاں کے بھانجے اس درگاہ پر چراغ روشن کرنے والے نظر آتے ہیں باقی اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

قطبی میاں صاحب اصلی نام جلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے

---

[۱] راقم نے دوسرا قطعہ بھی فضل احمد میاں کے متعلق لکھا ہے وہ یہ ہے

یک سید نیک جاہ شدہ واصل اللہ	از اختر وہ کام جہان فرقتا و دہر
تاریخ ہمین سال رقم کرد مظفر	او سفر کرد و اشد از این دہر
	۱۳۲۲

اور شہاب الدین سید احمد صاحب کے پوتے تھے آپکے والد موصوف سلطنت کی قدردانی سے دہلی مین قیام فرماتے تھے قطبی میان صاحب دہلی مین پیدا ہوے بعد پیدایش کے اکثر رویا کرتے تھے اور آپکے والد قطب صاحب کے مزار پر لیجاتے اور آپ ساکت ہوجاتے تھے اس وجہ سے آپ کا قطبی صاحب نام مشہور ہوگیا اور بکثرت استعمال قطبی سے قطب الدین نام قرار پاگیا قطبی میان صاحب بڑے باخدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے دینداری کیساتھ ظاہری مشاغل دنیا کے بھی آپنے اختیار کیے تھے - بعہدہ چکلیداری ملازمت کی تھی - آپ کا مسلک جیسا کہ بزرگان دین کا کہ اپنے باطنی حالات کو اہل دنیا سے مخفی رکھتے ہین مخلوق کیساتھ ظہور مین آتا تھا کثرت سے لوگ آپ کے مرید تھے آپ کی ادنی کرامت یہ ہی کہ اپنے عرس مین آپ خود نمودار ہوے ملفوظ رزاقی یعنے تذکرہ شاہ عبدالرزاق بانسوی (ق) کے (ص۱۲۲۳) مین ہی کہ قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید محب اللہ صاحب نے آپ کے عرس شریف مین سیدنا شاہ غلام علی صاحب کو جو نبیرہ شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کے تھے بلاکر شریک کیا جب راگ شروع ہوا سید صاحب ممدوح نے فرمایا کہ مجکو اس جگہ سے مسجد لیچلو مجکو یہان بیٹھنے کی طاقت نہین ہی صورت مبارک سید قطبی صاحب کی نمودار ہوئی ہی مجکو اُن کے جمال دیکھنے کی تاب نہین -

---

سلہ روز عرس سید قطب الدین صاحب قدس سرہ کہ تاریخ پانزدہم ربیع الاول می شود صاحبزادہ عالی نسب سید محب اللہ فرزند و مرید حضرت سید ممدوح واز حضرت پیر و مرشد برحق نور اللہ مرقدہ نیز استفادہ حاصل کردہ بودند در مجلس عرس والد بزرگوار خود جناب ممدوح را نیز بتکلف شد در آن محفل مغنیان نغمہ سرائی می کردند بود دیری جناب مقدس از این خاکسار فرمود کہ مرا ازینجا کہ مسجد در متصل بود ببرید مرا طاقت نشستن اینجا نیست چرا صورت مبارک سید قطب الدین ہویدا است مرا تاب دیدن جمال شان نمیتواند شد چون جناب پیر و مرشد را خواستم کہ ببرم صاحبزادہ موصوف مانع شد بعد دیرے جناب ممدوح باز ازین خاکسار فرمود کہ چارپائی مرا در مسجد ببرید باز صاحبزادہ ممدوح ممانعت نمود جناب مقدس فرمود کہ در اینجا صورت مبارک سید قطب الدین پیش نگاہ است مرا تاب نظر بر جمال شان نیست شما مانع نشوید پس جناب ممدوح را در مسجد بردیم

یہ روایت بھی ملفوظ رزاقی میں مرقوم ہے کہ سید تا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکمل وقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب سے کمال محبت قلبی اور طبیعی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بار سید صاحب بانسوی کی خدمت میں راگ شروع ہوا قوال نے رباعی ع گل گفت کہ من مذہب دینی دارم چھیڑی قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید عبیدہ اللہ عرف موتی میان کو گریہ وزاری پیدا ہوئی شیخ نجف علی نے نواب محمد خان سے کہا کہ موتی میان کو جو یہ گریہ وزاری لاحق ہوئی ہے کچھ محبت الٰہی کا غلبہ بھی ہے یا خالی مکر ہے اور سنا جاتا ہے کہ انکے والد ماجد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہیں ہے نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہو کر تصدیق کی سید صاحب فوراً اس گفتگو پر آگاہ ہو گئے اور دونوں اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اے محمد خان سید قطب الدین صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہیں وہ ہرگز نہیں اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی کہ جس کو میں جانتا ہوں سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ میں طاری ہوتی تھی وہ محبت الٰہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت اُن کا نام بدنام کرتے تھے جو لوگ ظاہرین ہوتے ہیں وہ سامان دنیا دیکھکر اکثر چھیڑا کیا کرتے ہیں اور آخر میں ندامت اُٹھاتے ہیں ۔

قطبی میان صاحب کو اگرچہ اپنے آبا و اجداد سے اجازت و خلافت حاصل تھی مگر اسحاق[1] میان صاحب سے جو شاہ عبد الرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہجہانپور

---

[1] شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پٹھان لودھی تھے شاہجہان پور گاڑی پورہ میں رہتے تھے ابتدا سے عمر سے محبت الٰہی کا انکے دل پر غلبہ تھا بعد کو اکمل روزگار ہوئے آپ کے بہت حالات ملفوظ رزاقی میں مذکور ہیں ۲ ذیقعدہ کو وفات پائی شیر علی میان صاحب بانسوی جب آپکے مزار پر حاضر ہوئے اور اسحاق میان نظر

مین ہم ارادت واتحاد تھا اُس زمانہ مین ایک بزرگ محمود خان صاحب جو خاندان
صابریہ کے مرید اور اکمل وقت تھے وہ شاہ جہان پور مین رہا کرتے تھے اُن سے
بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد مین زیادہ
رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمشیرہ جو اہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تھین لاولد
تھین اُن کو آپ سے بے حد موانست تھی اور بقولے آپ کو اُنھون نے اپنا متبنّٰی کیا تھا۔
قطبی میان صاحب موزون طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونون زبانون
مین آپ کا کلام دلکش ہے یہ شعر آپ ہی کا ہے ؎

محبت رشتۂ نازک ندارد تاب خودبینی　　باندک دم زدن بدل گرہ زنار می آید

آپ کی ایک ٹھمری جو صوفیون کی بزم مین اکثر قوال گاتے ہین اور صاحبان حال
اُس سے وجد مین آتے ہین یہ ہے ؎ جھنجوا لگے نہ بیتی سو بیتی اب تھوڑی رہی ہے
اب تو تھوڑے گھر آو　برہا نے چنگی پھونک دئی　بن پیا کون بجھاے　سید کے ہم
گاون رہت ہین پوری دہرو موری ناؤ۔

بعض مُریدون نے آپ کو چکات باغات نذر بھی کیے تھے چنانچہ اِس محلہ سلیمانی
مین بھی لوگ آپکے مُرید تھے اور یہان ایک باغ مین ایک درخت جو (دوشاخی آم) قطبی صاحب
کا مشہور اور آجتک آپکے نام سے منسوب کھڑا ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکلیداری کا سرکار لکھنو سے دوبارہ ملا ہے وہ
آج تک موجود ہے نقل اُسکی یہانپر درج کی جاتی ہے۔

بقیہ صفحہ گذشتہ آئے تو میان صاحب بانسو پہنچی آپ کا سنہ وفات پوچھا آپنے مصرع ؎ یکہزار و یکصد و ہفتاد بود پڑھا
ایک بار غلام علی شاہ صاحب آپکے مزار پر تشریف لیگئے تو عالم مکاشفہ مین اسحاق میان صاحب آپ کو اخوند گوجر کے مزار
سے اپنے مزار پر کھینچ لیگئے۔ غرضکہ آپ کامل بزرگ تھے مزار بھی آپ کا پر تصرف ہے۔

نقل پروانہ چکلیداری بنام قطبی میاں صاحب منجانب نواب امیر الدولہ انتظام الملک حیدر بیگ خان بہادر نصرت جنگ نائب وزیر سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت - خدمت چکلہ بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ جھاؤ لال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و محالات متعلقہ آن مہربان بانمہربان از حضور پرنور بحال و برقرار اند شقہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بخاطر جمع بکار محالات خود مستعد بودہ سعی بافزونی تردد نمایند و باقیات سنہ ۱۱۹۴ فصلی کہ بذمہ شماہاست منجملہ آن تنخواہ سپاہ ہرچہ شدہ بسپاہ بدہند باقی دیگر بحضور ارسال دارند و قدرے یک قسط پیشگی سنہ ۱۱۹۵ فصلی ارسال دارند کہ حسن مجرائی ایشان است درین امر تغافل نشوند۔

مہر حیدر بیگ خان ۱۱۹۹

قطبی صاحب نے جو عرضداشت بعض امور کی سرکار لکھنؤ مین بھیجی تھی وہ بھی احکامات روبکاری سے مزین ہوکر صادر ہوئی تھی جسکی نقل بجنسہ تحریر کی جاتی ہے -

نقل

مہر: خادم شرع شریف قاضی محمد مہدی ۱۱۸۸

واجب العرض — امیدوار از فضل و کرم کہ واقعات مفصلہ ذیل بدستخط مزین شوند

بدستخط خاص
دو صد روپیہ
وصول شدی
دو ماہی

از راہ پرداخت مدد خرچ ذات بندہ و بندہ زادہ موافق شخصیت باید بدستخط خاص مزین شوند

بدستخط خاص
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

پرگنہ شاہ جہان پور کہ بہ بندہ تفویض می شود متعلقات کہ در علاقہ دیگران شدہ ہر جا کہ گنجایش تو هم ادید خام کردہ خواہم گرفت تا لش کسی در حضور پذیرا نشود کہ باعث خلل و بدعملی نگردد و ہر کسے کہ از حضور رعایت و تخفیف شود از روی تشخیص تو د آنچہ گنجایش باشد در قبولیت خود مجرا باید چرا کہ بدون این در سرکار سر انجام نخواہد

[illegible]

دو ضرب توپ و یک پلٹن و دو صد سوار تا سال آخر تعینات باشند [illegible]
بخوبی خواہد شد۔

[illegible]

و اصلاحات خام و عاملان معزول ہرچہ باشد مجرا باشد

[illegible]

حاشیہ صفحہ (۲۲۱) حیدر بیگ خان عہد حکومت نواب آصف الدولہ میں سرفراز الدولہ حسن رضا خان وزیر اعظم کے نائب تھے امیر الدولہ لقب تھا
اپنی صفات میں وحید العصر تھے تھوڑے عرصہ میں اُنھوں نے اپنی دانشمندی سے تمام امورات سلطنت پر تسلط حاصل کر لیا تھا
حسن رضا خان بجز نام کے وزارت کے کوئی چیز نہ تھے کیونکہ اُمّی محض تھے نواب امیر الدولہ حیدر بیگ خان کا سالانہ خرچ چھتیس لاکھ
روپیہ کا تھا نواب آصف الدولہ جو تمام سلاطین اودہ سے ہوئے ہیں جس دم اُنھوں نے جو طلب کیا اگر خزانہ سرکاری میں نہ ہوا گر
امیر الدولہ بہادر نے فوراً ایک حاضر کیا اسلئے نہایت تقرب و اعزاز حاصل تھا کلکتہ میں ویسرائے گورنر جنرل سے ملنے سلطنت
اودہ کی ضرورتوں میں جب گئے تو ویسرائے کو اپنی طلاقت لسانی سے ایسا رضامند کیا کہ وہ ملک بنارس کا واپس دینے لگے امیر الدولہ
حیدر بیگ خان آصف الدولہ سے پہلے میں انتقال کر گئے اُنکے فرزند اکبر علیخان و حسن علیخان مورد عاطفت شاہی ہوئے تھے
[illegible] اُنکے ہمراہ [illegible] ترقی کی تھی۔

از بندہ قبولیت مال و ابواب ہرچہ بود ہمہ فہمیدہ نوشتہ خزانہ داخل سرکار فرمودند و

سوای ازین یکجز مہرہ بعلت ابواب و پٹہ وغیرہ زیادہ طلبی نشود - برای ہفت نفر متعینہ ر
شاہجہان پور ہفت سوار از رفیقان بندہ بیکار نشستہ اند امیدوار کہ در بندی
نوکر شدہ متعینہ بندہ شوند کہ مردمان کار آمد و رفیق اند -

شرح دستخط خاص
انشاء اللہ تعالی بہ نحوی کہ
سی پنجاہ
بخط فرخ سعید
جمع دارند

خود بدولت معتقد سادات و جناب حضرت علی مرتضی علیہ السلام اند بحسب اعتقاد ما
ہر دم دامن دولت گرفتہ ام نشود کہ از گفتہ کسی مخالفان مزاج عالی القسم دیگر شود پاس ایمینی
بخود بدولت ضروری ست -

شرح دستخط خاص
موافق معروض
انشاء و معاف

درباب املاک امیدوار ست کہ بنظر مہر انزا بکشیدہ بدعای دولت مشغول باشد -

قطبی میان صاحب عہد چکلیداری مین سرکار لکھنؤ کو شاہ آباد کے مشہور انبہ بھیجا کرتے
تھے اسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود ہین ایک[1] خط مین پانچ بھنگی انبہ کی رسید
لکھی ہے اور دوسرے[2] خط مین ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہے کہ قطبی میان صاحب

نقل خط - بمطالعہ سید صاحب مہربان سید قطب الدین جیو سلامت - خط ایشان معہ پانچ بھنگی انبہ رسیدہ بدریافت خیریت ہا
مسرور و شادکام شد لازم کہ ہمیشہ نویسان حالات باشند پروانگی رسانندہ - محمد فاضل[1] رقعہ مہر نواب امیر الدولہ انتظام الملک حیدر بیگ خان
بہادر نصرت جنگ - آنکہ عزیز القدر ای بسبب ای سید قطب الدین صاحب ہای باغ عبد اللہ خان سلیمانی و بگو خان برای
ارسال ڈالیہا سے حضور پرنور خرید کردہ اند باید کہ از انبہ ہای باغ مذکور بوجہی فراحمت نرسانند کہ در ارسال ڈالیہا حرج نشود در بنا تاکید دانند

قطب ربانی

قاضی ابو الحسن
خادم شرع شریف

نے عبد اللہ خان سلیمانی اور بھگو خان خلیل کے باغات کی فصل انبہ حضور پُر نور
کے لیے خرید کی ہو لہٰذا انبہ ہای باغ مذکور سے کوئی فراحمت نہ کی جاے کہ جس سے
ڈالی کے پہونچنے مین ہرج ہو۔ اس بارہ مین تاکید جاننا چاہیے۔ عبد اللہ خان سلیمانی
راقم کے پردادا تھے یعنے احمد علیخان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیل
بہادر خان کے فرزند اور خلیل قوم کے پٹھان اور محلہ خلیل کے مالک تھے اننا س کا درخت
جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے دادا تھے

قطبی میان صاحب کے سات صاحبزادے تھے جن کے اسما یہ ہین ـ سید محب اللہ
عرف میان جڑاون سید مستقیم عرف میرن میان سید عبد الرزاق سید رحمت اللہ
سید عباد اللہ عرف ننھے میان سید عباد اللہ عرف موتی میان سید عبا د اللہ
عرف عبیدو میان دو صاحبزادونکے عرفی لقب کلن میان اور جھاو میان بھی تھے
مگر یہ نہین معلوم ہوسکا کہ ان مین سید عبد الرزاق کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ
صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادوں
کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گذرا ہے نقل اسکی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر
کی جاتی ہے اسمین چار پانچ صاحبزادون کے نام تحریر ہین **نقل خط قطبی میان
صاحب بنام فرزندان** خود برخوردار نور چشم سید محب اللہ و سید مستقیم و سید
عبد الرزاق و سید رحمت اللہ بعافیت باشند۔ عرضی ہای مرسلہ رسید از دریافت
خیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد الحمد للہ و المنہ کہ تا تحریر در اینجا ہم بجمیع وجوہ خیریت
است خاطر خود با جمع دارند و ہموارہ تا حصول دیدار نویسان خیریت خود با معہ جمیع
خرد و کلان بودہ باشند کہ تسلی دلی ازان متصور است زیادہ خیریت از عبید اللہ

سید عبداللہ ما حا
سید عبید اللہ
سید عبادا للہ

اہم باہم سلام شوق خوانند از عبداللہ برخوردار فضل اللہ وغیرہ - بعد دعای ترقی عمر خوانند بجدمت مولوی صاحب شفیق عبداللہ سلام نیاز کاظم خان جی و حافظ جیو سلام شوق خوانند از بدمن خان بندگی برسد -

سیّد عبداللہ صاحب بڑے صاحبزادے تھے اور اُن سے چھوٹے سیّد عبید اللہ صاحب اور اُن سے چھوٹے سید عباد اللہ صاحب تھے یہ تینون صاحبزادے حقیقی بھائی تھے یہ ہر سہ برادر یعنی فرزندان قطبی میان صاحب شاہجہان پور سے رامپور چلے گئے تھے اور ریاست مذکور مین بعہد نواب نصراللہ خان ملازم ہوے تھے سید عباد اللہ صاحب - نواب نصراللہ خان کے نائب تھے - نواب نصراللہ خان نواب احمد علیخان صاحب والی رامپور کے مدارالمہام تھے اور اُس زمانہ مین نواب احمد علیخان بہادر صغیرسن تھے اسلیے نواب نصراللہ خان تمام امورات ریاست پر حاوی ہوگئے تھے گو اصل مالک نواب احمد علیخان تھے مگر وہ برائے نام رئیس تھے اور درحقیقت نواب نصراللہ خان مختار و مالک بنے ہوے تھے ان صاحبزادگان کا تذکرہ ملفوظ رزاقی[1] کے صفحہ (۲۱۸) لغایت (۲۲۰) مین تحریر ہے کہ سید عبداللہ صاحب نواب نصراللہ خان صاحب کی طرف سے مالک و مختار تھے کسی کو اُن کو روبرو مجال دم مارنیکی نہ تھی سید عبید اللہ صاحب کو بھی عمدہ خدمت تھی مگر سید عباد اللہ صاحب بالکل تارک الدنیا اور گوشہ نشین اور اُمرا کے پاس آنا جانا بھی پسند نہین کرتے تھے قدر قلیل ماہوار پر فقیرانہ بسر کرتے تھے

---

[1] صاحبزادہ عالی نسب سید عبداللہ و سید عبید اللہ فرزندان سید قطب الدین نزد نواب نصراللہ خان نوکر در عمدہ خدمات بودند صفحہ (۲۱۸) ملفوظ رزاقی سطر ۵ مراتبات سیدین ممدوحین ترقی در ترقی گردید حتی کہ در تمامی امورات ملکی و مالی و فوج باختیار ایشان شد و بیاران ملاغیت و ہمہ نوکران موصوف دست نگر سید عبداللہ شدند و تا زیست نواب صاحب موصوف سید ممدوح مالک و مختار جمیع امورات ماندو کسی را طاقت مجال دم زدن و مقابلہ ایشان نبود (۱۲۰۲) صفحہ ملفوظ رزاقی -

ان ہر سہ صاحبزادگان کا انتقال ریاست رام پور میں ہوا اور وہیں ان حضرات کے مزارات ہیں۔ قطبی میاں صاحب کا ۱۵ ربیع الاول کو بھوپال میں انتقال ہوا اور ریاست بھوپال میں دروازہ جمعراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوئے قطبی میاں صاحب کی بھوپال میں تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہاں کے لوگ کثرت سے آپ کے مرید تھے۔ آپ کے دفن ہونیکے وقت جو آپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُسکے متعلق کرم احمد میاں صاحب کا بیان ہے کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے تو آپکے صاحبزادوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی مقام ہے اور پردیس ہے کوئی نشانی مزار پر بنا دیجائے پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھے ہوئے نمودار ہوئے اور یہ شعر پڑھا

عشق را با صورت زیبا و نا زیبا چہ کار
مرد راے خود دارد گور با نقش و نگار

جب یہ شعر لوگوں نے قطبی میاں صاحب کی زبانی سُنا تو کہا اگر پسند ہوگا یہ خود مزار بنا لیوینگے اُنکو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہیں ہے۔ میاں صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ چند بار قطبی میاں صاحب بعد انتقال کے شاہجہان پور میں نظر آئے ایک بار سید عبد اللہ صاحب عرف ننھے میاں صاحب کو آشوب چشم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زئی میں جو خاص مسکن حضرت کا تھا ۱۲ بجے دن کے دوپہر کے وقت کوٹھی میں داخل ہوئے اور کہا کہ ننھے میاں ذرا آنکھیں کھول دو بہت درد ہے اور آپنے لعاب دہن لگایا فوراً آرام ہوگیا اور آپ غائب ہوگئے بارہا اپنے اسی مکان میں اُس لباس میں جو اُن کا تھا پہنے ہوئے بالاخانہ پر پھرتے ہوئے مرد و عورات نے دیکھا۔

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سوا سنہ وفات نہین ملا سنہ ۱۱۷۳ ہجری آپ کی مُہر
مین کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہے سید عبد اللہ صاحب عرف ننھے میان
صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مُبین صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے اور دوسرے فرزند
سید بشیر الدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب قادری مہاجر مدینہ منورہ مین
فروکش ہین اُن کے حالات خود قابل الذکر ہین - اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے
اور عبید اللہ صاحب عرف موتی میان صاحب کے صاحبزادے عبد القادر صاحب تھے
جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رام پور مین
مقیم ہین -

سید احمد علی صاحب اس خاندان کے موجودہ اشخاص مین نہایت مغتنمات
سے ہین عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ مین تشریف فرما ہین اور راقم سے خط و کتابت
اکثر رہا کرتی ہے صاحب ارشاد بزرگ ہین -

حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اصلی نام سید شرف الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبد الباسط صاحب
حموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید
محمد صالح کی حقیقی خواہر تھین یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے
تھے - سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان نجیب
الطرفین سید کا ہونا تجویز کیا تو اسلیے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبد الباسط صاحب
کو جو سید عبد اللہ صاحب کے فرزند اور سید محمد بن سید عبد القادر حموی کے پوتے اور آپ کے

ہمقوم تھے ہندوستان مین بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے شاہ مدن صاحب پیدا ہوے۔ شاہ صاحب مثل اپنے بزرگون کے علوم ظاہری و باطنی مین شہرہ آفاق تھے خداپرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی ملک آپ کے حلقہ بگوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان مین پھیلی ہوئی تھی حافظ رحمت خان بریلوی آپکے نہایت معتقد تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانرواے اودھ کی سرکار سے بھی ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی جاگیر آپکے نام معین تھی اور تمام کٹھر اور روہیلکھنڈ کی خلایق آپ کی بیحد ارادتمند تھی شاہ صاحب کے حالات تاریخ عمادت السعادت مین مفصل مرقوم ہین لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اُردو مین ترجمہ اس جگہ لکھے دیتے ہین اور اصل[1] عبارت فارسی بھی ثبوت کیلیے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہین -

شاہ صاحب سرآمد عقلاے زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحب اوصاف پسندیدہ تھے پیشتر شاہ صاحب **نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بہادر جنت آرامگاہ کے مصاحب و ہمراز تھے** - نواب صفدر جنگ بہادر کوئی کام آپکی بلا صلاح و مشورہ کے نہین کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودہ کے مخزن اسرار سمجھے جاتے

[1] شاہ مدن پیرزادہ بود از نسل حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ بسیار دانا و خوش اخلاق و صاحب صفات پسندیدہ در ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ جنت آرامگاہ بود و ہیچ مشورہ بیرون صلاح او اقرار نمی یافت بلکہ خازن اسرار نواب ممدوح تمام مبرور بودہ است و بعد از وفات نواب مغفور در بنگالہ برفاقت الہ وردی خان مہابت جنگ ناظم بنگالہ زندگی میکرد انجا ہم خیلی معزز و مشیر تدبیر امور ملکی و مالی بود - چون بنگالہ خراب شد باز باین طرف آمد و طرح اقامت در شاہ آباد کہ متصل شاہجہانپور است انداخت و ملازمت نواب سپہر جناب شجاع الدولہ بہادر اختیار نمود آنجناب ہم او را خیلی موقر می داشت و ہیچ راز سے از وپنہان نمی کرد القصہ شاہ صاحب ممدوح برای اینکہ شاہ آباد از فیض آباد بُعد نہ منزل داشت و نیز برلیے لب سبق زبان ناماں کہ مبادا از باعث قرب آن بلدہ ملک افاغنہ بدوستی آن فرقہ بدنام کنند در خالص پور کہ پنج گروہ از لکھنو فاصلہ دارد خانہ برای سکونت تعمیر نمودہ

جب نواب صفدر جنگ کا انتقال ہوگیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور وہان **الہ وردیخان مہابت جنگ ناظم بنگالہ کی رفاقت مین مرجع انام رہے** - نہایت اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور یہان تک آپ ناظم بنگالہ کے مشیر ہوئے کہ جملہ امورات ملکی و مالی آپ کی راے سے انجام پاتے تھے جب بنگالہ مین انقلاب آیا اور وہ خراب ہوگیا تو آپ اپنے وطن شاہ آباد چلے آئے اور اسکے بعد **نواب شجاع الدولہ بہادر کی ملازمت حاصل کی** نواب شجاع الدولہ آبائی مراسم ہونیسے کمال تعظیم و توقیر کرتے اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب سے نہین پوشیدہ رکھتے اور ازراہ احترام جب کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوف اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی مین بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر مین دیا تھا شاہ آباد کے پڑاؤ مین نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگاکر بھی کھایا ہے نواب شجاع الدولہ کے تقرب کے ثبوت مین شاہ صاحب کے متعلق تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول مین مرقوم ہے کہ جب مرزا انور بیگ و وحید بیگ

بقیہ حاشیہ

بود و ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین می کرد جوق جوق علما و طلبای علوم و فوج فوج مشایخ و اولاد شیوخ از اطراف و اکناف مثل عظیم آباد و سہسرام و جون پور و الہ آباد و اوده و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد و کالپی و کوراجہان آباد و اٹاوہ و خیر آباد و سندیلہ و کاکوری و لکھنو و سیلون و بریلی و دلمؤ دران عرس جمع می شوند و کرایہ بہل و انچہ در آمدن و رفتن و مابذل اینجا صرف می شد ہمان سرکار شاہ صاحب یافتند تا سہ روز عجب انبوه و طرفہ تماشای بود کہ دیدنی داشت چند نفر نقال ترازو در دست گرفتہ نشستند از صبح تا شام جنس را وزن کردہ بمردم میدادند بعضے رذیل الطبعان دو بارہ و بعضے سہ بار دریکروز می گرفتند نقالان دم نمی زدند زیرا کہ ہمہ در سرکار شاہ صاحب محسوب نمود بیشتر ہنود نارگاہ و بیراگی دران انبوه جنس کہ خوراک و نقد برای عمل حرام کہ بہ بنگ و نورا و چرس ہا می یافتند تخمینًا سی ہزار آدم فراہم می آمدند القصہ شاہ مدن لایق آن نبوده است کہ گمان رود کہ دولت خواه افاغنہ و بداندیش نواب احباب بود زیرا کہ این حالت رذیلہ مخصوص سفہا است عالی ظرفان حکمت دستگاہ ہرگز این کارہ نیستند دیگر مود درین جای شک نیست کہ او سرامد عقلای زمانہ بود عاقل بدخواه ولی نعمت خود نمی باشد۔

نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے مین انکار کیا تو اُس نے ان کو قید کیا اور سختی سے
کھلانے مین ہم وزن نمک دینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مرگیا اس حالت
مین شاہ مدن صاحب اور نواب عالیہ نے حیدر بیگ کے حال پر رحم کھایا اور
شجاع الدولہ سے سفارش کرکے قید سے نجات دلادی اسکے بعد حیدر بیگ کی
قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد مین نایب وزیر اور امیرالدولہ
انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوے - اسیطرح شاہ صاحب کی فیض رسانی کے متعلق
مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب مین لکھتے ہین کہ جب میرے والد
کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کرکے بحالی معافی کا پروانہ
حاصل کرکے آپ کو بھجوادیا - عبارت تاریخ الانساب درج ذیل ہے

بعد دو سال نواب شاکر الدولہ عامل ضبطی نمود دران سال حقایق و معارف
آگاہ سید السادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ
مدن صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشایخ سید عبدالقادر جیلانی قدس
سرہ سعی بکار غربا نمود پروانہ معافی از حضور حاصل کردہ فرستاد -

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بڑا فاصلہ اور نیز اس خیال سے کہ چغلی خور و حاسدین
کٹھر کے قریب ہونے سے روہیلیون کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کرین شاہ صاحب
نے خالص پور مین مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے
جوق جوق علما طلبا مشایخین پیرزادگان ہندوستان کے مختلف شہرون سے مثل
پٹنہ عظیم آباد و سہسرام و جون پور و الہ آباد و اودہ و فرخ آباد و شاہجہان پور و شاہ آباد
و کالپی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاوہ و سندیلہ و کاکوری و لکھنؤ و سیلون و بریلی

ودلمو کے اُس عرس مین شاہ صاحب کے یہان آکر شریک ہوتے اور کرایہ بہل وغیرہ کا جو
آمد و رفت مین پڑتا سرکار شاہ صاحب سے دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب وغریب مجمع
و تماشا رہا کرتا تھا جو قابل دید ہوتا تھا چند نفر بقال تراز و لیکر بیٹھتے تھے صبح سے شام
تک جنس تول تول کر لوگون کو دیتے تھے بعض چالاک گداگر وغیرہ دو دو تین تین بار
ایک روز مین جنس لے لیا کرتے تھے مگر بنیئے شاہ صاحب کے حکم و ہیبت سے دم نہین مار تے
تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بھنگ چرس گانجہ کے لیے لیتے تھے تخمیناً تیس ہزار آدمیونکا
مجمع ہوتا تھا اِس مین شک نہین کہ شاہ صاحب سر آمد عقلاے زمانہ تھے علاوہ عظمت و
بزرگی کے دنیاوی جاہ وجلال بھی حاصل تھا اُس زمانہ مین شاہ آباد کیا بلکہ اِس ضلع
ہردوئی مین کوئی مقدرت مین اُن کا ہم پلہ نہ تھا فن شاعری مین بھی کمال حاصل تھا
موجد تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپ کے متعلق خلیفہ عبدالرزاق صاحب
یکتی اپنے تذکرے مین تحریر فرماتے ہین کہ "سید شرف الدین موجد تخلص از
اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ
علیہ اند در قصبۂ شاہ آباد کہ مسقط الراس اینہم ہست اجداد ایشان از
بغداد شریف تشریف آوردند تولد این کو ہر شریف ہمین جا شدہ از علوم
ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان وقصائد اند این چند ابیات
از و ہستند"

معراج تست بارگہ عرش ذوالجلال	سعراج ما مدینہ عالی مقام کن
زنار ماند در کف تقوا ے من ز شرم	از بس چکید خون عرق از سبحہ دانہا
در لحد می چپد از داغ غمش دل پس مرگ	این سپند از کف خود داس باخگر نگذاشت

شد شبنم گل خورشید تابان ماند و بس	آنقدر از خویشتن رفتم که جانان ماند و بس
تا کدامین جلوهٔ نازت تر آئینه دید	چون نگاه دیده مدہوش حیران ماند و بس
روز ہجر تو ام آرام چہ خواہد بودن	صبح سودا زدہ را شام چہ خواہد بودن

شاہ مدن صاحب کی ڈیوڑھی سے اکثر حاجتمندون کو معافیان ملتی تھیں بعض کاغذات راقم کے پیش نظر ہین چنانچہ ۱۱ محرم ۱۱۸۶ہجری کو نو بیگہہ پختہ اراضی موضع بی بی پور مین شاہ صاحب نے میانجی عبدا ولد مولوی اللہ داد صاحب ساکن محلہ مھمند کو جن کی اولاد مین خلیفہ نتھو ن تھے عنایت کی تھی اور ۵ محرم ۱۱۸۰ہجری کو چند کوٹھریان معہ عملہ کے ہمیشہ کے لیے ایک فقیر کو مرحمت کی تھین ان واقعات کے ثبوت مین ایک سند کی نقل حاشیہ[۱] پر درج کی جاتی ہے۔

شاہ صاحب کی کریم النفسی مشہور تھی نقل ہے کہ آپ کو گاڑی پر اچھے بیلون کا نہایت شوق تھا اور آپکے یہان منجملہ دیگر بیلون کے ایک جوڑ نہایت بیش قیمت تھا اتفاق سے اُس جوڑ کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپنے چورون کو قیمت عنایت کی اور وہ بیل لیے اور اُنکے جرم کا کچھہ مواخذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ نہایت موافق رہا مگر گردش فلکی سے ایک سا دور دورہ کسی کا اِس عالم مین نہین رہتا اسلیے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہے کہ حافظ رحمت خان

---

[۱] پروانہ بہ مہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرقوم پانزدہم محرم الحرام ۱۱۸۶ہجری متصدیان مہمات حال و استقبال تعلقات شاہ آباد بدانند مواذی نہ بیگہہ پختہ اراضی مزروعہ در سواد موضع بی بی پور علاقہ مولانگنج بطریق مدد معاش باسم میانجی عبدا ولد مولوی اللہ داد ساکن محلہ مہمند نیاز حضرت شد. مصارف تعزیداری معاف نمودہ شد لازم ایشان گاہی ملبت مصول فرحم و تعرض انشند تقیمت تعلق و آگذاشتہ وارثی سلو و فسل بفصل شاالیہ سایند و بانشند رمنیا تاکید اکید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند و از آنکہ نشینیا و ادنہ

اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت مین شاہ صاحب کی ہوئی جس کا قصّہ یہ ہو کہ جب مرہٹون نے روہیلیون کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدّولہ فرمانرواے اودہ سے مدد مانگی جس کے صلہ مین نواب شجاعُ الدّولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخر مین طرفین کی رضامندی ہوکر اِس روپیہ کے قرضہ کا تمسک ہوگیا اقرارنامہ مین ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلیونکے سردار اسطرح ادا کرین کہ جب نواب شجاعُ الدّولہ شاہ آباد سے کوچ کرکے تمام اُن خاندانون کو جو مرہٹونکے ہاتھ سے جنگلون مین پھر رہے ہین اُن کے گھرون مین آباد کر دیوے اور دس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بالفعل دیا جاوے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ تیس برس کے

حاشیہ صفحہ گذشتہ سے وبعد تحقیق وثبوت رسید کہ شاہ صاحب ازطرف خود ہیچ توقع از روہیلہ ہا نداشت لیکن آنفا نظر بر نیارگی درگاہ گاہے ارسال ہدایہ بعمل می آوردند درینصورت اگر خرابی ملک روہیلہ ہا میخواست بہمی دولت جناب وزارت مآب ہم آرزمی کرد بلکہ ترقی ملازمان این سرکار عالی مدار بدرجہ زیادہ از ان ہا میخواست گرفتم کہ درین جنگ کشتہ شدن حافظ الملک مثل دیگران موجب سرور شش بود کہ بلکہ اندوگہین شدہ باشد لیکن از ین حالات این نمی بار دکہ این روز بد برائے نواب سپہر جناب تمنا داشت زیراکہ دو برادر باہم می جنگند ہرگاہ یکی کشتہ می شود دیگرے باوصف حصول مسرت فتح از درد دستگیر بدیر شاہ مدن چہ موقوفست کہ جناب عالی سر حافظ الملک دیدہ بود خود سر افسوس جنبانیدہ بود ما فی الضمیر شاہ صاحب مزبور این بود چو مصالحہ باہم رو دہد لیکن نواب سپہر جناب ہم چہ کنند کہ حافظ الملک بہ آن فطانت وفراست ودرستی ایمان کہ داشت بشورہ کسی یا بطور خود پیش وپس مانده وباوجود شنید اساس محبت کہ خلاف شرعیہ وایمان موکدہ صورت داشتہ بود در دشمنی آن مدد بلا بر سر خود نازل کرد حکم شد کہ سر حافظ آنخان پیش اینہا بردہ تحقیق رسانند کہ سر حافظ الملک یا سر دیگرے بعد از ان بہ شاہ مدن پیرزادہ را ہم نمایند کہ او نیز بخوبی من شناسند شنیدہ شد کہ نواب ضابطہ خان آن سر را دیدہ ہمین قدر گفت کہ این سر حافظ الملک است سر دیگرے نیست و نواب مظفر جنگ گفت کہ ہمین ریش قش بہ جناب عالی مستعد جنگ شدہ بود ند و شاہ مدن فرہ پرنم کردہ گفت کہ این سرہمان سلمان است ۔

خلاصہ این کہ جناب عالی را شنیدن این حرف کہ این سرہمان مُسلمان است باین غضب مشتعل شدہ واو را محبوس کرد اعتمادت السعادت ۱۲

عرصہ مین دیا جاویگا۔ جب مرہٹے روپیہ لینے پر راضی ہوے اور شجاع الدولہ
سے ضمانت کرالی تو اُس کا تمسک تحریر ہو گیا اسکے بعد برسات آگئی مرہٹے کٹھر کو چھوڑکر
واپس چلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ
شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلون کے دوسرے سردار جو آنولہ
اور بدایون وغیرہ مین حکومت کرتے تھے اُن سے طلب کیا سب نے ناداری کا عذر
کیا اور کچھ نہ بھیجا اس عرصہ مین مہاجی سیندھیا اور تکوجی ہلکر کا ایلچی آیا کہ حافظ رحمت خان
تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے مُلک پر حملہ کرین اور ہم تم دونون نصفا نصف ملک تقسیم
کرلین اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمین گنگا پار سے راستہ دیدین
ہم تمسک اُن کا چالیس لاکھ والا واپس دینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک لوٹینگے
حافظ رحمت خان نے اِس کا یہ جواب دیا کہ مین کفار کے ظالمونکی ہمراہی مین مسلمانون
سے مقابلہ نہین کرونگا اور نہ معاہدہ توڑونگا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک نے
نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ مین فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہون آپ
چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹون کو نہین دیا گیا ہو واپس
کردین اور آیندہ بھی ایسی حالت مین روپیہ نہ بھیجا جاے گا اسپر نواب شجاع الدولہ
نے سید شاہ مدن صاحب کو اپنا وکیل کرکے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ
ادا کیا کہ آپنے سب حال سے مجکو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لاے
نواب وزیر الممالک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹون کی شکست دینے کے بعد تمسک واپس
کردیا جائیگا۔ حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹون کے مقابلہ
مین آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سردارون کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بہت بھاری

لڑائی مرہٹون سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھاکر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان
نے اپنا سفیر تمسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اُسوقت نواب شجاع الدولہ نے
کانونپر ہاتھ دھرا کہ مین نے واپسی تمسک کا وعدہ نہین کیا یہ جھیڑ بہت سید شاہ
مدن صاحب شہادت کو طلب ہوئے شاہ صاحب نے شہادت حافظ رحمت خان
کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک
نے پینتیس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف حیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ملک کٹھیر
پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مورخ یہ بھی لکھتے ہین کہ حافظ الملک نے ایک خط
برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی یعنے نواب اودہ سے مل گئے
حالانکہ اُنھون نے ہماری قوم و قبیلہ کو برباد کر دیا ہے نواب مظفر جنگ رئیس فرخ آباد
نے وہ خط نواب شجاع الملک کو دکھلادیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہوگئے یہ بات
ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلون کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان
اس معاملہ مین بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑا مابین روہیلون اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے
شکست کھاکر بھاگے تو اٹاوہ اور شکوہ آباد کے پرگنے خالی ہوئے شجاع الدولہ نے
کہا کہ مین انپر قبضہ رکھون گا۔ اس مین شک نہین کہ حافظ رحمت خان کو عجیب مشکل کا
سامنا تھا اُدھر مرہٹے برسر آزار تھے اور ادھر شجاع الدولہ کو ایا نداز نہین جانتے تھے
اور نہ قول پر اعتبار تھا۔

جب ضابطہ خان روہیلہ جاگیردار سہارنپور شکست کھاکر مارا گیا تو روہیلون نے
شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنانا چاہا ۲۰ جنوری ۱۷۷۴ء کو نواب شجاع الدولہ جنرل

رابرٹ بارکر سے ملے اور یہ مشورہ کیا کہ مین سخت مشکل مین ہون اگر روہیلیون کو مرہٹون
نے روہیلکھنڈ سے نکالدیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد ملجاے گی جس سے ہر وقت
خوف رہیگا اور اگر روہیلے مرہٹون سے ملگئے تو میرا ملک جاتا رہیگا لہذا مین نے یہ سوچا
ہے کہ سپاہ لیکر روہیلیون کی سرحد پر جاون اور وہان کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھاکر
حکمت عملی سے کچھ ملک بنابر نذر شاہ اور کچھ ملک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کرون اور
کچھ زرنقدی بھی لون جس مین سے کچھ مرہٹون کو دونگا تاکہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑکر چلے جاوین
مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

القصہ نواب وزیر الممالک نے حافظ الملک کو لکھا کہ آپ نے روپیہ بھیجنے مین تساہل کیا
مین عنقریب پہونچتا ہون اُسکے جواب مین حافظ رحمت خان نے انشا نویسی سے یہ
جواب لکھا۔ نواب نامدار سلامت۔ اگر ارادۂ شما بصلح است فجزاک اللہ
خیرا و اگر ارادۂ شما بجنگ فباسم اللہ ؎ جواب نامہ بے تیغ و تفنگ
است * کلوخ انداز را پاداش سنگ است * والسلام ادھر سے
شجاع الدولہ بڑھے اُدھر حافظ الملک اپنی جمعیت سے تیار ہوے جب سرحد پر پہونچے تو
معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرخ آباد سے شاہجہان پور و شاہ آباد پہونچکر اسطرف
آنے کا ہے حافظ الملک فرید پور مین جو بریلی سے سات کوس ہے آکر خیمہ زن ہوے
اسطرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہ جہان پور مین حکومت عبداللہ خان کی ہے
اور وہ پٹھان ہے اور حافظ الملک اسکا محسن ہے اور شاہ جہان پور مین قریب پندرہ
ہزار کے افغان خونخوار موجود ہین شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوجہ
ہم قومی حافظ الملک و نواب عبداللہ خان کے تھا۔ یہان عبداللہ خان نے مہمان ناخواندہ

کی ایسی قدردانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کے لیے گئے اور ان کو شاہ جہان پور لاکر مقیم کیا۔ شجاع الدولہ کے پاس فوج بیشمار تھی کنز التاریخ مین ہو کہ حافظ الملک کے پاس جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھوان حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر تاریخ سلاطین اودھ مین حافظ الملک کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنیل جیمپ مین سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہین۔

القصّہ کٹرہ کمال زئی خان اور فریدپور کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۸۸ہجری مطابق ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو دونون لشکر مقابل ہوے فریقین مین سخت جنگ ہوئی فیض اللہ خان و محمد یار خان ولد علی محمد خان اور محب اللہ خان ولد دوندے خان بڑی جرات سے لڑے مگر احمد خان ولد بخشی سردار خان نے خواہ بسازش شجاع الدولہ یا اپنی سرشتی نامردی سے گریز اختیار کی مولف گلستان رحمت یعنی فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ مین اسپر الزام سازش کا قایم کیا ہو۔ آخرش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع ہوئی دونون فریق کے آدمی بہت مارے گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) مین ہو اروہیلے اپنی عادت قدیم کے موافق دفعتہ دھاوا کرکے توپ پر آپڑے۔ چہرے سے ہزارون مثل دانہ نخود جل بھنکر خاک پر گر پڑے اور تلوار بھی خوب چلی حافظ الملک نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ مین لیکر چاہا کہ اپنی جمعیت کے یارون سے دھاوا کرکے جنابعالی تک پہونچین اتفاقا ایک گولہ آنکے جو لگا گھوڑے سے گر پڑے اپنی حسرت کو خاک مین ملا دیا امر عجیب یہہ ہو جسے سب نے اپنی آنکھ سے دیکھا اسوقت حافظ الملک جامہ ہندوستانی قدیم پہنے قرآن شریف

پہنے ہوئے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھاتی مین
ایک سیاہ دھبا گولے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے
سے فقط گر پڑے تھے مرتضیٰ خان بڑیچ رسالہ دار اُن کا سر کاٹکر
جناب عالی کے پاس لائے جناب عالی ہاتھی سے اُتر کر سجدۂ شکر
بجالائے اور سر حافظ سے مخاطب ہو کر فرمایا خدا شاہد حال ہے
مین ایسا روز بد تمھارے لیے نہ چاہتا تھا" یہان تک مضمون تاریخ سلاطین
اودھ کا تھا - حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب
شجاع الدولہ بکسر سے انگریزی فوج کے ہاتھون سے شکست کھا کر بریلی گئے تو
حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت مین نواب شجاع الدولہ
نواب احمد خان بنگش رئیس فرخ اباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو
حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور اُنھین سمجھا کر استقبال کو لائے
اور میل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقویٰ اور دیندار انسان تھے -

کنز التاریخ کے صفحہ (۲۸۱) مین ہی کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے
بائین جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوئے ان کا سر
سلطان خان کاٹکر شجاع الدولہ کے سامنے لیگیا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان
کو اسپ و خلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن صاحب کو دکھایا
تاکہ وہ پہچانین کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہی یا نہین چنانچہ اُنھون نے پہچانا اور یہ شعر زبان پر
لائے سرِ کشتہ بر نیزہ مینر دنفس ٭ کہ معراج مردان ہمین ست و بس

عمادت السعادت مین ہی کہ شاہ صاحب کو جب سر دکھلایا گیا تو آپ پُرنم ہوے اور فرمایا
کہ این سر ہمان مُسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہونچکر نظر بند کر لیا اور
تمام اثاث البیت ضبط کیا اُسی قید مین اُنھون نے رحلت فرمائی -

بعد خاتمہ جنگ کے شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نعش تلاش کرا کے مع
سر کے اُسی تاریخ بریلی مین روانہ کر دی بریلی مین قاضی شہر و علما و حفاظ نے ۱۴ صفر
کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور اُن کو بریلی کے پچھم جانب
جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا - راقم مزار پر گیا ہے - تاریخ خانا دل را شایعنی خوش آمدید کندہ ہی

کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا
تھا ایک قطعہ لکھا جو حسب ذیل ہے ؎

ہر کس کہ در جہان کند از قوم خود بدی — او با یزید در ہمہ اوقات ہمسر است
داری اگر بدل ہوس امتحان ببین — سلطان خان بہ شمر حرامی برابر است

راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک بیاض مین یہ شعر لکھا دیکھا ؎

چو در لفظ ظفر تاریخ جستم — پے باقی سر حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب
کے متعلق یہ شبہ ہوا ہی کہ شجاع الدولہ کے مونھ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ ایسی
تمسک کا وعدہ کیا گیا ہے امر دشوار تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے مرنے
پر کمر بستہ نہ تھے غلطی اور ناواقفیت ہے یہ دونون شخص سچے مسلمان تھے ان کو بمقابلہ
راستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کچھ اندیشہ نہ تھا - مورخ مذکور شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اور عظمت کو نہیں جانتے تھے انھوں نے سرسری قیاس سے جو چاہا لکھدیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہونیکے متعلق کچھ نہیں تحقیق کیا شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر و اولوالعزم سلاطین مین تھا اگر اُس کے روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اسکے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب کبھی حق گوئی سے سر مُو تجاوز نہ کرتے ۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کرچکے ہین شجاع الدولہ نے اُسیطرح معاملہ کیا لیکن کسیقدر اُن واقعات مین صراحت مطلوب ہے تاریخ اخبار محبت اور دیگر مستند راویون مین یہ مشہور روایت چلی آتی ہے کہ جب حافظ الملک کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کرلی شاہ صاحب کی ضبطی کے متعلق یہ بھی قدیم سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و حاسد شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے انھین دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل مین شاہ صاحب کی بُرائیان جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرفدار تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادتمند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُرید بتلاتے ہین اسوجہ سے شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور انکی جاگیرات ضبط کرلین اور صرف اسی پر التفا نہ کی بلکہ یہانتک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگوا لیے

جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک
کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہوئی حافظ الملک
کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال سے تین ماہ کے
بعد عین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ ہجری کو شجاع الدولہ
نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزوں کی ہے

از وفات سید شاہ مدن — گشت این فانی جہان مغموم حیف
اے مظفر بہر تاریخ وصال — گفت ہاتف سید مظلوم حیف

شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو چند روز زندہ رہی
اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سے ہمکلام ہو کر مر گئی۔

آپ کی تین بیویاں تھیں پہلی بیوی آپ کے ماموں سید درویش صاحب کی دختر
سیدو بی بی دوسری مغلانی تیسری بیوی خوشحال بائی جو بیرونی تھیں انکے نام شاہ
صاحب نے کچھ حقیقت بھی لکھی تھی جسکی نقل درج ذیل ہے۔

تملیک نامہ سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب بنام اہلیہ خود

اقرار کردہ اعتراف صحیح شرعی نمود مخبر باسم و نسب خود سید شرف الدین محمد عرف شاہ مدن صاحب ولد سید عبد الباسط صاحب حموی گیلانی ساکن قصبۂ شاہ آباد پرگنۂ پالی صوبۂ خیر آباد مضاف بصوبہ اختر نگر اودہ فی الحال بصحیح اقرارہ شرعاً برامینی کہ منازل محلسرائے قدیم و جدید و حویلیات درونی و بیرونی پیشخانہ و مودیخانہ و دیوانخانہ تعمیر پختہ و کٹرہ مولا گنج معہ اراضی بست و پنج بیگہ پختہ مدخلہ و مشمولہ منازل و گنج مذکور و موازی بیگہ پنج بسوہ پختہ اراضی مسکونہ رعایا واقع دروازہ شمالی گنج مذکور و ہشت بیگہ دہ بسوہ پختہ واقع در جنوبی گنج مصرحہ بالا محدود بحدود اربعہ مفصلہ الذیل و موازی چہاردہ و نیم قطعہ باغ انبہ کہ ازانجملہ ہفت و نیم قطعہ مشتریہ و پنج قطعہ مرہونہ و دو قطعہ نشاندہ و تعریش کردہ خود واقعہ قصبہ شاہ آباد مذکور کہ تفصیل اراضی و حدود آن در قبالہ جاتش مشروحاً مندرج و مرقوم است بطریق اشترا و رہن و تعمیر خود ساختہ تحت و تصرف خود میدارم والی یومنا ہذا اشیاء سابق الذکر در قبض و تصرف مالکانہ منمقر بلا شرکت و سہامت غیرے مقرانند در بنولا بحین حیات و صحت ذات و ثبات عقل و بقاء جمیع تصرفات شرعیہ خود کہ جائز و نافذ است آن ہمہ عمارات و باغات مشتریہ و نشاندہ خود و از رہن باغات مرہونہ مسطور با جمیع حقوق و مرافق داخلی و خارجی من قلیل و الکثیر مداخلہ فیہا و الخارجیہ عنہا و ما یتعلق بہا و فیہا من الابار و الاشجار مثمرہ و غیر

مثمرہ عقلاً و اراداتاً برضا و رغبت خود بلا اکراہ و اجبار غیرے بہ بی بی صاحبہ
مسماۃ **خوشحال بائی** منکوحہ خود بوجہ دین مہر ہبہ و تملیک صحیح
شرعی کردہ دادم تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً مجوزاً مقرعاً صالباً عن
الشروط الفاسدۃ و عاریاً عن المعالی المطلبہ و حق القرد عیبن الفاحش
و عنفاً یمنع جواز التملیک و موہوبہ معہ وثیقہ ہبہ نامہ ہذا تسلیم و تفویض
ساختہ مملک لہ را قابض و دخیل گردانیدہ دادم و نیز موہوبہ لہ در
مجلس عقد ہذا قبول تملیک نمودہ قابض و متصرف گشت قبضاً
و متصرفاً صحیحاً شرعیاً پس نیست و نماند مرا حدہو من المعاقدین حق قسم
تملیک و استرداد ان احیاناً من بعد ازین اگر کسے سہیم یا شریک پیدا شود
و دعوے نماید باطل و نامسموع است شرعاً و عداً لتاکان ذلک بمحضر
من العدول و الثقات بنا بران اینچند کلمہ بطریق سند تملیک و ہبہ نامہ نوشتہ شد
کہ عند الحاجت دلیل قاطع و برہان ساطع گردد فقط

تفصیل قطعات باغ مذکور الصدر

باغ مشتریہ ۷ قطعہ — باغ مرہونہ ۵ قطعہ — باغ خود نشاندہ

باغ مکری بنجا بیگہ	باغ بروا	باغ ملکاپور	باغ کرم اللہ پلہ	باغ تبگالہ	باغ مظفرخان	باغ چکلہ	باغ سمندرخان	گلابباغ	باغ سیلم پلہ
ایک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک	یک

باغ چکلہ ۔ باغ عباس تکیہ ۔ باغ محلہ سلیمانی ۔ باغ ممولخان ۔ لعل باغ ۔ باغ دوندہ قریب باغ عزازخان

ایک ۔ نصف

نصف ۔ یک ۔ یک ۔ یک

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرق	غرب	جنوب	شمال
پیوستہ محلہ شیخ ولدار	ملحق مسجد سید عبدالباسط صاحب	ملاصق اراضی زرخرید من آنست وشاہراہ	پیوستہ باراضی زرخرید منقر

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شرق	غرب	جنوب	شمال
پیوستہ باراضی شیخ ولدار تا حد احاطہ مولا گنج	ملحق باغ حضرت سید عبدالباسط صاحب مرحوم مغفور	ملاصق باراضی دروازہ ودیوار شمالی متصل مولا گنج مذکور	ملتصق مزار وباغ میر محمد صالح

تفصیل حدود اراضی واقع دروازہ جنوبی گنج مذکور۔

شرق	غرب	جنوب	شمال
متصل باراضی محلہ شیخ ولدار وتالاب	پیوستہ بجا تہائے مسکونہ رعایا سعادت خان	ملحق مقابر	ملاصق محلہ شیخ ولدار و احاطہ مولا گنج

تحریر فی التاریخ نہم شہر ذیقعدہ سنہ ۱۱۷۸ھ

سید شاہ مدن صاحب کا مزار بمحلہ مولا گنج لب سڑک پختہ احاطہ مین واقع ہے آپکی مہر مین سنہ ۱۱۲۸ھ کندہ ہین۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب عرف سعدی میان جو عارف اور طبیب حاذق تھے اور حکیم محمد اکبر عرف ارزانی کے شاگرد رشید تھے۔ حکیم ارزانی ہی نے عربی سے فارسی مین ترجمہ کر کے طب کو ارزان کردیا جتلے زمانہ ہوے ہین۔

سعدی میاں صاحب کا بنگالہ و بہار میں بڑا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس نواح کے روسا و نوابوں کے نام خطوط لکھکر پٹنہ عظیم آباد بھیجا تھا اور مولوی صاحب کا طب میں وہاں خوب رنگ جما تھا۔ جنکی طرف سے بعض کاغذات ابتک موجود ہیں مزار آپکا بمقام شاہجہانپور لب سڑک محلہ محمد زئی میں متصل مسجد کے واقع ہے۔

دوسرے بھائی شاہ صاحب کے سید طاہر عرف **قدن صاحب** تھے انھیں کے صاحبزادہ سید لال تھے جنکے فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظامی صاحب تھے جنکے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ کلّو تھے عہد شاہی میں دریاؤں کے گھاٹ کی افسری کا ایک عہدہ تھا جسے کلٹری کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلکٹری اس زمانہ کی چکلہ داری تھی۔

جب مولوی نظامی صاحب نے عبدالرحمن خان قندہاری رسالدار کے ذریعہ سے نواب سعادت علیخان والی اودھ کی خدمت میں رسوخ حاصل کیا اور نواب صاحب موصوف کی رفاقت میں بنارس سے لکھنو تک ہمراہ آے اور نواب سعادت علیخان سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں مسند نشین لکھنو ہوے تب بعد تیس سال کے بصلہ حسن خدمت سنہ ۱۲۱۹ھ میں شاہ مدن صاحب کی بعض املاک جنمیں مکانات و باغات و چکات و گنج وغیرہ جو ضبطی میں تھے۔ سید نظامی صاحب کو عنایت ہوے مگر شاہ صاحب کی جاگیر جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبدالرحمن خان قندہاری کو عنایت ہوئی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بحالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا ہے اوسکی نقل یہاں پر تحریر کیجاتی ہے۔

حکم نامہ

باسم سیادت پناہ میر نظام الدین آنکہ بجلدوے حسن و دولتخواہی سرکار دولتمدار قطعات و باغات و اراضیات و گنج و مکانات واقع قصبہ شاہ آباد در سرکار ابد قرار مملوکہ و مقبوضہ سید شاہ مدن ضبط نموند بان سیادت پناہ بلا شرکت غیرے نسلاً و بطناً بعد بطناً عطا و معاف فرمودیم باید کہ املاک مذکورہ را در تصرف خود داشتہ خود را مورد الطاف سرکار دولتمدار شناسند تاکید دانند

المرقوم یازدہم شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۱۹ھ

مہر

وزیر الممالک مدار المہام جلال الملک اعتماد الدولہ
آصفجاہ برہان الملک ابو المنصور خان صفدر جنگ شجاع الدولہ
یمین الدولہ ناظم الملک سعادت علیخان بہادر مبارز جنگ وفادار
سپہ سالار رستم ہند فدوی شاہ عالم بادشاہ
غازی ۱۲ ۱۲۱۲ھ
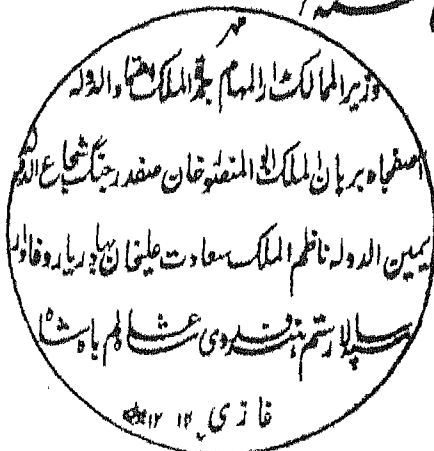
منشی محمد صالح صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب

منشی صاحب بڑے راستباز محقق وسیع النظر بزرگ تھے خلیفہ عبد الرزاق صاحب بیپنی کے شاگرد رشید اور مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کے مرید تھے نواب سعادت علیخان والی اودھ کے عہد سے تا جلوس محمد علیشاہ کتبخانہ شاہی کے داروغہ رہے سلاطین اودھ انکو نہایت اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور انکا بہت

اعتماد کرتے تھے انکا قیام تکیہ عبد الجلیل واقع لکھنؤ مین تھا اپنے وطن شاہ آباد
سے جا کر وہین مکان و باغ تیار کیا تھا۔ اور رجب ۱۲۵۵ھ مین آپنے انتقال کیا تو وہین
مدفون بھی ہوے۔ صدہا اہل لکھنو آپکے شاگرد تھے ضمناً آپکا ذکر خیر تذکرۂ رحمانی مین
درج ہے علم ظاہری مین کمال حاصل تھا اسی بنا پر آپ شاہی کتب کے انتظام پر
انتخاب کیے گئے آپ کے والد مولوی فریدون صاحب شاہ مدن صاحب کے
تربیت یافتہ تھے اور پیشتر اصلی سکونت انکی موضع حسرت پور مین تھی۔ منشی صاحب
اس عہد مین ممتاز اور وضعدار لوگون مین شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخدا
مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہے ؎

بست و چہارم شوال حیف کلک قضا — بنام منشی صالح چو سر گذشت چنین
نوشت خامۂ واثق بدیہہ تاریخش — کہ جای منزل صالح بود بہشت برین ۱۲۵۵ھ

دیگر

در مہ شوال حیف منشی صالح نمود — بست و چہارم قضا نعش شد دل غمگین
ہر کہ چو واثق پے فاتحہ خوانی گذشت — گفت کہ صالح نصیب باد بہشت برین

مولوی عبد اللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی تھے
شاہ آباد کے مشاہیر اشخاص مین گذرے ہین علم ظاہری و باطنی دونون سے فیضیاب
تھے مولویصاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ مین بسر ہوا اسلیے لکھنؤ کے صدہا طالبعلم آپکے
شاگرد تھے علم ایسا مستحضر تھا کہ کتاب فاصلہ پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھاتے
جاتے تھے مولویصاحب ممدوح کی حاضر جوابی و بذلہ سنجی کا یہ عالم تھا کہ جسکی اہل
زبان مین شہرت تھی بر محل بیساختہ ایسے کلمات آپکی زبان سے نکلتے تھے کہ سامعین

محظوظ و متحیر ہو جاتے تھے خوش طبعی اور برجستہ گوئی چھوٹے بڑے سے کے ساتھ ہر قسم کی ہوتی تھی اور طرز بیان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہیں اور اسپر خوبی یہ کہ کسیکو ناگوار نہ ہوتی ضلع جگت سب میں کمال حاصل تھا مگر چونکہ مہذب اور صاحب باطن بزرگ تھے اسلیے فحش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کے آمد کا یہ عالم تھا کہ دریاے سلاست موجزن ہوتا۔ اس نرکنی والی طبیعت اور ظاہری خوش بیانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیر و مرشد کیطرف سے عنایت ہوئی تھی گویا آپکا یہ ازلی حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپکے مہر پر یہ شعر لکھا ہوا تھا

گر تو میخواہی کہ بینید در جہان اللہ را ❊ پیش چشم خویش دار د شکل عبداللہ را

مولویصاحب کی پیدائش سنہ ۹۵ ہجری کو شاہ آباد میں ہوئی اسکے متعلق خود ہی ایک رباعی مولویصاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کیجاتی ہے ؎

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال ❊ کہ ہم کیا تھے چلے تھے کونسی سال
ہوے جب بطن مادر سے نمودار ❊ تھے ہجری گیارہ سو پچانوے سال

تذکرہ[1] انوار الرحمن مین مولوی انوار اللہ صاحب مولوی عبداللہ صاحب کے متعلق

---

[1] یکے از خلفاے راشدین مولوی عبداللہ ابن محمد فرید الدین از شیوخ کرام و روساے عظام بلدہ شاہ آباد متعلقہ سرکار اودھ بود اند تحصیل علوم کتب مروجہ از برادر حقیقی خود محمد صالح نمودند کہ مولوی محمد صالح ممدوح از عہد نواب سعادت علیخان بہادر تا جلوس محمد علیشاہ فردوس منزل ملازم سرکار شاہی بودند و داروغگی کتبخانہ سرکار متعلق او شان بود بہ نسبت تعلق شان بنا بر تحصیل علم بود و باش ہر دو برادر بہ بیت السلطنت لکھنو اتفاق افتاد در تکیہ شاہ عبدالجلیل صاحب منشی محمد صالح باغ و مکان تیار ساختند و دران مکان ہر دو برادران معہ اہل و عیال سکونت میداشتند در عنفوان سالگی اوصاف حضرت

یہ لکھتے ہین کہ جب مولوی عبداللہ صاحب کی عمر بیس سال کی ہوئی تو
جناب مولانا عبدالرحمن صاحب کے اوصاف سنکر جمال الدین
و شمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور مین حاضر ہوے
مسجد بنڈیا مین ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت مین حیرت
اور آشفتگی دل پر چھا گئی اور بیخودی کے نشہ مین محو ہو گئے آیندہ جمعہ کو حاضر
ہو کر مرید ہوے شجرۂ صابریہ نور الہدے کے صاحب کے واسطہ سے

بقیہ صفحہ ما قبل مولانا شنیدہ باتفاق جمال الدین و شمس الدین باشندہ اینجا بحضور مولانا در مسجد بنڈیا این آمدہ ملازمت
حاصل نمودند در اول صحبت حالت تحیر و آشفتگی دل عارض شد کہ نشہ بیخودی معلوم می شد بروز جمعہ آیندہ آمدہ
مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نور الہدے و قادریہ بواسطہ حضرت آفاق سید شاہ عبدالرزاق
صاحب قدس سرہ الاصفی یافتند مجاز و مرخص خلافت شدند ایشانرا درخواست برائے حاضر باش دائمی بود حضرت
فرمودند کہ بروز جمعہ و منگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گاہے ناغہ نشد بعد وصال موافق معمول مصرعہ
ہست مجلس بر ین قرار ہنوز۔ حضرت نقل کردند کہ برادرم مولوی محمد صالح بحضور مولانا حاضر شد عرض کردند کہ مولوی آزاد فراج
از طفلی بود اکنون مرید جناب شد از کار مارفت ارشاد شد کہ از کار نخواہد رفت شادی ہلے خواہد کرد اولاد خواہد شد و خوش و خرم خواہد ماند
مطابق ارشاد سہ نکاح در وقت اتفاق شد یک دختر و دو پسر از بی بی ہاے سابق ہستند و بعد فوت شان زوجہ در لکھنو بنکاح آمدہ اند
کہ آنہا نیز صاحب اولاد اند با وجودیکہ معاش و جائداد ندارند و نوکری کسے نکردہ اند در مایحتاج خود گاہے در ماندہ نشدہ اند و ظریف طبع
و لطیفہ گو آنچنان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کردند کہ ترا و ہمین ظرافت و طلاقت لسانی کشود خواہد شد چنانچہ میگویند کہ از کرامات حضرت
قبض و بسط من در سکوت و تکلم است یعنی ما دامیکہ کلام ظرافت و لطافت بر زبان من جاری میماند بر دل من بسط میماند و در سکوت قبض میشود ۱۲

اور شجرۂ قادریہ حضرت قطب آفاق سید شاہ عبد الرزاق صاحب کے
ذریعہ سے عطا ہو کر اجازت خلافت کی دیگئی اور جمعہ و منگل کے روز
کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ
ہمیشہ بلا ناغہ آپ شریک بزم رہتے تھے۔
ایکبار آپکے بھائی منشی محمد صلح صاحب نے مولانا عبد الرحمن صاحب
کیخدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ برادر مولوی لڑکپن سے آزاد مزاج
تھے اب جناب کے مرید ہوے ہمارے کام کے نہ رہے مولانا
نے فرمایا کہ تمھارے کام کا رہے گا شادیاں کریگا اولاد ہوگی
خوش و خرم رہیگا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبد اللہ صاحب
نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوے
بعد وفات زوجۂ اولے کے دو بیویاں لکھنؤ میں اور کین وہ بھی
صاحب اولاد ہوئین باوجودیکہ کچھ معاش وجائداد نہین رکھتے تھے
اور نوکری بھی کسی کی نہین کی مگر اپنے حوائج ضروریہ مین کسیکے
محتاج نہین رہے۔ ظریف طبع اور لطیفہ گو اسقدر تھے جسکی کہ
پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی ظرافت و طلاقت لسانی

مین تیرے لیے کشود کار ہوگا چنانچہ مشہور ہے کہ آپکی کرامت سے
قبض و بسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام مین پیدا ہوتی تھی
چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جسوقت
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے
انبساطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جسوقت
مجکو سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دل پر
طاری ہوجاتی ہے۔

اسکے علاوہ آپکے متعلق چند حکایتین اور بھی ملفوظ رحمانی مین منقول ہین اگرچہ وہ مولانا
صاحب کی کرامت کی دلیل ہین لیکن مولویصاحب پر جو نظر عنایت مولانا کی مبذول
تھی وہ اُنسے مترشح ہوتی ہے کہ کسقدر انکو انکی پاسداری منظور تھی اور کیسا دست
شفقت آپکے دوش مبارک پر رکھا تھا اور دلجوئی کی تھی اور انکو مولانا کیحضور مین
کیسا تقرب و باریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایکبار مولوی عبداللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کچھ رنجیدہ ہوکر گھر سے نکل گئے
مولوی عبداللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنؤ
مین عیش باغ کیطرف چلدیے اور وہانسے بجاے گھر آنے کے مولانا کے حضور مین حاضر
ہوے اور دل مین نیت کی کہ بدون استفسار کے مین کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے
روبرو نہ اظہار کرونگا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کرلیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھدیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اسقدر ملول
کیون ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرضکیا مولانا نے ارشاد کیا کہ
گھر جا کھانا کھا بھائی تیرا آتا ہوگا چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ مین
اسیوقت مکان آیا منشی محمد صالح صاحب بڑے بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا مینے
دلمین یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اوسی دم برادر محمد حسین آگیا۔
دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب پنجشنبہ کے روز قریب
مغرب کے مولانا صاحب کے حضور مین حاضر ہوے مولانا صاحب نے پوچھا
کہ تمھاری والدہ بقید حیات ہین مولوی عبداللہ صاحب نے عرضکیا کہ بفضلہ والدہ
اور والد دونون زندہ ہین مولانا عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم
ہے والدہ کو پوچھتا ہون اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہوگئے اوسی زمانہ مین
شاہ آباد سے خبر آئی کہ اسی روز آپکی والدہ نے انتقال فرمایا۔
مولوی عبداللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتون کا جسکا ہم اوپر
اظہار کر چکے ہین اسجگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہین۔ شاہ طالب حسین صاحب فتح آبادی
نے فرمایا کہ مولویصاحب اپنے پیر و مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے
ایکروز مولویصاحب مولانا کیخدمت مین حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت
آپ نکاح کرلین مولانا نے فرمایا کہ میان عبداللہ اب یاد نہین ہے مولویصاحب نے
پھر کہا کہ حضرت شاد ہو جائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔
حافظ ... صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک روز مین مولوی عبداللہ صاحب
کے مکان پر محلہ مولا گنج مین حاضر تھا خلیفہ عبدالرزاق صاحب بھی تشریف لائے

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد تھے اسلیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور اندرون حویلی سے باہر آیا مولویصاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور حافظ صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانیکے قسم سے چانول کدو انڈے وغیرہ تھے جب کھانے کیطرف لوگ متوجہ ہوے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب سے کہو کہ خشکہ کھائین اور نہین کیا کدو کھائینگے خلیفہ صاحب بھی انکی باتو نپر ہنستے جاتے تھے۔

ایکبار مولوصاحب لکھنو مین اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھانیکو بیٹھے جاڑونکا موسم تھا کھانیمین فصلی چیز کھچڑی بھی موجود تھی اس اثنا مین منشی صاحب کی اہلخانہ نے گھی لاکر منشی صاحب کیطرف زیادہ ڈالدیا مولویصاحب نے یہ دیکھکر کہا کہ بھائی مین کل روشن الدولہ کی کوٹھی کیطرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی جسمین گرتے گرتے بچگیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیون سے ظاہر کرکے گھی اپنی طرف گھسیٹ لیا اسپر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب اسطرح برابر کرادی اور گھی کل کھچڑی مین ملاکر برابر کردیا۔

حافظ غلام علیخان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنو مین ایک نواب جو شاہ اودہ کے عزیز تھے انکے کوئی اولاد نہ تھی انھون نے اپنی یہ تمنا مولویصاحب سے رجوع کی خدا کی دین کہ انکے یہان لڑکا پیدا ہوا وہ نواب مولویصاحب کے اور بھی زیادہ معتقد ہوے اکثر مولوی صاحب کیخدمتمین حاضر ہوتے ہاتھی وغیرہ پر سوار لوازمات رئیسانہ مین اعصابردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولویصاحب کو نذرانہ مین اشرفی دیتے

ایکبروز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا لے گئے مولوی صاحب نے اسکے کئی روز کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نوابصاحب کے یہاں گئے نواب صاحب بالاخانہ پر رونق افروز تھے کمرہ کثرت اشخاص سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اٹھے اور کھڑے ہو کر تعظیم دی معانقہ کیا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جگہ سے بدقت تمام بیٹھ سکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی ہیکل جنکی مونچھیں بڑی بڑی تھیں بیٹھے ہوے تھے اونھوں نے نواب صاحب کے کانمیں کچھ آہستہ سے کہا اسکے بعد خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تم ملے ہم ملے نواب صاحب نے کہا کہ ہم اسلیے ملے کہ آج ہمارے یہاں بابا شجاع کی عید تھی مولویصاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا۔ اس جواب کو سنکر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور ان بڑی مونچھوں والے صاحب سے کہا کہ میں جو کہتا تھا کہ یہ چوکنے والے انسان نہیں ہیں۔

منشی عیوض علیصاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایکبار مولوی صاحب کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت طالبعلم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کیطرف سے نکلے جملہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھیڑو کوئی شعر یا فقرہ ظرافت کا انکے حسب حال کہنا چاہیے میں نے عذر کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب نے مجھے مجبور کیا انپر تھا رے اس مجمع میں اور کوئی اسکی لیاقت نہیں رکھتا کہ مولویصاحب

پھر پھر تو کہنے لگے اپنے یہ شعر پڑھا ؎ پیری مین پھر ہے عشق حسین جوان ہوا ❊ یاد کر کبھار
مین زور کمان ہوا ❊ یہ شعر پڑہنا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سوتے شیر کو جگا دینا تھا۔
مولوی صاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صدہا برجستہ شعر اور نثر کے نادر فقرات کی
بھرمار شروع کر دی گویا ابر نوبہار کیطرح برس رہے تھے اور ہم سبکو اس بوچھار مین
بھگو رہے تھے ضلع جگت کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھون نے ختم کر دیا ہو یہ معلوم ہوتا
تھا کہ بلبل ہزار داستان چہک رہا ہے ہم سب لوگ تحیر سکوت کے ایک بات کا بھی جواب نہ دیسکے
ایک ظریف بڑی حاضر جواب تھی جب اسنے مولوی صاحب کی برجستہ گوئی کی تعریف
سنی تو اسکے کلام سننے کی مشتاق ہوی اور خدمت مین حاضر ہوئی سلام کیا مولوی صاحب
نے جواب دیا وہ بیٹھی رہی کچھ دیر کے بعد اسنے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملا معلوم
ہوتے ہین کچھ بولنے والے نہین ہین ابتک کوئی غیر معمولی بات مینے نہین سنی جب
مولوی صاحب کو اسکے اس قصد سے آنے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے
پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب مین جاتی
ہون آپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ مین انکی حاضر جوابی کی معترف ہوگئی
ایکبار میاجی غلامی کے بھائی خلیفہ تہون حاضر ہوے انھون نے بجاے سلام کے
کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کر کے آ۔ داب جوابدیا
کہ جس سے دوسرے معنے پیدا ہوگئے اور خلیفہ مذکور بہت معقول ہوے۔
کرامت خان نے مولوی صاحب سے کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ایفا نہ کیا جب
وہ آے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھون نے کہا کرامت مولوی صاحب نے
اس لفظ کے دو ٹکڑے کر کے کہا کہ کرامت اسپر وہ بہت نادم ہوے اور ہاتھ جوڑ کر

عدم ایفائے وعدہ کی معافی مانگنے لگتے۔
معشوق اللہ جو قصبہ کانتھ کا رہنے والا آزاد فقیر ہے اوسکی عادت ضلع بولنے کی ہے
اور یہی ذریعہ اسکے سوال کا ہے جب وہ مولویصاحب کیخدمت مین حاضر ہوا مولویصاحب
نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنکر
فوراً جواب دیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور مالکی نو مہینے کی محنت ہے مولویصاحب
نے کہا کہ حیض ہی ہوش گرتے ہی بولنے لگا) ہے ذی ہوش۔ کی رعایت فقرہ مین پہچان
تھی جو موقع پر نہایت لطف دیگئی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر مذکور سے کی تھی
مولویصاحب کے صدہا لطیفے اسطرح کے ہین جنکی نقل طوالت سمجھکر قلم انداز کیجاتی ہے
ورنہ نواب دوست علیخان سے مولویصاحب کے دلچسپ مکالمے کلکٹر صاحب سے
سوال وجواب اور دیگر بہت سی حکایتون سے راقم کو آگاہی ہے۔
مولویصاحب کا لکھنؤ مین قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و
صحرا نوردی مین بسر کی لکھنؤ سے جب مولویصاحب وطن چلے آئے تو مکان پر محض توکل سے
گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھ اونکی خاطر وخبر گیری کرتے تھے
حکیم علی حسین صاحب لکھنوی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیب تھے اونسے
اور مولویصاحب سے قدیمی مراسم تھے انھون نے مولویصاحب کی خوبیونکی تعریف نواب
خلد آشیان سے بیان کی نوابصاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولویصاحب کے بلوانیکی اجازت
دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تحریک مولویصاحب کیخدمت مین کی اور سفر خرچ بھیجا۔ مگر
مولویصاحب نے توکل ہی کو پسند کیا اور غایت استغنائی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ اوس
قدرشناس فرمانروا کی ذات سے قدر و منزلت اور مشاہرہ و منصب کی ہر طرح سے امید تھی۔

مولویصاحب کہا کرتے تھے کہ عبداللہ میرا نام ہی مولا گنج میں رہتا ہوں جب انگر کو جاونگا
مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی میں خلافت کی سند تحریر کردی تھی
مگر منشی محمد صالح صاحب اور نیز مولوی عبداللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل نہوے
مولویصاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالبعلم گلزار دانش کا یہ فقرہ
عندلیب آتشین نفس نیش قلمی برشاخسار خیال آن گلرخ نغمات سوز
وگداز قفس را بر تنگ حیرت آب نشین خاموش میسکرد الخ پڑھ رہا ہے
اور مولویصاحب اسکی یون ترکیب و مطلب سمجھا رہے ہین ؎ سیکڑون آہین
گردون پر ذکر کیا آواز کا پتھر جو آواز دے ہے نفس تیر انداز کا
عندلیب کیا آتشین نفس اور وہ کسکا نیش قلمی کا جو گلرخ کے
شاخسار خیال پر نغمات سوز و گداز سے اپنے قفس کو حیرت میں
آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولویصاحب سبق پڑھاتے جاتے تھے
اور صدہا اشعار برمحل پڑھتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ اللہ کہتے جاتے۔
مولویصاحب جو اشعار پڑھتے تھے اونمین سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے
حوالہ قلم کیے جاتے ہین ؎

عشق مین نسبت ہے کیا بلبل کو پروانہ کیساتھ
ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو
دور سے سمجھے تھے ہم سنجاف کی تحریر ہے
سال آیندہ تک گلہ بھرا رہا

وصل میں مرجاؤ وہ یہ تھی مین جیتی رہے
کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کرلو تیر کو
پاس جا دیکھا تو خون عاشق دلگیر ہے
عید آئی اور تو گلے نہ ملا

مولوی صاحب اگرچہ شاعر تھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کر لیتے تھے مولوی

انکی قلم کا ایک مسودہ جسپر اکثرون سے فی سبیل اشعار منتشر فانت میں بعہد اشعار لکھی
اسوقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر اسکے یادگار تحریر کیے جاتے ہین
دیدنی سب خدا کی صنعت ہی جتنی شے ہی خدا کی قدرت ہے نام اللہ کا تو لے ہردم
ہر ہے تجھپہ کوی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے آہی پر قصہ و کہانی ہے
کوئی جاکر کے پھر نہین آیا حد سے خوشتر مکان وہین پایا مرنیسے پہلے نفس مرجاے
نام اپنا یہان بھی کرجائے.

فرمانبر رحمان ہین عصیان کسے کہتے ہین — ہر شیے کا محیط حق ہی بطلان کسے کہتے ہین
اول ہی آخر وہی باطن وہی ظاہر وہی — خود آپ نمایان ہے پنہان کسے کہتے ہین
عیش دنیاؤ دین کی یہ ہوس ہے — جو بر حق موت ہے اللہ بس ہے
تو آپ ہی شوق سے کرپاس انفاس — جو عرفان کی تجھے کچھ دسترس ہے
رہائی کا نہ کر احسان صیاد — کہ آپ ہی ٹوٹنے پر یہ قفس ہے
بھری ہے فوج عشق عاشق کے دلین — یہ دم کی آمد و شد اک جرس ہے
جیسے ہے کوچۂ جانان میسر — تو کونین اسکے آگے خار و خس ہے
تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ ہردم — کہ بدلا ایک نیکی کا تو دس ہے
نہو تو نفس امارہ کا پیرو — جو کچھ بھی معرفت کی تجھ مین کس ہے
فیض مولانا سے حاصل دلکو نفی غیر ہے — ظاہر و باطن ہمین باغ ارم کی سیر ہے

مولوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ مولویصاحب کا ضمیر تخلص تھا
اور غزل مندرجۂ ذیل انھین کی ہے ؎

فکر دل سے عاشق ناشاد جو چاہے کرے — کچھ نہوگا وہ ستم ایجاد جو چاہے کرے

چاہ کنعاں میں گرا دیں ماہ کنعاں کو عزیز
حق یہ ہے تقدیر کی افتاد جو چاہے کرے

کب ہلا سکتا ہے پابند علائق ہاتھ پاؤں
آدمی ہو جس گھڑی آزاد جو چاہے کرے

ہم تو خواب وصل میں تھے دی مؤذن نے اذان
پھر اس کمبخت کی فریاد جو چاہے کرے

جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے
دخل کسکو صانع ایجاد جو چاہے کرے

دیکھ لینگے کھینچکر لاویگا جب اسکی شبیہ
دعوے باطل ابھی بہزاد جو چاہے کرے

ہے خدا شاہد کہ اس سے عشق صادق ہے مجھے
تہمتیں اہل فتن بنیاد جو چاہے کرے

کوہ کاٹا بے تکلف سر تراشا بیدریغ
تیز دستی تیری اے فرہاد جو چاہے کرے

کشور دل بھی ہمارا ہے مگر اقلیم ہند
لے ہوا اسکو خراب آباد جو چاہے کرے

گھر کی جنت بھی گئی تو نے خدائی خوب کی
سچ ہے ناداں کی سمجھ شداد جو چاہے کرے

قرعہ میں آیا ہے دینے کو مبارکباد مرگ
وہ ستم ایجاد ہے ایجاد جو چاہے کرے

پر کتر کے ذبح کر دے بیچ لے یا چھوڑ دے
بلبل اسکے بس میں ہے صیاد جو چاہے کرے

چاہ بابل سے فرشتوں کو یہ آتی ہے صدا
قہر کا پتلا ہے آدم زاد جو چاہے کرے

زندگی بھر ہو گئی پوچھا نہ اک دن آپ نے
مر گئے پر صبر کر یا داد جو چاہے کرے

مولوی صاحب کی بزم میں یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سننے سے نہایت دلچسپی تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل انہیں کی ہے مگر چونکہ اسمیں تخلص نہیں ہے نہیں کہا جا سکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی ہے

پس از مردن مجھے یاد آ گیا جانا تربت میں
تو دیکھو گے کہ اٹھ بیٹھا میں بیٹھا یا نہ تربت میں

وہاں بھی ہم جما لیونگے نقش دل لگانیکا
فرشتوں سے رہیگی صحبت یارانہ تربت میں

مزار اپنا ہی جا ہو جہاں قصر حسیناں ہو
نہیں رہنے کا یہ وحشی دل دیوانہ تربت میں

عوض میں کے بیٹھے وان بھی ہیں ہم خون دل لیتا | لگا کر سینے سے رکھتا سا قیا پیمانہ تربت میں
جو فرش گل پہ رہتے تھے وہ زیر خاک سوتے ہیں | بچھاتا کون ہو اب مسند شاہانہ تربت میں

مولویصاحب کے شاگردوں میں ایک مولوی محمد یار خان تھے جو شاہ آباد محلہ لکھنہ میں رہتے تھے انھوں نے ایک رسالہ دینیات میں موسومہ تنبیہ جنت نظم کیا ہو راقم نے اسکو دیکھا ہے اچھا رسالہ ہو اُس میں مولوی عبد اللہ صاحب کی مدح میں چند شعر لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

دوسرے استاد میرے با تمیز | ہیں عنایت سے بڑے ہر دل عزیز
نام عبد اللہ مولانا اگر | ہے توکل جنکو تجھ سے خاص کر
رویت دیدار سے اے بے نیاز | روز محشر انکو کرنا سرفراز

مولویصاحب کے لوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علیخان متوسل وغیرہ نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولویصاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہوا شعر پڑھتے تھے ؎ یہی مسکن ہی ہمارا یہی ہوگا مدفن ؛ یا گلی دوست کی یا یار کے گھر کا آنگن دوست کی گلی سے مراد نواب دوست علیخان کی اراضی اور زمینداری سے ہے اور یار کے آنگن سے مطلب ماہیار کے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۲۹۶ھ میں مولویصاحب کا ایکسو ایک برس کی عمر میں جب وصال ہوا تو ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولا گنج میں شاہ مدن صاحب کے مزار کے پورب جانب چند گز کے فاصلہ پر مدفون ہوئے مزار خام ایک چبوترہ پر لب سڑک واقع ہے۔

میر نجف علیصاحب نے انکی رحلت کا قطعہ تاریخ قرآن مجید کی آیت میں نظم کیا ہے ؎

چو شد عازم خلد عبد الہ | شہ ملک دین بہر وصل حبیب
نجف گفت از بہر تاریخ سال | کہ نصر من اللہ و فتح قریب
۱۲۹۶

خان بہادر حکیم خادم حسین خانصاحب

آپ احمد حسین خانصاحب اختیارپوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خانصاحب کے بھتیجے ہیں۔ جب لڑکپن میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ کے عم نامدار حاجی محمد حسین خانصاحب کو جو ایک درویش سیرت رئیس تھے آپ کی تعلیم و تربیت کیطرف توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابیں قاضی کاظم علیصاحب سے پڑھیں اور عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی۔ جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علیصاحب افسر الاطبا کے شاگرد ہوکر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ میں افسر الاطبا صاحب ممدوح والی نرسنگ گڑھ کے ملازم و معالج تھے لہذا استادی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگ گڈھ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کیطرف رجحان ہوا اور آگرہ جاکر ڈاکٹری میں دستگاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب میں ہوشمندی و مستقل مزاجی و سلیم الطبعی کے آثار نمایاں تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکرٹری میونسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوئے اور سرکار کیطرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے پندرہ بیس برس تک ان دونوں عہدوں کے فرائض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ پبلک میں نیکنامی اور گورنمنٹ میں کارگذاری ثابت ہوئی اسی سال میں کاکس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی کے آپ معتمد ہوگئے اور ایسی موافقت ہوئی کہ وہ میونسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات میں آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے تھے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے تھے۔

آئین شک نہین کہ میونسپلٹی شاہ آباد مین جو ترقیان ہوئین وہ آپکی حسن تدبیر کا نتیجہ
ہین۔ بڑی ہوشیاری و تدین سے کام کیا۔ میونسپل کے خدمات و آنریری مجسٹریٹی
کے بے لگاو فیصلونکے صلہ مین گورنمنٹ نے مستحق سمجھکر سنہ ۱۹ء مین آپ کو
خطاب خان بہادری مرحمت کیا اس خوشی مین کہ اپنے وطن ورقوم افغان
مین آپ ہی پہلے خان بہادر ہوے ایک جلسہ عطاے خطاب کا منعقد کیا گیا
بعض اشخاص نے تقریرین و اشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھکر
حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اسجگہ مناسب معلوم ہوتی ہے ؎

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت	از لطف کبریا شدہ آن زیب بخش صدر
از بہر سال نیک مظفر چو فکر شد	آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

ایضاً اردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا	ہر ایک قلب مین اسکے خوشی نے پایا محل
جو فکر سال مظفر ہوئی ندا آئی	ہوے ہین خان بہادر حکیم صاحب عقل

حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے ہمچشمون مین اہل الراے او معاملہ
فہمی مین عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی وقفیت ہے کیونکہ
بارہا میبادلہ خیالات کا موقع ملا سفر حضر مین ساتھ رہا دلی دربار مسند نشینی والیۂ بھوپال
مین ہمسفر ہونیکا بھی اتفاق ہوا صنعتی و تجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت
تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ دیکھنے اور انسے کام لینے مین بڑی مداخلت تھی
اور ان فنون کیطرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نمایش الہ آباد
جو اس قسم کی ایشیا مین بے نظیر اکزبیشن ہوئی ہے حکیم صاحب اسمین بحیلے سے

ولایتون کے انھین چیزون کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھون
نے کبھی پانی اٹھانے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخی اور اوسکے
درست کرنیوالے آلات کا کارخانہ کھولدیا۔ ہومیوپیتھک معالجات مین اسقدر قابلیت
پیدا کرلی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاہ عام کی ضرورت سے اوسکا
شفاخانہ بھی کھول رکھا تھا اور دوا بلاقیمت تقسیم کیا کیے۔ قلمہائے انبہ کے کارخانہ
مین بھی ترقی پیدا کردی اور فہرست انبہ مین بھی جدت دکھلا دی قومی کامون مین قابل لذکر
جامع مسجد کا گنج اور اسکی دوکانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جو اہل برادری
مین کمی ہوگئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہوسکتا ہے کہ ان دوکانات زیرتعمیر مین
جو کمی رہ گئی ہے اسکا پورا کرنیوالا کوئی ممبر نظر نہین آتا۔
نوایجاد چیزون کی ماہیت اور انکے منگانیکی طرف آپکو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے
کے لیے نوایجاد مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ کئی ماہ تپ دق
کے مہلک امراض مین علیل رہکر ۶ رجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء یوم جمعہ
کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل ولایق شخص کے مرنیکا عام طور پر افسوس
کیا گیا ؎ (کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم
کیے ہین منجملہ اُنکے ایک یہ ہے ؎

عقیل و جوان عمر خان بھادر | ز دنیائے دون رخت ہستی ببست
بدل بستگی ہائے جنت قرین شد | دل خاندان را غمہا شکست
مظفر پے سال تاریخ جستم | ندا شد جوانمرگ ذیشان رفتہ
| ۱۹۱۵ء

آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہ انسان تھے

افسوس کہ وہ بھی جوانمرگ ہی چل بسے حکیم صاحب کی اولاد ذکور میں چار فرزند [illegible]
انکے خلف اکبر اعجاز حسین خان ہین جو نیک بخت و ہونہار نظر آتے ہین۔

اشرف یار خان صاحب

آپ اعظم خان صاحب رئیس سیدخیل کے بھائی امانت خان کے خاندان مین ہادی یار خان کے بیٹے ہین۔ اور ذہین تیز فہم انسان ہین۔ موزون طبعی کا حصہ بھی پایا ہے اشرف تخلص کرتے ہین منشی امیر احمد صاحب مینائی سے اصلاح سخن حاصل کی اس امر کا راقم کو ذاتی طور پر علم ہے کیونکہ ایکبار آپ نے کوئی غزل بغرض اصلاح مجھ سے خط مین لکھا کر جناب منشی صاحب موصوف کو بھیجی تھی اور جناب منشی صاحب مرحوم نے اسکے جواب مین جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا اسمین خاکسار کو بھی سلام مسنون سے سرفراز فرمایا تھا جب سے آپ ریاست مہوہ مین ملازم ہوئے ہین اپنی خوش تدبیری سے وہان کے کاروبار مین رونق پیدا کردی اور آپ کی کارگذاری پر اسقدر اعتماد ہو گیا ہے کہ مثل ایک ممبر خاندانی کے مانے جاتے ہین اور ایک ہندو ریاست مین مسلمان حیثیت سے کمال ترقی کی ہے۔ کلام بیاض کی صورت مین جمع نہین کیا اسلیے جو اشعار یاد تھے نذر ناظرین کیے جاتے ہین۔ رباعی

الطاف یوسف ثانی سراپا نور می آید
یا [illegible] جان [illegible]
شب وصل دست تمنا کے ہاتھون
پس مرگ اک داغ کافی ہو اشرف

آمد اندر وزدد چشم شب دیجور می آید
[illegible] قلب [illegible] مگر مسرور می آید
چلے گا نہ [illegible] کسیکا
کرے گا یہی نام روشن کسیکا

نواب عنایت علیخانصاحب

آپ بھی باشندگان شاہ آباد مین خلیق وخاطر نواز انسان ہین۔ ابتدا سے آپ مین خوش عقیدگی کا مادہ تھا لہذا آپ بڑے عقیدت سے حاجی وارث علیشاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مرید ہوے اور پیر پرستی کرتے رہے اکثر اپنے پیر و مرشد کا ذکر خیر بڑے خلوص وارادت سے کرتے ہین اور نہایت عقیدت مندی سے فاتحہ وایصال ثواب مین سرگرم رہتے ہین۔ جس بزم مین آپ رونق افروز ہوتے ہین۔ انہین آپکے ہم مذاق احباب کو خاص دلچسپی ہوجاتی ہے اور وہ مجمع نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپکی طرف مخاطب ہوجاتا ہے۔ اس امر سے آپکی ہردلعزیزی کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ عدالتی معاملات اور قومی مقدمات مین آپ گرمجوشی ظاہر کرتے ہین اور اسباب میں جیسا کہ لوازمات بشریت مین سے ضروریہ کا تعلق ہے اسیطرح آپکی شرکت بھی ضرور ہے۔ خوش مزاجی آپکی طینت کا اک جزو اعظم ہے اسلیے پرلطف اور برمحل حکایتین بیان کرکے اپنے زندہ دل دوستونکو محظوظ ومسرور کرتے ہین جب سے راقم نے یہ تاریخ شاہ آباد لکھنا شروع کی اس زمانہ سے اوسکی طرف آپکا رجحان رہا بارہا اسکی تکمیل کے بارہ مین دریافت کیا اور شجرہ دلیرخانی مین اپنے نام داخل کرنے کے بابت بہت اصرار رہا۔ ایک حدتک یہ ذوق آپکا سلیم بھی ہے کیونکہ اس کتاب کے ذریعے سے بزرگونکے وہ حالات جو کبھی نہین سُنتے تھے اور نہ وہ کتابین آپکے دیکھنے مین آئی تہین آپکو معلوم ہوجائینگے اور آپکی ذاتی وقفیت مین معلومات کا ایک بین اضافہ ہوجائیگا جو آپکو آیندہ کسی مجمع کے روبرو بیان کرنےمین بہت مدد دینگے۔ اس لگاو سے آپکا تذکرہ اس کتاب مین درج

ہوتا مناسب تھا کیونکہ آپ اسکے بڑے شایق اور نہایت قدردان ہین۔ آپ اس دائمی یادگار کی فہرست مین آپکا نام ہمیشہ نظر آئے گا۔ نواب دلدار خان صاحب رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہین راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس کا ہو مین پیش کیے ہین اس ثبوت مین دکھلائے تعلق باسط نگر کے متعلق دیوانی مین دعوے بھی دائر کیا تھا اور اس علاقے سے سو روپیہ ماہوار گذارہ بھی پاتے ہین۔ حکام نے کچھ اراضی مثل باغ وغیرہ اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہین۔ شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۴۔ انجمن ہند ضلع ہردوئی سے آپ نے لکھایا ہے۔

نواب دلیر خان

دلدار خان

سعادت خان

بندہ علیخان

خادم علیخان	احمد علیخان
حمایت علیخان	دوست علیخان
عنایت علیخان	حسن علیخان
آپکے دو فرزند	لطیفۃ النسا بیگم
راحت علیخان و	لاولد ہین
محفوظ علیخان ہین۔	

محرم مین سب سکھ راے کا جھگڑا

محرم سنہ ۱۲۶۳ ہجری کو شاہ آباد مین سب سکھ راے اور تعزیہ دارون سے جھگڑا ہو گیا تھا اس زمانہ مین چونکہ انگریزی عملداری ملک اودھ مین نہین ہوئی تھی اور یہان نوابی تھی اسلیے فریقین نے شاہ اودھ کی سرکار مین نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجبی کر کے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسل اسوقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کر کے تحریر کیے جاتے ہین

مسلمانون نے جو عرضی دی تھی اوسکا مضمون یہ تھا سب سکھ راے کا [illegible] اپنے پیٹا ہونیکے امام عالیمقام کے علمون اور تعزیون کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے ۹ تاریخ محرم کو نواب دوست علیخان کے علم اٹھے تھے اس وقت بھوانی دین [illegible] انکھر نے نہایت بیباکی سے ایک علم ہاتھ مین لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر حقہ پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا جابجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانون نے یہ اپنے غم کے موقع پر اسکی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھکر خون جگر کھایا مگر اسکی حکومت کیوجہ سے دم نہ مارا ۱۰ محرم کو جب بڑی ڈیوڑھی کے علم اوٹھے تو سب سکھ راے گھوڑے پر سوار ہو کر علمون کے آگے پھرتا رہا اور جب واپسی مین علم اسکے دروازہ پر سے ہو کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چبوترہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حقہ پیتا رہا اسکے یار و مصاحب بھی مونڈھون پر بیٹھے اور حقے پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانون کو یہ امر نہایت شاق ہوا اگرچہ چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسوین محرم کو اہل اسلام تعزیون کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سب سکھ راے نے

نے منادی کرائی کہ اگر آج کے دن کوئی تعزیہ اٹھایا جائیگا تو اسپر پانسو روپیہ جرمانہ ہوگا مسلمانون نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام کے وقت دوبارہ اسنے حکم دیا کہ اسوقت تعزیے اٹھائے جائین مگر شب مین بغیر سامان روشنی کے تعزیہ اوٹھانا مشکل تھا اسوجہ سے سب نے عذر کیا کہ ۱۱ تاریخ کو تعزیہ دفن کرنیکا دستور نہین ہے سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تعزیہ دفن کردیے جائینگے مگر سب سکہ راے نے ۱۱ محرم کو چند تعزیہ بزور حکومت اٹھوا دیے جب مسلمان انکے پاس سمجھانے کو گئے تو انکے بھائی مکیٹ راے نے کہا کہ ہمکو تعزیون کا آج کے دن اٹھوا دینا منظور تھا وہ تعزیے ہمنے اٹھوا دیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا ہوگیا باقی تعزیے ہمارے کیمپ مین جائین انھین یا نہ اٹھین ایسا سخت جواب سنکر مسلمانون کو تاب نرہی اور انکی رگ حمیت جوش مین آگئی اور عام بلوہ ہوگیا اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والونکے نام یہ ہین نواب عداداز خان نواب امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کرامت خان بخش اللہ خان عنایت خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔

اور سب سکہ راے نے شاہجہانپور جاکر وہانکے صاحب مجسٹریٹ کی معرفت جو عرضی سرکار اودہ مین بھجوائی تھی اُسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد بیس سال کے عرصہ سے نائب تحصیلداری و تحصیلداری کے عہدہ پر عاملون کیطرف سے پرگنہ شاہ آباد مین مقرر رہا ہے اسعرصہ مین عداداز خان و امیر حسین خان رئیس شاہ آباد اور شیخ علی محمد مرحوم اور کرامت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور پیراج نے نہایت ظلم کیا ہے ابکی محرم کو رویت ہلال مین اختلاف رہا بعض جگہ ۲۹

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا ۸ محرم کو ایک خط حافظ سید عبد اللہ کلید ار سانڈی وغیرہ
کا پہر ات رہے آیا کہ دار السلطنت لکھنؤ مین ۲۹ کا چاند دیکھا گیا لہذا اسکی اطلاع
عام شاہ آباد مین کرا دینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیہ داری کا انتظام کیا جائے
چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیسان شاہ آباد کو اطلاع دی اور انھون نے
اعلان کرا دیا پھیراج جو میری کارگذاری پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسنے
سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سبب شرارت و سرکشی
اُسکی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکان پر چڑھ آے مینے دروازہ بند کرلیا
اور مع اہل و عیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر مین چھپ رہا مگر مدعا علیہم نے
زور کرکے کواڑ ڈالے اور حویلی مین چلے آے اور سب اسباب لوٹ لیا میرا اور میرے
بھائی کا سامان قریب ستر اسی ہزار روپیہ کے ہوگا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی
تلکیٹ رائے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات جسمین اسناد و معافیات وغیرہ کے تھے وہ
بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۱۳ محرم کی شب مین مع عیال و اطفال کے بیکس پیدل دو
کوش شاہجہانپور بھاگ آیا یہان عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہی امیدوار ہون
کہ مفسدون کا تدارک ہوکر میرا اسباب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ فہرست
اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جسمین زیور کپڑہ وغیرہ کی تفصیل ہے۔ اسکی نقل موجب طلب ارسال ہے
اسیطرح بھوانی دین اور سب سکہ رائے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھ سے رعایا
ورو سائے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا امسال مجھے خیر خواہ و کارگذار سمجھکر دوستی خان علیخان
تعلقہ دار پاسط نگر نے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا
علی محمد مردہہ اور پھیراج میکولال مہاجن نے بوجہ اپنی مہاجنی کے میرا مقرر ہونا منظور نہ سمجھا

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھیں اشخاص نے سبکو آمادہ کر کے میری خانہ بربادی
کرائی اور ان ہر سہ بدباطنوں نے زبردست خان اور امیر حسین خان کے پاس جاکر مشورہ
کیا اور انکو اپنا ہمخیال کر کے دو تین ہزار پٹھان اور شیخ اور جلاہے لیکر ۱۱ محرم روز
چہارشنبہ کو دوپہر کے وقت میرے مکان پر چڑھ آئے اور بلوہ کیا گلیکست رائے برادر حقیقی
سب سکھ رائے اور جانکی پرشاد خویش سب سکھ رائے اور منگلی خدمتگار کو مجروح کیا
لکھو خان ساکن موضع گڈھی چاندخان نے معہ اپنے عزیزوں کے ان زخمیوں کی حمایت
کر کے بچا دیا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔
اس دوران میں امجد علیشاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علیشاہ
بادشاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تاجدار آخری کے روبکاری سے علی محمد امین
کے نام حکم صادر ہوا کہ ونیولا بھوانی دین برادر سب سکھ رائے بذریعہ چٹھی صاحب
مجسٹریٹ ضلع شاہجہانپور کے حاضر سرکار ہوا اور اسنے عرضی استغاثہ کی گذرانی اور
اشتہار ۱۱ محرم سنہ ۱۲۶۳ھ کا بھی ملاحظہ سے گذرا لہذا حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات
[illegible] کے تصفیہ اس مقدمہ کا کرادو اور کیفیت راست براست بارگاہ مابدولت
[illegible] کرو توقف و تاخیر نہو ۱۶ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۳ھ مطابق سنہ احد جلوس فی الا
[illegible] اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہانپور میں سب سکھ رائے کے پاس
[illegible] گیا اور [illegible] ہو کر باہم رضامندی ہو گئی سب سکھ رائے نے فیصلہ
[illegible] ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر سب سکھ رائے نے شاہ آباد آکر جانکی
[illegible] اختیار کی اور فریقین میں ایک [illegible] قصہ
[illegible] وقت و گذشت ہو گیا۔

محرم ۱۳۲۳ھ مین بعض جہلا کی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے فیما بین
جھگڑا ہوگیا اور مہینون عدالت مین فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بنائے مخاصمت یہ تھی
کہ ساوھورام تعزیون کے نکلنے کیوقت قصداً چارپائی پر بیٹھے اور مسلمانون نے کہا کہ یہ امر
ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے ادھر سے اٹھنے کا اصرار ادھر سے بیٹھنے کا اظہار رہا
نوبت مجادلہ کی پہونچی فریقین کے لوگ زخمی ہوئے قاضی مصطفے علیصاحب ڈپٹی کلکٹر اور
انور علیصاحب انسپکٹر و سید علیجان صاحب انسپکٹر موجودہ حکام نے رفع دفع کیا
راد ہارمن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھون نے پوری توجہ کی السپ صاحب جائنٹ مجسٹریٹ
کے اجلاس مین مقدمہ پہونچا مہینون روبکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی
سی فوجداری ہوگئی سجاد نام ایک شخص کام آیا پھر مقدمہ مین طول ہوا مگر ساوھورام
سرغنا اور چند ادھر ادھر کے لوگون نے سزا پائی ہزارون روپیہ مسلمانون کیطرف سے
خرچ ہوا اسیطرح پریشانی و مصارف بیجا فریق ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے
باہمی نارضامندی سے سالگذشتہ مین چہلم نہین ہوا مگر امسال ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر
خود شاہ آباد تشریف لائے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے امنحیر
محرم کے مراسم ادا ہوئے اور چہلم مین بھی تعزیہ داری حسب دستور قدیم ہوئی
راقم کی رائے کے نزدیک دونون گروہ آپس مین مل جل کر بسر کرین اور ایک دوسرے کے
مذہبی ارکان مین مداخلت کرنا ناجائز سمجھین اور بیجا سخن پروری و نفسانیت دور ہین
اتفاق بڑی اچھی شے ہے ہندو اور مسلمان دونون ایک ہی خدا کے بندہ ہین

چراغ بتکدہ و شمع خانقاہ یکیست
اگرچہ دیدہ دو آمد ولے نگاہ یکیست

تقریظ خاتمۂ کتاب

نوشتۂ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب رئیس سندیلہ

پنشنر سکرٹری انجمن تعلقہ داران اودھ

میرے معظم و مکرم جناب منشی مظفر حسین خانصاحب طباطبائی رئیس شاہ آباد
ضلع ہردوی مصنف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھلایا اگرچہ اسمین شجاعان قومی
و دلیران ملکی کے کارنامے درج ہین کہ جنکے پڑھنے بغیر شگفتگی خاطر نہین ہوتی جسقدر انکے
مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اسیقدر شوق انکے پڑھنے کا بڑھتا جاتا ہی ایک تو
فخر زمانہ بے عدیل و یگانہ امراے نامدار و مشاہیر عالیمقدار کے جو حالات درج کیے گئے ہین
انکی دلچسپی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی مخصوصا راستبازی و احتیاط
و سچائی نے از خود رفتہ بلکہ اسکتاب کا مداح و شیدا بنا دیا۔ تاریخ نویسی کے جو فرائض منصبی
ہین اس شاہراہ سے معزز مصنف نے سرمو لغزش نہین کی۔ مگر افسوس کہ عدیم الفرصتی
کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کرنیکا مجھے موقع نہین ملا لیکن
جہانتک مجھے استفادہ ہوا ہے مین کہہ سکتا ہون کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے
قابل اعتبار و لایق وقار ہے ناواقفان علم تاریخ کے نزدیک بخیال اس زمانہ موجودہ
کے اگر کلے واقعات مین کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیر کا مقام نہین مگر جن حضرات کو علم تاریخ
سے خلقی شوق و دلچسپی ہے اونکے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لایق
وقار ہین علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابون کا حوالہ بھی جو اپنی دور اندیشی

سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے مصنف صاحب کی ذاتی لیاقت و قابلیت کے مقابلہ میں یہ تصنیف کچھ تعجب خیز نہیں ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و نیاز قدیم کیوجہ سے چونکہ درجہ نیازمندی و وقفیت کا اعزاز حاصل ہے لہذا وثوق کے ساتھ تصدیق کیجاتی ہے کہ معزز مصنف اپنے آپ ہی عدیل ہیں بلکہ ہمارے قصبات میں فخر بین الاقران والامثال اگر کہا جاوے تو بیجا و درست ہے۔

خداوند کریم لایق مصنف کی عمر میں برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے

راقم بندہ محمد نصرت علی ۔ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

تقریظ نثار مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی مصنف فردوس بریں ، منصور موہنا، افسانۂ قیس وغیرہ

شاہ آباد ضلع ہردوئی صوبۂ اودھ کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے عہد میں پٹھانوں کے نامور خاندانوں کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی ہے جن خاندانوں سے اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظفر حسین خانصاحب سلیمانی ہیں مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ واقف ہیں آپنے اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و تفتیش اور جستجو سے مرتب کی ہے جو دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک مہتم بالشان اور معتدبہ حصہ ہے زیادہ خوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھا ہے جسنے اس تاریخ کو معتبر اور قابل وثوق ہونیکے علاوہ بہت کچھ دلچسپ بھی بنایا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

اور دلچسپی سے مطالعہ فرماوینگے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر مبارکباد دیتا ہون اور اونکی اس مشقت کو اسلامی لٹریچر مین ایک قیمتی اضافہ تصور کرکے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہون اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کرینگے۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر لکھنوی ۲۳ نومبر ۱۹۱۵ء

تقریظ جناب حکیم محمد علیخانصاحب اڈیٹر مرقع عالم و مصنف جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحائی عالم و آنریری مجسٹریٹ ضلع ہردوئی

نامۂ مظفری - یہ ایک مفید و بکار آمد تاریخ ہے جسکو میرے قدیمی عنایت فرما ولایق دوست مولوی مظفر حسین خانصاحب شاد آبادی نے حال مین تصنیف فرماکر ملک کے سامنے پیش کیا ہے باعتبار متہ کے اگر دیکھا جاوے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات اور حالات سے تعلق رکھتا ہوگا یا موجودہ یا آیندہ آنیوالے واقعات سے۔ آنیوالے حادثات کا علم تو عالم الغیب سوا کسیکو نہین۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہین۔ بہرحال اگر کوئی سبق کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھا سکتے ہین تو وہ گذشتہ واقعات ہی ہین جسکا دوسرا نام تاریخ ہے۔ آسمانی کتابون کو اول سے آخر تک پڑھ جایئے لیکن ان سب کا گذشتہ واقعات ہی سے مملو پایئے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز مین ہے تو وہ تاریخ ہے۔ شاد آباد شریف اور بہادر پٹھانون کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک زمانہ مین بڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھون نے

اپنی محنت وتلاش وکوشش سے اسکو معرض گمنامی سے نکالکر اس شہرت تک پہونچایا کہ جو ایک مشہور مردم خیز سرزمین کے لیے ہو سکتی ہے بڑے بڑے شہرونکی تاریخ لکھنی بہ نسبت اسکے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیون کے حالات لکھے جائین اور میرے خیال مین یہ انسے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہرونکے حالات سے تاریخین بھری ہوی ہین چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام وحالات صفحۂ دنیا سے مٹتے جاتے ہین۔ مبارک ہین وہ لوگ جنجھون نے اسطرف توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور وہانکے باشندے خواہ وہ زندہ ہون یا مرگئے جنکے واقعات وکارنامے قیامت تک باقی رہنے کے لیے تاریخون مین مدون کردیے گئے۔ ہم اپنے دوست منشی مظفر حسین خان صاحب کے مشکور ہین اور داد دیتے ہین کہ انکی اس محنت وجانفشانی سے فن تاریخ مین ایک قابل قدر اضافہ ہوگیا۔ جو سبسے زیادہ ابنائے وطن اہالیان شاہ آباد کو ممنون ہونا چاہیے اس تاریخ کے ذریعہ سے اونکے آبا واجداد اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات وکارنامے اونکو اور اونکی آیندہ نسلون کو نہ صرف یاد دلانے کے لیے بلکہ فخر کرنے کے لیے محفوظ رہ گئے۔

ثریا طبع کا سن کرد و قلب طبع سے موزون — لکھے حالات وہ جنکو کہیں نقش سلیمانی

۱۳۲۳ھ

ایضاً

آن مؤلف خوش نوشتہ جملہ حالات وطن — غیر ملکی بیشتر و تعریف و مدح و وصف او

از پے تاریخ ختمش فکر کردم ناگہان — اے ثریا زد ندا ہاتف باین صورت بگو

بدیک مصرع دو صنعت صوری وہم معنوی — شد مزین بیان فضلی سیزدہ صد بیست و دو

۱۳۲۲

ایضاً

ساقیا برخیز و جام بادۂ احمر بیار — تا بجا آرم تمام ہمدل رفتہ ز کار

گفتہ تاریخ وطن لائق مظفر بے بدل — کردہ احسان لاجرم این بر صغار و بر کبار

ہر سطر چون بلبل تر بر سر زلف حسین — ہر ورق چون برگ گل گلرنگ با خسار یار

دیدنش بر کثرت سبز و شادابی او — بلبل سدرہ ندا زد رشک باغ پربہار

صوری و در معنوی گویم ثریا سال طبع — گلزار و نہ صد و ہشتاد و یک سن شمار

۱۹۰۱

از عالیجناب فضل الدولہ مظفر الملک سید فضل علیخان بہادر شوکت جنگ خلف الرشید حضرت آسیر لکھنوی

این مظفر نامہ نامی است مملو از صفات — دفتر خوبی بصد حسن تکلم طبع شد

فضل از سر چون قلم این سال تاریخش نوشت — فرد عالم نامۂ اعمال مردم طبع شد

۱۳۲۳ھ

از عالیجناب نواب سید بہادر حسین خان بہادر انجم لکھنوی شاگرد رشید

تدبیر الدولہ مدبر الملک سید مظفر علیخان بہادر جنگ متخلص بہ آسیر ندیم و دبیر شاہ اودھ

عجب نامۂ نامی رسید در مطبع
که عاجز است بدرج گزارشش خامہ
نوشت سال سمی بلوح دل انجم
رسید درجۂ اعلیٰ مظفری نامہ

از عالیجناب ابو المعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب

سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مرحوم

اک وسعتِ فن پہ چھپا ہے زیر نظر کیا شے
سینے پہ گذارش کی تالیف سلیمانی
فرمایا سن ہجری درکار ہے گر سائل
لازم ہے اسے کہنا تاریخ جہانبانی ۱۳۳۲ھ

ایضاً

ہے مظفر حسین کی تاریخ
جو محقق بھی ہیں سخنور بھی
سائل اسکا حساب ہجری سے
نام رکھ نامۂ مظفر بھی ۱۳۳۲ھ

از عالیجناب راجہ درگا پرشاد صاحب بہادر تعلقدار و آنریری مجسٹریٹ

درجہ اول و چیرمین میونسپل بورڈ سندیلہ

اے مظفر حسین علم پناہ
رایت فکر تو رسید بماہ
خان لقب باشد و سخن یارت
نیست جز نیکوی دگر کارت
نیکو نیک دل وجود تست
بر سماء سخن صعود تست
خوش نوشتی کتاب شاہ آباد
قصر ادراک شد ز تو آباد
وہ چہ خوش سحر ساحری کردی
جلوہ شان دلبری کردی
مردگان را چہ زندگی دادی
باب منت بخلق بکشادی

این کتاب تو حرز جان آمد
قابل قدر قدر دان آمد

فکر تاریخ از تو آمد پیش
اند کے مہر رفت چون از خویش

از سر جوش سال او بے عیب
عمدۂ تاریخ گفت ہاتف غیب

از عالیجناب منشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار چلا پور آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف سندیلہ

کس حسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے
یادِ بہارِ رفتہ کو اس گلشن ایجاد کی

تاریخ اسکے طبع کی یہ لکھدو تم بھی ہاشمی
تا یاد تازہ ہوگئی تاریخ شاہ یاد کی

از عالیجناب منشی محمد ارتضا علی صاحب شرر علوی کاکوروی انسپکٹر ضلع آگرہ

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنف گلبن شہید جفا تصویر عبرت وغیرہ

مرے حبیب مظفر حسین خانصاحب
ہین حسن و خوبی اخلاق مین خود اپنے نظیر

ادیب و منشی قابل رئیس ابن رئیس
بڑے ہین صاحبِ تحقیق و ربا توقیر

خیال علم کا رہتا ہے ہر گھڑی اونکو
نئی کتاب کی رہتی ہے فکر دامنگیر

سفر حضر مین جہان دیکھیے کتاب ہے ساتھ
کتاب ہی ہے رفیق طریق اور مشیر

بجائے روے کتابی کتاب ہے محبوب
وہ سلسلے مین مضامین کے ہوگئے ہین اسیر

سواد خط ہے کہ روشن سواد کشور دل
جو حرف لکھتے ہین بنجاتا ہے وہ مہر منیر

پرانی وضع مین انکے ملا ہے رنگ جدید
ہے یہ نہین کہ پرانی لکیر کے ہون فقیر

بڑی صفت ہے کہ مکر و ریا نہین انمین
وہ صاف ملتے ہین رکھتے ہین پاک صاف ضمیر

لکھی ہو جنابنے اپنے وطن کی اک تاریخ
وہ اس سے بڑھکے کبھی ہو نا ذہین ہے جسکی نظیر

دیا ہے حبِ وطن کا ثبوت تحریری
کیا ہے اگلے بزرگونکا حال سب تحریر

بڑی تلاش ہی تحقیق سے لکھی ہے کتاب
ہوئی ہین جمع قصا وہ سب بصرف کثیر

ہین بصیرت علمی جنھین وہ ہین معذور
نگاہ قدر سے دیکھینگے نکتہ سنج بصیر

دلیر خان کی شجاعت کا ذکر ہے ایسا
عیان ہے جیسے دل کاغذ سے جوہر شمشیر

جو توڑتی ہین تمر توڑ پیدا ز بندوقین
قضا کے گھاٹ اترتے ہین باغیان شریر

کہین پرانی قرابین سے ہین تیر پہ تیر
کہین کشمکش کی صدا دیر ہے ہین خنجر و تیر

جنابِ شاہجہان کا عروج شوکتِ جاہ
ہے زیب صفحۂ قرطاس و زینت تحریر

دکن کی جنگ ہے اورنگزیب کی سطوت
عجب نہین ہے کہ شہرت ہو اسکی عالمگیر

دُر و جواہر تحقیق سے مرصع ہے
الٰہی پائے یہ عزِ قبول شاہ و وزیر

زبان پہ آتی ہے بیساختہ ثنا و صفت
صدائے داد ہی یا خامۂ مشیر کی صریر

خلف ہی ہے جو نام سلف کرے روشن
بڑھائے اپنے بزرگونکی عزت و توقیر

کیا ہے اہلِ وطن پر بہت بڑا احسان
بجا ہو اسکے معرف ہون گر صغیر و کبیر

کچھ اور شعر بھی توصیف مین رقم کرتا
ہجوم کار جو دیتا اجازتِ تحریر

یہ فکر تھی کہ یہ تصنیف کی کوئی تاریخ
کہا سروش نے حب الوطن کی ہے یہ نظیر
۱۳۲۲ھ

ایضاً

لکھے حالات یہ حب الوطن مین
ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ

اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی
شرر لکھدو لکھی کیا خوب تاریخ
۱۹ ۶ ۱۵

از عالیجناب حاجی مولوی نورالحسن صاحب ایل ایل بی وکیل ہردوئی
خلف ارشد حضرت محسن کاکوروی مصنف خورشید بدر و کلیات محسن وغیرہ

حبذا مولوی مظفر حسین
دل گلچین باغ عالم کو
پچھلے حالات طرز نو سے لکھے
عمر رفتہ کی یاد تازہ ہوئی
ہاتف غیب نے کہا ننثر

کیسی باغ و بہار ہے تاریخ
چمن لالہ زار ہے تاریخ
تازے پھولوں کا ہار ہے تاریخ
منظر سبزہ زار ہے تاریخ
تا در روزگار ہے تاریخ

۱۵ ۱۹ ۶

از عالیجناب منشی نورالدین احمد صاحب رئیس کاکوری
مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

شہرت تصنیف ہے اہل قلم کیواسطے
خود نہیں رہتا ہے لیکن ہر سخنگو کا کلام
عالم فانی میں جسنے کچھ نہ چھوڑی یادگار
ہر زمانہ میں ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب
صورت احوال کا اک آئینہ تاریخ ہے
کیا مظفر آپنے لکھی ہے تاریخ وطن
دلکو فکر سال تھی کیفی یہ ہاتف نے کہا

یادگار اچھی سی اچھی عالم ایجاد کی
تا قیامت اک نشانی ہے اسکی یاد کی
سچ تو یہ ہے عمر اپنی مفت ہی برباد کی
ایک نے بستی اجاڑی ایک نے آباد کی
لوح ہے یہ اس طلسم دہر بے بنیاد کی
داد جسنے کچھ نہ دی اسنے بڑی بیداد کی
لکھ گئی تاریخ نادر اوج شاہ آباد کی

۱۵ ۶ ۱۹

از عالیجناب حکیم سید بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہے اے مظفر آپ نے نادر کتاب
جسکی دنیا مین نظر آتی ہے مشکل سے مثال

یا خدا پبلک مین اسکی قدر ہو توقیر ہو
شاد ہوتا قدردانی سے مصنف باکمال

آرزو سے بلگرامی لکھ قلم برداشتہ
بیمثال و بینظیر و بیحلیس از بہر سال

از عالیجناب ڈاکٹر محمد اصغر صاحب صاحبزادہ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب رئیس بدایوں

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب
اسحق نمودہ مانی و بہزاد را خجل

اصغر چو فکر کرد پے سال انطباع
تاریخ شاہ آباد شدہ طبع گفت دل

از عالیجناب حکیم مولوی ضمیر حسن خانصاحب دل رئیس شاہجہانپور

شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر
عجب مضمون عجب طرز بیان ہے

جزاک اللہ اے خان معظم
تمھارے مدح مین قاصر زبان ہے

یہ اے دل مصرع تاریخ لکھدو
شمیم گل بہار بیخزان ہے

از عالیجناب سید حسین احمد میانصاحب ابن سید تجمل حسین میانصاحب

قادری سجادہ نشین و رئیس شاہجہانپور

[illegible] عجب کی ہے یہ تالیف
مرے منھ سے ہو وصف اسکا بھلا کیا

جو ہے بات اسمین وہ تحقیق کے ساتھ ہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا
ہزارون نکتۂ باریک دم مین اگر چاہین تو ہون اس سے ہویدا
زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر تماشہ ہے تماشہ ہے تماشا
جو فکر سال ہے بیباک دلکو لکھو ہے جام جم تاریخ زیبا
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب ابو ناظم مولوی محمد حامد علیخانصاحب ولد حافظ غلام علیخانصاحب رئیس شاہ آباد شاگرد امیر مینائی

جیسی یہ خان مظفر نے ہے لکھی تاریخ ہمنے ایسی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ
شاہ آباد کے حالات سکھے جو چھپے سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ
کچھ تصور کو ذرا بھی ہے نہین دخل اسمین ہے بجا کہیے اگر اسکو بدیہی تاریخ
آفرین مرحبا اے صل علے صل علے خان ذیشان نے عجب یہ لکھی تاریخ
فی زمانہ نہین اب ایسے ہین قابل انسان حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ
سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمایش مینے بھی چاہا کہ لکھون کوئی مین بھی تاریخ
ناگہان غیب سے آئی یہ ندا اے حامد کیون نہین کہتے ہو تم ہی یہ انوکھی تاریخ
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خانصاحب ڈپٹی کلکٹر و رئیس شاہجہانپور

نوشت خوب مظفر حسین خان تاریخ ز جانفشانی و تحقیق حسن با سلوبی
چو فکر سال نمودم برائے طبع خلیل سروش غیب ندا داد نسخۂ خوبی
۱۳۳۳ھ

از عالیجناب محمد لطیف صاحب ٹیلیس و آنریری مجسٹریٹ مصنف دیوان لطیف خلف الرشید

خان بہادر مولوی محمد عبد المجید صاحب جج و رئیس و تعلقدار قصبہ نارہ ضلع الہ آباد

کیا خوب مظفر نے یہ تاریخ لکھی ہے / اس کام سے واقف ہیں وہ اس کام میں ہیں تیز
وہ لطف سے خالی نہیں جو نقل ہے انکا / جو بات ہے انکی وہ ہے اک مصلحت آمیز
حالات جو سچے تھے وہی درج کیے ہیں / نفرت ہے بناوٹ سے انھیں جھوٹ سے پرہیز
ہر جزو ہے اک دفتر اسرار بلاغت / ہر صفحہ مضامین و معانی سے ہے لبریز
دلدار ہے دلدار ہے دلدار بھی دلکش / معشوق ہے معشوق ہے معشوق بھی خونریز
تحریک کی تو گر نہیں خامہ کی روانی / شبدیز طبیعت کو نہیں حاجت مہمیز
جسمیں نہ کتبخانہ ہو کمبخت وہ گھر ہے / جسپر نہو کاغذ کوئی منحوس ہے وہ میز
اے لطیف پھڑک اٹھتے ہیں سب دیکھنے والے / تاریخ کی تاریخ ہے تاریخ دل انگیز

از عالیجناب رائے بہادر کنور کامتا پرشاد صاحب ڈپٹی کلکٹر

لکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا دلپذیر / ہے مظفر کی لیاقت کی یہ اک ادنیٰ نظیر
قیس نے دقت اٹھائی ہے تلاش ناقہ میں / تیشۂ فرہاد کس محنت سے لایا جوئے شیر
ہر ورق ہے بے ثباتیہائے دنیا کا گواہ / ہے ہر اک صفحہ میں اک نیرنگ عالم کی نظیر
عبرت افزا کھنچ گیا ہے نقشۂ ہجر و وصال / شادی و غم کی بنی تصویر توام بے نظیر
[illegible] نے مردوں کو زندہ کیا / آگئے لب تک ہے دم عیسیٰ کی آواز صریر
[illegible] بزم ہستی کی اگر مشکور عام / آج ارواح نیاگان بھی ہوئیں منت پذیر

چرخ پر پہونچا دیا رتبہ زمین کا آپ نے
اوج مضمون نے دکھائی عالم بالا کی سیر
نطق طوطی گم ہوا رنگ سخن کے سامنے
اوڑتی پریان ہر طرف مضمونکی آتی ہین نظر
شوق مین تاریخ کے ہین ہر زبانین نغمہ سنج
خامے نے بھی اس توقع پر جھکایا اپنا سر
نجم نے لکھا یہ سال طبع تاریخ شگرف

کر دیا خاک وطن کو آج ہمرنگ عبیر
طائر عرشی ہوے ہین دام بند شمین اسیر
بلبلونکا بند دم ہے ہوسکین کیا ہمصفیر
صفحہ صفحہ مسطری کا ہے سلیمانی سریر
حکم دل ہے مین بھی ہون ان بلبلونکا ہمصفیر
پڑہی جاتا ہے نشانہ پر کبھی نادان کا تیر
دیدۂ اعزاز مین ہے بوستان بےنظیر

تقریظ و قطعہ تاریخ از عالیجناب سید غلام کاظم صاحب نعت گو

متخلص در رمال و جفار رئیس اٹاوہ ابن حاجی مولوی میر خوب علیصاحب تحصیلدار و مولف

انوار الایمان و اخبار الانبیاء و مناقب الاولیاء۔ برادر نواب محسن الملک

محسن الدولہ سید مہدیعلیخان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

علم تواریخ در حقیقت خدا کی قدرتونکو رنگا رنگ صورتون سے دکھاتا ہے۔ آفریدگار برحق نے اپنے محبوب ذیشان باعث تخلیق کون و مکان احمد مجتبے محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی جلوہ گری سے اس طلسمکدۂ دنیا کو منور کیا ہے۔ تاریخ دیکھنے سے عالم عجائب قدرت کے نئے نئے رنگ کا نقشہ آنکھون مین کھنچ جاتا ہے۔ الحمد للہ زمانہ حال مین مخزن عقل و فہم وطبع رسا صحیح علوم و ذہن ذکاء ملک تحقیق کے حکمران مورخ خوش بیان جناب منشی مظفر حسین خانصاحب نے یہ کتاب

تاریخ قصبہ شاہ آباد خوش بنیاد قلمبند فرما کر قلمرو ہندوستان میں ناظرین کو
محو نظارہ بنایا ہے چشم بد دور سچے واقعات کا مرقع عجیب حسن و ادا سے دکھایا
ہے شہر شاہجہانپور کی بھی کچھ روئداد تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت
دلپذیر ہے فی الواقع دریا کوزہ میں بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہے
نامہ مظفری سے موسوم یہ لطف گوناگون ہے باعتبار شان حجم اوراق و مضامین
بندہ کے خیال میں اسم تاریخی بسن عیسوی وفا نامہ مظفری بھی موزون ہے
١٩١٥ء

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

زہے زدہ موتیے سوانح مصدقہ	بعلمے نمودہ ست تاریخ سخنوری
ہمان کسے کہ بخبر ز حالت جہان بود	ندا ہم کہ ... وفا نامہ مظفری ١٩١٥ء
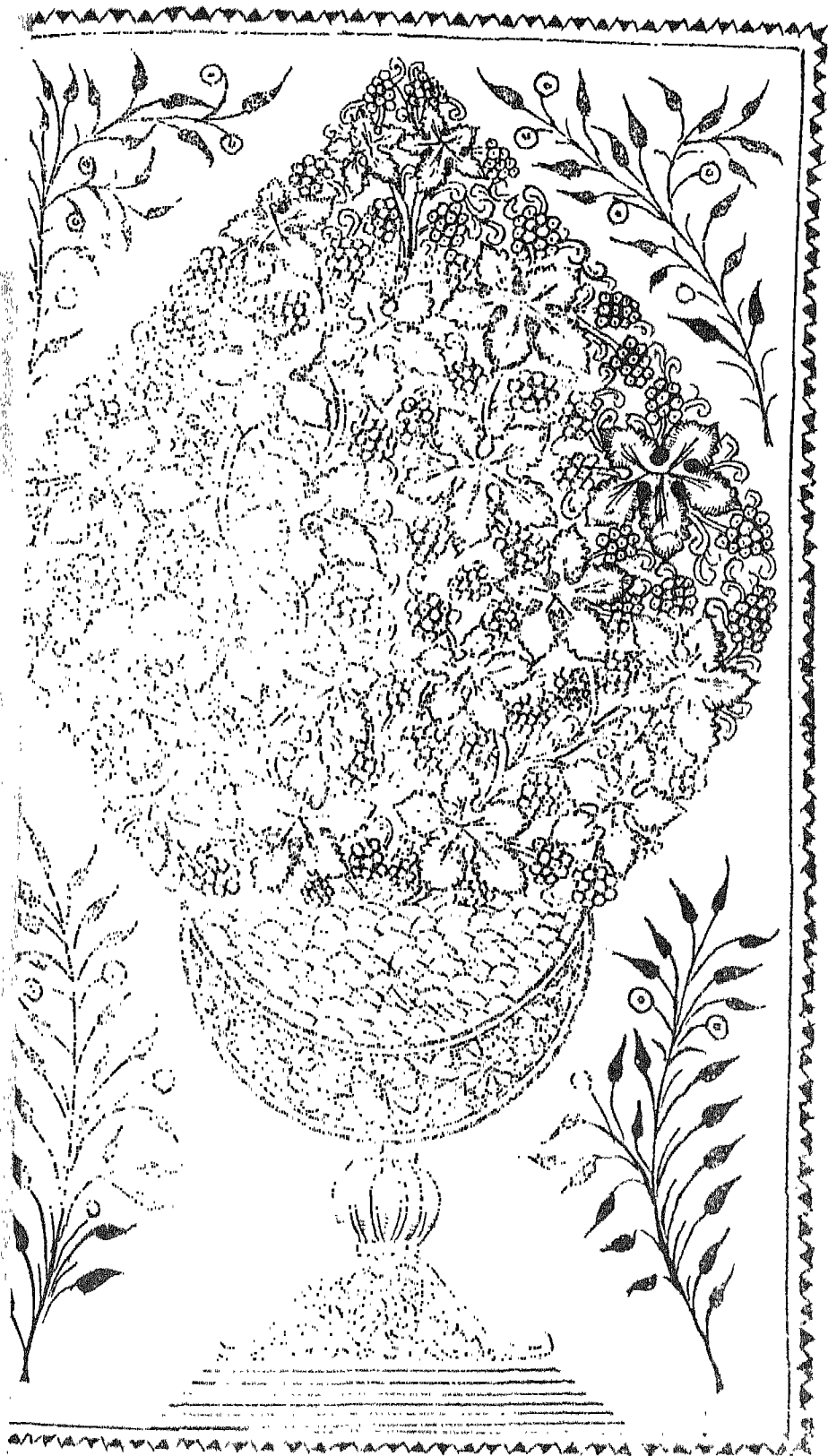
اعلان

اس کتاب

مین کثرت سے جو غلطیان
چھپنے مین آگئی ہین اسکی وجہ یہہ کہ اول یہ
کتاب منیجر کارونیشن پریس لیگئے تھے اور کچھ متفرق
طور پر چھپایا اسکے بعد قریب دو سال کے کتاب کو تساہل و
بدانتظامی سے ڈال رکھا۔ دوسری جلد مین اکثر بزرگونکے حالات
جو مقدم تھے موخر کر ڈالے دوسرے کا پیان جو لکھائی تھین وہ کاپی نویسون
نے بہت غلط لکھین اسکے سوا مدت تک پڑے رہنے سے خراب ہوگئین اور
اُن کے حروف پتھر پر پورے طور پر نہین آئے مصلح سنگ نے بس جگہ جو لفظ
نہین پائی یا پڑھی نہین گئی وہ اپنی راے سے جو چاہا لکھدی جب
یہ ابتری دیکھی تو وہان سے کتاب اُٹھاکر مطبع مجتبائی کو بنا بر
طبع دی گئی اگرچہ مالک مطبع مجتبائی نے توجہ سے کام کیا مگر
کاپی نویسون اور مصلح سنگ کی غلطیون سے کتاب محفوظ نرہ سکی
مجبوراً جو فاحش غلطیان تھین اُن کی صحت کرکے غلط نامہ
شامل کردیا ہے مگر بے موقع الفاظ اور بیجا اضافون وغیرہ کا
تصرف جو چھپنے مین آگیا ہو اُنکی اصلاح غیر ممکن ہی لہذا حضرات
ناظرین ناچیز مولف کو عبارت کی غلطیون سے بےتقصیر
تصور فرمائین اور محنت کے معاوضہ مین
نیک صلہ کے کلمات بغرض کے نہ
ارشاد فرمائین۔ فقط

المشتہر

مولف کتاب ہذا